My Telegram Channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فيض الجلالين

لحلّ أسئلة

الجلالين

مرتب

باہتمام
فیض الحسن اعظمی

ناشر

مکتبہ صوت القرآن دیوبند
01336-223460, 9358911053

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب.................: فیض الجلالین لحلّ أسئلة الجلالین

مرتّب.....................:

سن طباعت..............: 2019

صفحات..................: 432

ناشر.......................: مکتبہ صوت القرآن دیوبند: 01336-223460

ملنے کے پتے

کتب خانہ حمیدیہ، جامع مسجد دہلی	❖	شبلی کتاب گھر اعظم گڈھ
ثاقب بک ڈپو سنبھل	❖	دیوبند اسلامک بک اسٹور دیوبند

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

MAKTABA SAUTUL QURAN

Madani Market, Deoband, E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com

Mob: 9358911053 Ph: 01336-223460

website: www.deobandtody.com/sautul-quran

Website: NewMadarsa.blogspot.com

9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فہرست سوالات

سوالات	صفحہ نمبر
انتساب	۱۵
مقدمہ	۱۶
سوال نمبر۱، جلالین: ص۴ (امتحان داخلہ ۱۴۱۰ھ)	۱۷
سوال نمبر۲، جلالین: ص۵ (امتحان ششماہی ۱۴۱۱ھ)	۱۹
سوال نمبر۳، جلالین: ص۶ (امتحان سالانہ ۱۴۱۲ھ)	۲۱
سوال نمبر۴، جلالین: ص۷ (امتحان ششماہی ۱۴۱۷ھ)	۲۲
سوال نمبر۵، جلالین: ص۸ (امتحان ششماہی ۱۴۳۳ھ)	۲۳
سوال نمبر۶، جلالین: ص۸ (امتحان سالانہ ۱۴۰۹ھ)	۲۵
سوال نمبر۷، جلالین: ص۹ (امتحان سالانہ ۱۴۱۶ھ)	۲۶
سوال نمبر۸، جلالین: ص۱۰ (امتحان داخلہ ۱۴۰۹ھ)	۲۸
سوال نمبر۹، جلالین: ص۱۰ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ)	۲۹
سوال نمبر۱۰، جلالین: ص۱۰ (امتحان داخلہ ۱۴۰۲ھ)	۳۰
سوال نمبر۱۱، جلالین: ص۱۱ (امتحان سالانہ ۱۴۱۵ھ)	۳۱
سوال نمبر۱۲، جلالین: ص۱۲ (امتحان داخلہ ۱۴۱۹ھ)	۳۳
سوال نمبر۱۳، جلالین: ص۱۲ (امتحان سالانہ ۱۴۲۲ھ)	۳۴
سوال نمبر۱۴، جلالین: ص۱۳ (امتحان سالانہ ۱۴۲۸ھ)	۳۵

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۵، جلالین: ص ۱۴ (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ) ۳۶
سوال نمبر ۱۶، جلالین: ص ۱۵ (امتحان داخلہ ۱۴۲۷ھ) ۳۸
سوال نمبر ۱۷، جلالین: ص ۱۵ (امتحان ششماہی ۱۴۲۷ھ) ۳۹
سوال نمبر ۱۸، جلالین: ص ۱۶ (امتحان داخلہ ۱۴۱۱ھ) ۴۰
سوال نمبر ۱۹، جلالین: ص ۱۶ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ) ۴۱
سوال نمبر ۲۰، جلالین: ص ۱۷ (امتحان سالانہ ۱۴۱۴ھ) ۴۳
سوال نمبر ۲۱، جلالین: ص ۱۸ (امتحان داخلہ ۱۴۱۱ھ) ۴۴
سوال نمبر ۲۲، جلالین: ص ۱۹ (امتحان سالانہ ۱۴۱۲ھ) ۴۶
سوال نمبر ۲۳، جلالین: ص ۲۱ (امتحان سالانہ ۱۴۱۱ھ) ۴۷
سوال نمبر ۲۴، جلالین: ص ۲۱ (امتحان داخلہ ۱۴۱۰ھ) ۴۸
سوال نمبر ۲۵، جلالین: ص ۲۱ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ) ۴۹
سوال نمبر ۲۶، جلالین: ص ۲۱ (امتحان سالانہ ۱۴۱۲ھ) ۵۱
سوال نمبر ۲۷، جلالین: ص ۲۲ (امتحان داخلہ ۱۴۲۸ھ) ۵۳
سوال نمبر ۲۸، جلالین: ص ۲۳ (امتحان سالانہ ۱۴۲۲ھ) ۵۵
سوال نمبر ۲۹، جلالین: ص ۲۳ (امتحان ششماہی ۱۴۳۴ھ) ۵۶
سوال نمبر ۳۰، جلالین: ص ۲۳ (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ) ۵۸
سوال نمبر ۳۱، جلالین: ص ۲۴ (امتحان سالانہ ۱۴۲۸ھ) ۵۹
سوال نمبر ۳۲، جلالین: ص ۲۴ (امتحان داخلہ ۱۴۲۸ھ) ۶۱
سوال نمبر ۳۳، جلالین: ص ۲۵ (امتحان سالانہ ۱۴۱۷ھ) ۶۴
سوال نمبر ۳۴، جلالین: ص ۲۶ (امتحان ششماہی ۱۴۳۳ھ) ۶۶
سوال نمبر ۳۵، جلالین: ص ۲۶ (امتحان داخلہ ۱۴۲۲ھ) ۶۷

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۳۶، جلالین: ص ۲۷ (امتحان سالانہ ۱۴۱۰ھ) ۶۹
سوال نمبر ۳۷، جلالین: ص ۲۸ (امتحان ششماہی ۱۴۰۹ھ) ۷۰
سوال نمبر ۳۸، جلالین: ص ۲۸ (امتحان داخلہ ۱۴۰۸ھ) ۷۱
سوال نمبر ۳۹، جلالین: ص ۲۸ (امتحان سالانہ ۱۴۰۳) ۷۳
سوال نمبر ۴۰، جلالین: ص ۲۹ (امتحان داخلہ ۱۴۲۴ھ) ۷۵
سوال نمبر ۴۱، جلالین: ص ۲۹ (امتحان ششماہی ۱۴۲۳ھ) ۷۷
سوال نمبر ۴۲، جلالین: ص ۳۰ (امتحان سالانہ ۱۴۱۸ھ) ۷۹
سوال نمبر ۴۳، جلالین: ص ۳۲ (امتحان داخلہ ۱۴۲۴ھ) ۸۰
سوال نمبر ۴۴، جلالین: ص ۳۲ (امتحان ششماہی ۱۴۲۳ھ) ۸۲
سوال نمبر ۴۵، جلالین: ص ۳۳ (امتحان ششماہی ۱۴۳۲ھ) ۸۴
سوال نمبر ۴۶، جلالین: ص ۳۵ (امتحان ششماہی ۱۴۳۳ھ) ۸۶
سوال نمبر ۴۷، جلالین: ص ۳۶ (امتحان داخلہ ۱۴۱۹ھ) ۸۸
سوال نمبر ۴۸، جلالین: ص ۳۷ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ) ۸۹
سوال نمبر ۴۹، جلالین: ص ۳۷ (امتحان داخلہ ۱۴۱۴ھ) ۹۱
سوال نمبر ۵۰، جلالین: ص ۳۸ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ) ۹۳
سوال نمبر ۵۱، جلالین: ص ۴۰ (خودساختہ) ۹۶
سوال نمبر ۵۲، جلالین: ص ۴۲ (امتحان داخلہ ۱۴۱۳ھ) ۹۷
سوال نمبر ۵۳، جلالین: ص ۴۲ (امتحان سالانہ ۱۴۱۹ھ) ۹۹
سوال نمبر ۵۴، جلالین: ص ۴۳ (امتحان داخلہ ۱۴۲۳ھ) ۱۰۱
سوال نمبر ۵۵، جلالین: ص ۴۳ (امتحان سالانہ ۱۴۲۰ھ) ۱۰۲
سوال نمبر ۵۶، جلالین: ص ۴۴ (امتحان داخلہ ۱۴۲۸ھ) ۱۰۵

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel :New Madarsa

سوال نمبر ۵۷، جلالین: ص ۴۵ (امتحان داخلہ ۱۴۲۶ھ)..................	۱۰۶
سوال نمبر ۵۸، جلالین: ص ۴۵ (امتحان داخلہ ۱۴۱۱ھ)..................	۱۰۷
سوال نمبر ۵۹، جلالین: ص ۴۶ (امتحان ششماہی ۱۴۱۲ھ)..................	۱۰۸
سوال نمبر ۶۰، جلالین: ص ۴۷ (امتحان داخلہ ۱۴۱۳ھ)..................	۱۱۱
سوال نمبر ۶۱، جلالین: ص ۴۸ (امتحان سالانہ ۱۴۱۱ھ)..................	۱۱۳
سوال نمبر ۶۲، جلالین: ص ۴۹ (خودساختہ)..................	۱۱۵
سوال نمبر ۶۳، جلالین: ص ۵۲ (امتحان ششماہی ۱۴۱۳ھ)..................	۱۱۷
سوال نمبر ۶۴، جلالین: ص ۵۲ (امتحان سالانہ ۱۴۲۴ھ)..................	۱۱۸
سوال نمبر ۶۵، جلالین: ص ۵۳ (امتحان سالانہ ۱۴۲۳ھ)..................	۱۱۹
سوال نمبر ۶۶، جلالین: ص ۵۵ (امتحان سالانہ ۱۴۳۴ھ)..................	۱۲۱
سوال نمبر ۶۷، جلالین: ص ۵۶ (خودساختہ)..................	۱۲۳
سوال نمبر ۶۸، جلالین: ص ۵۶ (امتحان داخلہ ۱۴۰۷ھ)..................	۱۲۵
سوال نمبر ۶۹، جلالین: ص ۵۷ (امتحان داخلہ ۱۴۱۲ھ)..................	۱۲۷
سوال نمبر ۷۰، جلالین: ص ۵۹ (امتحان سالانہ ۱۴۱۰ھ)..................	۱۲۹
سوال نمبر ۷۱، جلالین: ص ۵۹ (امتحان ششماہی ۱۴۱۲ھ)..................	۱۳۱
سوال نمبر ۷۲، جلالین: ص ۵۹ (امتحان ششماہی ۱۴۲۶ھ)..................	۱۳۳
سوال نمبر ۷۳، جلالین: ص ۶۰ (امتحان سالانہ ۱۴۱۷ھ)..................	۱۳۵
سوال نمبر ۷۴، جلالین: ص ۶۱ (امتحان داخلہ ۱۴۱۸ھ)..................	۱۳۸
سوال نمبر ۷۵، جلالین: ص ۶۲ (امتحان داخلہ ۱۴۱۹ھ)..................	۱۳۹
سوال نمبر ۷۶، جلالین: ص ۶۵ (امتحان سالانہ ۱۴۱۸ھ)..................	۱۴۱
سوال نمبر ۷۷، جلالین: ص ۶۶ (امتحان ششماہی ۱۴۳۸ھ)..................	۱۴۳

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۷۸، جلالین: ص ۷۰ (امتحان داخلہ ۱۴۳۷ھ) ۱۴۴

سوال نمبر ۷۹، جلالین: ص ۷۲ (امتحان ششماہی ۱۴۳۸ھ) ۱۴۶

سوال نمبر ۸۰، جلالین: ص ۷۲ (امتحان ششماہی ۱۴۳۶ھ) ۱۴۸

سوال نمبر ۸۱، جلالین: ص ۷۴ (امتحان ششماہی ۱۴۳۴ھ) ۱۵۰

سوال نمبر ۸۲، جلالین: ص ۷۵ (امتحان ششماہی ۱۴۳۲ھ) ۱۵۲

سوال نمبر ۸۳، جلالین: ص ۷۶ (امتحان ششماہی ۱۴۳۱ھ) ۱۵۴

سوال نمبر ۸۴، جلالین: ص ۷۶ (امتحان داخلہ ۱۴۳۹ھ) ۱۵۶

سوال نمبر ۸۵، جلالین: ص ۷۷ (امتحان سالانہ ۱۴۲۹ھ) ۱۵۷

سوال نمبر ۸۶، جلالین: ص ۷۸ (امتحان داخلہ ۱۴۳۹ھ) ۱۵۹

سوال نمبر ۸۷، جلالین: ص ۷۸ (امتحان داخلہ ۱۴۱۰ھ) ۱۶۱

سوال نمبر ۸۸، جلالین: ص ۷۹ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ) ۱۶۳

سوال نمبر ۸۹، جلالین: ص ۸۱ (امتحان سالانہ ۱۴۱۲ھ) ۱۶۵

سوال نمبر ۹۰، جلالین: ص ۸۴ (امتحان داخلہ ۱۴۲۸ھ) ۱۶۶

سوال نمبر ۹۱، جلالین: ص ۸۵ (امتحان سالانہ ۱۴۲۲ھ) ۱۶۸

سوال نمبر ۹۲، جلالین: ص ۹۱ (امتحان ششماہی ۱۴۳۲ھ) ۱۷۱

سوال نمبر ۹۳، جلالین: ص ۹۳ (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ) ۱۷۲

سوال نمبر ۹۴، جلالین: ص ۹۳ (امتحان سالانہ ۱۴۲۸ھ) ۱۷۴

سوال نمبر ۹۵، جلالین: ص ۹۴ (امتحان سالانہ ۱۴۳۳ھ) ۱۷۶

سوال نمبر ۹۶، جلالین: ص ۹۵ (امتحان ششماہی ۱۴۲۲ھ) ۱۷۸

سوال نمبر ۹۷، جلالین: ص ۱۰۰ (خود ساختہ) ۱۸۰

سوال نمبر ۹۸، جلالین: ص ۱۰۷ (امتحان داخلہ ۱۴۱۰ھ) ۱۸۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

سوال نمبر ۹۹، جلالین: ص ۱۰۷ (امتحان سالانہ ۱۴۰۹ھ) ۱۸۴
سوال نمبر ۱۰۰، جلالین: ص ۱۰۸ (امتحان سالانہ ۱۴۰۹ھ) ۱۸۶
سوال نمبر ۱۰۱، جلالین: ص ۱۰۸ (امتحان ششماہی ۱۴۰۸ھ) ۱۸۷
سوال نمبر ۱۰۲، جلالین: ص ۱۰۹ (امتحان داخلہ ۱۴۰۹ھ) ۱۸۹
سوال نمبر ۱۰۳، جلالین: ص ۱۱۴ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ) ۱۹۰
سوال نمبر ۱۰۴، جلالین: ص ۱۱۶ (خودساختہ) ۱۹۲
سوال نمبر ۱۰۵، جلالین: ص ۱۱۷ (خودساختہ) ۱۹۴
سوال نمبر ۱۰۶، جلالین: ص ۱۱۷ (خودساختہ) ۱۹۵
سوال نمبر ۱۰۷، جلالین: ص ۱۲۳ (خودساختہ) ۱۹۷
سوال نمبر ۱۰۸، جلالین: ص ۱۲۴ (امتحان سالانہ ۱۴۲۴ھ) ۱۹۸
سوال نمبر ۱۰۹، جلالین: ص ۱۲۴ (امتحان داخلہ ۱۴۲۳ھ) ۲۰۰
سوال نمبر ۱۱۰، جلالین: ص ۱۲۵ (خودساختہ) ۲۰۱
سوال نمبر ۱۱۱، جلالین: ص ۱۲۵ (امتحان ششماہی ۱۴۳۹ھ) ۲۰۲
سوال نمبر ۱۱۲، جلالین: ص ۱۲۷ (امتحان ششماہی ۱۴۳۴ھ) ۲۰۴
سوال نمبر ۱۱۳، جلالین: ص ۱۲۹ (امتحان ششماہی ۱۴۱۹ھ) ۲۰۶
سوال نمبر ۱۱۴، جلالین: ص ۱۳۴ (امتحان داخلہ ۱۴۱۳ھ) ۲۰۷
سوال نمبر ۱۱۵، جلالین: ص ۱۳۴ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ) ۲۰۸
سوال نمبر ۱۱۶، جلالین: ص ۱۴۴ (خودساختہ) ۲۰۹
سوال نمبر ۱۱۷، جلالین: ص ۱۴۷ (امتحان داخلہ ۱۴۰۱ھ) ۲۱۱
سوال نمبر ۱۱۸، جلالین: ص ۱۴۹ (امتحان سالانہ ۱۴۰۲ھ) ۲۱۳
سوال نمبر ۱۱۹، جلالین: ص ۱۵۱ (امتحان داخلہ ۱۴۰۳ھ) ۲۱۴

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۲۰، جلالین: ص ۱۵۷ (امتحان سالانہ ۱۴۰۴ھ) ۲۱۶

سوال نمبر ۱۲۱، جلالین: ص ۱۵۷ (خودساختہ) ۲۱۹

سوال نمبر ۱۲۲، جلالین: ص ۱۶۰ (خودساختہ) ۲۲۱

سوال نمبر ۱۲۳، جلالین: ص ۱۶۰ (امتحان سالانہ ۱۴۰۵ھ) ۲۲۲

سوال نمبر ۱۲۴، جلالین: ص ۱۶۶ (امتحان سالانہ ۱۴۰۶ھ) ۲۲۳

سوال نمبر ۱۲۵، جلالین: ص ۱۶۶ (امتحان ششماہی ۱۴۰۶ھ) ۲۲۵

سوال نمبر ۱۲۶، جلالین: ص ۱۶۸ (خودساختہ) ۲۲۷

سوال نمبر ۱۲۷، جلالین: ص ۱۶۹ (امتحان داخلہ ۱۴۰۷ھ) ۲۲۹

سوال نمبر ۱۲۸، جلالین: ص ۱۷۱ (امتحان سالانہ ۱۴۰۲ھ) ۲۳۱

سوال نمبر ۱۲۹، جلالین: ص ۱۷۲ (امتحان ششماہی ۱۴۰۱ھ) ۲۳۳

سوال نمبر ۱۳۰، جلالین: ص ۱۷۴ (خودساختہ) ۲۳۴

سوال نمبر ۱۳۱، جلالین: ص ۱۸۸ (امتحان سالانہ ۱۴۰۸ھ) ۲۳۶

سوال نمبر ۱۳۲، جلالین: ص ۱۹۱-۱۹۲ (امتحان سالانہ ۱۴۱۱ھ) ۲۳۸

سوال نمبر ۱۳۳، جلالین: ص ۱۹۳ (خودساختہ) ۲۳۹

سوال نمبر ۱۳۴، جلالین: ص ۱۹۵ (امتحان سالانہ ۱۴۱۹ھ) ۲۴۱

سوال نمبر ۱۳۵، جلالین: ص ۱۹۹ (امتحان داخلہ ۱۴۱۹ھ) ۲۴۲

سوال نمبر ۱۳۶، جلالین: ص ۲۰۲ (امتحان ششماہی ۱۴۰۱ھ) ۲۴۴

سوال نمبر ۱۳۷، جلالین: ص ۲۰۳ (امتحان داخلہ ۱۴۲۳ھ) ۲۴۶

سوال نمبر ۱۳۸، جلالین: ص ۲۰۵ (امتحان سالانہ ۱۴۲۰ھ) ۲۴۸

سوال نمبر ۱۳۹، جلالین: ص ۲۰۹ (امتحان داخلہ ۱۴۲۸ھ) ۲۵۰

سوال نمبر ۱۴۰، جلالین: ص ۲۲۱ (خودساختہ) ۲۵۲

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۴۱، جلالین: ص ۲۲۲ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۰۳ھ)............... ۲۵۳

سوال نمبر ۱۴۲، جلالین: ص ۲۲۵ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۰۶ھ)............... ۲۵۵

سوال نمبر ۱۴۳، جلالین: ص ۲۳۷ (خودساختہ)........................ ۲۵۶

سوال نمبر ۱۴۴، جلالین: ص ۲۴۱ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۰۶ھ)............... ۲۵۸

سوال نمبر ۱۴۵، جلالین: ص ۲۴۱ (امتحان سالانہ سنہ ۱۴۰۱ھ)............... ۲۶۰

سوال نمبر ۱۴۶، جلالین: ص ۲۴۲ (امتحان سالانہ سنہ ۱۴۰۲ھ)............... ۲۶۲

سوال نمبر ۱۴۷، جلالین: ص ۲۴۲ (امتحان ششماہی سنہ ۱۴۳۷ھ)............... ۲۶۳

سوال نمبر ۱۴۸، جلالین: ص ۲۴۳ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۳۹ھ)............... ۲۶۴

سوال نمبر ۱۴۹، جلالین: ص ۲۴۵ (امتحان سالانہ سنہ ۱۴۰۳ھ)............... ۲۶۶

سوال نمبر ۱۵۰، جلالین: ص ۲۴۷ (خودساختہ)........................ ۲۶۸

سوال نمبر ۱۵۱، جلالین: ص ۲۴۷ (خودساختہ)........................ ۲۶۹

سوال نمبر ۱۵۲، جلالین: ص ۲۵۱ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۰۴ھ)............... ۲۷۱

سوال نمبر ۱۵۳، جلالین: ص ۲۵۲ (امتحان ششماہی سنہ ۱۴۰۵ھ)............... ۲۷۳

سوال نمبر ۱۵۴، جلالین: ص ۲۵۳ (خودساختہ)........................ ۲۷۴

سوال نمبر ۱۵۵، جلالین: ص ۲۵۴ (امتحان ششماہی سنہ ۱۴۰۷ھ)............... ۲۷۵

سوال نمبر ۱۵۶، جلالین: ص ۲۵۵ (خودساختہ)........................ ۲۷۷

سوال نمبر ۱۵۷، جلالین: ص ۲۵۶ (امتحان سالانہ سنہ ۱۴۲۹ھ)............... ۲۷۹

سوال نمبر ۱۵۸، جلالین: ص ۲۵۸ (خودساختہ)........................ ۲۸۱

سوال نمبر ۱۵۹، جلالین: ص ۲۵۹ (خودساختہ)........................ ۲۸۲

سوال نمبر ۱۶۰، جلالین: ص ۲۶۰ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۴۰ھ)............... ۲۸۴

سوال نمبر ۱۶۱، جلالین: ص ۲۶۱ (امتحان ششماہی سنہ ۱۴۳۱ھ)............... ۲۸۵

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۶۲، جلالین: ص ۲۶۲ (خودساختہ) ۲۸۷

سوال نمبر ۱۶۳، جلالین: ص ۲۶۶ (امتحان ششماہی ۱۴۲۸ھ) ۲۹۰

سوال نمبر ۱۶۴، جلالین: ص ۲۶۷ (امتحان ششماہی ۱۴۳۴ھ) ۲۹۱

سوال نمبر ۱۶۵، جلالین: ص ۲۶۸ (خودساختہ) ۲۹۳

سوال نمبر ۱۶۶، جلالین: ص ۲۶۹ (خودساختہ) ۲۹۵

سوال نمبر ۱۶۷، جلالین: ص ۲۷۱ (امتحان سالانہ ۱۴۰۸ھ) ۲۹۷

سوال نمبر ۱۶۸، جلالین: ص ۲۷۲ (امتحان سالانہ ۱۴۰۹ھ) ۲۹۸

سوال نمبر ۱۶۹، جلالین: ص ۲۷۳ (امتحان سالانہ ۱۴۱۰ھ) ۳۰۰

سوال نمبر ۱۷۰، جلالین: ص ۲۷۳ (خودساختہ) ۳۰۱

سوال نمبر ۱۷۱، جلالین: ص ۲۷۳ (امتحان داخلہ ۱۴۱۰ھ) ۳۰۳

سوال نمبر ۱۷۲، جلالین: ص ۲۷۴ (امتحان داخلہ ۱۴۳۳ھ) ۳۰۵

سوال نمبر ۱۷۳، جلالین: ص ۲۷۵ (امتحان داخلہ ۱۴۱۴ھ) ۳۰۶

سوال نمبر ۱۷۴، جلالین: ص ۲۷۶ (خودساختہ) ۳۰۸

سوال نمبر ۱۷۵، جلالین: ص ۲۷۷ (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ) ۳۱۰

سوال نمبر ۱۷۶، جلالین: ص ۲۷۹ (امتحان سالانہ ۱۴۲۹ھ) ۳۱۱

سوال نمبر ۱۷۷، جلالین: ص ۲۷۹ (امتحان داخلہ ۱۴۴۰ھ) ۳۱۲

سوال نمبر ۱۷۸، جلالین: ص ۲۸۰ (خودساختہ) ۳۱۴

سوال نمبر ۱۷۹، جلالین: ص ۲۸۰ (امتحان ششماہی ۱۴۳۵ھ) ۳۱۵

سوال نمبر ۱۸۰، جلالین: ص ۲۸۱ (امتحان ششماہی ۱۴۳۳ھ) ۳۱۶

سوال نمبر ۱۸۱، جلالین: ص ۲۸۴ (خودساختہ) ۳۱۸

سوال نمبر ۱۸۲، جلالین: ص ۲۸۴ (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ) ۳۲۱

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۸۳، جلالین: ص ۲۸۹ (خودساختہ) ۳۲۲

سوال نمبر ۱۸۴، جلالین: ص ۲۹۴ (امتحان داخلہ ۱۴۲۷ھ) ۳۲۴

سوال نمبر ۱۸۵، جلالین: ص ۲۹۵ (امتحان سالانہ ۱۴۰۵ھ) ۳۲۵

سوال نمبر ۱۸۶، جلالین: ص ۲۹۶ (امتحان ششماہی ۱۴۰۵ھ) ۳۲۹

سوال نمبر ۱۸۷، جلالین: ص ۲۹۸ (خودساختہ) ۳۳۱

سوال نمبر ۱۸۸، جلالین: ص ۲۹۸ (امتحان ششماہی ۱۴۰۳ھ) ۳۳۳

سوال نمبر ۱۸۹، جلالین: ص ۲۹۹ (امتحان سالانہ ۱۴۰۴ھ) ۳۳۵

سوال نمبر ۱۹۰، جلالین: ص ۳۰۱ (امتحان داخلہ ۱۴۰۵ھ) ۳۳۷

سوال نمبر ۱۹۱، جلالین: ص ۳۰۸ (امتحان داخلہ ۱۴۰۶ھ) ۳۳۸

سوال نمبر ۱۹۲، جلالین: ص ۳۱۳ (امتحان داخلہ ۱۴۰۸ھ) ۳۴۱

سوال نمبر ۱۹۳، جلالین: ص ۳۱۷ (امتحان سالانہ ۱۴۰۲ھ) ۳۴۲

سوال نمبر ۱۹۴، جلالین: ص ۳۱۹ (خودساختہ) ۳۴۴

سوال نمبر ۱۹۵، جلالین: ص ۳۲۱ (امتحان داخلہ ۱۴۰۳ھ) ۳۴۵

سوال نمبر ۱۹۶، جلالین: ص ۳۲۲ (امتحان داخلہ ۱۴۳۵ھ) ۳۴۷

سوال نمبر ۱۹۷، جلالین: ص ۳۳۵ (خودساختہ) ۳۴۹

سوال نمبر ۱۹۸، جلالین: ص ۳۳۸ (امتحان سالانہ ۱۴۰۷ھ) ۳۵۰

سوال نمبر ۱۹۹، جلالین: ص ۳۳۹ (امتحان داخلہ ۱۴۱۶ھ) ۳۵۱

سوال نمبر ۲۰۰، جلالین: ص ۳۴۸ (خودساختہ) ۳۵۳

سوال نمبر ۲۰۱، جلالین: ص ۳۵۲ (امتحان داخلہ ۱۴۰۱ھ) ۳۵۵

سوال نمبر ۲۰۲، جلالین: ص ۳۵۵ (امتحان ششماہی ۱۴۰۲ھ) ۳۵۷

سوال نمبر ۲۰۳، جلالین: ص ۳۵۶ (امتحان ششماہی ۱۴۱۱ھ) ۳۵۹

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۲۰۴، جلالین: ص ۳۶۰ (امتحان سالانہ ۱۴۰۶ھ) ۳۶۱

سوال نمبر ۲۰۵، جلالین: ص ۳۶۶ (خودساختہ) ۳۶۳

سوال نمبر ۲۰۶، جلالین: ص ۳۷۵ (امتحان داخلہ ۱۴۱۰ھ) ۳۶۵

سوال نمبر ۲۰۷، جلالین: ص ۳۸۱ (امتحان داخلہ ۱۴۱۰ھ) ۳۶۷

سوال نمبر ۲۰۸، جلالین: ص ۳۸۲ (خودساختہ) ۳۶۹

سوال نمبر ۲۰۹، جلالین: ص ۳۸۴ (امتحان سالانہ ۱۴۰۴ھ) ۳۷۱

سوال نمبر ۲۱۰، جلالین: ص ۳۸۹ (امتحان سالانہ ۱۴۰۴ھ) ۳۷۳

سوال نمبر ۲۱۱، جلالین: ص ۳۹۰ (خودساختہ) ۳۷۴

سوال نمبر ۲۱۲، جلالین: ص ۳۹۱ (امتحان ششماہی ۱۴۱۳ھ) ۳۷۶

سوال نمبر ۲۱۳، جلالین: ص ۳۹۳ (امتحان ششماہی ۱۴۱۴ھ) ۳۷۸

سوال نمبر ۲۱۴، جلالین: ص ۳۹۶ (امتحان ششماہی ۱۴۱۶ھ) ۳۷۹

سوال نمبر ۲۱۵، جلالین: ص ۴۰۲ (امتحان ششماہی ۱۴۲۸ھ) ۳۸۱

سوال نمبر ۲۱۶، جلالین: ص ۴۲۳ (امتحان داخلہ ۱۴۳۷ھ) ۳۸۳

سوال نمبر ۲۱۷، جلالین: ص ۴۲۳ (امتحان داخلہ ۱۴۲۱ھ) ۳۸۵

سوال نمبر ۲۱۸، جلالین: ص ۴۲۵ (امتحان ششماہی ۱۴۳۱ھ) ۳۸۸

سوال نمبر ۲۱۹، جلالین: ص ۴۲۵ (امتحان سالانہ ۱۴۰۸ھ) ۳۹۱

سوال نمبر ۲۲۰، جلالین: ص ۴۲۷ (امتحان ششماہی ۱۴۳۷ھ) ۳۹۴

سوال نمبر ۲۲۱، جلالین: ص ۴۳۱ (امتحان داخلہ ۱۴۳۸ھ) ۳۹۶

سوال نمبر ۲۲۲، جلالین: ص ۴۳۵ (امتحان سالانہ ۱۴۲۲ھ) ۳۹۷

سوال نمبر ۲۲۳، جلالین: ص ۴۳۵ (خودساختہ) ۳۹۹

سوال نمبر ۲۲۴، جلالین: ص ۴۴۰ (امتحان داخلہ ۱۴۳۶ھ) ۴۰۰

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۲۲۵، جلالین: ص ۴۴۰ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۰۷ھ) ۴۰۲

سوال نمبر ۲۲۶، جلالین: ص ۴۴۳ (خودساختہ) ۴۰۴

سوال نمبر ۲۲۷، جلالین: ص ۴۵۲ (امتحان سالانہ سنہ ۱۴۱۱ھ) ۴۰۵

سوال نمبر ۲۲۸، جلالین: ص ۴۵۴ (امتحان ششماہی سنہ ۱۴۳۳ھ) ۴۰۸

سوال نمبر ۲۲۹، جلالین: ص ۴۵۸ (امتحان سالانہ سنہ ۱۴۱۳ھ) ۴۱۰

سوال نمبر ۲۳۰، جلالین: ص ۴۶۳ (امتحان ششماہی سنہ ۱۴۱۳ھ) ۴۱۲

سوال نمبر ۲۳۱، جلالین: ص ۴۶۵ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۱۹ھ) ۴۱۳

سوال نمبر ۲۳۲، جلالین: ص ۴۶۵ (خودساختہ) ۴۱۴

سوال نمبر ۲۳۳، جلالین: ص ۴۶۶ (امتحان ششماہی سنہ ۱۴۳۲ھ) ۴۱۵

سوال نمبر ۲۳۴، جلالین: ص ۴۷۱ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۳۹ھ) ۴۱۷

سوال نمبر ۲۳۵، جلالین: ص ۴۸۳ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۰۹ھ) ۴۱۹

سوال نمبر ۲۳۶، جلالین: ص ۴۸۵ (امتحان ششماہی سنہ ۱۴۲۳ھ) ۴۲۰

سوال نمبر ۲۳۷، جلالین: ص ۴۸۸ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۲۳ھ) ۴۲۲

سوال نمبر ۲۳۸، جلالین: ص ۴۹۰ (امتحان سالانہ سنہ ۱۴۱۶ھ) ۴۲۳

سوال نمبر ۲۳۹، جلالین: ص ۴۹۴ (امتحان ششماہی سنہ ۱۴۱۰ھ) ۴۲۶

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انتساب

مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے نام جس کے آغوش میں رہ کر کچھ پڑھنے اور لکھنے کا سلیقہ آیا۔

مشفق ومکرم والدین کے نام، جن کی شفقت ومحبت اور دعائے سحر گاہی سے بندہ کے اندر یہ استعداد وصلاحیت پیدا ہوئی کہ وہ کسی کتاب پر قلم اُٹھائے اور سپرد قرطاس کرے۔

ان محترم ومعزز اساتذۂ کرام کے نام کہ جن کے سایۂ عاطفت میں رہ کر بندہ اس لائق ہوا کہ وہ رسالہ لکھ سکے۔

ان مخلص اور پیارے ساتھیوں کے نام کہ جنھوں نے اس رسالے کو لکھنے کے دوران بھر پور مدد فرمائی۔

محمد راشد
فاضل دارالعلوم دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مقدمہ

میں تعریف بیان کرتا ہوں اس رب ذوالجلال کی جو کائناتِ عالم کے ذرّہ ذرّہ کا مالک ہے جس نے حضرتِ انسان کو وجود بخشا، پھر اس کو قوتِ گویائی عطا فرمائی، اس کو پڑھنا اور لکھنا سکھایا۔ ''جلالین شریف''، علمِ تفسیر کی ایک ایسی نمایاں اور منفرد کتاب ہے جو کئی سالوں سے درسِ نظامی میں داخل ہے، اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مختصر انداز میں، مختصر لفظوں میں بہت سارے موتیوں کو یکجا سمودیا گیا ہے۔ صاحبِ کتابؒ نے اس کی تفسیر میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے دوسری تفسیری کتب عاری اور خالی ہیں، یہ کتاب چوں کہ بہت طویل ہے اور پھر فن تفسیر میں ہے، جس کی وجہ سے بہت سارے طلبہ اس کتاب کو مشکل سمجھتے ہیں اور اس کو پڑھنے اور حل کرنے میں تساہل سے کام لیتے ہیں؛ حالانکہ اگر اس کتاب کی طرف تھوڑی سی بھی توجہ کرلی جائے تو یہ نہایت آسان اور سہل ہوجاتی ہے؛ لیکن چونکہ یہ بہت موجز اور مختصر ہے؛ اس لیے بہت سارے مقامات طلبہ کے لیے مشکل ہوجاتے ہیں، اس رسالے میں ایسے مقامات کو نہایت ہی آسان اور مختصر انداز میں ایسے مقامات کو حل کیا گیا ہے تاکہ طلبہ کے لیے امتحان میں پریشانی نہ ہو اور کماحقہٗ اس کتاب کو سمجھ سکیں۔

اس رسالے کو تیار کرنے میں میرے چند ساتھیوں نے مدد کی اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، اگر اس موقع پر اس ذاتِ گرامی کا تذکرہ نہ کیا جائے تو شاید یہ بہت بڑی خودغرضی اور احسان فراموشی ہوگی۔

جو قدم بہ قدم اس رسالے کے تیار کرنے میں میرے ساتھ رہے وہ ہیں مولانا محمد ارشاد متعلم دارالعلوم دیوبند اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور میں قارئین کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر کسی مقامات کے حل کرنے میں کوتاہی ہوگئی ہو تو معاف فرمائیں اور اگر کوئی غلطی ہو تو ضرور متنبہ فرمائیں اللہ احقر کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائیں، دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور علم و عمل دونوں میں ثریا کی بلندی پر پہونچائے اور احقر کی اس کاوش کو قبولِ عام و تام فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

محمد راشد

فاضل دارالعلوم دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سوال نمبر ۱، جلالین: ص ۴

(امتحان داخلہ ۱۴۱۰ھ)

(الف) عبارت بااعراب: ﴿الٓمٓ﴾ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِكَ. ﴿ذٰلِكَ﴾ أَيْ هٰذَا ﴿الْكِتَابُ﴾ الَّذِيْ يَقْرَؤُهٗ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ﴿لَا رَيْبَ﴾ لَا شَكَّ ﴿فِيْهِ﴾ أَنَّهٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَجُمْلَةُ النَّفْيِ خَبَرٌ مُبْتَدَأُهٗ ذٰلِكَ. وَالْإِشَارَةُ بِهٖ لِلتَّعْظِيْمِ. ﴿هُدًى﴾ خَبَرٌ ثَانٍ هَادٍ ﴿لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ الصَّائِرِيْنَ إِلَى التَّقْوٰى بِإِمْتِثَالِ الْأَوَامِرِ وَاجْتِنَابِ النَّوَاهِيْ لِإِتِّقَائِهِمْ بِذٰلِكَ النَّارَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری فوائد قلم بند کریں۔

(ج) آیاتِ متشابہات سے متعلق علماء اہلِ سنت کا مسلک کیا ہے؟ کیا ان کی مرادِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معلوم ہے؟

(جواب) ترجمہ: الٓمّٓ اللہ ہی اِس سے اپنی مراد کو بہتر جانتا ہے، یہ کتاب ہے جس کو محمد ﷺ پڑھتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ منجانب اللہ ہے اور جملہ (لَا رَيْبَ فِيْهِ) خبر ہے جس کا مبتدا ذٰلِكَ ہے، اور اسمِ اشارہ بعید کا استعمال بیانِ تعظیم کے لیے ہے، اور هُدًى خبر ثانی ہے اور معنیٰ میں هادٍ کے ہے، متقیوں کے لیے رہنما ہے۔ (یعنی) اوامر کی تعمیل اور اجتنابِ نواہی کے ذریعے تقویٰ کی رغبت رکھنے والے ہیں، اس (امتثال و اجتناب) کے بدولت نارِ جہنم سے بچنے کی وجہ سے ان کو متقی کہا گیا ہے۔

(ب) تفسیری فوائد: مذکورہ عبارات میں چند تفسیری فوائد ہیں:

(۱) والله أعلم بمراده بذلك: چوں کہ حروفِ مقطعات کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں جن میں سے راجح قول یہ ہے کہ ان کے معانی کا علم صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کو ہے، اسی قولِ راجح کی طرف اشارہ کرنے کے لیے مصنفؒ نے مذکورہ تفسیر کی۔

(۲) أي هٰذا: یہاں پر یہ بتلانا مقصود ہے کہ ذٰلك. هٰذا کے معنیٰ میں ہے؛ کیوں کہ ذٰلك کا مشارٌ الیہ یا تو الٓمّٓ ہے یا پھر قرآن کریم ہے اور دونوں ہی قریب ہیں، اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

قریب کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اسمِ اشارہ میں سے ھٰذا کا استعمال ہوتا ہے، ذٰلك چوں کہ اسمِ اشارہ بعید کے لیے آتا ہے اور اسم اشارہ بعید، بیانِ تعظیم کے لیے آتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم جیسی عظیم المرتبت کتاب کی تعظیم کے لیے ذٰلك کا استعمال کیا۔

(۳) الذي يقرؤه إلخ: اس کے ذریعہ الکتٰب کے اندر جو عموم ہے اس کو ختم کرنا مقصود ہے، کہ یہاں پر کتاب سے قرآنِ کریم مراد ہے، دوسری آسمانی کتابیں مراد نہیں ہیں۔

(۴) لاشك: ریب کے تین معنیٰ آتے ہیں، لاشك کے ذریعہ ریب کے تینوں معانی میں سے ایک کو متعین کرنا مقصود ہے؛ کیوں کہ باقی دو معانی یعنی تہمت اور اضطراب، ان دونوں سے قرآن کریم پاک ہے۔

(۵) أنّه من عند الله: یہ ایک سوالِ مقدر کے جواب کے لیے ہے۔

سوال: الکتاب مفرد ہے اور مفرد میں شک کی بالکل گنجائش نہیں ہوتی؛ کیوں کہ شک، ظن، علم وغیرہ کا تعلق قضیہ سے ہوتا ہے اور مفرد قضیہ کا منافی ہوتا ہے، لہٰذا لا شك کہنا صحیح نہیں ہے۔

جواب: الکتاب مفرد نہیں ہے؛ بلکہ قضیہ ہے، اور اس کی اصل عبارت اس طرح ہے: ذٰلك الكتاب أنّه من عند الله۔

(۶) جملة النفي: عبارت کا مطلب یہ ہے کہ (لا ريب فيه) خبر ہے اور اس کا مبتدا (ذٰلك) ہے اور خبرِ ثانی (هدًى) ہے جو کہ اصل میں اسم فاعل (هادٍ) کے معنیٰ میں ہے۔

(۷) الصائرين إلى التقوى: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: هدى للمتّقين میں تحصیلِ حاصل ہے؛ کیوں کہ معنیٰ ہے: یہ کتاب متقیوں کے لیے ہدایت دینے والی ہے، جبکہ متقی خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے، اس کو ہدایت دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: جواب یہ ہے کہ یہاں پر متقین سے راغبین الی التقویٰ مراد ہیں؛ لہٰذا اب تحصیلِ حاصل نہیں ہوگا۔

(۸) لاتقائهم: مصنفؒ مذکورہ عبارت کے ذریعہ متقیوں کو متقی کہنے کی وجہ کو بیان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرمارہے ہیں کہ متقی کو اس کے نیک اعمال کے ذریعہ چوں کہ جہنم سے بچایا جائے گا؛ اس لیے اس کو متقی کہا جاتا ہے۔

(ج) آیاتِ متشابہات سے متعلق علماء اہلِ سنت کا مسلک کیا ہے؟ علماء اہلِ سنت کا مسلک یہ ہے کہ متشابہات کی حقیقی مراد علاوہ اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں، اللہ ہی اس کی حقیقت کو بہتر جانتا ہے۔

سوال نمبر ۲، جلالین: ص ۵ (امتحان ششماہی ۱۴۱۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَإِذَا لَقُوا﴾ أَصْلُهُ لَقِيُوْا حُذِفَتِ الضَّمَّةُ لِلْاِسْتِثْقَالِ ثُمَّ الْيَاءُ لِاِلْتِقَائِهَا سَاكِنَةً مَعَ الْوَاوِ ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَ اِذَا خَلَوْا﴾ مِنْهُمْ وَرَجَعُوْا ﴿اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ﴾ رُؤَسَائِهِمْ ﴿قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ﴾ فِي الدِّيْنِ ﴿اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ﴾ بِهِمْ بِإِظْهَارِ الْاِيْمَانِ ﴿اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ﴾ يُجَازِيْهِمْ بِاِسْتِهْزَائِهِمْ ﴿وَ يَمُدُّهُمْ﴾ يُمْهِلُهُمْ ﴿فِيْ طُغْيَانِهِمْ﴾ تُجَاوِزُهُمُ الْحَدَّ فِي الْكُفْرِ ﴿يَعْمَهُوْنَ﴾ يَتَرَدَّدُوْنَ تَحَيُّرًا حَالٌ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى﴾ اِسْتَبْدَلُوْهَا بِهِ ﴿فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ﴾ أَيْ مَا رَبِحُوْا فِيْهَا بَلْ خَسِرُوْا لِمَصِيْرِهِمْ إِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِمْ ﴿وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) استہزاء اور اشترا کا لغوی اور مرادی معنی لکھیں۔ (ج) فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ کی تفسیر مار بحوا سے کیوں کی گئی؟

(جواب) ترجمہ: اور جب یہ اہل ایمان سے ملتے ہیں (اِذَا لَقُوا) اس کی اصل (لَقِيُوْا) تھی ضمہ کو یاء پر ثقیل سمجھتے ہوئے حذف کر دیا، پھر یاء واو کے ساتھ التقائے ساکنین کی وجہ سے ساقط ہو گئی، تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور جب تنہائی میں اپنے "شیاطینوں" سرداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں دین میں ہم تمہارے ساتھ ہیں اظہار ایمان کر کے "ہم تو صرف ان سے مذاق کرتے ہیں اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے" یعنی ان کے ساتھ استہزاء کا معاملہ کر رہا ہے" اور وہ ان کو ان کی سرکشی میں ڈھیل دے رہا ہے" ان کے حد سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

تجاوز کرنے کی بنیاد پر کفر کی وجہ سے ''حال یہ ہے کہ وہ حیرانی میں بھٹک رہے ہیں'' (یَعْمَهُوْنَ) طُغْيَانِهِمْ کی ضمیر سے حال ہے: ''یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اختیار کر لی'' یعنی گمراہی کو ہدایت سے بدل لیا ''مگر یہ سودا ان کے لیے نفع بخش نہیں ہے'' یعنی ان کو اس سودے میں نفع نہیں ہوا بلکہ خسارا ہوا ان کی دائمی آگ کی طرف پلٹنے کی وجہ سے ''اور یہ'' اپنے طریقہ کار میں ہرگز صحیح طریقہ پر نہیں ہیں۔

(ب) استہزاء اور اشترا کا لغوی اور مرادی معنیٰ:

استہزاء تمسخر کرنے، مذاق اڑانے کے ہیں اور مرادی معنی یہ کہ جب عوام منافقین تنہائی میں اپنے سرداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم دل وجان سے آپ ہی کے ساتھ ہیں باقی مسلمانوں کے بے وقوف بنانے کے لیے ان کی سی کہہ دیتے ہیں، اور دونوں معنوں میں مناسبت مشاکلت کے طور پر حقیقتاً استہزاء نہیں ہے۔

اشتراء کے لغوی معنیٰ خریدنے کے ہیں، یا تو ثمن کے عوض کسی چیز کے حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔

اور اشتراء کے مرادی معنیٰ استبدال ہے جو کہ شراء کے لیے لازم ہے گویا کہ ملزوم بول کر لازم مراد لیا گیا ہے، اور استبدال سے مراد: اختیار کرنا اور ترجیح دینا: یعنی ہدایت اور صلاحیت کے دونوں راستے ان کے سامنے موجود تھے، مگر انہوں نے اپنی مرضی واختیار سے گمراہی کو اختیار کرلیا۔

اور اشہزاء دونوں معنوں میں مناسبت اس طرح ہے کہ شراء میں جس طرح ثمن کے عوض کسی چیز کو حاصل کیا جاتا ہے اسی طرح یہ لوگ ہدایت دے کر گمراہی لی۔

(ج) فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ کی تفسیر ما ربحوا سے کیوں کی گئی؟

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ کی تفسیر مَا رَبِحُوْا سے کیا گیا بطور اسناد مجازی کے یعنی ربح کی اسناد تاجروں کے بجائے تجارت کی طرف کر دیا گیا ورنہ اصل اسناد تو تاجروں کی طرف ہونی چاہیے: کیوں کہ وہی صاحب تجارت ہے اور ربح ونقص کا مالک وہی ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

سوال نمبر ۳، جلالین: ص ٦ (امتحان سالانہ ۱۴۱۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا﴾ أُطْعِمُوا مِنْ تِلْكَ الْجَنَّاتِ ﴿مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا﴾ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ﴾ أَيْ مِثْلُ مَا ﴿رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ﴾ أَيْ قَبْلَهُ فِي الْجَنَّةِ لِتَشَابُهِ ثِمَارِهَا بِقَرِيْنَةِ ﴿وَأُتُوْا بِهٖ﴾ أَيْ جِيْئُوْا بِالرِّزْقِ ﴿مُتَشَابِهًا﴾ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا لَوْنًا وَيَخْتَلِفُ طُعْمًا ﴿وَلَهُمْ فِيْهَا أَزْوَاجٌ﴾ مِنَ الْحُوْرِ وَغَيْرِهَا ﴿مُّطَهَّرَةٌ﴾ مِنَ الْحَيْضِ وَكُلِّ قَذَرٍ ﴿وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) بتائیں کہ لفظ مثل ... کیوں مقدر مانا گیا؟ (ج) نیز بتائیں کہ ﴿مُتَشَابِهًا﴾ سے آیا جنت ہی کے پھلوں کا باہم مشابہ ہونا مراد ہے؟ یا انکا دنیاوی پھلوں سے مشابہ ہونا؟ اس سلسلہ میں علامہ سیوطیؒ کا قولِ مختار بیان کریں۔

(جواب) ترجمہ: جب ان باغوں میں سے کوئی پھل ان کو بطور غذا دیا جائے گا، تو کہیں گے کہ یہ تو اسی جیسا ہے جو ہم کو اس سے پہلے کھانے کے لیے دیا گیا، یعنی جو اس سے پہلے جنت میں دیا گیا (یہ اس وجہ سے ہوگا) کہ جنت کے پھل ہم شکل ہوں گے (اس قول کا قرینہ وَأُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ہے اور ملیں گے بھی ان کو ہم شکل پھل کہ رنگ کے لحاظ سے ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے مگر ذائقہ میں مختلف ہوں گے، اور ان کے لیے جنت میں بیویاں ہوں گی، یعنی حور وغیرہ، پاک ہوں گی، حیض اور ہر گندگی سے اور اس میں ہمیشہ رہیں گی۔

(ب) لفظ مثل ... کیوں مقدر مانا گیا؟ لفظ مثل کو مقدر مان کر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ پھل دنیاوی پھلوں کے مشابہت تو ہوں گے؛ لیکن صرف شکلاً ہوں گے، ذائقہ اور مزے میں دنیاوی پھلوں سے بدرجہا بہتر ہوں گے۔

(ج) (مُتَشَابِهًا) سے مراد: ان کو جنت میں ملتے جلتے پھل دیئے جائیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ من قبل سے مراد جنت ہی کا پھل ہے جو انھیں اس سے پہلے یہ ملا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے پھل رنگ اور شکل میں تو باہم مشابہ ہوں گے؛ مگر ان کی لذت مختلف ہوگی اور یہی علامہ جلال الدین سیوطی کا مختار قول ہے۔

لیکن بعض دوسرے مفسرین نے قبل سے عام مراد لیا ہے جو دنیا کے پھلوں کو بھی شامل ہے یعنی یہ پھل ویسے ہی ہیں جیسے دنیا میں ہمیں ملا کرتے تھے بعض اعتبارات سے یہی معنی راجح معلوم ہوتا ہے۔

علامہ سیوطی کا قولِ مختار: علامہ سیوطیؒ نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے۔

سوال نمبر ۴، جلالین: ص ۷ (امتحان ششماہی ۱۴۱۷ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ يَخْلُفُنِيْ فِيْ تَنْفِيْذِ أَحْكَامِيْ فِيْهَا وَهُوَ آدَمُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگانے کے بعد ترجمہ کریں۔ (ب) بتلائیے کہ خلیفہ سے کون مراد ہے؟ (ج) خلیفہ بنانے سے مقصد کیا ہے؟ ملائکہ کا اعتراض اور باری تعالیٰ کا جواب بھی تحریر کریں۔

(جواب) ترجمہ: جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب اس میں میرے احکام کو نافذ کرنے کے لیے میرا نائب ہوگا، اور وہ آدم ہے۔

(ب) بتلائیے کہ خلیفہ سے کون مراد ہے؟ خلیفہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش یعنی اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین میں خلیفۃ اللہ بنا کر بھیجا ہے۔

(ج) خلیفہ بنانے سے مقصد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ جس کو خلیفہ بنانے کا اعلان کیا، اس کا کام مفسر ذکر کرتے ہیں، کہ وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرنے اور نافذ کرانے میں اللہ تعالیٰ کا نائب ہوگا، یعنی اس کا منصب یہ ہوگا کہ اللہ کے احکام کو نافذ کرنے کا اہتمام وانتظام کرے، یہ خلیفہ جس کے بنانے کا اللہ نے اعلان فرمایا آدم علیہ السلام ہیں اور پھر ان کے واسطے سے تمام اولاد آدم۔

ملائکہ کا اعتراض اور باری تعالیٰ کا جواب: ملائکہ کو جب یہ خلجان ہوا کہ ایسی مخلوق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جس میں مفسد اور خون ریز ہوں گے ہم ایسے مطیع اور فرماں بردار کے ہوتے ان کو خلیفہ بنایا اس کی وجہ کیا ہوگی؟ تو بطریق استفادہ یہ سوال کیا اعتراض ہرگز نہ تھا، رہا یہ امر کہ ملائکہ کو بنی آدم کا حال کیوں کر معلوم ہوا، اس میں بہت سے احتمال ہیں، جنات پر قیاس کیا یا حق تعالیٰ نے پہلے بنا دیا تھا، یا لوح محفوظ پر لکھا دیکھا، یا سمجھ گئے کہ حکیم وخلیفہ کی ضرورت جب ہی ہوگی جب ظلم وفساد ہوگا یا حضرت آدم کے قالب کو دیکھ کر بطور قیافہ سمجھ گئے ہوں جیسا ابلیس نے حضرت آدم کو دیکھ کر کہا تھا کہ کھول ہوں گے ایسا ہی ہوا، انسانوں سے پہلے اس سرزمین پر اولاد جن کی آبادی تھی، جان کا رتبہ جنات میں وہی تھا جو آدمیوں میں آدم علیہ السلام کا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ وہ ابلیس ہے، بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ کوئی دوسرا ہے، جسے ابوالجان کہا جاتا ہے، اور ابلیس تو ابوالشیاطین ہے، (جمل) ان لوگوں نے جب زمین میں فساد مچایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرشتوں کو بھیجا، فرشتوں نے بہتوں کو ختم کر دیا، اور جو بچے انھیں سمندر کے درمیان جزائر میں اور پہاڑیوں کی طرف دھکیل دیا۔

سوال نمبر ۵، جلالین: ص ۸ (امتحان ششماہی ۱۴۳۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَسَجَدُوْآ اِلَّآ اِبْلِيْسَ﴾ هُوَ أَبُوْ الْجِنِّ كَانَ بَيْنَ الْمَلَائِكَةِ ﴿اَبٰى﴾ اِمْتَنَعَ مِنَ السُّجُوْدِ ﴿وَاسْتَكْبَرَ﴾ تَكَبَّرَ عَنْهُ وَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ﴿وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۝۳۴﴾ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ ﴿وَ قُلْنَا يٰآدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ﴾ تَأْكِيْدٌ لِلضَّمِيْرِ الْمُسْتَتَرِ لِيُعْطَفَ عَلَيْهِ ﴿وَ زَوْجُكَ﴾ حَوَّاءُ بِالْمَدِّ وَكَانَ خَلَقَهَا مِنْ ضِلْعِهِ الْاَيْسَرِ ﴿الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا﴾ أَكْلًا ﴿رَغَدًا﴾ وَاسِعًا لَا حَجَرَ فِيْهِ ﴿حَيْثُ شِئْتُمَا﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) ''وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا'' کی ترکیب بیان کیجیے۔ (ج) خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق قلم بند کیجیے۔ (د) مصنفؒ ''تاکید للضمیر المستتر'' سے کیا واضح کرنا چاہیے ہیں؟

(جواب) ترجمہ: (پس انہوں نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے) وہ جن کا بابائے اول ہے، جو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرشتوں کے درمیان رہتا تھا (انکار کیا) سجدے سے باز رہا، (اور تکبر کیا اور کہا میں اس سے بہتر ہوں (اور وہ) اللہ کے علم میں (کافروں کی قبیل سے تھا، اور ہم نے کہا اے آدم تم) ضمیر ''أَنْتَ'' اس ضمیر کی تاکید ہے جو اُسْكُنْ میں پوشیدہ ہے، اور یہ تاکید اس لیے ہے کہ زَوْجُكَ کا عطف اس پر کرسکیں (اور تمہاری بیوی) حواء الف ممدودہ کے ساتھ انھیں اللہ تعالیٰ نے آدم کے دائیں پسلی سے پیدا کیا تھا (جنت میں رہو سہو اور اس میں جو چاہو آزادی کے ساتھ کھاؤ) ''رَغَدًا'' کے معنی وسعت کے ساتھ، جس میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں۔

(ب) ''وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا'' کی ترکیب:

''وَ'' حرف عاطفہ ''كُلَا'' فعل امر الف ضمیر اس کا فاعل ''مِنْهَا'' ''من'' حرف جر ''ها'' مجرور جار مجرور سے مل کر متعلق ''كُلَا'' فعل کے ساتھ ''رَغَدًا'' صفت ہے اكلا مفعول مطلق محذوف موصوف کا، فعل اپنے فاعل متعلق اور محذوف مفعول مطلق اپنے صفت کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(ج) خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:

(۱) اَلْمَلَائِكَةُ: واحد ملک اور جمع ملائک معنی ہے، اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق جو نور سے پیدا ہوئی ہے۔

(۲) آدَمُ: اَدِمَ يَأْدَمُ سے مشتق ہے، اٰدَمَ يُؤْدِمُ از باب افعال بمعنی دو قوموں کے درمیان صلح کرنا یہاں آدم سے مراد ابوالبشر ہے۔

(۳) حَوَّاءُ: حَوَا يحوی حاوٍ اسم فاعل بمعنی اس بڑے صندوق کو کہا جاتا ہے، جس کو سامان سے بھر کر ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کیا جاتا ہے، یہاں حواء سے مراد ام البشر، یعنی حضرت حواء علیہ السلام ہیں۔

(د) ''تاکید للضمیر المستتر'' سے صنفؒ کی مراد:

اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ اُسْكُنْ میں مخاطب کی ضمیر پوشیدہ ہے اور قاعدہ ہے کہ ضمیر مستتر پر اسم ظاہر کا عطف درست نہیں ہے، اور اگر عطف لانا مقصود ہو تو اس ضمیر مستتر کو ضمیر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

منفصل کی شکل میں ظاہر کر دیتے ہیں، اور ضمیر منفصل ظاہر کے حکم میں ہے، اب اس پر عطف کرنا صحیح ہے، اس لحاظ سے اَنْتَ پر زَوْجُكَ کا عطف ہو رہا ہے، کسی لفظ کے مکرر لانے کو تاکید کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۶، جلالین: ص ۸ (امتحان سالانہ ۱۴۰۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ﴾ اِبْلِيْسُ أَذْهَبَهُمَا وَفِيْ قِرَاءَةٍ فَاَزَالَهُمَا نَحَّاهُمَا ﴿عَنْهَا﴾ بِأَنْ قَالَ لَهُمَا هَلْ اَدُلُّكُمَا عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَقَاسَمَهُمَا بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَهُمَا لَمِنَ النَّاصِحِيْنَ فَأَكَلَا مِنْهَا ﴿فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں۔ (ب) مِمَّا كَانَا فِيْهِ میں ضمائر کے مراجع واضح کرتے ہوئے بتائیے کہ اگر دونوں کا مرجع ایک ہی ہے تو ایک ضمیر مذکر اور ایک ضمیر مؤنث کیوں لائی گئی ہے؟ (ج) نبی سے گناہ کا صدور کیسے ہوا جبکہ وہ معصوم ہیں؟

(جواب) ترجمہ: لیکن شیطان ابلیس نے اس درخت کی وجہ سے دونوں کو لغزش دے دی، اور ایک قرأت میں فَاَزَالَهُمَا ہے، یعنی ان دونوں کو جنت سے برطرف کرا دیا، اس طریقے سے کہ ابلیس نے ان دونوں سے کہا: کیا میں تم کو شجرۃ الخلد (یعنی ہمیشگی کا درخت) بتادوں اور اللہ کی قسم کھا کر ان سے کہا کہ وہ ان دونوں کا خیر خواہ ہے؛ چناں چہ ان دونوں نے اس درخت سے کچھ کھالیا، سو نکال دیا ان دونوں کو اس عیش سے جس میں وہ تھے۔

(ب) مِمَّا كَانَا فِيْهِ میں ضمائر کے مراجع: دونوں ضمیروں کا مرجع جنت ہی ہے؛ لیکن لفظاً الگ الگ ہی ہے۔

اگر دونوں کا مرجع ایک ہی ہے تو ایک ضمیر مذکر اور ایک ضمیر مؤنث کیوں لائی گئی ہے؟ عنها کا مرجع لفظ جنت ہے، اور فیه میں ضمیر کا مرجع ممّا میں ما موصولہ ہے، پس جنت کی رعایت میں عنها کی ضمیر مؤنث ہے، اور ما چوں کہ لفظاً مذکر ہے؛ اس لیے اس کی ضمیر مذکر لائے ہیں۔

(ج) نبی سے گناہ کا صدور کیسے ہوا جبکہ وہ معصوم ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شجرۂ ممنوعہ سے کھانا خطاء اور نسیان کی وجہ سے ہوا جان بوجھ کر نہیں، خطاء اجتہادی ہوتی ہے یہ خطاء و نسیان کے سبب قابلِ معافی ہوتی ہے جس کو اصطلاح میں گناہ نہیں کہا جاتا، پس ان سے گناہ کا صدور نہیں ہوا۔

البتہ اس کو گناہ سے اس لیے تعبیر کر دیا گیا کہ یہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ نبوت اور قربِ خداوندی کے مقام کے اعتبار سے بڑی لغزش ہے؛ اس لیے اس کو معصیت سے تعبیر کیا گیا۔

سوال نمبر ۷، جلالین: ص ۹ (امتحان سالانہ ۱۴۱۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا﴾ اُطْلُبُوْا الْمَعُوْنَةَ عَلٰى اُمُوْرِكُمْ ﴿بِالصَّبْرِ﴾ اَلْحَبْسِ لِلنَّفْسِ عَلٰى مَا تَكْرَهُ ﴿وَالصَّلٰوةِ﴾ اَفْرَدَهَا بِالذِّكْرِ تَعْظِيْمًا لِشَانِهَا وَفِي الْحَدِيْثِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَحْزَبَهٗ اَمْرٌ بَادَرَ اِلَى الصَّلَاةِ وَقِيْلَ اَلْخِطَابُ لِلْيَهُوْدِ لَمَّا عَاقَهُمْ عَنِ الْاِيْمَانِ شَرَهٗ وَحُبُّ الرِّيَاسَةِ فَاُمِرُوْا بِالصَّبْرِ وَهُوَ الصَّوْمُ لِاَنَّهٗ يُكْسِرُ الشَّهْوَةَ وَالصَّلَاةِ لِاَنَّهَا تُوْرِثُ الْخُشُوْعَ وَتَنْفِي الْكِبْرَ ﴿وَاِنَّهَا﴾ اَيِ الصَّلٰوةَ ﴿لَكَبِيْرَةٌ﴾ ثَقِيْلَةٌ ﴿اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ السَّاكِنِيْنَ اِلَى الطَّاعَةِ ﴿اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ﴾ يُوْقِنُوْنَ ﴿اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ فِي الْآخِرَةِ فَيُجَازِيْهِمْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(ج) مفسر کے ذکر کردہ فوائد تفسیریہ کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: اپنے معاملات میں صبر و صلوٰۃ سے مدد طلب کرو، نفس جس کو ناپسند کرے اس کے کرنے پر نفس کے مجبور کرنے کو صبر کہتے ہیں، صرف نماز کا ذکر اس کی عظمتِ شان کی وجہ سے ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جب آپ ﷺ کو کوئی پریشان کن امر پیش آتا، تو آپ ﷺ نماز کی طرف سبقت فرماتے اور کہا گیا کہ خطاب یہود کو ہے جب ان کو حرص اور حبِ جاہ نے ایمان لانے سے روک دیا، تو ان کو صبر کا (اور وہ روزہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے) حکم دیا گیا کہ وہ شہوت کو توڑ دیتا ہے اور نماز کا (حکم دیا گیا) اس لیے کہ نماز خشوع پیدا کرتی ہے اور تکبر کو ختم کرتی ہے، اور نماز بلاشبہ گراں ہے؛ مگر خشوع اختیار کرنے والوں پر (گراں نہیں ہے) یعنی اطاعت کی طرف مائل ہونے والوں پر جو کہ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ وہ مرنے کے بعد زندہ ہو کر اپنے رب سے ملنے والے ہیں، اور ان کو اس کی طرف آخرت میں رب کے پاس جانا ہے تو وہ ان کو جزا دے گا۔

(ب) مطلب: صبر اور نماز ہر اللہ والے کے دو بڑے ہتھیار ہیں، نماز کے ذریعہ مؤمن کا تعلق اللہ سے استوار ہوتا ہے جس سے اللہ کی نصرت حاصل ہوتی ہے اور صبر کے ذریعہ کردار کی پختگی اور دین میں استقامت حاصل ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے: إذا حزنه أمر فزع إلى الصلاة (احمد وابوداود) یعنی جب بھی آپ علیہ السلام کو کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو آپ فوراً نماز کا اہتمام فرماتے یعنی اگر تمہیں نیکی کے راستہ پر چلنے میں دشواری محسوس ہو رہی ہو تو اس کا علاج صبر اور نماز ہے، ان دونوں سے تمہیں طاقت ملے گی اور یہ راہ آسان ہو جائے گا، جو شخص خدا کا فرماں بردار نہ ہو اور آخرت کا عقیدہ نہ رکھتا ہو اس کے لیے نماز کی پابندی ایک ایسی مصیبت ہے جسے وہ کبھی گوارا نہیں کر سکتا؛ مگر جو شخص خدا کا فرماں بردار اور مطیع ہو برضاء و رغبت خدا کے سامنے سر اطاعت خم کر چکا ہو اور جسے یہ خیال ہو کہ کبھی مر کر خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے تو اس کے لیے نماز کی ادائیگی بھاری اور مشکل نہیں؛ بلکہ چھوڑنا مشکل ہے۔

(ج) مفسر کے ذکر کردہ فوائد تفسیریہ کی وضاحت:

الحبس للنفس: یہ بتلانا مقصود ہے کہ صبر یہاں پر اپنے مشہور معنی میں نہیں ہے؛ بلکہ جو چیز نفس پر گراں ہو اس کو بحسن وخوبی انجام دینے کے معنی میں ہے۔

افردها بالذکر: ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال: اراکینِ خمسہ میں سے صرف نماز ہی کو بطورِ خاص کیوں ذکر کیا گیا؟

جواب: نماز کو باقاعدگی سے ذکر کر کے اس کی عظمتِ شان اور اس کے مہتم بالشان ہونے کو بتلانا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

سوال نمبر ۸، جلالین: ص ۱۰ (امتحان داخلہ ۱۴۰۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ مِنْهُمْ ﴿قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ﴾ فَقَالُوا حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ وَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلَى إِسْتَاهُمْ ﴿فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ فِيهِ وَضْعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ مُبَالَغَةً فِي تَقْبِيحِ شَأْنِهِمْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) بتلائیں کہ انہوں نے تو قول و فعل دونوں کو بدلا تھا؛ لیکن یہاں پر صرف قول کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا؟ (ج) (بِمَا كَانُوا) میں باء کس معنیٰ میں مستعمل ہے؟ نیز بتلائیں کہ آیت پاک کے مصداق کون لوگ ہیں اور انہیں کس بات کا حکم دیا گیا تھا؟

(جواب) ترجمہ: مگر جو بات ان کو بتائی گئی تھی ظالموں نے اس کو دوسری بات سے بدل ڈالا اور حبّة في شعرة کہا یعنی خوشہ دانہ سمیت اور اپنی سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے، آخر کار ہم نے ظلم کرنے والوں پر اس میں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا ہے، ان کی تقبیح شان میں مبالغہ کرنے کے لیے (آسمان سے طاعون کا عذاب نازل کر دیا)۔

(ب) ان پر صرف قول کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا؟ اگرچہ انہوں نے قول و فعل دونوں میں تبدیلی کی؛ مگر چوں کہ اصل مقصد امر تھا؛ اس لیے صرف قول کا ذکر کیا؛ کیوں کہ امر قول ہی ہوتا ہے۔

(ج) (بِمَا كَانُوا) میں باء کس معنیٰ میں مستعمل ہے؟ بِمَا كَانُوا میں باء سببیہ ہے۔

آیت پاک کے مصداق کون لوگ ہیں؟ آیت کے مصداق بنی اسرائیل ہیں۔

انہیں کس بات کا حکم دیا گیا تھا؟ بنی اسرائیل کو جب چالیس سال بھٹکنے کے بعد وادی تیہ سے خلاصی ملی، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو بیت المقدس میں داخل ہوتے وقت جھک کر داخل ہونے کا حکم دیا یعنی مغفرت طلب کرتے ہوئے داخل ہونے کو کہا گیا تھا جیسا کہ آیتِ کریمہ میں ہے:

وَ إِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۹، جلالین: ص ۱۰ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت با عراب: ﴿وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ﴾ وَقَدْ عَطِشُوْا فِي التِّيْهِ ﴿فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ﴾ وَهُوَ الَّذِي فَرَّ بِثَوْبِهٖ خَفِيْفٌ مُرَبَّعٌ كَرَاسِ رَجُلٍ رُخَامٌ أَوْ كَاذَانٌ كَدَانٌ فَضَرَبَهُ ﴿فَانْفَجَرَتْ﴾ اِنْشَقَّتْ وَسَالَتْ ﴿مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا﴾ بِعَدَدِ الْأَسْبَاطِ ﴿قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ﴾ سَبْطٍ مِنْهُمْ ﴿مَّشْرَبَهُمْ﴾ فَلَايُشْرِكُهُمْ فِيْهِ غَيْرُهُمْ وَقُلْنَا لَهُمْ ﴿كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾ حَالٌ مُؤَكَّدَةٌ لِعَامِلِهَا مِنْ عَثِيَ بِكَسْرِ الْمُثَلَّثَةِ أَفْسَدَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) وھو الذي فر بثوبه سے کس طرف اشارہ ہے؟ (ج) حالِ مؤکدہ کسے کہتے ہیں؟ اور حالِ مؤکدہ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ نیز رخام اور کدان کی لغوی تحقیق بھی کریں۔

(جواب) ترجمہ: (اور یاد کرو اس وقت کو) جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے لیے پانی کی دعاء مانگی، دراں حالے کہ وہ مقام تیہ میں پیاسے ہوئے تو ہم نے (موسیٰ) کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی فلاں پتھر پر مارو اور یہ وہی پتھر تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر فرار ہو گیا تھا، اور وہ پتھر ہلکا چوکور، آدمی کے سر کے مشابہ، سفید رنگ کا نرم تھا؛ چناں چہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر لاٹھی ماری، تو وہ شق ہو گیا (اور) قبیلوں کی تعداد کے مطابق اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے، اور ان کے ہر قبیلے نے اپنا چشمہ جان لیا، تاکہ اس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو، اور ہم نے ان سے کہ دیا کہ اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور پیو، اور ملک میں فساد کرتے مت پھرو (مُفْسِدِيْنَ) اپنے عامل سے حال مؤکدہ ہے، عثی ثاء مثلثہ مکسور سے ماخوذ ہے بمعنیٰ أفسدَ ہے۔

(ب) وھو الذي فر بثوبه سے کس طرف اشارہ ہے؟

اس سے ایک مخصوص واقعہ کی طرف اشارہ ہے؛ چوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے، بہت باحیاء، پاک دامن تھے، جس کی وجہ سے ہمیشہ کپڑا اڈا لے رہتے تھے،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اس سے بنی اسرائیل کو خیال ہوا کہ شاید موسیٰ علیہ السلام کی شرم گاہ میں عیب ہے، اور ان کے خصیہ میں چھید ہے، اس لیے کپڑا ڈالے رہتے ہیں، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اس الزام سے اس طرح بری کیا کہ ایک مرتبہ وہ غسل کرنے کے لیے گئے اور انھوں نے اپنے کپڑے اُتار کر ایک پتھر پر رکھ دیے تو اچانک وہ پتھر اُن کے کپڑے لے کر بھاگنے لگا اور موسیٰ علیہ السلام بھی اس کے پیچھے بھاگتے رہے اور وہ پتھر بنی اسرائیل کی مجلس میں پہنچ گیا اور موسیٰ علیہ السلام بھی برہنہ مجلس پہنچ گئے جس کی وجہ سے بنی اسرائیل کو معلوم ہو گیا کہ آپ علیہ السلام میں کوئی عیب نہیں ہے اور آپ علیہ السلام بالکل پاک ہیں۔

(ج) حالِ مؤکدہ کسے کہتے ہیں؟

حالِ مؤکدہ کہتے ہیں: هي اللتي لاينفك ذوالحال عنها مادام موجودا غالباً.

حالِ مؤکدہ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اس کے ذریعہ ایک سوال مقدر کا جواب مقصود ہے۔

سوال: حال کا اصل مقصد ذوالحال میں ایک معنیٰ زائد پر دلالت کرنا ہے اور وہ یہاں مقصود ہے؛ اس لیے کہ جو معنیٰ عثی کے ہیں وہی معنیٰ مفسدین کے ہیں۔

جواب: جواب یہ ہے کہ یہ حال مؤکدہ ہے اور معنیٰ کی زیادتی حال مثقلہ میں ہوتی ہے۔

رخام اور کذان کی لغوی تحقیق:

رخام یہ جمع ہے، اس کا واحد رُخمةٌ ہے بمعنیٰ سنگِ مرمر، نرم پتھر۔

کذان یہ جمع ہے، واحد کذانةٌ ہے بمعنیٰ سفید پتھر۔

سوال نمبر ۱۰، جلالین: ص ۱۰ (امتحان داخلہ ۱۴۰۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ﴾ اَلذُّلُّ وَالْهُوَانُ ﴿وَالْمَسْكَنَةُ﴾ أَيْ أَثَرُ الْفَقْرِ مِنَ السُّكُوْنِ وَالْخِزْيِ فَهِيَ لَازِمَةٌ لَهُمْ وَ إِنْ كَانُوْا أَغْنِيَاءَ لُزُوْمِ الدِّرْهَمِ الْمَضْرُوْبِ لِسِكَّتِهِ ﴿وَبَآءُوْ﴾ رَجَعُوْا ﴿بِغَضَبٍ مِّنَ اللهِ ذٰلِكَ﴾ أَيِ الضَّرْبُ وَالْغَضَبُ ﴿بِأَنَّهُمْ﴾ بِسَبَبِ أَنَّهُمْ ﴿كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اور ان پر ذلت خواری اور محتاجگی یعنی محتاجگی کا قلبی اثر فقر اور ذلت مسلط کردی گئی جس کی وجہ سے (قلبی) محتاجگی ان کے لیے جزء لاینفک بن گئی ہے اگرچہ وہ دولت مند مذہبی کیوں نہ ہوں جیسا ڈھلے ہوئے سکہ کے لیے ٹھپہ (مہر) لازم ہوتا ہے اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹا یہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ظلما ناحق قتل کرتے تھے اور حد تجاوز کرتے تھے۔

(ب) مطلب:

مذکورہ آیت میں یہودیوں کے فقر و حاجتمندی اور ذلت و خواری کا ذکر ہے یعنی اس کی ذلت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مسلمان اور نصاریٰ کے محکوم اور رعیت رہتے ہیں اگر کسی کے پاس مال و ثروت ہوا تو کیا ہوا حکومت سے بالکل محروم کر دیئے گئے ہیں جو موجب عزت تھی اور محتاجگی یہ ہے کہ اول تو یہود میں مال کی قلت اور جن کے پاس مال ہو بھی تو حکام وغیرہ کے خوف سے اپنے آپ کو مفلس اور حاجتمند ظاہر کرتے ہیں شدت حرص اور بخل کی وجہ سے حاجتمندوں سے بدتر نظر آتے ہیں اور اس ذلت و مسکنت اور غضب الٰہی کا باعث ان کا کفر اور انبیاء کا قتل کرنا ہے اسی طرح احکام کی نافرمانی اور حدود شروع سے تجاوز کرنا ہے۔

سوال نمبر ۱۱، جلالین: ص ۱۱ (امتحان سالانہ ۱۴۱۵ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ﴾ أَيْ مَاسِنُّهَا ﴿قَالَ﴾ مُوسٰى ﴿اِنَّهٗ﴾ أَيْ اللّٰهَ ﴿يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ﴾ الْمَذْكُوْرِ مِنَ السِّنِيْنَ ﴿فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝٦٨ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝٦٩ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا﴾ بِكَثْرَتِهٖ فَلَمْ نَهْتَدِ إِلَى الْمَقْصُوْدَةِ ﴿وَ اِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝٧٠﴾ إِلَيْهَا ﴿قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ﴾

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مِنَ الْعُيُوْبِ ﴿لَّا شِيَةَ فِيْهَا ۚ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ﴾ نَطَقْتَ بِالْبَيَانِ التَّامِ ﴿فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) متعلقہ واقعہ کو مختصر لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: تو کہنے لگے آپ ہمارے لیے اپنے پروردگار سے دعاء فرمائیں کہ وہ ہمیں اس گائے کے بارے میں کچھ (تفصیل) بتائیں کہ اس کی عمر کیا ہے؟ موسیٰ نے فرمایا اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جو نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا (بلکہ) اوسط عمر کی ہو، لہٰذا ذبح کا جو حکم تم کو دیا گیا جا رہا ہے وہ کرو، پھر کہنے لگے اپنے رب سے یہ اور پوچھ لو کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ فرماتا ہے کہ وہ نہایت شوخ رنگ کی زرد گائے ہو، دیکھنے والوں کو اس کی خوبی کی وجہ سے یعنی (ناظرین) کو تعجب میں ڈال دے، پھر وہ بولے کہ اپنے رب سے صاف صاف پوچھ کر بتاؤ کہ کیسی گائے مطلوب ہے، جنگل میں چرنے والی ہو یا پالتو ہو، بلاشبہ مذکورہ صفات کی گائے کی تعیین میں ہمیں اشتباہ ہو گیا ہے، اس صفت (جنس) کی گائے بکثرت ہونے کی وجہ سے، جس کی وجہ سے مقصد تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی، اللہ نے چاہا تو ہم اس کا پتہ پالیں گے، موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا وہ کہتا ہے وہ ایسی گائے ہو جس سے خدمت نہ لی گئی ہو، کام میں استعمال نہ کی گئی ہو، نہ زمین جوتنے میں استعمال ہوئی ہو اور نہ کھیتی کو سینچنے میں اور عیوب سے پاک ہو، اور اس پر کوئی دھبہ نہ ہو، تو کہنے لگے اب آپ نے ٹھیک پتہ بتایا یعنی پوری وضاحت کردی، پھر انہوں نے اسے ذبح کیا؛ ورنہ وہ اس کی مہنگائی کی وجہ سے ایسا کرتے معلوم نہیں ہوتا تھا۔

(ب) مختصراً متعلقہ واقعہ:

شارح مشکوٰۃ فرماتے مرقات کے حوالے سے مفتی شفیع نے قتل کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کی لڑکی سے شادی کی درخواست کی؛ مگر اس نے انکار کردیا تو اس سے پہلے آدمی نے دوسرے آدمی کو قتل کردیا، قاتل لاپتہ ہو گیا، جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر الزام تراشی چل رہی تھی، قوم کے کچھ دانشوروں نے کہا کہ لڑنے جھگڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام موجود ہیں،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ان سے معلوم کیا جائے؛ چناں چہ یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بیان کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک گائے ذبح کرنے اور اس کے ایک حصے کو مردے سے لگانے کے لیے فرمایا، جب انہوں نے ایسا کیا تو وہ مردہ باذنِ الٰہی تھوڑی دیر کے لیے زندہ ہوگیا اور اس نے اپنے قاتل کا نام جو کہ خود اس کا بھتیجہ تھا بتادیا پھر فوراً ہی اس کا انتقال ہوگیا۔

سوال نمبر ۱۲، جلالین: ص ۱۲ (امتحان داخلہ ۱۴۱۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ﴾ أَيْ تَخَاصَمْتُمْ وَتَدَافَعْتُمْ ﴿فِيهَا ۚ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ﴾ مُظْهِرٌ ﴿مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ﴾ مِنْ أَمْرِهَا وَهٰذَا اِعْتِرَاضٌ وَهُوَ أَوَّلُ الْقِصَّةِ ﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ﴾ أَيِ الْقَتِيْلَ ﴿بِبَعْضِهَا﴾ فَضُرِبَ بِلِسَانِهَا أَوْ عَجْبِ ذَنْبِهَا فَحَيِيَ وَقَالَ قَتَلَنِيْ فُلَانٌ وَفُلَانٌ لِابْنَيْ عَمِّهٖ وَمَاتَ فَحُرِمَا الْمِيْرَاثَ وَقُتِلَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگاکر ترجمہ کریں۔ (ب) ھٰذا اعتراض إلخ کی تشریح کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور اس واقعہ کو یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کردیا تھا پھر تم اس معاملہ میں لڑنے جھگڑنے لگے تھے، اور تم جس بات کو چھپانا چاہتے تھے اللہ اس کو ظاہر کرنے والا تھا، یہ جملہ معترضہ ہے یہ قصہ کا ابتدائی حصہ ہے تو ہم نے حکم دیا تھا مقتول سے گائے کا کوئی حصہ لگادو چناں چہ گائے کی زبان یا دم کی جڑ مقتول سے لگائی گئی تو وہ زندہ ہوا تھا اور بتادیا کہ میرے چچازاد بھائیوں میں سے فلاں اور فلاں نے قتل کیا ہے اور پھر مر گیا چناں چہ دونوں میراث سے محروم کردیے گئے، اور قتل کردیے گئے۔

(ب) ھٰذا اعتراض إلخ کی تشریح:

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ إلخ معطوف ہے اور فَذَبَحُوْهَا معطوف علیہ ہے، ان دونوں کے درمیان وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ جملہ معترضہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

سوال نمبر ۱۳، جلالین: ص ۱۲ (امتحان سالانہ ۱۴۲۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَإِذَا خَلَا﴾ رَجَعَ ﴿بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوٓا﴾ أَيْ رُؤَسَاؤُهُمُ الَّذِيْنَ لَمْ يُنَافِقُوْا لِمَنْ نَافَقَ ﴿أَتُحَدِّثُوْنَهُمْ﴾ أَيِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ﴾ أَيْ عَرَّفَكُمْ فِي التَّوْرَاةِ مِنْ نَعْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لِيُحَآجُّوْكُمْ﴾ لِيُخَاصِمُوْكُمْ وَاللَّامُ لِلصَّيْرُوْرَةِ ﴿بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ﴾ فِي الْآخِرَةِ وَيُقِيْمُوْا عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ فِيْ تَرْكِ إِتِّبَاعِهِ مَعَ عِلْمِكُمْ بِصِدْقِهِ ﴿أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ أَنَّهُمْ يُحَاجُّوْنَكُمْ إِذَا حَدَّثْتُمُوْهُمْ فَتَنْتَهُوْا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آیت کا مصداق متعین کریں۔ (ج) مفسر علامہ نے رجع اور یقیموا إلخ کی عبارت کیوں نکالی ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور جب آپس میں تنہائی میں ملتے ہیں تو ان کے سردار جو منافق نہیں ہیں منافقوں سے کہتے ہیں، کیا تم مسلمانوں کو وہ باتیں بتادیتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر منکشف فرمائی ہیں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صفات جو تم کو تورات میں بتائی ہیں تاکہ تم پر اس کے ذریعہ آخرت میں تمہارے رب کے روبرو حجت قائم کریں یعنی تمہارے ساتھ مخاصمت کریں اور لام صیرورت کے لیے ہے اور اس (محمد) کی ترکِ اتباع پر اس کو سچا نبی جاننے کے باوجود حجت قائم کریں گے کیا تم لوگ نہیں سمجھتے ہو کہ اگر تم ان کو وہ باتیں بتلادوگے تو وہ تم پر حجت قائم کریں گے؟ لہٰذا تم اپنی ان حرکتوں سے باز آجاؤ۔

(ب) آیت کا مصداق: آیتِ کریمہ کے مصداق منافقین ہیں۔

(ج) مفسر علامہ نے رجع کی عبارت کیوں نکالی؟

رجع اس کے ذریعہ ایک اشکال کا جواب مقصود ہے۔

اشکال: خلا کا صلہ إلی نہیں آتا، تو پھر یہاں پر خلا کا صلہ إلی کیوں استعمال ہوا ہے؟

جواب: مفسر علامہ نے رجع نکال کر بتادیا کہ یہاں پر خلا، رجع کے معنیٰ میں ہے، اور رجع کا صلہ إلی آتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

یقیموا إلخ کی عبارت کیوں نکالی؟

یہ بھی ایک اشکال کا جواب ہے۔

اشکال: فِي الآخرة، لیحاجوکم سے متعلق ہے، اور مطلب ہے وہ تورات کی باتیں اس لیے چھپاتے تھے، تاکہ مسلمان ان کے خلاف حجت قائم نہ کرسکیں، اب اس سے یہ اعتراض وارد ہوگا کہ ان کا یہ چھپانا علام الغیوب کے سامنے حجت قائم کرنے سے کیسے مانع ہوگا؟

جواب: مفسر علام نے ویقیموا علیکم الحجة لاکر اس اشکال کو دفع کیا ہے۔

سوال نمبر ۱۴، جلالین: ص ۱۳ (امتحان سالانہ ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ فِي التَّوْرَاةِ وَقُلْنَا ﴿لَا تَعْبُدُوْنَ﴾ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ ﴿اِلَّا اللّٰهَ﴾ خَبَرٌ بِمَعْنَى النَّهْيِ وَأَحْسِنُوْا ﴿وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى﴾ عَطْفٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ ﴿وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ﴾ قَوْلًا ﴿حُسْنًا﴾ وَفِي قِرَاءَةٍ بِضَمِّ الْحَاءِ وَسُكُوْنِ السِّيْنِ مَصْدَرٌ وُصِفَ بِهِ مُبَالَغَةً.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) خبر بمعنی النھی کی تشریح کریں؟

(ج) بِالْوَالِدَيْنِ سے قبل احسنوا کا اضافہ کیوں کیا گیا؟ نیز بتائیں کہ (مصدر وصف بہ) سے کس اشکال کا جواب دیا گیا ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے تورات میں بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور کہا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرنا (تَعْبُدُوْنَ) میں یاء اور تاء دونوں ہیں اور لَا تَعْبُدُوْنَ خبر بمعنی نہی ہے، اور والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ ذی القربی بمعنی قرابت ہے، اور ذي القربى کا عطف والدین پر ہے، اور یتیموں مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور لوگوں سے بھلی بات کہنا اور ایک قراءت میں (حُسْنًا) حاء کے ضمہ اور سین کے سکون کے ساتھ ہے جو کہ مصدر ہے بطور مبالغہ صفت لایا گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

(ب) خبر بمعنی النہی کی تشریح: لَاتَعْبُدُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر ہونے کی وجہ سے جملہ خبریہ ہے، اسی وجہ سے اس کا نون اعرابی ساقط نہیں ہوا؛ مگر یہ جملہ انشائیہ کے معنی میں ہے اور لَاتَعْبُدُوْ کے درجے میں ہے اور نہی کو مضارع منفی کی صورت میں بیان کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ صراحتاً نہی سے کنایۃً نہی اولیٰ ہے؛ کیوں کہ نہی بصورتِ مضارع منفی سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ گویا حکم کی تعمیل ہو چکی ہے، اب اس کی خبر دی جا رہی ہے۔

(ج) بِالْوَالِدَیْنِ سے قبل احسنوا کا اضافہ کیوں کیا گیا؟

احسنوا کو مقدر ماننے کا مقصد ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض: بالوالدین جار مجرور کا عطف لَاتَعْبُدُوْنَ پر ہے جو کہ جار مجرور نہیں ہے اور غیر جار مجرور پر جار مجرور کا عطف درست نہیں؛ لہٰذا بِالْوَالِدَیْنِ کا عطف بھی درست نہیں ہونا چاہیے؟

جواب: یہاں پر بِالْوَالِدَیْنِ سے پہلے احسنوا مقدر ہے، پس اعتراض ختم ہو گیا۔

فائدہ: مفسر علام نے احسنوا امر کا صیغہ مقدر مان کر اس طرف کیا ہے کہ عطف لَاتَعْبُدُوْنَ کے معنیٰ پر ہے نہ کہ لفظ پر۔

(مصدر وصف بہ) سے کس اشکال کا جواب دیا گیا ہے؟

اس کے ذریعہ مصدر کا حمل ذات پر درست نہیں والے اشکال کا جواب دیا گیا ہے کہ حُسْنًا مصدر کا حمل ذات پر درست نہیں ہونا چاہیے؟ تو جواب دیا گیا ہے کہ یہاں مصدر کو صفت لایا گیا بطور مبالغہ کے جیسے: زیدٌ عدلٌ۔

سوال نمبر ۱۵، جلالین: ص ۱۴ (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ﴾ الْمُعْجِزَاتِ كَإِحْيَاءِ الْمَوْتٰى وَإِبْرَاءِ الْأَكْمَهِ وَالْأَبْرَصِ ﴿وَاَيَّدْنٰهُ﴾ قَوَّيْنَاهُ ﴿بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ مِنْ إِضَافَةِ الْمَوْصُوْفِ إِلَى الصِّفَةِ أَيِ الرُّوْحِ الْمُقَدَّسَةِ جِبْرَئِيْلَ لِطَهَارَتِهٖ يَسِيْرُ مَعَهُ حَيْثُ سَارَ فَلَمْ تَسْتَقِيْمُوْا ﴿اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰى﴾ تُحِبُّ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

﴿اَنْفُسُكُمْ﴾ مِنَ الْحَقِّ ﴿اسْتَكْبَرْتُمْ﴾ تَكَبَّرْتُمْ عَنِ اتِّبَاعِهِ ﴿فَفَرِيْقًا﴾ مِنْهُمْ ﴿كَذَّبْتُمْ﴾ كَعِيْسٰى ﴿وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾ اَلْمُضَارِعُ لِحِكَايَةِ الْحَالِ الْمَاضِيَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگائیں، پھر سلیس ترجمہ کرتے ہوئے مطلب لکھیں۔

(ب) نیز کلّما کی شرط و جزاء کو ظاہر کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور (ہم نے) عیسیٰ بن مریم کو واضح معجزات عطاء کیے، مثلاً مردوں کو زندہ کرنا اور مادرزاد اندھوں کو بینا کرنا اور برص (کوڑھی) کو اچھا کرنا اور پاکیزہ روح (یعنی جبرئیلؑ کے ذریعہ ہم نے ان کی تائید کی، (روح القدس) میں اضافت موصوف الی الصفت ہے، أی الروح المقدسة (قدس کہا) ان کے نافرمانی سے پاک ہونے کی وجہ سے، (ان کی تائید بایں طور) کہ جہاں وہ جاتے تو حضرت جبرئیلؑ بھی ساتھ رہتے، پھر بھی یہ لوگ راہِ راست پر نہیں آئے؛ لیکن کیا یہ بات نہیں کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول وہ چیز یعنی حق لے کر آیا جو تم کو ناپسند ہوتی تو تم نے اس کی اتباع سے تکبر کیا، (استکبرتم. کلما کا جواب ہے، اور یہی محل استفہام ہے) تو ان میں سے بعض نے تکذیب کی جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعض کو قتل کر ڈالا، جیسا کہ حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام، مضارع حکایتِ حال ماضیہ کے لیے ہے۔

مطلب: مذکورہ بالا آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو بتلایا گیا ہے کہ ہم نے ان کو کئی طرح کے معجزے عطاء کیے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد اندھوں کو بینا کرنا، اسی طرح برص کا علاج کرنا۔

مریم: یہ سریانی لفظ ہے اس کے معنیٰ ہیں خادمہ، حضرت مریمؓ کی والدہ کا نام حنّہ تھا، اور والد کا نام عمران، حضرت مریم کے نبی ہونے میں اختلاف ہے، اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔

عیسیٰ: عجمی لفظ ہے، سریانی میں یسوع کہتے ہیں، جس کے معنیٰ مبارک کے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام انبیاءِ بنی اسرائیل کے خاتم ہیں، سنہ عیسوی آپ ہی کے نام سے جاری ہے۔

(ب) نیز کلّما کی شرط و جزاء: کلّما متضمن بمعنیٰ شرط ہے اور استکبرتم اس کا جواب ہے، اور محلِ استفہام یہی جواب ہے اور یہ استفہام توبیخی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۶، جلالین: ص ۱۵ (امتحان داخلہ ۱۴۲۷ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ﴾ أَيِ الْجَنَّةُ ﴿عِنْدَ اللهِ خَالِصَةً﴾ خَاصَّةً ﴿مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ﴾ كَمَا زَعَمْتُمْ ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ تَعَلَّقَ بِتَمَنِّيْهِ الشَّرْطَانِ عَلٰى أَنَّ الْاَوَّلَ قَيْدٌ فِي الثَّانِيْ أَيْ إِنْ صَدَقْتُمْ فِيْ زَعْمِكُمْ أَنَّهَا لَكُمْ وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ يُؤْثِرُهَا وَالْمُوْصِلُ إِلَيْهَا الْمَوْتُ فَتَمَنَّوْهُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تَعَلَّقَ بِتَمَنِّيْهِ الخ کی تفسیر عبارت سے شارح کس اشکال کا جواب دینا چاہتے ہیں اشکال وجواب کی تقریر وضاحت سے کریں۔ (ج) خَالِصَةً ترکیب میں کیا واقع ہے۔

(جواب) ترجمہ: آپ (ان سے) کہیے اگر دار آخرت یعنی جنت عبداللہ صرف تمہارے لیے ہے اور کسی کے لیے نہیں جیسا کہ تمہارا دعوی ہے تو (ذرا) موت کی تمنا کرو اور اگر تم سچے ہو تمنائے موت کے ساتھ دو شرطیں متعلق ہیں اس طریقہ پر کہ اول دوسری کے لیے قید ہے یعنی اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ دار آخرت جنت صرف مہارے لیے ہے اور جس کے لیے دار آخرت ہو تو وہ اس کو ترجیح دیتا ہے اور اس تک رسائی کا ذریعہ موت ہے لہٰذا تم اس کی تمنا کرو۔

(ب) تَعَلَّقَ بِتَمَنِّيْهِ الخ کی تفسیر عبارت سے شارح کس اشکال کا جواب دینا چاہتے ہیں اشکال وجواب کی تقریر وضاحت سے کریں؟

اعتراض: اس سے اس اعتراض کو دفع کرنا مقصود ہے کہ جزاء واحد کا تعلق دو شرطوں کے ساتھ ہے اور ایسا کرنا عطف کے بغیر جائز نہیں ہے جب کہ یہاں عطف مفقود ہے۔

جواب: کا حاصل یہ ہے کہ جزاء واحد کا تعلق دو شرطوں سے نہیں ہے بلکہ ایک ہی شرط سے ہے اس لیے کہ اول شرط ثانی کے لیے قید ہے مستقل شرط نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(ج) خَالِصَةً ترکیب میں کیا واقع ہے؟

خالصة حال ہے (کان) کے اسم (اَلدَّارُ) سے ان لوگوں کی رائے کے مطابق جو لوگ (کان) کے اسم سے حال ہونے کو جائز قرار دیتے ہیں۔
اور جو لوگ جائز قرار نہیں دیتے وہ اس کو اس ضمیر مستتر سے حال مانتے ہیں جو کہ خبر میں ہے اور (کان) کے اسم (اَلدَّارُ) کی طرف لوٹ رہی ہے۔

سوال نمبر ۱۷، جلالین: ص ۱۵ (امتحان ششماہی ۱۴۲۷ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ﴾ أَيْ لَمْ يَعْمَلِ السِّحْرَ لِأَنَّهُ كُفْرٌ ﴿وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ كَفَرُوْا وَيُعَلِّمُوْنَهُمْ ﴿مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ﴾ أَيْ أُلْهِمَاهُ وَقُرِءَ بِكَسْرِ اللَّامِ اَلْكَائِنَيْنِ ﴿بِبَابِلَ﴾ بَلَدٌ فِيْ سَوَادِ الْعِرَاقِ ﴿هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ﴾ بَدَلٌ أَوْ عَطْفُ بَيَانٍ لِلْمَلَكَيْنِ.
(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول تحریر کریں۔
(ج) بتائیں کہ ہاروت وماروت کون تھے؟

(جواب) ترجمہ: اور سلیم علیہ السلام نے کفر نہیں کیا یعنی عمل سحر نہیں کیا؛ اس لیے کہ عمل سحر کفر ہے؛ لیکن شیاطین نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے جملہ (يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ) كَفَرُوْا کی ضمیر سے حال ہے اور شیاطین ان کو وہ علم سحر بھی سکھاتے تھے جو ان دو فرشتوں پر نازل کیا گیا جو (شہر) بابل میں رہتے تھے اور مَلَكَيْنِ کو لام کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، بابل وسط عراق میں ایک شہر ہے، ان فرشتوں کا نام ہاروت اور ماروت تھا، یہ بدل یا عطفِ بیان ہے مکین سے۔

(ب) شانِ نزول: آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ یہود کہا کرتے تھے کہ سلیمان (علیہ السلام) کوئی نبی یا رسول نہیں؛ بلکہ ایک جادوگر تھے جو اپنے جادو کے بل بوتے انسان وجنات پر حکومت کرتے تھے اور ان کے پاس جادوئی کتابیں تھیں، جن سے وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

جادو کیا کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی برأت ظاہر کرنے اور یہود کے جھوٹ وفریب اور خرافات کی تردید کے لیے یہ آیت نازل کی۔

(ج) ہاروت و ماروت کون تھے؟

ایک روایت کے مطابق ہاروت و ماروت دونوں جادوگر تھے، جو لوگوں کو جادو سکھلایا کرتے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں فرشتے تھے جو سکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُتارے گئے تھے، تاکہ لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے۔ واقعہ یوں ہوا کہ بنی اسرائیل کو اس وقت کا بادشاہ بہت ستاتا تھا اور ان کو غلام باندی بنا کر رکھتا تھا، اور لوگوں کے کام کاج کرتے تھے جب بہت زیادہ لوگ انھیں پریشان کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان دو فرشتوں کو نازل کیا تاکہ یہ بنی اسرائیل کو جادو سکھائیں؛ چناں چہ وہ دونوں لوگوں کو جادو سکھاتے تھے جس سے دو میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑ جاتی تھی؛ مگر اس جادو میں بنی اسرائیل کی آزمائش اس طور پر ہوئی کہ جب ان کو جادو سکھلایا جاتا تھا تو ان سے عہد لیا جاتا تھا کہ تم یہ جادو صرف اس وقت کرو گے جب تمہارے مالک تم کو بہت زیادہ ستائیں؛ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا؛ بلکہ ہر وقت وہ جادو کرتے رہتے تھے۔

سوال نمبر ۱۸، جلالین: ص ۱۶ (امتحان داخلہ ۱۴۲۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿مَا نَنسَخْ مِنْ اٰيَةٍ﴾ اَیْ نُزِلَ حُكْمُهَا إِمَّا مَعَ لَفْظِهَا أَوْ لَا وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِضَمِّ النُّوْنِ ﴿اَوْ نُنْسِهَا﴾ نُوَخِّرُهَا فَلَا نُزِلَ حُكْمُهَا وَنَرْفَعُ تِلَاوَتَهَا أَوْ نُوَخِّرُهَا فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِلَا هَمْزٍ مِنَ النِّسْيَانِ أَيْ نُنْسِكُهَا نَمْحُهَا مِنْ قَلْبِكَ ﴿نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْمِثْلِهَا﴾ فِي التَّكْلِيْفِ وَالثَّوَابِ ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ وَمِنْهُ اَلنَّسْخُ وَالتَّبْدِيْلُ وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلتَّقْرِيْرِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول تحریر کریں۔
(ج) نسخ کی اصطلاحی تعریف کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(جواب) ترجمہ: جو بھی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یعنی اس کے حکم کو زائل کرتے ہیں خواہ اس کے لفظ کے ساتھ یا اس کے بغیر اور ایک قراءت میں نون کے ضمہ کے ساتھ یا ہم اسے مؤخر کرتے ہیں یعنی اس کے حکم کو ختم نہیں کرتے، البتہ اس کی تلاوت کو اٹھا دیتے ہیں یا ہم اسے لوح محفوظ ہی میں چھوڑے رکھتے ہیں اور ایک قراءت میں تمہیں بھلا دیتے ہیں اور تمہارے قلب سے محو کر دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر چیز لاتے ہیں یا تکلیف وثواب میں اس کے مثل کو لاتے ہیں کیا تم کو نہیں معلوم کہ اللہ ہر شے پر قادر ہیں اور اسی میں نسخ وتبدیل بھی داخل ہے اور استفہام تقریری ہے۔

(ب) شانِ نزول: یہودی تورات کو نا قابلِ تنسیخ مانتے تھے اور جب انہوں نے قرآن کریم کی بعض آیتوں کے نسخ ہونے کو دیکھا تو اعتراض کیا، تو ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(ج) نسخ کی اصطلاحی تعریف:

نسخ حكم شرعي بدليل شرعي متأخر عنه حتى لايجوز امتثاله.

سوال نمبر ۱۹، جلالین: ص ۱۶ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا﴾ مَاتُؤْمَرُوْنَ بِهٖ سِمَاعَ قُبُوْلٍ ﴿وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ مُؤْلِمٌ هُوَ النَّارُ ﴿مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِيْنَ﴾ مِنَ الْعَرَبِ عَطْفٌ عَلٰى أَهْلِ الْكِتَابِ وَمِنْ لِلْبَيَانِ ﴿اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ﴾ زَائِدَةٌ ﴿خَيْرٍ﴾ وَحْيٍ ﴿مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ حَسَدًا لَّكُمْ ﴿وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) (راعِنَا) کی تحقیق لکھیں اور مفسر کے (سماع قبول) اور (حسدا لكم) کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: اے ایمان والو! تم نبی کو راعنا نہ کہا کرو؛ بلکہ اس کے بدلے انظرنا کہا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرو اور جس بات کا حکم دیا جائے اس کو غور سے سنا کرو اور کافروں کے لیے تکلیف دہ دردناک عذاب ہے اور وہ آگ ہے یہ لوگ جنہوں نے حسد کی وجہ سے (دعوتِ حق کو قبول کرنے سے) انکار کر دیا اہلِ کتاب ہو یا مشرکینِ عرب اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تمہارے لیے تمہارے رب کی طرف سے کوئی خیر (مثلاً) وحی نازل ہو (وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ) کا عطف اہلِ کتاب پر ہے اور من بیانیہ ہے اور (مِنْ خَيْرٍ) میں (مِنْ) زائد ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت یعنی نبوت کے لیے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

(ب) (رَاعِنَا) کی تحقیق: راعنا فعل امر واحد حاضر کا صیغہ ہے یہ اگر (مراعاۃ) سے ماخوذ ہو تو معنیٰ ہوگا (رقبنا) یعنی مبالعہ فی الرعایۃ اور مسلمان اس لفظ کو اسی معنیٰ میں استعمال کرتے تھے۔ اور (رعونت) سے ماخوذ ہو تو اس کا معنیٰ احمق کے آتے ہیں۔ اور اگر (راعی) سے مشتق ہو تو اس کے معنیٰ چرواہے کے آتے ہیں، اور اسی طرح عبرانی زبان میں یہ لفظ فحش گالی کے لیے بھی آتا ہے۔ یہود انہی آخر الذکر معنوں میں استعمال کرکے آپ کی تنقیص کیا کرتے تھے۔ یہ لفظ بر بناء مفعول محلاً منصوب ہے۔

مفسر کے (سماع قبول) اور (حسداً لکم) کی وضاحت:

سماع قبول: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب آپ علیہ السلام کچھ بیان فرمائیں تو اس کو حضورِ قلبی کے ساتھ سنو، یہود کی طرح نہیں کہ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا، بلکہ جس بات کو سنو، عمل کے جذبہ سے یقین کے ساتھ اور ادب و احترام کرتے ہوئے۔

حسدًا لکم: اس عبارت کو لا کر مفسر نے اس بات کو بتایا ہے کہ (مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ إلخ) میں موجود نفی کی علت محذوف ہے اور وہ (حسدًا لکم) ہے جو کہ مفعول لہٗ ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہود بر بناء حسد ایسا کرتے تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ پر کچھ خیر نازل ہو۔ بہر حال! یہود کا حسد تو اس وجہ سے تھا کہ سمجھتے تھے کہ پیغمبر آخر الزماں ان کی برادری میں مبعوث ہوں گے؛ کیوں کہ یہ لوگ ابناء انبیاء ہیں، اور مشرکین کو حسد تو وہ اس وجہ سے تھا کہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ عرب کی ریاست و حکومت ہمارے پاس ہے، اگر نبوت ملنی چاہیے تھی تو ہمیں ملنی چاہیے تھی ان کو کیوں مل گئی؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

سوال نمبر ۲۰، جلالین: ص ۱۷ (امتحان سالانہ ۱۴۱۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ﴾ بِالصَّلَاةِ وَالتَّسْبِيحِ ﴿وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا﴾ بِالْهَدْمِ أَوِ التَّعْطِيلِ نَزَلَتْ إِخْبَارًا عَنِ الرُّوْمِ الَّذِيْنَ خَرَّبُوْا بَيْتَ الْمَقْدِسِ أَوْ فِي الْمُشْرِكِيْنَ لَمَّا صَدُّوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ عَنِ الْبَيْتِ ﴿أُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَّدْخُلُوْهَآ إِلَّا خَآئِفِيْنَ﴾ خَبَرٌ بِمَعْنَى الْأَمْرِ أَيْ أَخِيْفُوْهُمْ بِالْجِهَادِ فَلَا يَدْخُلُهَا أَحَدٌ آمِنًا ﴿لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) خبر بمعنی الامر سے کس اشکال کا جواب دیا گیا ہے؟ اور یہ مذکورہ حکم بیت المقدس یا مسجد حرام کے ساتھ خاص ہے یا تمام مساجد کو عام ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کی تسبیح ونماز پڑھنے سے روکے اور ہدم وتعطیل کے ذریعہ ان کی ویرانی کے درپہ ہو یہ آیت رومیوں کی خبر دینے کے بارے میں نازل ہوتی جنہوں نے بیت المقدس کو ویران کیا یا مشرکین کے بارے میں نازل ہوتی جب آپ ﷺ کو (صلح) حدیبیہ کے سال بیت اللہ سے روکا ان کو تو چاہیے کہ ان میں قدم بھی نہ رکھیں مگر ڈرتے ہوئے، خبر بمعنی امر ہے، یعنی ان کو جہاد کے ذریعہ (ایسا) خوف زدہ کردو کہ کوئی اس میں بے خوف داخل نہ ہو ان لوگوں کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

(ب) خبر بمعنی الامر سے کس اشکال کا جواب دیا گیا ہے؟

خبر بمعنی الامر: اس سے ایک اشکال کا ازالہ مقصود ہے۔

اشکال: آیت کریمہ میں یہ خبر دی جارہی ہے کہ بیت المقدس میں نہیں داخل ہوئے مگر خوف کے ساتھ یعنی وہ جب بھی داخل ہوئے خوف زدہ ہوکر داخل ہوئے حالاں کہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ وہ تو اس میں بلاخوف وخطر داخل ہوتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: یہ جملہ لفظوں کے اعتبار سے خبر ہے لیکن مراد امر ہے کہ جب تم لوگوں کو غلبہ عطا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس سرزمین کا مالک بنا دیں تو تم ان مشرکین اور یہود ونصاریٰ کو اس میں صلح وجزیہ کے بغیر آنے مت دینا چناں چہ یہی ہوا کہ جب ۸ھ میں مکہ فتح ہوا تو مشرکین وغیرہ کو خانہ کعبہ میں آنے سے روک دیا گیا۔

یہ مذکورہ حکم بیت المقدس یا مسجد حرام کے ساتھ خاص ہے یا تمام مساجد کو عام ہے؟

مذکورہ حکم تمام مساجد کے لیے ہے، گرچہ سببِ نزول خاص ہے۔

سوال نمبر ۲۱، جلالین: ص ۱۸ (امتحان داخلہ ۱۴۱۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ﴾ اذْكُرْ ﴿اِذِ ابْتَلٰٓى﴾ اِخْتَبَرَ ﴿اِبْرٰهِمَ﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ إِبْرَاهَامَ ﴿رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ﴾ بِأَوَامِرٍ وَنَوَاهٍ كَلَّفَهُ بِهَا قِيْلَ هِيَ مَنَاسِكُ الْحَجِّ وَقِيْلَ الْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ وَالسِّوَاكُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَفَرْقُ الشَّعْرِ وَقَلْمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَالْخِتَانُ وَالْاِسْتِنْجَاءُ ﴿فَاَتَمَّهُنَّ﴾ أَدَّاهُنَّ تَامَّاتٍ ﴿قَالَ﴾ تَعَالٰى لَهُ ﴿اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ قُدْوَةً فِي الدِّيْنِ ﴿قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ اَلْكَافِرِيْنَ مِنْهُمْ دَلَّ عَلٰى أَنَّهُ يَنَالُ غَيْرَ الظَّالِمِ۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) اور تفسیری عبارت کی روشنی میں مطلب تحریر کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ ابراہیم کو ان کے رب نے آزمایا اور ایک قراءۃ میں ابراہام ہے چند باتوں میں یعنی چند اوامر ونواہی میں، جن کا انہیں مکلف بنایا، کہا گیا ہے کہ وہ مناسک حج تھے، اور بعض لوگوں نے کہا ہے وہ کلی کرنا، ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کرنا، مسواک کرنا، مونچھوں کو کتروانا، سر میں مانگ نکالنا، ناخنوں کو کاٹنا، موئے بغل کو اکھاڑنا، زیر ناف کو صاف کرنا، ختنہ کرنا اور استنجاء کرنا ہے پس انہوں نے انہیں پورا کیا یعنی پورے طور سے انھیں ادا کیا، اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا بے شک میں تمہیں دین میں لوگوں کا پیشوا بناؤں گا، عرض کیا اور میری اولاد میں بھی پیشوا بنائیے، فرمایا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امامت کا (میرا وعدہ ظالموں کو) یعنی ان میں سے کافروں کو (نہیں حاصل ہوگا) اس سے معلوم ہوا کہ یہ وعدہ غیر ظالم کو حاصل ہوسکتا ہے۔

(ب) تفسیری عبارت کی روشنی میں مطلب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش جن باتوں میں ہوئی، وہ باتیں کیا تھیں مفسرین کے اس میں مختلف قول ہیں مفسر نے فرمایا وہ چند اوامر ونواہی تھے یہ قول مجمل ہے، اس کی تفصیل میں ایک قول نقل کیا ہے، کہ وہ حج کے ارکان ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دس چیزیں ہیں جنھیں حدیث میں خصال فطرت سے تعبیر کیا گیا ہے، وہ دس یہ ہیں (۱) کلی کرنا (۲) ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کرنا، (۳) مسواک کرنا (۴) مونچھوں کو کتروانا (۵) سر میں مانگ نکالنا (۶) ناخنوں کو کاٹنا (۷) بغل کے بال اکھاڑنا (۸) زیر ناف کو صاف کرنا (۹) ختنہ کرنا (۱۰) استنجاء کرنا، اور قول اور بھی ہے اسے حضرت مفسر نے نقل نہیں کیا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا پہلا امتحان ستاروں، چاند اور سورج کے بارے میں لیا، انھوں نے اچھی طرح غور کیا، اور صحیح راہ تلاش کیا، اس کا تذکرہ ساتویں پارے میں ہے، دوسرا امتحان آگ میں ڈالے جانے کے ذریعے ہوا، اس پر انھوں نے صبر کیا، تیسرا امتحان بڑی عمر میں ختنہ کا حکم دے کر ہوا، چوتھا امتحان بیٹے کے ذبح کرنے کا ہوا، پانچواں امتحان ہجرت کے حکم کا ہوا، اور ان سب پر وہ قائم رہے اس قول میں پہلی پانچ چیزیں مذکور ہیں، لیکن یہ بطور حصر کے نہیں ہیں، بلکہ بطور مثال کے ہیں، اس میں یہ بھی شامل ہے کہ بڑھاپے میں اولاد ہوئی تو حکم ہوا کہ اس کو بھی اور اس کی ماں کو بھی اپنے سے دور ایک بے آب وگیاہ وادی میں جہاں کوئی آبادی نہیں، ڈال آؤ، چناں چہ وہ بے تکلف وہاں پہونچا آئے، یہ سب کام مشکل ترین کام تھے، مگر ابراہیم علیہ السلام ان میں پورا اترے۔

قُدْوَةً فِي الدِّيْنِ: دین میں پیشوا، چناں چہ حضرت علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء آئے سب ان کی اولاد میں آئے اور سب کو حکم تھا، کہ ملت ابراہیم کی پیروی کریں۔

لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ: عہد کی تفسیر مفسر نے وعدۂ امامت سے کی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو امام ہی بنانے کا وعدہ کیا تھا، یہ امامت کیا ہے؟ بجز نبوت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے اور کیا ہو سکتی ہے؟ اس لیے دوسرے حضرات نے اس کی تفسیر میں نبوت ارشاد فرمایا، دونوں کا حاصل ایک ہی ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرا یہ وعدہ امامت و نبوت، ظالموں کو نہیں ملے گا، ظالم کی تفسیر مفسر نے کافروں سے کی ہے، اور واقعی ظالم کا فرد کامل کافر ہی ہے، لیکن یہ ظلم کا آخری مرتبہ ہے، ظلم کہتے ہیں وَضْعُ الشَّيْءِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهٖ کو، یعنی بے محل کوئی کام کرنا اس کے درجات بہت ہیں، اس کا ادنی درجہ گناہ صغیرہ ہے، اس آیت میں ظالم سے نبوت و امامت کی نفی کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس میں ظلم کا کوئی درجہ بھی موجود ہوگا وہ نبوت سے سرفراز نہ ہوگا، معلوم ہوا کہ نبی وہ ہوگا، جس میں گناہ صغیرہ بھی نہ ہو، اس آیت سے عصمت انبیاء کا ثبوت ملتا ہے، چناں چہ مفسر نے فرمایا کہ دَلَّ عَلٰی اَنَّهٗ يَنَالُهٗ غَيْرُ الظَّالِمِ نبوت کو غیر ظالم پا سکتا ہے۔

سوال نمبر ۲۲، جلالین: ص ۱۹ (امتحان سالانہ ۱۴۱۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَمَنْ﴾ اَیْ لَا ﴿يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ﴾ فَيَتْرُكُهَا ﴿اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ﴾ جَهِلَ اَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ لِلّٰهِ يَجِبُ عَلَيْهَا عِبَادَتُهٗ اَوْ اسْتَخَفَّ بِهَا وَامْتَهَنَهَا ﴿وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ﴾ اِخْتَرْنَاهُ ﴿فِي الدُّنْيَا﴾ بِالرِّسَالَةِ وَالْخُلَّةِ ﴿وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) (سَفِهَ نَفْسَهٗ) کے ذیل میں مفسر کی تفسیری نوٹ کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور کون ہے؟ یعنی کوئی نہیں، جو بے رغبتی کرے ملت ابراہیمی سے کہ اس کو ترک کر دے مگر وہی جس نے اپنے آپ کو بیوقوف بنا لیا یعنی جو بے وقوف محض ہوگا وہ ملت ابراہیمی سے بے رغبتی کرے گا، اور اس بات سے ناواقف ہو کہ وہ اللہ کی مخلوق ہے، اور یہ کہ اس پر اللہ کی عبادت واجب ہے، یا یہ معنی ہے کہ اس نے اپنے نفس کی تحقیر کی ہے اور اس کو ذلیل کر رکھا ہے تو اسے دنیا میں بھی رسالت و دوستی کے لیے منتخب کر لیا ہے اور بلاشبہ وہ آخرت میں بھی ان صالحین میں ہوگا جن کے لیے مراتب عالیہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)(سَفِهَ نَفْسَهٗ) کے ذیل میں مفسر کی تفسیری نوٹ کی وضاحت:

مفسر علامہ نے (سَفِهَ نَفْسَهٗ) کے تحت (جَهِلَ اَنَّهَا مَخْلُوْقَة) نکالا ہے، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ (سفه) بذات خود متعدی نہیں ہوتا جب کہ اس کے ساتھ جہل کے معنی کو لازم نہ قرار دیا جائے یعنی جہل کے معنی کو لازم قرار دینے کے بعد وہ تعدی ہوتا ہے اس وقت اس کے اپنے نفس سے ناواقف ہونے کا یہ معنی ہوگا کہ اس نے اپنے نفس میں غور وفکر نہیں کیا کہ جس سے وہ اس بات پر استدلال کرتا کہ اس نفس کا کوئی صانع ہے جس نے نفس کے فعل کو مضبوط بنادیا ہے، اس کے بعد وہ واللہ پر ایمان لے آتا۔

اور (اَوِ اسْتَخَفَّ بِهَا) سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ (سَفِه) میں دوسری صورت یعنی بذات خود متعدی ہونا ممکن ہے جیسا کہ (سَفِه) مشددہ کی صورت میں بذات خود متعدی ہوتا ہے اس صورت میں اس کا اپنے نفس کا حقیر بنانے کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اس عبادت کو ترک کردیا جس سے ہمیشہ کی عزت حاصل ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۲۳، جلالین: ص ۲۱ (امتحان سالانہ ۱۴۱۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ﴾ الْجُهَّالُ ﴿مِنَ النَّاسِ﴾ أَيِ الْيَهُوْدِ وَالْمُشْرِكِيْنَ ﴿مَا وَلّٰهُمْ﴾ أَيُّ صَرَفَ النَّبِيَّ وَالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا﴾ عَلٰى إِسْتِقْبَالِهَا فِي الصَّلٰوةِ وَهِيَ بَيْتُ الْمَقْدِسِ وَالْاِتْيَانُ بِالسِّنِيْنَ الدَّالَّةِ عَلَى الْاِسْتِقْبَالِ مِنَ الْاِخْبَارِ بِالْغَيْبِ ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ﴾ الْجِهَاتُ كُلُّهَا فَيَامُرُ بِالتَّوَجُّهِ إِلٰى أَيِّ جِهَةٍ شَاءَ لَا اعْتِرَاضَ عَلَيْهِ ﴿يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝﴾ دِيْنِ الْإِسْلَامِ أَيْ وَمِنْهُمْ أَنْتُمْ دُلَّ عَلٰى هٰذَا ﴿وَكَذٰلِكَ﴾ كَمَا هَدَيْنَاكُمْ إِلَيْهِ ﴿جَعَلْنٰكُمْ﴾ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﴿اُمَّةً وَّسَطًا﴾ خِيَارًا عَدُوْلًا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(جواب) ترجمہ: نادان جاہل لوگ یعنی یہود ومشرکین عنقریب کہیں گے کہ کس چیز نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

پھیر دیا ان کو یعنی نبی اور مومنین کو اس قبلہ سے جس پر وہ تھے یعنی نماز میں اب تک جس قبلہ کی طرف رُخ کرتے تھے اور وہ بیت المقدس ہے اور سین استقبالیہ کو لانا اخبار بالغیب کے قبیل سے ہے اور کہہ دیجیے کہ مشرق و مغرب کا مالک اللہ ہی ہے یعنی تمام جہاں اسی کی ملک ہے، لہٰذا اسے حق ہے کہ جس جہت کی جانب چاہے رُخ کرنے کا حکم دے، اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں، وہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے اس کو سیدھی یعنی دینِ اسلام کی راہ دکھا دیتا ہے اور ان میں (اے مؤمنو!) تم بھی ہو جن کو راہِ مستقیم دکھائی اور ہم نے اسی طرح جس طرح تم کو راہِ مستقیم دکھائی اے امتِ محمدیہ! تم کو خیر اُمت یعنی معتدل امت بھی بنایا۔

(ب) **مطلب:** جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں موجود تھے اس وقت تک ممکن تھا کہ بیک وقت کعبۃ اللہ اور بیت المقدس کی طرف رُخ کیا جائے؛ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو یہ صورت ممکن نہ رہی؛ کیوں کہ مدینہ سے بیت المقدس تو جانبِ شمال میں ہے اور کعبۃ اللہ جانبِ جنوب میں۔ بحکم خداوندی یہود کی دلجوئی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو ہی قبلہ بنایا اور تقریباً سولہ سترہ مہینے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی جانب رُخ کر کے نماز پڑھی؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش اور تمنا تھی کہ قبلہ بیت اللہ ہی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے انتظار میں بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے، آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا۔

جب تحویلِ قبلہ ہوا تو یہود و مشرکین نے اعتراض شروع کر دیا کہ مسلمانوں کے قبلہ کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں، کبھی بیت المقدس ہوتا ہے، تو کبھی بیت اللہ، ان کے جواب میں مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔

سوال نمبر ۲۴، جلالین: ص ۲۱ (امتحان داخلہ ۱۴۱۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ﴾ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﴿أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَّ رُسُلَهُمْ بَلَّغَتْهُمْ ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ أَنَّهٗ بَلَّغَكُمْ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھتے ہوئے وسط کا معنیٰ تحریر کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور ہم نے اسی طرح تم کو اے امتِ محمدیہ معتدل امت (بھی) بنایا تاکہ تم لوگوں کے لیے قیامت کے دن گواہ ہو اِس بات پر کہ ان کے رسولوں نے ان کو پیغام پہنچا دیا اور رسول تمہارے لیے گواہ ہوں کہ اس نے تم کو پیغام پہنچا دیا۔

(ب) مطلب اور وسط کا معنیٰ: وسط سین کے فتحہ کے ساتھ معتدل کے معنیٰ میں ہے اور اسی طرح افضل اشیاء کو بھی وسط کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں وسط کی تفسیر عدل مروی ہے جو بہترین کے معنیٰ میں ہے جس کے نتیجہ میں امتِ محمدیہ کو میدانِ محشر میں یہ امتیاز حاصل ہوگا کہ تمام انبیاء کرام کی امتیں جب اپنے انبیاء کی ہدایت وتبلیغ سے انکار کردیں گی اس وقت امتِ محمدیہ ان انبیاء کی جانب سے گواہی میں پیش ہوگی اور یہ شہادت دے گی کہ انبیاء ہر زمانہ میں اپنی اپنی امتوں کو اللہ کا پیغام پہنچا چکے تھے، پھر مدعیٰ علیہ یعنی دیگر منکرین امتیں امتِ محمدیہ پر یہ جرح کریں گی کہ یہ لوگ تو ہمارے زمانہ میں تھے ہی نہیں، لہٰذا ان کو ہمارے خلاف گواہی دینے کا حق نہیں، تو امتِ محمدیہ اس جرح کا جواب دے گی کہ تم ٹھیک کہتے ہو؛ لیکن ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو عینی شاہد سے زیادہ معتبر ہیں، انہوں نے ہمیں اس کی خبر دی ہے، پھر حضور علیہ السلام امتِ محمدیہ کا تزکیہ فرمائیں گے یعنی آپ کو پیش کیا جائے گا اور آپ امتِ محمدیہ کی توثیق کریں گے اور فرمائیں گے کہ بے شک میری امت نے جو کہا وہ درست اور سچ ہے۔

سوال نمبر ۲۵، جلالین: ص ۲۱ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ﴾ عِلْمَ ظُهُوْرٍ ﴿مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَإِنْ﴾ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيْلَةِ وَاسْمُهَا مَحْذُوْفٌ أَيْ وَ إِنَّهَا ﴿كَانَتْ﴾ أَيِ التَّوْلِيَةُ ﴿لَكَبِيْرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ﴾ مِنْهُمْ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول تحریر کریں۔
(ج) مفسر علام نے (لِنَعْلَمَ) کے بعد (علم ظهور) کیوں نکالا ہے؟ نیز تفسیری فوائد کی روشنی میں (اِنْ كَانَتْ) سے (هَدَى اللّٰهُ) تک ترکیب نحوی کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور جس سمتِ قبلہ پر تم پہلے تھے اس کو ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا تا کہ ہم علم ظہور کے طور پر ظاہر کر دیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کون اتباع کرتا ہے اور کون ہے جو اُلٹا پھر جاتا ہے؟ گو تبدیلِ قبلہ کا یہ کام مشکل ہے اِنْ مخففة عن المثقلة ہے اور اس کا اسم محذوف ہے (دراصل) وإنّها تھا؛ مگر ان میں سے جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے (ان کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے)۔

(ب) شانِ نزول:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں بیت المقدس کی طرف قبلہ بنانے کا حکم تھا، پھر سولہ یا سترہ مہینہ کے بعد کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم نازل ہوا، اس پر اعتراضات ہونے لگے یہود و مشرکین اور بعض مسلمانوں کی طرف سے، اسی وجہ سے کمزور مسلمانوں کی ایک جماعت مرتد بھی ہوگئی، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور بتا دیا کہ یہ امتحان ہی تھا؛ تا کہ جان جائیں علمِ ظہور کے طور پر کہ کون پکا مسلمان ہے اور کون صرف نام کا اپنی جان بچانے کے لیے۔

(ج) مفسر علام نے (لِنَعْلَمَ) کے بعد (علم ظهور) کیوں نکالا ہے؟

لِنَعْلَمَ کی تفسیر میں علمِ ظہور نکال کر ایک سوالِ مقدر جواب دیا ہے۔

سوال: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تو قدیم ہے جو متجدد نہیں ہوتا؛ لیکن یہاں مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو علمِ الٰہی کے متجدد ہونے کی خبر دے رہا ہے؟

جواب: جواب دیا کہ اللہ کا علم تو قدیم ہے اس کو علم کی ضرورت نہیں؛ لیکن یہ امتحان لیا گیا تا کہ علمِ ظہور کے طور پر جان جائیں اور تمام مسلمانوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ کون مومن ہے اور کون کافر یعنی تم پر ظاہر ہو جائے کہ ہمارا علم مومنین اور کافرین کے امتیاز کے سلسلے میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نیز تفسیری فوائد کی روشنی میں (اِنْ كَانَتْ) ۔سے (هَدَى اللّٰهُ) تک ترکیب نحوی:

ان مخففه من المثقلة یعنی یہ اِنّ حروفِ مشبّہ بالفعل ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اور وہ ھا ضمیر ہے یعنی اصل عبارت ہے (انّها) كانت افعالِ ناقصہ، ضمیر اس کا اسم، لكبيرة إلا إلخ مل ملا کر کانت کی خبر، کانت اپنے اسم وخبر سے مل کر (اِنّ) کی خبر (اِنّ) اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

سوال نمبر ۲۶، جلالین: ص ۲۱ (امتحان سالانہ ۱۴۱۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ﴾ تَصَرُّفَ ﴿وَجْهِكَ فِي﴾ جِهَةِ ﴿السَّمَآءِ﴾ مُتَطَلِّعًا إِلَى الْوَحْيِ وَمُتَشَوِّقًا لِلْأَمْرِ بِاسْتِقْبَالِ الْكَعْبَةِ وَكَانَ يَوَدُّ ذٰلِكَ لِأَنَّهَا قِبْلَةُ إِبْرَاهِيمَ وَلِأَنَّهُ أَدْعٰى إِلَى إِسْلَامِ الْعَرَبِ ﴿فَلَنُوَلِّيَنَّكَ﴾ نُحَوِّلَنَّكَ ﴿قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ﴾ إِسْتَقْبِلْ فِي الصَّلَاةِ ﴿شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ أَيِ الْكَعْبَةِ ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ﴾ خِطَابٌ لِلْأُمَّةِ ﴿فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ فِي الصَّلَاةِ ﴿شَطْرَهٗ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی صرفی تحقیق کریں۔ (ج) نیز بتائیں کہ قد تقلیل کے لیے ہے یا تحقیق کے لیے؟ اور الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کی تفسیر الْكَعْبَةِ سے کیوں کی گئی۔

(جواب) ترجمہ: بلاشبہ ہم دیکھتے ہیں تمہارے چہرے کے پھرنے کو آسمان کی جہت میں وحی کے انتظار اور استقبال قبلہ کے حکم کے اشتیاق میں، آپ اس کو چاہتے تھے، کیوں کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا، اور اس لیے کہ وہ اہل عرب کے اسلام لانے کے لیے زیادہ داعی تھا (تو ہم تمہیں ضرور اس قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جسے تم پسند کرتے ہو، لہٰذا تم اپنا رخ پھیرلو) نماز میں مسجد حرام کی جانب یعنی کعبہ کی جانب اور جہاں کہیں تم ہو یہ امت کو خطاب ہے پس نماز میں اپنا رخ اس کی جانب کرلو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی صرفی تحقیق:

(۱) تَقَلُّبَيه: قلب سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں۔ بکثرت چہرے کو پھیرنا۔ تَقَلُّبَ یہ فعل ماضی مطلق معروف کا صیغہ ہے، از باب تفعل۔

(۲) مُتَطَلِّعًا: یہ مصدر ہے از باب تفعل کا الطلوع سے مشتق ہے بمعنی کسی چیز کے بارے میں تمنا رکھنا خواہش کرنا بار بار طلب کی حالت اظہار کرنا۔

(۳) يَوَدُّ: یہ مضارع معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے وَدَّ. يَوَدُّ از باب سمع يسمع اس کا مصدر وَدًّا وِدًّا وِدَادَةً وَمَوَدَّةً کے وزن پر آتا ہے، اس کا معنی ہے کسی چیز کا شوق سے تمنی کرنا اور دل سے چاہنا۔ جیسا کہ وددت لو كذا۔

(۴) فَلَنُوَلِّيَنَّكَ: یہ مضارع جمع متکلم با نون تاکید ثقیلہ کا صیغہ ہے مصدر اس کا تولیۃً ہے اور کاف خطاب ضمیر مفعولی ہے بمعنی ہم آپ کو ضرور پھیر دیں گے مراد اس سے تحویل قبلہ ہے۔

(ج) قد تقلیل کے لیے ہے یا تحقیق کے لیے؟

قد تحقیق کے لیے ہے کما صرح مفسر العلام یہاں قد تقلیل کا اس لیے نہیں ہوسکتا ہے کہ لفظ تقلب تقلیل کے منافی ہے اور کثرت کا تقاضہ کرتا ہے۔

اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کی تفسیر اَلْكَعْبَةِ سے کیوں کی گئی۔

مصنف علیہ الرحمہ نے اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کی تفسیر الکعبۃ سے تسمیۃ الحاط باسم المحیط کے طور پر کی ہے، اس کی کئی وجہ ہوسکتی ہے۔

اول تو یہ ہے کہ اگر چہ اصل قبلہ بیت اللہ ہے جس کو کعبۃ اللہ کہا جاتا ہے جو کہ ایک چھوٹی سی مربع عمارت ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ عین بیت اللہ کا استقبال اس جگہ تک تو ممکن ہے جہاں تک بیت اللہ نظر آتا ہے، لیکن وہ لوگ جو بیت اللہ سے دور ہیں جن کو بیت اللہ نظر نہیں آتا ہے ان پر یہ پابندی عائد کرنا کہ عین بیت اللہ کی طرف رخ ضروری ہے تو اس میں بہت دشواری ہوگی، خاص آلات اور حساب کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے جو نہ ہر شخص کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دستیاب اور نہ ان کے استعمال پر قادر شریعت محمدیہ کا مدار چونکہ سہولت پر ہے اس لیے بجائے بیت اللہ یا کعبہ کے مسجد حرام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جو کہ بیت اللہ کے مقابلہ میں کافی وسیع ہے اس کی طرف رخ کرنا دور دراز کے لوگوں کے لیے آسان ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کی تفسیر الکعبۃ سے کر کے اشارہ کر دیا کہ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں الف لام مصدر کا ہے اور یہ اسماء مبالغہ میں سے ہے جیسے کہ الثُّرَیَّا مطلق تارہ کو کہتے ہیں اب ایک مخصوص ستارہ کا نام ہو گیا اسی طرح اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ جب مطلق بولا جاتا ہے تو الکعبۃ یعنی بیت اللہ ہی مراد ہوتا ہے، اور یہی وجہ یہاں مراد ہے۔

سوال نمبر ۷ ۳، جلالین: ص ۲۲ (امتحان داخلہ ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ كَرَّرَهٗ لِلتَّأْكِيْدِ ﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ﴾ اَلْيَهُوْدِ أَوِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ﴾ اَيْ مُجَادَلَةٌ فِي التَّوَلِّيْ إِلٰى غَيْرِهَا اَىْ لِتَنْتَفِيَ مُجَادَلَتُهُمْ لَكُمْ مِنْ قَوْلِ الْيَهُوْدِ يَجْحَدُ دِيْنَنَا وَيَتَّبِعُ قِبْلَتَنَا وَقَوْلِ الْمُشْرِكِيْنَ يَدَّعِيْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ وَيُخَالِفُ قِبْلَتَهٗ ﴿إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾ بِالْعِنَادِ فَإِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا تَحَوَّلَ إِلَيْهَا إِلَّا مَيْلًا إِلٰى دِيْنِ آبَائِهٖ وَالْاِسْتِثْنَاءُ مُتَّصِلٌ وَالْمَعْنٰى لَا يَكُوْنُ لِأَحَدٍ عَلَيْكُمْ كَلَامٌ أَلَّا كَلَامُ هٰؤُلَاءِ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں۔ (ب) مجادلہ میں یہود اور مشرکین کیا کہتے تھے؟ (ج) اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا میں استثناء متصل ہے کہ منفصل؟ کتاب کی روشنی میں جواب لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اور (اے مسلمانو! تم بھی) ''جس جگہ سے سفر شروع کرو اپنا رخ مسجد حرام کی جانب کرو'' تاکید کے لیے مکرر ذکر کیا ہے: تاکہ لوگوں (یعنی) یہود یا مشرکین کو تمہارے ساتھ کوئی نزاع نہ رہے (ان کے) قبلہ کی مخالف جانب رخ کرنے کی وجہ سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

؛یعنی تاکہ تمہارے ساتھ ان کی حجت بازی ختم ہوجائے اس بات میں کہ یہود کہتے کہ (محمد) ہمارے دین کا تو انکار کرتے ہیں مگر ہمارے قبلہ (بیت المقدس) کی اتباع کرتے ہیں، اور مشرکین کا کہنا یہ ہے کہ محمد ملت ابراہیم کا تو دعوی کرتے ہیں مگر اس کے قبلہ کی مخالفت کرتے ہیں، ”سوائے ان لوگوں کے کہ جنہوں نے ان میں سے بوجہ عناد کے ظلم کیا“ ان کا کہنا ہے کہ کعبہ کی جانب رخ محض اپنے آباء کے دین کی طرف میلان کی وجہ سے کیا ہے اور (اِلَّا الَّذِیْنَ) استثنائے متصل ہے اور معنی یہ ہے کہ تم پر کسی کا کوئی اعتراض نہ رہے گا مگر (ظالم) لوگوں کا۔

مطلب: قبلہ کی طرف رخ کرنے کا حکم تین مرتبہ دہرایا گیا ہے، یا تو اس کی تاکید اور اہمیت ظاہر کرنے کے لیے یا چوں کہ نسخ حکم کا پہلا تجربہ تھا اس لیے ذہنی خلجان دور کرنے کے لیے ضروری تھا کہ اسے بار بار دہرا کر دلوں میں راسخ کر دیا جائے، یا تعدد علت کی وجہ سے ایسا کیا گیا، ایک ہی علت نبی ﷺ کی مرضی اور خواہش تھی، ایک جگہ اسے بیان کیا گیا، دوسری علت ہر اہل ملت اور صاحب دعوت کے لیے ایک مستقل مرکز کا وجود درکار ہے تیسری علت مخالفین کے اعتراضات کا ازالہ ہے لہٰذا یہ تیسری مرتبہ دہرایا گیا۔

”لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ“ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل کتاب یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری کتابوں میں تو ان کا قبلہ خانہ کعبہ لکھا ہوا ہے اور نماز بیت المقدس کی جانب پڑھتے ہیں۔

اور ”اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا“ میں یہاں ظَلَمُوْا سے معاندین مراد ہیں یعنی اہل کتاب میں سے جو معاندین ہیں وہ یہ جاننے کے باوجود کہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کا قبلہ خانہ کعبہ ہی ہوگا، وہ بطور حسد وعناد کہیں گے کہ بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنا کر یہ پیغمبر بالآخر اپنے آبائی دین ہی کی طرف مائل ہوگیا۔

(ب) مجادلہ میں یہود اور مشرکین کیا کہتے تھے؟ مجادلہ میں یہود کہتے ہیں کہ (محمد) ہمارے دین کا تو انکار کرتے ہیں مگر ہمارے قبلہ (بیت المقدس) کی اتباع کرتے ہیں۔

اور مشرکین کہتے ہیں کہ (محمد) ملتِ ابراہیمی کا تو دعوی کرتے ہیں مگر ان کے قبلہ کی مخالفت کرتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا میں استثناء متصل ہے کہ منفصل؟

''اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا'' میں استثناء متصل ہے جیسا کہ کتاب میں بتایا گیا کہ وَ الْاِسْتِثْنَاءُ مُتَّصِلٌ اور یہ معنی کیا گیا کہ تم پر کسی کا کوئی اعتراض نہ رہے گا مگر ظالم لوگوں کا۔

سوال نمبر ۲۸، جلالین: ص ۲۳ (امتحان سالانہ ۱۴۲۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ﴾ أَيْ تَلَبَّسَ بِالْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ وَأَصْلُهُمَا الْقَصْدُ وَالزِّيَارَةُ ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ أَنْ يَّسْعٰى بَيْنَهُمَا سَبْعًا ﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شان نزول لکھیے۔ (ج) اور تبائیں کہ سعی بین الصفا والمروة واجب ہے یا سنت یا فرض؟ احناف کیا فرماتے ہیں اور شوافع کا کیا مسلک ہے۔

(جواب) ترجمہ: یقیناً صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا یعنی حج وعمرہ کا احرام باندھا اور حج کا اصلی معنی قصد وزیارت کے ہیں تو ان کے لیے صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اس طریقہ پر کہ صفا ومروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کرے اور جو شخص اختیاری طور پر کوئی کار خیر کرے تو اللہ تعالیٰ بے شک اس کے عمل کا قدر دان اور خبر دار ہے۔

(ب) شان نزول: کفر کے زمانہ میں ان دونوں پہاڑیوں پر دو بت (ضعف ونائلہ) نام کے رکھے ہوئے تھے اور لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے اور طواف کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ طواف ان دو بتوں کی تعظیم کے لیے ہے جب لوگ مسلمان ہوئے اور بت پرستی سے تائب ہوئے تو خیال ہوا کہ صفا مروہ کا طواف تو ان بتوں کی تعظیم کے لیے تھا اور جب بتوں کی تعظیم حرام ہوئی تو صفا ومروہ کا طواف بھی ممنوع ہونا چاہیے اور صفا ومروہ کے پاس جانے سے وہ کترا رہے تھے، انکو یہ معلوم نہ تھا کہ صفا ومروہ کا طواف تو اصل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں حج کے لیے تھا کفار نے اپنی جہالت سے اس پر بت رکھ چھوڑے تھے اور انصار مدینہ چوں کہ کفر کے زمانہ میں بھی صفاومروہ کے طواف کو برا جانتے تھے اسلام کے بعد بھی ان کو اس طواف میں خلجان ہوا اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم تو پہلے سے اس کو مذموم جانتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا اس کے طواف میں کوئی خلجان نہیں ہونا چاہیے۔

(ج) سعی بین الصفا والمروۃ واجب ہے یا سنت یا فرض؟ اور حنفیہؒ وشوافعؒ کا مسلک:

سعی بین الصفا والمروہ واجب ہے، اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک سنت ہے۔

اور امام مالکؒ وشافعیؒ کے نزدیک فرض ہے۔

اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے اور اس کے ترک پر ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے۔

سوال نمبر ۲۹، جلالین: ص ۲۳ (امتحان ششماہی ۱۴۳۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللهِ﴾ أَيْ غَيْرِهِ ﴿أَنْدَادًا﴾ أَصْنَامًا ﴿يُحِبُّوْنَهُمْ﴾ بِالتَّعْظِيْمِ وَالْخُضُوْعِ ﴿كَحُبِّ اللهِ﴾ أَيْ كَحُبِّهِمْ لَهُ ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ مِنْ حُبِّهِمْ لِلْأَنْدَادِ ﴿وَلَوْ يَرَى﴾ تَبْصُرُ يَا مُحَمَّدُ ﴿الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا﴾ بِاتِّخَاذِ الْأَنْدَادِ ﴿إِذْ يَرَوْنَ﴾ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ يَبْصُرُوْنَ ﴿الْعَذَابَ﴾ لَرَأَيْتَ عَظِيْمًا وَإِذْ بِمَعْنٰى إِذَ ﴿اَنَّ﴾ أَيْ لِأَنَّ ﴿الْقُوَّةَ﴾ الْقُدْرَةَ وَالْغَلَبَةَ ﴿لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔ (ج) یتخذ کے دونوں مفعول یحبونہم کی دونوں ضمیروں کے مراجع اور اشد کے مفضل اور مفضل علیہ متعین کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو غیر اللہ یعنی بتوں کو اللہ کا ہمسر ٹھہراتے ہیں تعظیم اور عاجزی کے ذریعہ ان سے ایسی گرویدگی کا معاملہ کرتے ہیں جیسا کہ اللہ کے ساتھ اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں، ان کے شرکاء کی محبت کے مقابلہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں، اور اے محمد! اگر آپ ان لوگوں کو دیکھیں جنھوں نے شرک ٹھہرا کر ظلم کیا ہے جب کہ وہ عذاب کو دیکھیں گے (یرون) معروف و مجہول دونوں ہیں تو آپ ایک امر عظیم دیکھیں گے اور إذ بمعنیٰ إذا ہے؛ اس لیے کہ پوری قدرت اور غلبہ اللہ ہی کے لیے ہے۔

(ب) تفسیری فوائد کی وضاحت:

أي غيره: دون سے غیر کا معنیٰ مراد لینا لازم وملزوم کے اعتبار سے ہے۔

بالتعظيم والخضوع: یہ ایک اشکال کا جواب ہے۔

اشکال: اشکال یہ ہے کہ خالق ومخلوق کے درمیان محبت میں برابری سمجھ میں نہیں آتی۔

جواب: مفسر نے جواب دیا کہ مراد محبت سے تعظیم اور خضوع ہے، حقیقی محبت مراد نہیں ہے؛ کیوں کہ ہر انسان اپنے خالق کی محبت پر فطرۃً پیدا کیا گیا ہے۔

أي كحبّهم له: یعنی مشرکین کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین محبت میں اللہ تعالیٰ اور بتوں کو برابر کرتے ہیں۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ معنیٰ ہوں کہ مؤمنین کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مشرکین کی محبت بتوں کے لیے ایسی ہی ہے جیسا کہ مؤمنین کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے۔

من حبهم للأنداد: اس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین محبت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو بھی برابری کا درجہ دیتے ہیں اور مومنین اللہ تعالیٰ کی محبت میں منفرد ہیں، اس وجہ سے مومنین کی محبت اللہ تعالیٰ سے مشرکین کے مقابلے میں اشد اور بڑھی ہوئی ہے۔

تبصر: اس سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ یری سے رویتِ بصری مراد ہے نہ کہ قلبی؛ اس لیے کہ رویتِ قلبی کے لیے دو مفعولوں کی ضرورت ہوگی جو موجود نہیں ہیں۔

لرأيت امرًا عظيمًا: یہ ولو تری کے لو کا جواب ہے۔

إذ بمعنٰى إذا: یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال: إذ ظرف ماضی کے لیے آتا ہے اور رویت عذاب مستقبل میں ہوگا اور مستقبل إذا کا محل ہے نہ کہ إذ کا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

جواب: تو مفسر نے جواب دیا کہ یہاں إذ بمعنی إذا ہے۔

أي لأن: اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ (لو) شرطیہ کا جواب رأیت امرًا عظیمًا کی علت ہے؛ اس لیے کہ تمام کی تمام قوت اللہ ہی کی ہے۔

أی باتخاذ الأنداد: باء سببیہ ہے ظلموا کا مفعول انفسھم محذوف ہے۔

بالبناء للفاعل والمفعول یبصرون: الباء للفاعل کا مطلب یبصرون کو معروف پڑھنا۔ اور البناء للمفعول کا مطلب اس کو مجہول پڑھنا۔

(ج) یتّخذ کے دونوں مفعول:

یَتَّخِذُ کا مفعول اوّل مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اور ثانی اَنْدَادًا ہے۔

یحبّونھم کی دونوں ضمیروں کے مراجع:

یُحِبُّوْنَھُمْ میں ھُمْ ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین اور ھُمْ ضمیر کا مفعول اَصنامًا ہے۔

اشدّ کے مفضل اور مفضل علیہ کی تعیین:

مفضل مومنین ہیں اور مفضل علیہ مشرکین ہیں۔

سوال نمبر ۳۰، جلالین: ص ۲۳ (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ لَوْ يَرَى﴾ تَبْصُرُ يَا مُحَمَّدُ ﴿الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا﴾ بِاتِّخَاذِ الْاَنْدَادِ ﴿اِذْ يَرَوْنَ﴾ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ يَبْصُرُوْنَ ﴿الْعَذَابَ﴾ لَرَأَيْتَ أَمْرًا عَظِيْمًا وَإِذْ بِمَعْنٰى إِذَا ﴿اَنَّ﴾ أَيْ لِاَنَّ ﴿الْقُوَّةَ﴾ اَلْقُدْرَةَ وَالْغَلَبَةَ ﴿لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ يَرٰى بِالتَّحْتَانِيَّةِ وَالْفَاعِلُ ضَمِيْرُ السَّامِعِ، وَقِيْلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَهِيَ بِمَعْنٰى يَعْلَمُ وَأَنَّ وَمَا بَعْدَهَا سَدَّتْ مَسَدَّ الْمَفْعُوْلَيْنِ وَجَوَابُ لَوْ مَحْذُوْفٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) اور بتایئے کہ جَمِيْعًا کیوں منصوب ہے؟

(ج) (وَاَنَّ وَمَا بَعْدَهَا الخ) سے مفسر رحمۃ اللہ کیا کہنا چاہتے ہیں بوضاحت لکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(جواب) ترجمہ: (اور اگر تم دیکھو) اے محمد (ان لوگوں کو جنہوں نے) بتوں کو ہمسر ٹھہرا کر (ظلم کیا ہے، جب وہ عذاب کو دیکھیں گے) تو تم ایک بڑا بھاری معاملہ دیکھو گے، اِذْ یَرَوْنَ میں اِذْ ، اِذَا کے معنی میں ہے، اور یَرَوْنَ میں دو قراءۃ ہے، فعل معروف بھی فعل مجہول بھی (کیوں کہ قوت) یعنی قدرت وغلبہ (تمام تر اللہ ہی کے لیے ہے، اور اس لیے کہ اس کا عذاب سخت ہے) اور ایک قراءۃ میں وَلَوْ تَرَى الَّذِيْنَ کے بجائے وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ الخ ہے یعنی غائب کا صیغہ ہے، اس صورت میں یَرٰی کا فاعل اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ہے، تو اس صورت میں یَرٰی بمعنی یَعْلَم ہے۔ اور اَنَّ اس کا مابعد دونوں مفعولوں کے قائم مقام ہے، اور لو کا جواب محذوف ہے۔

(ب) جَمِيْعًا کیوں منصوب ہے؟

جَمِيْعًا یہ حال ہے اور حال کا خاصہ یہ ہے کہ وہ منصوب ہو اس لیے منصوب ہوا اور ذوالحال وہ ضمیر ہے جو جار ومجرور کے متعلق میں پوشیدہ ہے تقدیر عبارت یوں ہے اَنَّ الْقُوَّةَ كَائِنَةٌ لِلّٰهِ جَمِيْعًا.

(ج) (وَاَنَّ وَمَا بَعْدَهَا الخ) سے مفسر رحمۃ اللہ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

وَأَنَّ اور وَمَا بَعْدَهَا سے مصنف علیہ الرحمۃ یہ کہنا چاہتے ہیں مابعد کا پورا جملہ مل کر دو مفعولوں کے قائم مقام ایک مفعول ہوا ہے، یعنی تقدیری عبارت میں یرٰی افعال قلوب میں سے ہے، اور افعال قلوب دو مفعول ہوتے ہیں تو یہاں یرٰی کے لیے دو مفعولوں کی ضرورت ہے۔ مفسر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ أَنَّ اپنے مابعد کے ساتھ مل کر دونوں مفعول کے قائم مقام ہے یعنی اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا واَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ یہ دونوں جملے دونوں مفعولوں کی نیابت کر رہے ہیں اور یہی مصنف علام کا مقصد ہے۔

سوال نمبر ۱۳، جلالین: ص ۲۴ (امتحان سالانہ ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت با اعراب: ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ﴾ اَيْ أَكْلَهَا إِذِ الْكَلَامُ فِيْهِ وَكَذَا مَا بَعْدَهَا وَهِيَ مَا لَمْ يُذَكَّ شَرْعًا وَأُلْحِقَ بِهَا بِالسُّنَّةِ مَا أُبِيْنَ مِنْ حَيٍّ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَخُصَّ مِنْهَا السَّمَكُ وَالْجَرَادُ ﴿وَالدَّمَ﴾ اَيِ الْمَسْفُوْحَ كَمَا فِي الْأَنْعَامِ ﴿وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ﴾ خُصَّ اللَّحْمُ لِأَنَّهٗ مُعْظَمُ الْمَقْصُوْدِ وَغَيْرُهٗ تَبَعٌ لَهٗ ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ اَيْ ذُبِحَ عَلٰى اِسْمِ غَيْرِهٖ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) بتائیں کہ اَلدَّمَ کے بعد اَلْمَسْفُوْحَ کیوں بڑھایا گیا؟ نیز موت اور ذکاۃ کے لغوی وشرعی معنی لکھیں۔ (ج) جو جانور غیر اللہ کی خوشنودی کی غرض سے چھوڑا گیا ہو، اگر مالک ہی بسم اللہ پڑھ کر اسے ذبح کردے تو وہ (مَا اهل لغیرہ الخ) کا مصداق ہوگا یا نہیں، سمجھ کر لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اللہ نے تو تم پر صرف مردار کو حرام کیا ہے، یعنی مردار کے کھانے کو کیوں کہ کلام کھانے کے بارے ہی میں ہے، اور یہی چیز مابعد کی چیزوں میں بھی مراد ہے، یعنی کھانے کی تحریم، مردار وہ ہے جسے شرعی طور سے ذبح نہ کیا گیا ہو سنت سے ثابت ہے کہ مردار ہی کے حکم میں وہ گوشت بھی ہے جو زندہ جانور سے کاٹ کر نکال لیا گیا ہو، مردار میں سے مچھلی اور ٹڈی کی تخصیص ہے، یعنی ان دونوں کا کھانا حلال ہے اور خون کو بھی یعنی بہنے والا خون، جیسا کہ سورۃ انعام میں ہے اور خنزیز کے گوشت کو بطور خاص اس لیے ذکر کیا ہے کہ وہ مقصود ہوتا ہے باقی چیزیں تابع ہوتی ہے اور اس جانور کو جو غیر اللہ کے لیے نامزد کیا گیا ہو یعنی غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

(ب) اَلدَّمَ کے بعد اَلْمَسْفُوْحَ کیوں بڑھایا گیا؟

مفسر نے الدم کی تشریح میں اَلْمَسْفُوْحَ یعنی بہنے والے کی قید بڑھادی ہے کیوں کہ سورہ انعام میں دَمًا مَسْفُوْحًا فرمایا گیا ہے وہ قید یہاں بھی ملحوظ ہوگی۔

موت اور ذکاۃ کے لغوی وشرعی معنیٰ:

موت کے لغوی معنیٰ: اَلْمَوْت بمعنی مرنا، جو حیات کی ضد ہے۔

موت کے شرعی معنیٰ: اَلْحَيَوَانُ الَّذِيْ مَاتَ عَلٰى حَتْفِ اَنْفِهٖ اَوْ عَلٰى هَيْئَةٍ غَيْرِ مَشْرُوْعِيَّةٍ یعنی وہ جانور جو حسب عادت کے مرتا ہے یا جو غیر مشروعی طور پر مرتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذکوۃ کے لغوی معنیٰ: ذَكَاةٌ بِمَعْنَى اَلذِّبْحُ اَوْ النَّحْر یعنی ذبح کرنا یا نحر کرنا۔
ذکوۃ کے شرعی معنیٰ: یعنی وہ جانور جس کو شرعی قوانین کے مطابق ذبح کیا جاتا ہے۔

(ج) (مَا اهل لغيره الخ) کا مصداق ہوگا یا نہیں؟

جو جانور غیر اللہ کی خوشنودی کی غرض سے چھوڑا گیا ہو، یا ان کی جان نکالنی مقصود ہو تو ان سب جانوروں کو کھانا حرام ہے، گو بوقت ذبح تکبیر پڑھی ہو اور اللہ کا نام لیا ہو، کیوں کہ جان کو جان آفرین کے سوا کسی دوسرے کے لیے نذر و نیاز کرنا ہرگز درست نہیں اس لیے جس جانور کی جان غیر اللہ کی نذر کی جائیں تو اس کی خباثت مردار کی خباثت سے بھی بڑھ جاتی ہے کیوں کہ مردار میں یہی خرابی ہے کہ اس کی جان اللہ کے نام پر نہیں نکلی، اور اس کی جان تو غیر اللہ کے نام زد کر دی گئی، جو عین شرک ہے، سو جیسے خنزیر اور کتے پر بوقت ذبح تکبیر کہنے سے حلت نہیں آ سکتی اور مردار پر اللہ کا نام لینے سے کوئی نفع نہیں ہو سکتا ویسے ہی جس جانور کی جان غیر اللہ کی نذر اور اس کے نام زد کر دی ہو یا غیر اللہ کے نام سے چھوڑے گئے ہوں اس پر بوقت ذبح نام الٰہی لینے سے ہرگز نفع اور حلت نہیں آ سکتی، البتہ اگر غیر اللہ کے نام زد کرنے کے بعد اپنی نیت سے توبہ اور رجوع کر کے ذبح کرے گا تو اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

سوال نمبر ۳۲، جلالین: ص ۲۴ (امتحان داخلہ ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: وَالْاِهْلَالُ رَفْعُ الصَّوْتِ وَكَانُوْا يَرْفَعُوْنَهُ عِنْدَ الذَّبْحِ لِاٰلِهَتِهِمْ ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ﴾ أَيْ أَلْجَأَتْهُ الضَّرُوْرَةُ إِلٰى أَكْلِ شَيْءٍ مِمَّا ذُكِرَ فَأَكَلَهُ ﴿غَيْرَ بَاغٍ﴾ خَارِجٍ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ ﴿وَّلَا عَادٍ﴾ مُتَعَدٍّ عَلَيْهِمْ بِقَطْعِ الطَّرِيْقِ ﴿فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری اضافوں کے فوائد تحریر کیجیے۔
(ج) آیت سے مستنبط احکام شرعیہ کو بوضاحت نمبروار لکھیے۔

(جواب) ترجمہ: اور اہلال کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں، کفار جب اپنے معبودوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے نام پر کوئی جانور ذبح کرتے تھے، تو بلند آواز سے پکارتے تھے، (پھر جو کوئی مجبوری میں پڑ جاتے) یعنی اسے ان حرام چیزوں میں سے کسی ایک کو کھانے کی مجبوری پیش آ جائے، اس لیے وہ کھالے، (بشرطیکہ وہ باغی نہ ہو) یعنی مسلمان کے خلاف بغاوت کرنے والا نہ ہو، (اور نہ تعدی کرنے والا ہو) یعنی رہزنی کرنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

(ب) **تفسیری اضافوں کے فوائد:** اللہ تعالیٰ نے مَیْتَۃ کو حرام کیا ہے، اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حرمت وحلت کا تعلق شئ کی ذات سے نہیں ہوتا، یعنی ذات حرام وحلال نہیں، ذات سے متعلق کوئی فعل حرام ہوتا ہے، تو یہاں مَیْتَہ کے حرام ہونے کا کیا مطلب ہے؟

حرمت کا تعلق ذات میتہ سے تو ہے نہیں، مفسر نے فرمایا کہ یہاں میتہ کی حرمت بول کر اس کے کھانے کی حرمت مراد ہے، چوں کہ کلام اس جگہ کھانے ہی کے بارے میں ہے، یہی تقریر ان چیزوں کی حرمت کے بارے میں بھی ہوگی، جس کا ذکر میتہ کے بعد ہے۔

يُذْبَحُ عَلَى اِسْمِ غَيْرِ اللّٰهِ: اِهْلَالٌ کے معنی آواز بلند کرنے اور شور کرنے کے ہیں، عام طور پر یہ دستور تھا، اور اب بھی ہے کہ جانور جب بطور عبادت کے ذبح کیا جاتا ہے، تو خود ذبح کرنے والا، دوسرے دیکھنے والے بلند آواز سے معبود کا نام پکارتے ہیں، آج بھی قربانیوں میں یہ منظر دیکھا جاتا ہے، کہ ذبح کرنے والا بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ بلند آواز سے پڑھتا ہے۔

اور دوسرے بھی ایسی آواز میں پڑھتے ہیں، جاہلیت میں جب کفار اپنے معبودوں کے نام پر قربانی کرتے تھے تو بآواز بلند اس معبود کا نام لیتے تھے، جس کے لیے قربانی کرتے تھے، اور پاس والے بھی شور مچاتے تھے، پھر مجازاً یہ ذبح ہی کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔

اَىْ اَلْجَاَتْهُ الضَّرُوْرَةُ اِلٰى اَكْلِ شَىْءٍ مِمَّا ذُكِرَ فَاَكَلَهٗ: یعنی کسی شخص کو ایسی مجبوری پیش آ جائے کہ مذکورہ حرام کردہ اشیاء میں سے کسی ایک کے کھائے بغیر چارہ نہ ہو، یعنی جان چلی جائے گی، تو اس پر کھا لینے میں گناہ نہیں ہے، فاکلہ کے تفسیری لفظ کا اضافہ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ کے تقاضہ سے کیا ہے، یعنی فَمَنِ اضْطُرَّ فَاَكَلَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ، جو کوئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مجبور ہو اور کھا لیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، ظاہر ہے کہ فَمَنِ اضْطُرَّ پر فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ متفرع نہیں ہوسکتا ہے، کیوں کہ اضطرار کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر کسی گناہ کا تصور ہو کہ اس کی نفی کی جائے اضطرار کے بعد حرام کا کھا لینا اِثْمَ بن سکتا ہے، تو اس سے گناہ کی نفی کر دی۔

وَلَا عَادٍ مُتَعَدٍّ عَلَيْهِمْ بِقَطْعِ الطَّرِيْقِ: اور نہ مسلمانوں پر زیادتی اور عدوانی کرنے والا ہو، اس سے مراد رہزنی کرنے والا ہے، یعنی اگر کوئی شخص رہزن ہو، اور ڈکیتی کے لیے نکلا ہو، اور اس دوران اس کو کوئی ایسی مجبوری پیش آ گئی کہ حرام کھائے بغیر چارہ نہیں پاتا، تب بھی اس کے لیے مذکورہ بالا چیزیں حلال نہیں ہیں، وہ اس استثنائی حلت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا ہے۔

(ج) آیت سے مستنبط احکام شرعیہ نمبروار:

اس آیت میں چند مسائل شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) جیسا کہ وہ شکاری جانور جو قابو میں نہیں تو اس کو بسم اللہ پڑھ کر تیر وغیرہ دھاردار چیز سے زخم لگا دیا جائے، اور قابو میں آنے سے پہلے مر جائے، تو بغیر ذبح کے حلال ہو جاتا ہے، ورنہ نہیں۔

(۲) اگر بندوق کی گولی سے جانور زخمی ہو کر قبل الذبح مر جائے تو حلال نہیں ہوگا، اگر قبل الموت ذبح کر لیا جائے تو حلال ہو جائے گا۔

(۳) مردار جانور کے تمام اجزاء حرام ہیں اور وہ اجزاء جو کھانے کی چیز نہیں ہیں مثلاً بال، سینگ، کھر، ہڈی وغیرہ پاک ہے، ان کا استعمال جائز ہے، بشرطیکہ ان پر نجاست نہ لگی ہو، مردار جانور کی چربی اور اس سے بنائی ہوئی چیزیں بھی حرام ہیں نہ ان کا استعمال جائز اور نہ خرید و فروخت۔

(۴) یورپ وغیر سے آئی ہوئی چیزیں مثلاً صابون، کریم، لِپ اِسٹِک، وغیرہ جن میں چربی ہوتی ہے ان سے پرہیز کرنا احتیاط، مگر مردار یا حرام جانور کی چربی کا یقینی علم نہ ہونے کی وجہ سے گنجائش ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

(۵) دودھ کا پنیر بنانے میں ایک چیز استعمال ہوتی ہے جس کو اُنفحہ جو جانور کے پیٹ سے نکال لی جاتی ہے، اگر جانور شرعی طریقہ سے مذبوحہ ہو تو پنیر حلال ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

(۶) ذبح کے بعد جو خون گوشت میں رہ جاتا ہے وہ پاک ہے۔

(۷) جس طرح خون کا کھانا حرام ہے، اسی طرح اس کا خارجی استعمال بھی حرام ہے، اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں۔

سوال نمبر ۳۳، جلالین: ص ۲۵ (امتحان سالانہ ۱۴۱۷ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ﴾ اَلْمُمَاثَلَةُ فِي الْقَتْلٰی وَصْفًا وَ فِعْلًا ﴿فِي الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی﴾ وَبَيَّنَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الذَّكَرَ يُقْتَلُ بِهَا وَأَنَّهُ تُعْتَبَرُ الْمُمَاثَلَةُ فِي الدِّيْنِ فَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ وَلَوْ عَبْدًا بِكَافِرٍ وَلَوْ حُرًّا ﴿فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ﴾ وَ فِيْ ذِكْرِ أَخِيْهِ تَعَطُّفٌ دَاعٍ إِلَى الْعَفْوِ وَمَنْ مُبْتَدَأٌ شَرْطِيَّةٌ أَوْ مَوْصُوْلَةٌ وَالْخَبَرُ ﴿فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری فوائد لکھیں اور من مبتدا، شرطیہ وموصولہ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ (ج) شانِ نزول لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے بارے میں وصفاً اور فعلاً مماثلت (برابری) فرض کی گئی ہے آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے اور عورت عورت کے عوض (قتل کی جائے) اور سنت نے بیان کیا کہ مردوں کو عورتوں کے عوض قتل کیا جائے گا، اور یہ کہ دین میں مماثلت کا اعتبار کیا جائے گا، لہٰذا اگرچہ غلام ہو، کافر کے عوض اگرچہ آزاد ہو قتل نہیں کیا جائے گا، ہاں! کسی کو اپنے مقتول بھائی کی کچھ معافی دے دی جائے، اور بھائی کے ذکر کرنے میں معافی کی داعی شفقت ہے، اور (من) مبتداء ہے، شرطیہ ہو یا موصولہ اور (فاتباع) خبر ہے تو اچھے طریقہ پر (مطالبہ) کرنا ہے، اور خوبی کے ساتھ پہنچا دینا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(ب) تفسیری فوائد:

وصفًا و فعلًا: مماثلت فی الوصف کا مطلب یہ ہے کہ حر وعبد کا تفاوت نہ ہو، اور مماثلت فی الفعل کا مطلب یہ ہے کہ جس طریقہ سے اور جس آلہ سے مقتول کو قتل کیا گیا ہے قاتل کو بھی اسی طرح قتل کیا جائے گا، اگر جلا کر قتل کیا ہے تو قاتل کو بھی جلا کر قتل کیا جائے گا اور اگر غرق کر کے قتل کیا ہے تو قاتل کو بھی غرق کر کے قتل کیا جائے گا، علیٰ ہٰذا القیاس۔

المماثلة: اس سے ایک شبہ کا ازالہ مقصود ہے، شبہ یہ ہے کہ قصاص کا صلہ في نہیں آتا؛ لیکن یہاں پر آیا ہوا ہے یہ کیسے درست ہے؟

جواب: جواب یہ ہے کہ یہاں پر قصاص مماثلة کے معنیٰ کو متضمن ہے؛ اس لیے صلہ لانا درست ہے۔

في ذكر أخيه: لفظ اَخ سے اشارہ ہے اس بات کی جانب کہ اگرچہ قاتل نے قتل کر کے بہت بڑا ظلم کیا اور ورثاء کو تکلیف پہنچائی ہے؛ لیکن ہے تو تمہارا بھائی ہی، پس اس پر رحم کرو۔

من مبتدا، شرطیہ وموصولہ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟

من مبتدا ہے، خواہ شرطیہ ہو یا موصولہ اور فاتباع خبر ہے، اور چوں کہ جوابِ شرط بھی ہے؛ اس لیے اس پر فاء داخل ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر مقتول کے ورثاء نے قاتل سے قصاص معاف کر دیا اور دیت لینے پر رضامند ہو گئے تو قاتل کو یہ حکم ہے کہ وہ دیت بحسن وخوبی ادا کرے، بلا وجہ ٹال مٹول سے کام نہ لے۔ اسی طرح مقتول کے ورثاء کو یہ حکم ہے کہ وہ بالکل قاتل کے پیچھے نہ پڑ جائیں اور ہر وقت اس سے دیت کا مطالبہ کرتے رہیں اور یہ نہ سمجھیں کہ انہوں نے قصاص معاف کر کے احسان کیا ہے؛ کیوں کہ اس کا بہترین اجر اللہ تعالیٰ عطا کرے گا۔

(ج) شانِ نزول:

چوں کہ زمانۂ جاہلیت میں کوئی نظم و قانون تو تھا نہیں؛ اس لیے طاقتور قبیلے کمزور قبیلوں پر جس طرح چاہتے تھے ظلم کرتے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

ظلم کی ایک شکل یہ بھی تھی کہ جب طاقتور قبیلے کا کوئی مرد قتل کیا جاتا تو وہ صرف قاتل کو قتل کرنے کے بجائے قاتل کے قبیلے کے کئی مردوں کو؛ بلکہ بعض اوقات پورے قبیلے کو ہی قتل کردیتے تھے، اسی طرح عورت کے بدلے مرد کو اور غلام کے بدلے آزاد کو قتل کردیتے تھے۔

ابن کثیر نے ابن حاتم کی سند سے واقعہ نقل کیا ہے کہ زمانۂ اسلام سے کچھ پہلے دو عرب قبیلوں میں جنگ ہوگئی، طرفین کے بہت سے آدمی قتل ہوئے، جن میں مرد و عورت، آزاد و غلام سب تھے، ابھی ان کے معاملہ کا تصفیہ ہونے نہیں پایا تھا کہ زمانۂ اسلام شروع ہوگیا، اور یہ دونوں قبیلے اسلام میں داخل ہوگئے، اسلام لانے کے بعد اپنے مقتولوں کا قصاص لینے کی گفتگو ہوئی، تو ایک قبیلہ جو کہ زیادہ قوت و شوکت والا تھا اس نے کہا کہ ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک ہمارے غلام کے بدلے تمہارے آزاد اور عورتوں کے بدلے مرد نہ قتل کیے جائیں۔

ان کے اِس جاہلانہ اور ظالمانہ مطالبہ کی تردید کے لیے مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

سوال نمبر ۳۴، جلالین: ص۲۶ (امتحان ششماہی ۱۴۳۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ أَيْ أَسْبَابُهُ ﴿إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ﴾ وَجَوَابُ إِنْ مَحْذُوْفٌ أَيْ فَلْيُوْصِ ﴿لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ﴿بِالْعَدْلِ بِأَنْ لَايَزِيْدَ عَلَى الثُّلُثِ وَلَايُفَضِّلَ الْغَنِيَّ﴾ ﴿حَقًّا﴾ مَصْدَرٌ مُؤَكِّدٌ لِمَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ قَبْلَهُ عَلَى ﴿عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾ اَللّٰهَ وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِآيَةِ الْمِيْرَاثِ وَبِحَدِيْثِ لَاوَصِيَّةَ لِوَارِثٍ. رواه الترمذي.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) الوصیّۃ اور حقًّا ترکیب میں کیا واقع ہیں؟ نیز آیت میراث سے کون سی آیت مراد ہے؟

(جواب) ترجمہ: تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے یعنی موت کی علامات ظاہر ہوں اگر وہ کچھ مال چھوڑے تو والدین اور رشتہ داروں کے لیے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

وصیت کرے، اور ان کا جواب محذوف ہے اور وہ فلیوص ہے، انصاف کے ساتھ اس طریقہ پر کہ ایک ثلث سے زیادہ کی وصیت نہ کرے اور مالدار کو ترجیح نہ دے یہ حق ہے خوفِ خدا رکھنے والوں پر، (حقا) اپنے سابقہ جملہ کے مضمون کے لیے مصدر مؤکد ہے، اور یہ وصیت کا حکم آیتِ میراث اور حدیث لا وصیّة إلخ سے منسوخ ہے۔ (رواہ الترمذی)

(ب) الوصیّة اور حقًّا ترکیب میں کیا واقع ہیں؟

الوصیة: یہ نائب فاعل ہے کتب کا۔

حقا: مفعول مطلق ہے کتب علیکم جملہ کی تاکید ہے۔

آیتِ میراث سے کون سی آیت مراد ہے؟

آیتِ میراث سے مراد یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْ أَوْلَادِكُمْ إلخ ہے۔

سوال نمبر ۳۵، جلالین: ص ۲٦ (امتحان داخلہ ۱۴۲۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ أَيْ قَلَائِلَ أَيْ مُؤَقَّتَاتٍ بِعَدَدٍ مَعْلُوْمٍ وَهِيَ رَمَضَانُ وَقَلَّلَهُ تَسْهِيْلًا عَلَى الْمُكَلَّفِيْنَ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ﴾ أَيْ مُسَافِرًا سَفَرَ الْقَصْرِ وَاَجْهَدَهُ الصَّوْمُ فِي الْحَالَيْنِ فَاَفْطَرَ ﴿فَعِدَّةٌ﴾ فَعَلَيْهِ عَدَدُ مَا اَفْطَرَ ﴿مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ يَصُوْمُهَا بَدْلَهُ ﴿وَ عَلَى الَّذِيْنَ﴾ لَا ﴿يُطِيْقُوْنَهٗ﴾ لِكِبَرٍ أَوْ مَرَضٍ لَايُرْجٰى بَرْؤُهُ ﴿فِدْيَةٌ﴾ هِيَ ﴿طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ أَيْ قَدْرُ مَايَاْكُلُهُ فِيْ يَوْمٍ وَهُوَ مُدٌّ مِنْ غَالِبِ قُوْتِ الْبَلَدِ لِكُلِّ يَوْمٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب کی وضاحت کریں۔

(ج) تفسیری فوائد لکھیں، اس کے بعد بتائیں کہ (ایّامًا) کیوں منصوب ہے اور فدیہ کی مقدار حنفیہ کے نزدیک کیا ہے؟

(جواب) ترجمہ: جو معدودے چند روزے ہیں جن کی تعداد معلوم ہے اور وہ رمضان ہے اور ماہِ رمضان کے روزے کو مکلفین پر سہولت کے لیے قلیل قرار دیا ہے۔ تو تم میں سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جو بھی ماہِ رمضان کی آمد کے وقت مریض یا مسافر ہو یعنی وہ قصر کی مسافت کا مسافر ہو اور دونوں صورتوں میں اس کو روزے سے مشقت ہو تو وہ افطار کر سکتا ہے، اس پر چھوڑے ہوئے روزوں کی تعداد کے مساوی دوسرے دنوں میں تعداد کو پور کرنا ہے کہ ان کے بدلے روزہ رکھے اور جو لوگ کبرسنی، یا مرض کی وجہ سے جسے صحت یاب ہونے کی اُمید نہ ہو روزہ نہ رکھ سکیں، تو ان پر فدیہ واجب ہے اور وہ ایک مسکین کی خوراک ہے یعنی اتنی مقدار کہ جو روز کی خوراک ہو اور وہ بقدر ایک مد ہے روزمرہ شہر کی عام خوراک سے۔

(ب) مطلب کی وضاحت: یہاں سے روزہ کی فرضیت کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزتم پر فرض کیا گیا ہے سابقہ امت کی طرح کہ روزہ ان پر بھی فرض تھا اور وہ زیادہ نہیں ہیں؛ بلکہ گنتی کے چند ایام ہیں، اس سے رمضان کا روزہ مراد ہے جیسا کہ اگلی آیت میں ہے، پھر اس مدتِ قلیل میں بھی آسانی کر دی گئی ہے کہ اگر کوئی مریض ہو اور روزہ نہ رکھ سکتا ہو یا مسافر ہو تو اس کو اختیار ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور اس کے بدلے بعد میں اتنے ہی روزے رکھ لے، ایک ساتھ یا متفرق طور پر۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ میں دو تفسیریں ہیں، بعض لوگ بغیر مقدر مانے اس کی تفسیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ابتداءِ اسلام کا حکم ہے؛ چوں کہ اس وقت صحابہؓ کو روزہ کی عادت نہ تھی؛ اس لیے طاقت کے باوجود اختیار دیا گیا تھا؛ لیکن بعد میں ختم ہو گیا۔ اور بعض نے یہاں (يطيقون) سے پہلے (لا) مقدر مانا ہے اور تفسیر ہے کہ جو لوگ طاقت نہیں رکھتے، ان کے لیے فدیہ کے طور پر ایک دن دونوں وقت پیٹ بھر کر مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

(ج) تفسیری فوائد: أي قلائل: معدودات کی تفسیر قلائل سے کر کے اشارہ کر دیا کہ معدودات سے مراد قلیل مقدار ہے؛ اس لیے کہ عرب قلیل کو جو کہ چالیس سے کم ہو معدود اور کثیر کو موزون سے تعبیر کرتے ہیں۔ أي موقتات بعدد إلخ یہ قلائل کی تفسیر ہے معنی ہے معدودے چند قلّله تسهيلاً إلخ مطلب یہ ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے اگرچہ بنفسہ کثیر ہیں؛ مگر نفسیاتی طور پر متاثر کرنے کے لیے تشجیع کے طور پر قلت سے تعبیر کر دیا ہے؛ تاکہ مکلفین کے لیے اداءِ صوم میں سہولت و آسانی ہو۔ حين شهوده: یعنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

رمضان کی آمد کے وقت مریض ہو یا مسافر اس میں احتراز ہے اس صورت سے جبکہ حالتِ مرض یا حالتِ سفر میں روزہ شروع ہو جائے۔ أي مسافرا سفر القصر: اس میں سفر شرعی کی طرف اشارہ ہے۔ اجهده الصوم في الحالين إلخ یعنی حالتِ مرض اور سفر دونوں میں افطار کی اجازت کے لیے مشقت شرط ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اور احناف کے نزدیک سفر میں مشقت کی شرط نہیں ہے، سفر اگر آرام دہ ہو تب بھی افطار کی اجازت ہے؛ لیکن مرض میں افطار کے لیے مشقت کی شرط ہے؛ اس لیے کہ بعض مرض میں روزہ مفید ہوتا ہے نہ کہ مضر، برخلاف سفر کے، کہ سفر کو ہی مشقت کے قائم مقام مان لیا گیا ہے۔

(ایّامًا) کیوں منصوب ہے؟

ایامًا کے منصوب ہونے کی دو وجہیں ہیں، اوّل: یہ کہ ایّاما الصیام کی وجہ سے منصوب ہے جو ماقبل میں مذکور ہے، دوم: یہ کہ صوموا فعل امر اس سے پہلے مقدر مانا جائے۔

فدیہ کی مقدار حنفیہ کے نزدیک کیا ہے؟

فدیہ کی مقدار کے سلسلے میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ نصف صاع بُر میں سے یا ایک صاع اس کے علاوہ چیزوں میں سے۔

سوال نمبر ۳۶، جلالین: ص ۲۷ (امتحان سالانہ ۱۴۱۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ﴾ بِمَعْنَى الْإِفْضَاءِ ﴿إِلَى نِسَآئِكُمْ﴾ بِالْجِمَاعِ ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ كِنَايَةٌ عَنْ تَعَانُقِهِمَا أَوْ احْتِيَاجِ كُلٍّ مِنْهُمَا إِلَى صَاحِبِهِ ﴿عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ﴾ بِالْجِمَاعِ لَيْلَةَ الصِّيَامِ وَقَعَ ذٰلِكَ لِعُمَرَ وَغَيْرِهِ وَاعْتَذَرُوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ج) بتائیں کہ بمعنی الافضاء سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟ (د) تفسیر لکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(جواب) ترجمہ: اور حلال کر دیا گیا تمہارے لیے روزہ کی رات میں تمہاری عورت سے جماع کے طور پر بے حجاب ہونا وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو یہ کنایہ ہے باہمی معانقہ سے یا ایک دوسرے کا حاجتمند ہونے سے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم روزہ کی رات میں جماع کر کے اپنے ہی ساتھ خیانت کر رہے ہو یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کو پیش آیا تھا اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت چاہی تو اس نے تمہاری توبہ قبول کر لی اور تم سے درگذر کیا۔

(ب) بمعنی الافضاء سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟

بمعنی الافضاء سے ایک اشکال کا جواب دینا مقصد ہے۔

(ج) تفسیر: یعنی رمضان کی رات میں جو نیند کے بعد کھانا پینا، عورت کے پاس جانا حرام تھا اس میں سہولت کر دی گئی، اب تمام رات میں جب چاہو عورت کے ساتھ اختلاط کرو، یہاں پر لباس اور پوشاک سے غرض، غایت اتصال واختلاط ہے یعنی جس طرح بدن سے کپڑے لگے اور ملے ہوتے ہیں اسی طرح مرد عورت آپس میں ملتے ہیں اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سونے کے بعد عورتوں کے پاس جا کر اللہ پاک کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے تم اپنے آپ کو گنہ گار بناتے ہو جس سے تمہارے نفس مستحق عقاب ہوتے ہیں اور ان کے ثواب میں نقصان پڑتا ہے سو اللہ نے اپنے فضل وعنایت سے تم کو معاف فرمایا اور آئندہ کے لیے اجازت عطا کر دی۔

سوال نمبر ۳، جلالین: ص ۲۸ (امتحان ششماہی ۱۴۰۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا﴾ فِي الْإِحْرَامِ ﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ﴾ أَيْ ذَاالْبِرِّ ﴿مَنِ اتَّقٰى﴾ اللّٰهَ بِتَرْكِ مُخَالَفَتِهِ ﴿وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ فِي الْإِحْرَامِ كَغَيْرِهٖ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ تَفُوْزُوْنَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(جواب) **ترجمہ**: حالتِ احرام میں گھروں کے پیچھے سے آنا کوئی نیکی نہیں ہے؛ بلکہ نیکی یعنی نیک وہ ہے جو اللہ کی مخالفت کو ترک کر کے اللہ سے ڈرے، حالتِ احرام میں بھی غیر حالتِ احرام کے مانند گھروں کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو؛ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

(ب) شانِ نزول: امام بخاریؒ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انصار جب حج کرنے کے لیے احرام باندھ کر گھروں سے نکل جاتے تو پھر اگر کسی غرض سے ان کو دوبارہ گھر میں آنا ہوتا تو وہ عام دروازہ سے نہیں داخل ہوتے؛ بلکہ گھر کے پیچھے دیوار میں نقب لگا کر داخل ہوتے تھے اور وہ اس عمل کو موجبِ ثواب اور کارِ خیر سمجھتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ کوئی نیکی اور کارِ خیر نہیں ہے؛ بلکہ تم اپنے عام دروازہ سے ہی داخل ہوا کرو۔

سوال نمبر ۳۸، جلالین: ص ۲۸ (امتحان داخلہ ۱۴۰۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ﴾ أَيْ لِإِعْلَاءِ دِيْنِهٖ ﴿الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ﴾ مِنَ الْكُفَّارِ ﴿وَلَا تَعْتَدُوْا﴾ عَلَيْهِمْ بِالْاِبْتِدَاءِ بِالْقِتَالِ ﴿إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ اَلْمُتَجَاوِزِيْنَ مَا حَدَّ لَهُمْ وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِآيَةِ بَرَاءَةٍ أَوْ بِقَوْلِهٖ ﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَأَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوْكُمْ﴾ أَيْ مِنْ مَكَّةَ وَقَدْ فُعِلَ بِهِمْ ذٰلِكَ عَامَ الْفَتْحِ ﴿وَالْفِتْنَةُ﴾ اَلشِّرْكُ مِنْهُمْ ﴿أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ لَهُمْ فِي الْحَرَمِ وَالْإِحْرَامِ الَّذِيْ ﴿فَإِنْ قَتَلُوْكُمْ﴾ فِيْهِ ﴿فَاقْتُلُوْهُمْ﴾ فِيْهِ ﴿كَذٰلِكَ﴾ اَلْقَتْلُ وَالْإِخْرَاجُ ﴿جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ۝ فَإِنِ انْتَهَوْا﴾ عَنِ الْكُفْرِ وَأَسْلَمُوْا ﴿فَإِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ﴾ لَهُمْ ﴿رَّحِيْمٌ۝﴾ بِهِمْ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ اور مطلب تحریر کیجیے۔ (ب) مفسر کے تفسیری فوائد کی وضاحت کیجیے۔ (ج) نیز بتائیے آیات مذکورہ کس موقع پر نازل ہوئیں۔

(جواب) **ترجمہ**: (اور اللہ کے راستے میں) دین کی سربلندی کے لیے (ان) کفار (سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لڑو جو تم سے لڑیں اور) ان پر ابتدا بالقتال کر کے (حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے) یہ آیت سورۃ براۃ کی آیت سے منسوخ ہے، یا یہ کہ اگلی ہی آیت کی وجہ سے منسوخ ہے، اور وہ اگلی آیت یہ ہے (اور ان کو قتل کرو جہاں تم ان کو پاؤ اور ان کو وہاں سے نکالو جہاں سے انھوں نے تم کو نکالا ہے یعنی مکہ مکرمہ سے، چناں چہ فتح مکہ کے موقع پر اس کی تعمیل کر دی گئی، (اور فتنہ) یعنی ان کا شرک کرنا (ان کو) حرم میں یا احرام میں (قتل کرنے سے) بڑھ کر ہے پس اگر وہ اس میں تم سے لڑیں، تو تم انھیں) اس میں قتل کرو، ایسا ہی یعنی قتل اور اخراج کافروں کا بدلہ ہے، پس اگر وہ کفر سے (باز آجائیں) اور اسلام قبول کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والے) ان پر رحم کرنے والے ہیں۔

مطلب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لڑو ان پر زیادتی اور ظلم نہ کرو، اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے، اور جہاں انھیں پاؤ قتل کرو، اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے وہاں سے تم ان کو نکال دو، یہ فتح مکہ کے ہنگامے حالات میں ہوا تھا، اور حرم کفار ومشرکین سے پاک کرنا مقصود تھا، شرک میں مبتلا ہونا حرم میں قتل کرنے سے بڑا جرم ہے۔ البتہ یہ ہے کہ تم حرم میں لڑائی کی ابتداء نہ کرو، وہ لڑیں تو تم بھی جواب دو، کفار کا بدلہ یہی ہے، اور اگر وہ کفر و شرک سے توبہ کر کے مسلمان ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ مغفرت ورحم فرمانے والے ہیں، اور یہ قتال اس وقت تک ہے، جب تک شرک ختم نہ ہو جائے اور عبادت خالص اللہ کے لیے نہ ہونے لگے، پھر اگر یہ لوگ شرک سے باز آجائیں تو ان پر زیادتی نہ کرو، جوابی کاروائی کا تعلق صرف ظالموں سے ہے، تم حرمت کے مہینے میں لڑنے سے نہ گھبراؤ، انھوں نے حرمت کے مہینے میں لڑائی چھیڑی تو اس کے بدلے میں تم بھی کاروائی کر سکتے ہو، اور ہر واجب الاحترام معاملہ میں کاروائی ہو سکتی ہے، تو جتنی زیادتی ان کی طرف سے ہو، اسی کے بقدر کاروائی تم بھی کرو، اور اللہ سے ڈرو۔

(ب) مفسر کے تفسیری فوائد کی وضاحت:

(وَلَا تَعْتَدُوْا) عَلَيْهِمْ بِالْاِبْتِدَاءِ بِالْقِتَالِ: شہر حرام میں قتال کی ابتداء کرنا تعدی ہے، اس سے منع کیا گیا، لیکن جوابی کاروائی ممنوع نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بِآيَةِ بَرَاءَةٍ: وہ آیت یہ ہے: وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً. اس آیت سے ابتداء بالقتال کی بھی اجازت ہوگی، پس آیت منسوخ ہے۔

أَوْ بِقَوْلِهِ: پہلی آیت یا تو سورہ برأۃ سے منسوخ ہے، یا اسی سورہ کی اس آیت سے جو متصلا آئی ہے، یعنی (وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ الخ)

وَقَدْ فُعِلَ بِهِمْ ذٰلِكَ عَامَ الْفَتْحِ: ۸ھ میں مکہ فتح ہوا اس وقت جو مسلمان نہیں ہوئے وہ یا تو مارے گئے، یا مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

وَالْفِتْنَةُ) اَلشِّرْكُ: شرک کو فتنہ اس لیے کہا گیا کہ تمام شرور وفتن کی جڑ وہی ہے۔

وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: عند بمعنی فی ہے، اسی لیے فی الحرام سے تفسیر کی گئی۔

(ج) بتایئے آیات مذکورہ کس موقع پر نازل ہوئیں؟ اور جب نبی کریم ﷺ کو صلح حدیبیہ کے سال بیت اللہ سے روک دیا گیا، اور کفار نے اس بات پر صلح کرلی کہ آپ اگلے سال آئیں گے اور مکہ ان کے لیے تین دن کے لیے خالی ہوجائے گا، اس کے بعد آپ ﷺ نے عمرۃ القضاء کی تیاری کی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ قریش اپنا قول وقرار شاید نہ پورا کریں اور لڑائی کرنے لگیں، اور مسلمانوں کو اس سے گرانی ہوئی کہ ان سے حرم میں، حالت احرام میں اور محترم مہینہ میں لڑنا پڑے، تو اسی موقع پر اگلی آیت نازل ہوئی۔

سوال نمبر ۳۹، جلالین: ص ۲۸ (امتحان سالانہ ۱۴۰۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ﴾ الْمُحَرَّمُ مُقَابِلٌ ﴿بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾ فَكَمَا قَاتَلُوْكُمْ فِيْهِ فَاقْتُلُوْهُمْ فِيْ مِثْلِهِ رَدٌّ لِاسْتِعْظَامِ الْمُسْلِمِيْنَ ذٰلِكَ ﴿وَالْحُرُمٰتُ﴾ جَمْعُ حُرْمَةٍ مَايَجِبُ إِحْتِرَامُهُ ﴿قِصَاصٌ﴾ أَيْ يُقْتَصُّ بِمِثْلِهَا إِذَا انْتُهِكَتْ ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ سُمِّيَ مُقَابَلَتُهُ اِعْتِدَاءً لِشِبْهِهَا بِالْمُقَابَلِ بِهِ فِي الصُّوْرَةِ ﴿وَاتَّقُوا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اللهِ﴾ فِي الْاِنْتِصَارِ ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۝﴾ بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول لکھیں۔

(ج) اشہرِ حرم کل کتنے ہیں اور کیا ہیں؟ (د) سُمِّيَ مقابلته اعتداء سے مفسر کس بات کی تشریح کر رہے ہیں؟

(جواب) ترجمہ: ماہِ محرم عوض ہے ماہِ محرم کا، لہٰذا جس طرح انہوں نے اس میں تم سے قتال کیا تم بھی اس جیسے مہینہ میں قتال کرو اور یہ مسلمانوں کے اس مہینہ کو باعظمت سمجھنے کا رَد ہے اور احترام میں برابری ہے حرمات حرمۃ کی جمع ہے، جس کا احترام واجب ہو اور احترام کا لحاظ برابری کے ساتھ ہوگا یعنی اگر بے حرمتی کی جائے تو اس کے مثل بدلہ لیا جائے گا جو شخص تمہارے اوپر ظلم کرے تو تم بھی اس پر اتنا ہی ظلم کر سکتے ہو جتنا اس نے تم پر کیا ہے ظلم کی جزاء کو ظلم کے مقابلہ کے طور پر کہا گیا ہے صورۃً اس زیادتی کے اپنے مقابل کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اور اللہ سے ڈرتے رہو بدلہ لینے میں اور خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ مدد اور نصرت کے ذریعہ متقیوں کے ساتھ ہے۔

(ب) شانِ نزول: ذی قعدہ ۶ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادے سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے اس وقت تک مکہ مشرکین کے قبضہ میں تھا، تو انہوں نے حدیبیہ کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھیوں کو روک دیا، آخر کار یہ معاہدہ طے پایا کہ آئندہ سال آ کر عمرہ کریں؛ چناں چہ ذی قعدہ ۷ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر عمرہ کے ارادے سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے؛ لیکن صحابہ کرامؓ کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں مشرکین مکہ عہد شکنی کر کے حملہ نہ کر دیں؛ اس لیے ایسی حالت میں نہ سکوت مصلحت ہے اور اگر مقابلہ کیا جائے تو ماہِ محرم میں قتال لازم آتا ہے؛ اس لیے کہ ذی قعدہ چار محترم مہینوں میں سے ہے۔ مسلمان ایسی صورتِ حال سے پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل کی کہ ان معاہدہ کرنے والوں کے ساتھ معاہدہ کی رو سے تم اپنی جانب سے ابتداء نہ کرو؛ لیکن اگر وہ لوگ عہد شکنی کر کے تم سے لڑائی پر آمادہ ہو جائیں تو اس وقت تم کسی قسم کا اندیشہ نہ کرو، اور بے تکلف ان سے لڑو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) اشہر حرم کل کتنے ہیں اور کیا ہیں؟ اشہرِ حرم کل چار ہیں: (۱) محرم الحرام (۲) رجب المرجب (۳) ذی قعدہ (۴) ذی الحجہ۔

(د) سُمِّيَ مقابلته اعتداء سے مفسر کس بات کی تشریح کررہے ہیں؟

سمی مقابلته إلخ سے ایک شبہ کا ازالہ مقصود ہے۔

شبہ: ظالم سے اگر ظلم کا بدلہ لیا جائے تو اسے ظلم نہیں کہتے؛ بلکہ وہ تو اس کا حق ہے؛ لیکن یہاں پر بدلہ لینے کو اعتداء سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جواب: چوں کہ صورۃً دونوں ایک ہیں؛ اس لیے جزاء اعتداء کو اعتداء سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

سوال نمبر ۴۰، جلالین: ص ۲۹ (امتحان داخلہ ۱۴۲۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ اَدُّوْهُمَا بِحُقُوْقِهِمَا ﴿فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ﴾ مُنِعْتُمْ عَنْ اِتْمَامِهِمَا بِعَدُوٍّ اَوْ نَحْوِهٖ ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ﴾ تَيَسَّرَ ﴿مِنَ الْهَدْيِ﴾ عَلَيْكُمْ وَهُوَ شَاةٌ ﴿وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ﴾ أَيْ لَا تَتَحَلَّلُوْا ﴿حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ﴾ اَلْمَذْكُوْرُ ﴿مَحِلَّهٗ﴾ حَيْثُ يَحِلُّ ذَبْحُهٗ وَهُوَ مَكَانُ الْاِحْصَارِ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ فَيُذْبَحُ فِيْهِ بِنِيَّةِ التَّحَلُّلِ وَيُفَرَّقُ عَلٰى مَسَاكِيْنِهٖ وَيُحْلَقُ وَبِهٖ يَحْصُلُ التَّحَلُّلُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) بتلائیے کہ احناف کے نزدیک عمرہ واجب ہے یا سنت؟ اگر سنت ہے تو اتموا کا امر حج اور عمرہ دونوں کے متعلق ہے تو اب اگر امر وجوب کے لیے ہے تو دونوں کا وجوب لازم آتا ہے اور اگر امر ندب کے لیے ہے تو دونوں کا سنت ہونا لازم آتا ہے؛ حالاں کہ حج کی فرضیت پر سب کا اتفاق ہے آپ اس گتھی کو سلجھائیے۔ (ج) بتائیے کہ محصر اپنی ہدی تحلل کہاں ذبح کرے؟ جائے احصار میں یا حرم میں؟ اس مسئلہ میں احناف وشوافع کی رائے مع تحریر کریں۔

(جواب) **ترجمہ:** اور حج وعمرہ اللہ کے لیے پورا کرو یعنی دونوں کو ان کے حقوق کی رعایت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے ساتھ ادا کرو پس اگر حج وعمرہ سے (یعنی) ان کے پورا کرنے سے دشمن یا اسی جیسی کسی اور چیز کے ذریعہ تم کو روک دیا جائے تو جو ہدی (قربانی کا جانور) تم کو میسر ہو اور وہ بکری ہے اور اپنے سروں کا حلق نہ کراؤ یعنی حلال نہ ہو، تاوقتے کہ ہدی مذکور اپنی جگہ نہ پہنچ جائے، جہاں اس کا ذبح کرنا جائز ہے اور وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک احصار کی جگہ ہے، لہٰذا حلال ہونے کی نیت سے اسی جگہ (ہدی) ذبح کردی جائے اور اس مقام کے مساکین پر گوشت تقسیم کردیا جائے اور حلق کرالیا جائے، اس سے حلت حاصل ہوجائے گی۔

(ب) احناف کے نزدیک عمرہ واجب ہے یا سنت؟ جواب حاصل یہ ہے کہ احناف کے نزدیک عمرہ سنت ہے اور رہا (اَتِمُّوْا) کے امر کے سلسلے میں کلام تو وہ ندب کے لیے ہے۔ پھر یہ سوال کہ اس سے حج کا سنت ہونا بھی ثابت ہوگا؛ کیوں کہ یہ امر دونوں سے متعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں امر دونوں سے متعلق ہے؛ لیکن یہ امر ابتداء اسلام کا ہے جب کہ دونوں سنت ہی تھے؛ لیکن بعد میں حج کی فرضیت اللہ کے قول وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ الخ کی وجہ سے ثابت ہوئی اور عمرہ اپنی اصلی حالت میں باقی رہا۔

(ج) محصر اپنی ہدیِ تحلل کہاں ذبح کرے؟ جائے احصار میں یا حرم میں؟

اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ محصر اپنی ہدی کہاں ذبح کرے گا۔

مسئلہ میں احناف وشوافع کی رائے مع:

امام شافعیؒ کا مسلک: ان کے نزدیک محصر اپنی ہدی تحلل احصار کی جگہ پر ذبح کریگا۔

ان کی دلیل: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنی ہدی کو حدیبیہ میں ہی ذبح کردیا تھا، جب کہ حدیبیہ حل میں ہے اور حرم سے خارج ہے۔

احناف کا ملک: ہمارے نزدیک ہدی کو حرم میں بھیجا جائے گا اور وہیں ذبح کیا جائیگا۔

احناف کی دلیل: ہماری بھی دلیل حدیبیہ والی حدیث ہے وہ اس طور پر کہ اگرچہ آپ ﷺ نے حدیبیہ میں ہی ذبح کیا تھا؛ مگر وہ حصہ حرم میں داخل تھا؛ کیوں کہ حدیبیہ کا تھوڑا سا حرم میں داخل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۴۱، جلالین: ص ۲۹ (امتحان ششماہی ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت با اعراب: ﴿اَلْحَجُّ﴾ وَقْتُهُ ﴿اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ﴾ عَلٰى نَفْسِهٖ ﴿فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ الْاَوَّلَيْنِ وَالْمُرَادُ فِي الثَّلٰثَةِ النَّهْيُ ﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ فَيُجَازِيْكُمْ بِهٖ ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ مَا يُتَّقٰى بِهٖ سُؤَالَ النَّاسِ وَغَيْرِهٖ ﴿وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) دوسری آیت کا شانِ نزول تحریر کریں۔ (ج) اشہر معلومات کے سلسلے میں ائمہ کا اختلاف بیان کریں۔ (د) تفسیری کلمات کی وضاحت کریں۔ (ہ) رفث، فسوق، اور جدال کی لغوی صرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: حج کا وقت متعین مہینے ہیں تو جس نے ان مہینوں میں حج کا احرام باندھ کر اپنے اوپر حج لازم کرلیا تو نہ اس کے لیے حالتِ احرام میں فحش بات جائز ہے اور نہ ارتکابِ معاصی اور نہ حج میں لڑائی جھگڑا ہے اور ایک قراءت میں اوّل دونوں (رفث و فسوق) میں فتحہ ہے (یعنی مبنی بر فتحہ) اور نفی کے تینوں صیغوں سے یہی مراد ہے، اور جو بھی تم کارِ خیر کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے تو وہ تم کو اس کا صلہ دے گا۔ اور تم لوگ زادِ راہ ہمراہ لے لیا کرو، بلاشبہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے جس کی وجہ سے لوگوں سے سوال وغیرہ سے بچا جائے اور اے دانشمندو! مجھ ہی سے ڈرو۔

(ب) آیت کا شانِ نزول: زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ حج کے لیے ساتھ میں زادِ راہ لے جانے کو برا سمجھتے تھے، اور یمن کے باشندے اس معاملہ میں زیادہ غلو کے شکار تھے اور اس کو خلافِ توکل سمجھتے تھے، نتیجۃً خود بھی تکلیف میں رہتے اور دوسروں پر بھی بار ڈالتے، مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس باطل خیال کی تردید کی، اور فرمادیا کہ زادِ راہ ہمراہ لے جانا نہ تو کوئی خوبی ہے اور نہ تقویٰ کی بات ہے، اصل تقویٰ تو اللہ سے ڈرنا ہے اور اس کی خلاف ورزی سے اجتناب کرنا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

(ج) اشہر معلومات کے سلسلے میں ائمہ کا اختلاف: شوال اور ذی القعدہ تو بالاتفاق ہیں؛ البتہ ذی الحجہ کے دس دنوں میں اختلاف ہے اور اس سلسلے میں تین اقوال ہیں:

امام شافعیؒ کا قول: ان کے نزدیک صرف راتیں ہیں، دسواں دن اس میں داخل نہیں۔

امام مالکؒ کا قول: ان کے نزدیک ذی الحجہ کا پورا مہینہ ایامِ حج میں داخل ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا قول: ان کے نزدیک ذی الحجہ کے دس دن پورے داخل ہیں۔

(د) تفسیری کلمات کی وضاحت:

(وقته): اس تفسیر کے ذریعہ اشارہ ہے اس بات کی کہ یہاں پر حج کا مضاف محذوف ہے اور اصل عبارت وقت الحج ہے، اور اگر مضاف محذوف نہ مانیں تو مصدر کا حمل ذات پر کرنا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں؛ کیوں کہ مضاف محذوف نہ ماننے کی صورت میں عبارت ہوگی: الحج اشهر.

وفي قراءة: اس اضافہ کا مقصد قرأت کے اختلاف کو بتلانا ہے۔

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ: میں چار قرأتیں ہیں؛ مگر صاحب جلالین نے صرف دو کی جانب اشارہ کیا ہے، غالباً مفسر کے سامنے وہ والا نسخہ ہے جس میں تینوں پر رفع ہے؛ اس لیے فرمایا کہ ایک قرأت میں پہلے دو پر فتحہ ہے اور جدال پر رفع ہی ہے۔

چار قرأتیں یہ ہیں:

(۱) تینوں کا نصب (۲) تینوں کا رفع (۳) پہلے دو کا رفع اور تیسرے کا نصب (۴) پہلے دو کا نصب اور تیسرے کا رفع۔

والمراد فى الثلاثة إلخ: اس اضافہ کا مقصد ایک سوال کو رفع کرنا ہے۔

سوال: لا رفث، لا فسوق، لا جدال یہ تینوں نفی کے صیغے ہیں، ان میں خبر دی گئی ہے کہ حج میں نہ فحش بات کا وجود ہے اور نہ فسق اور لڑائی جھگڑے کا، جب کہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ تینوں چیزیں حج میں پیش آتی ہیں، حالاں کہ خدائی کلام میں کذب نہیں۔

جواب: نفی سے مراد نہی ہے اور اصل مقصد لا ترفثوا. لا تفسقوا. لا تجادلوا ہے یعنی حج کے موقع پر مذکورہ تینوں کام سے ضرور بچو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ہ) رفث، فسوق، اور جدال کی لغوی صرفی تحقیق:

(رَفَثٌ): سمع سے مصدر ہے معنی فحش گوئی کرنا؛ البتہ یہاں پر جماع سے کنایہ ہے۔

(فسوق): نصر سے مصدر ہے معنی نافرمانی کرنا۔

(جدال): مفاعلۃ سے مصدر ہے بمعنی جھگڑا کرنا، کٹ حجتی کرنا، بحث ومباحثہ کرنا۔

سوال نمبر ۲ ۴، جلالین: ص ۳۰ (امتحان سالانہ ۱۴۱۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ اِذَا تَوَلّٰى﴾ اِنْصَرَفَ عَنْكَ ﴿سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ﴾ مِنْ جُمْلَةِ الْفَسَادِ ﴿وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۝﴾ أَيْ لَا يَرْضٰى بِهٖ ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ﴾ فِيْ فِعْلِكَ ﴿اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ﴾ حَمَلَتْهُ الْاَنَفَةُ وَالْحَمِيَّةُ عَلَى الْعَمَلِ ﴿بِالْاِثْمِ﴾ اَلَّذِيْ أُمِرَ بِاتِّقَائِهٖ ﴿فَحَسْبُهٗ﴾ كَافِيْهِ جَهَنَّمُ اَلْفِرَاشُ هِيَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول لکھیں۔

(ج) تفسیری جملوں کی وضاحت کریں۔

(جواب) **ترجمہ:** اور جب وہ واپس جاتا ہے (تو آپ کی مجلس سے لوٹتا ہے) تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے تاکہ فساد پھیلائے، اور کھیتی اور نسل کو برباد کرتا ہے، یہ بھی منجملہ فساد کے ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا، یعنی اس سے راضی نہیں ہے اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ تو اپنی حرکتوں میں اللہ سے ڈر، تو اس کو تکبر اور جاہلی تعصب گناہ پر آمادہ کرتا ہے جس سے اس کو بچنے کے لیے کہا گیا تو اس کے لیے جہنم کافی ہے (اور وہ برا ٹھکانہ ہے) برا بچھونا ہے۔

(ب) شانِ نزول:

بعض ضعیف روایات کے مطابق یہ آیت اخنس بن شریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی؛ مگر آیت کے مصداق تمام منافقین ہیں۔

اخنس بن شریق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا تھا اور قسمیں کھا کھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے محبت کا دعویٰ کرتا تھا؛ مگر حقیقت میں وہ منافق تھا۔ ایک مرتبہ وہ آپ ﷺ کی مجلس سے لوٹا تو راستے میں مسلمانوں کے کچھ کھیت تھے جن میں جانور چر رہے تھے، اس نے خباثت کر کے کھیت میں آگ لگا دی اور جانوروں کی کونچیں کاٹ دیں، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، خدا نے اس کے اس دعوے کی تردید کی۔

(ج) تفسیری جملوں کی وضاحت:

من جملة الفساد: یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے أي هو من الفساد اس اضافت کا مقصد ایک سوال کا دور کرنا ہے۔

سوال: لیفسد فیها عام ہے، اس میں ہر طرح کے فساد شامل ہیں، پھر الگ سے یهلك الحرث والنسل کہنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: یہ عطف خاص علی العام کے قبیل سے ہے، من جملة الفساد سے اس جواب کی طرف اشارہ ہے۔

لا یرضی به: یعنی اللہ کی محبت اس کی مرضی کا نام ہے۔

سوال نمبر ۴۳، جلالین: ص ۳۲ (امتحان داخلہ ۱۴۲۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾ اَلْمُحَرَّمِ ﴿قِتَالٍ فِيْهِ﴾ بَدَلُ اِشْتِمَالٍ ﴿قُلْ﴾ لَهُمْ ﴿قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ﴾ عَظِيْمٌ وِزْرًا مُبْتَدَأٌ وَ خَبَرٌ ﴿وَصَدٌّ﴾ مُبْتَدَأٌ مَنْعٌ لِلنَّاسِ ﴿وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ﴾ وَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَ خَبَرُ الْمُبْتَدَإِ ﴿اَكْبَرُ﴾ اَعْظَمُ وِزْرًا ﴿عِنْدَ اللّٰهِ﴾ مِنَ الْقِتَالِ فِيْهِ ﴿وَالْفِتْنَةُ﴾ الشِّرْكُ مِنْكُمْ ﴿اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول لکھ کر تفسیر کریں۔

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ماہِ حرام یعنی ماہِ محترم میں لڑنا کیسا ہے؟ قتال فیه بدل اشتمال ہے (عن الشهر الحرام سے) آپ ان کو بتا دیجیے کہ ان میں قتل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنا بہت بُرا ہے یعنی گناہ کے اعتبار سے بڑا جرم ہے (قتال فیہ) مبتدا خبر ہیں، اور لوگوں کو اللہ کے راستہ یعنی ان کے دین سے روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام یعنی مکہ سے روکنا اور اہلِ حرم کو حرم سے نکالنا اور وہ محمد ﷺ اور مومنین ہیں اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے اس میں قتال کرنے سے (صد) مبتدا اور اکبر عند اللہ اس کی خبر ہے اور فتنہ یعنی تمہارا شرک کرنا قتل کرنے سے شدید تر ہے۔

(ب) شانِ نزول:

رجب ۲ ھ میں آپ ﷺ نے ایک دستہ نخلہ کی جانب بھیجا تھا (نخلہ مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے) اور ان کو ہدایت دی کہ قریش کی نقل و حرکت اور ان کے آئندہ ارادوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا۔ آپ ﷺ نے ان کو جنگ کی اجازت نہیں دی تھی؛ مگر ان کو راستے میں قریش کا ایک تجارتی قافلہ ملا، انہوں نے اس قافلہ پر حملہ کر دیا، اور عمر بن عبداللہ حضرمی نام کے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔

ایک فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا، باقی دو آدمیوں کو گرفتار کر کے مال و اسباب کے ساتھ مدینہ لے آئے، اور یہ ساری کارروائی اس وقت ہوئی جب جمادی الثانی ختم ہو رہا تھا اور رجب شروع ہو چکا تھا، اور رجب اشہر حرم میں سے ہے؛ مگر قریش نے اور ان سے ملے ہوئے یہود و منافقین نے مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے لیے اس واقعہ کو خوب شہرت دی اور سخت اعتراضات شروع کر دیے، اس سلسلے میں مشرکین کا ایک وفد آپ ﷺ سے ملا اور ماہِ محرم میں قتال کے متعلق فتویٰ معلوم کیا، اس آیت میں ان کے اعتراضات کا جواب دیا گیا اور ماہِ محرم میں قتال کا حکم نازل کیا گیا۔

تفسیر: اس آیت میں ان کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ جواب دو طریقے سے دیا گیا: ایک تسلیمی جواب کہ مسلمانوں نے اشہرِ حرم میں قتال کیا اور اس میں قتال کرنا بہت بڑا گناہ ہے؛ مگر ان سے اس واقعہ کا وقوع قصداً نہیں ہوا؛ بلکہ غلط فہمی کے چلتے ہوا، جو گناہ نہیں ہے؛ کیوں کہ مسلمان جمادی الثانی کی آخری تاریخ سمجھ رہے تھے، جو اتفاقاً رجب کی پہلی تاریخ نکلی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اورالزامی جواب یہ ہے کہ بلاشبہ ماہِ محرم میں قتل کرنا بہت بُری حرکت ہے؛ مگراس سلسلے میں اعتراض کرنا ان لوگوں کو زیب نہیں دیتا جنھوں نے تقریباً تیرہ برس تک اپنے بھائیوں پر صرف اس لیے ظلم کیے کہ انہوں نے ایک خدا کو مانا اور ظلم اس حدتک کیا کہ ان کو گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی، اس پر اکتفاء نہیں کیا؛ بلکہ ان بھائیوں کو مسجدِ حرام جیسی متبرک جگہ میں آنے سے روک دیا؛ حالاں کہ مسجد حرام کسی کی مملوکہ جائداد نہیں، جب ان ظالموں کا اعمال نامہ ان سیاہ کرتوتوں سے بھرا پڑا ہے ان کو کیا حق ہے کہ ایک چھوٹی سی سرحدی جھڑپ پر اتنا ہنگامہ کریں اور آسمان سر پر اُٹھالیں۔

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت:

المحرم: اس سے ایک سوال کا دفع مقصود ہے۔

سوال: الشهر الحرام پر مصدر کا حمل ذات پر ہورہا ہے جو کہ درست نہیں۔

جواب: الحرام مصدر المحرّم مفعول کے معنیٰ میں ہے؛ لہٰذا کوئی اعتراض نہیں۔

بدل الاشتمال: قتال فيه یہ بدل اشتمال ہے اشهر الحرام سے۔

الشرك منكم: اس سے بھی ایک اشکال کا جواب مقصود ہے۔

اشکال: الفتنة اكبر یہ دونوں مبتداء خبر ہیں؛ لیکن ان دونوں میں تذکیر وتانیث کے اعتبار سے مطابقت نہیں ہے۔

جواب: الفتنة یہاں پر الشرك کے معنیٰ میں ہے، پس مطابقت پائی گئی۔

سوال نمبر ۴۴، جلالین: ص ۳۲ (امتحان ششماہی ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ﴾ الصَّالِحَةُ ﴿فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ﴾ فَلَا اِعْتِدَادَ بِهَا وَلَا ثَوَابَ عَلَيْهَا وَالتَّقْيِيْدُ بِالْمَوْتِ عَلَيْهِ يُفِيْدُ أَنَّهُ لَوْرَجَعَ إِلَى الْاِسْلَامِ لَمْ يَبْطُلْ عَمَلُهُ فَيُثَابُ عَلَيْهِ وَلَا يُعِيْدُهُ كَالْحَجِّ مَثَلًا وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ ﴿وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) ارتداد کے حبطِ اعمال ہونے میں علماء کا کیا اختلاف ہے؟ مفسر علام نے آیت سے استدلال کیا ہے تو احناف نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟ واضح کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھرے گا اور وہ کفر ہی کی حالت میں مرے گا تو اس کے اعمالِ صالحہ دنیا و آخرت میں ضائع ہو جائیں گے نہ تو ان اعمال کا شمار ہوگا اور نہ ان پر اجر ملے گا اور کفر ہی پر مرنے کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ اگر یہ شخص اسلام کی طرف واپس آ گیا تو اس کا عمل ضائع نہیں ہوگا، لہٰذا اس پر ثواب عطاء کیا جائے گا اور وہ اس عمل کا اعادہ نہ کرے گا جیسا کہ حج مثلاً یہی امام شافعیؒ کا بھی مسلک ہے اور ایسے سب لوگ جہنمی ہیں ہمیشہ یہ لوگ جہنم میں ہی رہیں گے۔

(ب) مطلب:

یعنی دینِ اسلام سے پھر جانا اور مرنے تک اسی پر قائم رہنا ایسی سخت بلا اور مصیبت ہے کہ عمر بھر کے نیک اعمال ان کے ضائع ہو جاتے ہیں کہ وہ سب کچھ کرنے کے باوجود کسی بھلائی کے مستحق نہیں رہتے، دنیا میں نہ ان کی جان و مال محفوظ رہتی اور نہ نکاح ہی قائم رہتا ہے نہ ان کو میراث ملتی ہے اور اسی طرح نہ آخرت میں ثواب اور نہ کبھی جہنم میں سے نجات نصیب ہوگی، بس اتنا ہے کہ اگر پھر اسلام قبول کر لیا تو اس اسلام کے بعد کیے گئے اعمالِ حسنہ کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور جہنم سے کبھی نہ کبھی چھٹکارہ نصیب ہو جائے گا۔

(ج) ارتداد کے حبطِ اعمال ہونے میں علماء کا کیا اختلاف ہے؟

ارتداد کا حبطِ اعمال ہونے میں کچھ شرطوں کے ساتھ سب کے نزدیک اتفاق ہے یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک بھی ارتداد حبطِ اعمال کا سبب ہے؛ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ جو مرتد ہوا ہے اگر وہ مرنے سے پہلے واپس اسلام میں داخل ہو گیا تو پھر ارتداد حبطِ اعمال کا سبب نہیں؛ بلکہ اس کے اعمال جو قبل از ارتداد ہیں اس پر ثواب دیا جائے گا اور اگر حجِ فرض ادا کیا تھا تو اب اسے اس حج کے علاوہ حج کے اعادہ کی بھی ضرورت نہیں۔ اس کے برخلاف امام اعظم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ارتداد از سرِ نو حبطِ اعمال کا سبب ہے بغیر کسی قید کے کہ اگر وہ ایمان لے بھی آئے تب بھی ارتداد سے قبل کیے گئے اعمال سب فاسد و باطل ہوں گے، اس کا کوئی شمار نہ ہوگا، ہاں! دوبارہ اسلام لانے کے بعد اگر اعمالِ صالحہ کرے گا تو اس پر اجر ملے گا۔

مفسر علام نے آیت سے استدلال کیا ہے تو احناف نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟

مفسر علام نے امام شافعیؒ کی تائید میں آیت سے اس طور پر استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیت میں موت کی قید لگائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ قید نہ پائی جائے یعنی وہ حالتِ ارتداد میں نہ مرے؛ بلکہ دوبارہ ایمان لے آئے تو اس کے اعمال باطل نہ ہوں گے۔

اس کا احناف کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ آیت نے توحبطِ اعمال اور خلود فی النار کا فائدہ دیا ہے کہ ارتداد سے حبطِ اعمال ہوگا اور موت سے خلود فی النار ہوگا تو موت کی قید یہ خلود فی النار کے لیے ہے کہ اگر وہ کفر کی حالت میں مرتا ہے تو وہ ہمیشہ ہمیش داخلِ نار ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو خلود فی النار نہ ہوگا، رہے اعمال، تو وہ ارتداد ہی کی وجہ سے فاسد ہو جائیں گے۔

ثمرۂ اختلاف یہ ہوگا کہ ایک شخص حالتِ اسلام میں نماز پڑھتا ہے پھر مرتد ہو جاتا ہے پھر اسی نماز کے وقت کے اندر اندر وہ دوبارہ اسلام قبول کرتا ہے تو اب امام شافعیؒ کے نزدیک وہ نماز نہیں لوٹائے گا؛ لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو نماز لوٹانی ہوگی۔

سوال نمبر ۴۵، جلالین: ص ۳۳ (امتحان ششماہی ۱۴۳۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ﴾ عَظِيْمٌ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالْمُثَلَّثَةِ لِمَا يَحْصُلُ بِسَبَبِهِمَا مِنَ الْمُخَاصَمَةِ وَالْمُشَاتَمَةِ وَقَوْلِ الْفُحْشِ ﴿وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ﴾ أَيْ مَا يُنْشَأُ عَنْهُمَا مِنَ الْمَفَاسِدِ ﴿اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ وَلَمَّا نَزَلَتْ شَرِبَهَا قَوْمٌ وَ اِمْتَنَعَ آخَرُوْنَ إِلٰى أَنْ حَرَّمَتْهُمَا آيَةُ الْمَائِدَةِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری عبارت کی روشنی میں آیت کا مطلب لکھیں، نیز یسئلونك کی ضمیر کا مرجع بھی متعین کریں۔ (ج) خمر اور میسر کا حکم لکھتے ہوئے بتائیں کہ ان میں منافع کیا کیا ہیں؟ (د) آج کل کی لاٹری کا کیا حکم ہے؟ میسر میں داخل ہے یا نہیں؟ آیتِ مائدہ کی تعیین بھی کریں۔

(جواب) ترجمہ: آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں (ان کے حکم کے بارے میں) ان کو بتادیں ان دونوں کے کرنے میں گناہِ عظیم ہے اور ایک قرأت میں (کبیر) ثاء مثلثہ کے ساتھ یعنی (کثیرٌ) ہے، اس لیے کہ ان دونوں کی وجہ سے عداوت، گالی گلوچ اور فحش گوئی کی نوبت آتی ہے، اور ان میں لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہیں، اور ان کا گناہ یعنی ان مفاسد کا گناہ جو ان دونوں سے پیدا ہوتے ہیں عظیم تر ہیں اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو کچھ لوگ شراب پیتے رہے اور کچھ پینے سے باز آگئے، حتیٰ کہ سورۂ مائدہ کی آیت نے ان دونوں کو حرام کر دیا۔

(ب) تفسیری عبارت کی روشنی میں آیت کا مطلب: شراب شروع اسلام میں حلال تھی، پھر اس کو کئی مرحلوں میں حرام کیا گیا؛ چناں چہ مذکورہ آیت کے ذریعہ سب سے پہلے اس پر اظہار ناپسندیدگی کو بیان کیا گیا، اور اس کے نفع و نقصان دونوں کو بیان کیا گیا، تاکہ ذہن اس کی حرمت قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائے، اس کے بعد شراب پی کر نماز پڑھنے کی ممانعت آئی، لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى پھر شراب، جوئے اور اس قسم کی تمام چیزوں کو حرام کر دیا گیا۔

یسئلونك کی ضمیر کا مرجع:

یسئلونك کی ضمیر کا مرجع حضرت ابن عمرؓ، معاذ ابن جبلؓ اور صحابہؓ کی ایک جماعت ہے۔

(ج) خمر اور میسر کا حکم: یہ دونوں اصح قول کی رو سے بالاتفاق حرام ہیں۔

ان میں منافع کیا کیا ہیں؟ خمر میں لذت و مسرت اور ایک طرح کا سرور ہے، اور جوئے میں بلا کسی تکلیف و مشقت کے مال کا حصول ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) آج کل کی لاٹری کا کیا حکم ہے؟ میسر میں داخل ہے یا نہیں؟

آج کل کی جو لاٹری کا نظام ہے وہ بھی میسر میں داخل ہے۔

آیتِ مائدہ کی تعیین:

اس سے مراد: یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ ہے۔

سوال نمبر ۴۶، جلالین: ص ۳۵ (امتحان ششماہی ۱۴۳۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ﴾ أَيْ لِیُرْضِعْنَ ﴿اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ﴾ صِفَةٌ مُؤَکِّدَةٌ ذٰلِكَ ﴿لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ وَلَا زِیَادَةَ عَلَیْهِ ﴿وَ عَلَی الْمَوْلُوْدِ لَهٗ﴾ أَيِ الْأَبِ ﴿رِزْقُهُنَّ﴾ إِطْعَامُ الْوَالِدَاتِ ﴿وَ کِسْوَتُهُنَّ﴾ عَلَی الْإِرْضَاعِ إِذَا کُنَّ مُطَلَّقَاتٌ ﴿بِالْمَعْرُوْفِ﴾ بِقَدْرِ طَاقَتِهِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) فوائد تفسیر یہ بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ مفسر نے (ولا زیادۃ علیه) سے کس امام کا مسلک بیان کیا ہے اور احناف کا مسلک اس سلسلے میں کیا ہے؟ مدلل لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: جو باپ چاہتے ہوں کہ ان کے بچے پوری مدت رضاعت دودھ پئیں نہ کہ اس سے زیادہ تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دوسال دودھ پلائیں کاملین حولین کی صفت مؤکدہ ہے، (اس صورت میں) بچے کے باپ کو معروف طریقے سے گنجائش کے مطابق بچے کی ماں کو دودھ پلانے کے عوض کھانا کپڑا دینا ہوگا، جب کہ وہ مطلقات ہو۔

(ب) **تفسیر:** ماقبل میں نکاح اور طلاق کے مسائل بیان کیے گئے، اب مذکورہ آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نومولود بچے کے دودھ پلانے کے متعلق احکام بیان فرما رہے ہیں، ماں کو تو حکم یہ ہے کہ وہ مکمل دوسال تک اپنے بچے کو دودھ پلائے گی اور اس میں کمی کی گنجائش ہے پورے دوسال ضروری نہیں ہے، جیسا کہ اخیر آیت میں اس کا بیان ہے اور دوسال کی مدت میں منکوحہ اور مطلقہ سب داخل ہیں کہ دوسال تک دودھ پلاسکتی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ مطلقہ کو دودھ پلانے کے عوض کھانا اور کپڑا ملے گا اور یہ شوہر کی مالی حالت کے اعتبار

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے ہوگا، کہ شوہر اگر مالدار ہے تو اچھا والا کپڑا اور اچھا کھانا دے گا اور شوہر اگر غریب ہو تو اس کے حسبِ حال کھانا کپڑا ادا یا جائے گا۔

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت:

لیرضعن: اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ آیت میں خبر بمعنیٰ امر ہے۔

صفة مؤكدة: یعنی کاملین یہ حولین کی صفت ہے جو اس کے معنیٰ کی تاکید کر رہا ہے۔

ذٰلك: بین السطور کے بیان کے مطابق اس کے ذریعہ اشارہ اِس بات کی طرف ہے کہ آگے جو (لمن) آرہا ہے اس میں لام بیان کے لیے ہے۔

المولود له أي الأب: الأب سے اشارہ ہے کہ حقیقتاً مولود لہٗ باپ ہی ہوتا ہے، اسی کے لیے بچہ کو جنا جاتا ہے اور اس کی طرف بچے کی نسبت کی جاتی ہے، اسی وجہ سے نسبت میں باپ کا اعتبار ہوتا ہے۔

إذا كن مطلقات: اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ نفقہ اور کسوہ کو بطورِ اُجرت لینا صرف مطلقہ کے لیے جائز ہے؛ البتہ منکوحہ کے لیے یہ چیزیں حقِ شرع کے طور پر ثابت ہوتی ہیں۔

(ولا زيادة عليه) سے کس امام کا مسلک بیان کیا ہے؟

ولا زيادة عليه: اس سے اشارہ امام شافعیؒ وغیرہ کے قول کی طرف کہ مدتِ رضاعت صرف دو سال ہے اور ان کے ساتھ صاحبینؒ بھی ہیں، اسی طرح امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدتِ رضاعت پورے تیس مہینے یعنی ڈھائی سال ہے۔

شوافع وغیرہ کی دلیل: ان کی دلیل یہ ہے کہ: فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ میں مدتِ رضاعت کو بیان کیا گیا ہے اور اس سے پہلے دو سال کا ذکر ہے، تو معلوم ہوا کہ مدتِ رضاعت پورے دو سال ہے۔

امام صاحبؒ کی دلیل: وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا اس میں حمل اور فصال دونوں کی مدت پورے تیس مہینے بتلائی گئی ہے اور تیس مہینے ڈھائی سال ہوتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ حمل اور رضاعت کی مدت ڈھائی سال ہے؛ لیکن حمل کی مدت کے سلسلے میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت عائشہؓ کی حدیث متعارض ہے؛ اس لیے مدتِ حمل صرف دو سال ہے؛ لیکن مدتِ رضاعت میں کوئی حدیث متعارض نہیں؛ اس لیے اس کی مدت ڈھائی سال ہی باقی رہی۔

سوال نمبر ۷ ۴، جلالین: ص ۳۶ (امتحان داخلہ ۱۴۱۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾ وَفِيْ قِرَاْءَةٍ تَمَاسُّوْهُنَّ أَيْ تُجَامِعُوْهُنَّ ﴿أَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ مَهْرًا وَمَامَصْدَرِيَّةٌ ظَرْفِيَّةٌ أَيْ لَاتَبِعَةَ عَلَيْكُمْ فِي الطَّلَاقِ زَمَنَ عَدَمِ الْمَسِيْسِ وَالْفَرْضِ بِإِثْمٍ وَلَامَهْرٍ فَطَلِّقُوْهُنَّ ﴿وَ مَتِّعُوْهُنَّ﴾ أَيْ أَعْطُوْهُنَّ مَايَتَمَتَّعْنَ بِهِ ﴿عَلَى الْمُوْسِعِ﴾ الْغَنِيِّ مِنْكُمْ ﴿قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ﴾ الضَّيِّقِ الرِّزْقِ ﴿قَدَرُهٗ﴾ يُفِيْدُ أَنَّهٗ لَانَظَرَ إِلٰى قَدْرِ الزَّوْجَةِ ﴿مَتَاعًا﴾ تَمْتِيْعًا ﴿بِالْمَعْرُوْفِ﴾ شَرْعًا صِفَةُ مَتَاعًا ﴿حَقًّا﴾ صِفَةٌ ثَانِيَةٌ أَوْمَصْدَرٌ مُؤَكِّدٌ ﴿عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ الْمُطِيْعِيْنَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) متعہ کیا ہے؟ اور اس کی مقدار لکھ کر بتائیں کہ کس عورت کے لیے واجب ہے اور مرد و عورت میں سے کس کی حیثیت کا اعتبار ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور جب تک تم عورتوں سے نہ لگو اور ایک قراءت میں تماسوھن ہے أي تجامعوهن یعنی قبل اس کے کہ تم جماع کرو ان سے اور ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو، اگر تم ان کو طلاق دے دو تو تم پر کوئی حرج نہیں ما مصدریہ ظرفیہ ہے یعنی ہاتھ نہ لگانے اور مہر مقرر نہ کرنے کے زمانے میں طلاق دینے میں تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور نہ مہر واجب ہے؛ اگر ان کو طلاق دو تو ان کو کچھ فائدہ پہنچاؤ یعنی ان کو کچھ دو جن سے وہ فائدہ حاصل کریں اور تم میں سے خوش حال لوگوں پر ان قدرت کے مطابق اور ناداروں اور تنگدستوں پر ان کی وسعت کے مطابق فائدہ پہنچانا ہے، یہ اس بات کا فائدہ دے رہا ہے کہ عورت کی حیثیت کا اعتبار نہیں ہوگا بالمعروف متاعا کی صفت اولیٰ ہے یہ حق ہے خوش اخلاق لوگوں پر یعنی اطاعت گزاروں پر حقا، متاعا کی صفت ثانیہ ہے، یا مصدر موکد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) تفسیر: مذکورہ آیت کے اندر یہ بتلایا گیا ہے کہ اگر عورت کو جماع سے پہلے طلاق دے دی جائے تو کوئی حرج اور گناہ کی بات نہیں ہے، اسی طرح اگر مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دے تو بھی کوئی حرج نہیں، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ مہر متعین کیے بغیر بھی نکاح درست ہے۔ ایک مسئلہ یہ بتلایا جارہا ہے کہ اگر مہر متعین کیے بغیر کوئی نکاح کرے پھر جماع بھی کرلے تو مہر مثل واجب ہوگا، اور اگر مہر متعین کیے بغیر تو نکاح کیا؛ مگر جماع نہیں کیا تو احناف کے نزدیک متعہ واجب ہوگا اور متعہ میں بھی مرد کی حیثیت کا اعتبار ہوگا، اگر مالدار ہے تو اس کی حیثیت کے مطابق متعہ ہوگا اور غریب ہے تو اس کی حیثیت کے مطابق ہوگا۔

(ج) متعہ کیا ہے؟ متعہ اس جوڑے کو کہا جائے گا جس کی قیمت پانچ درہم سے کم اور نصف مہر سے زائد نہ ہو۔

متعہ کی مقدار: متعہ کی مقدار شوافع کے نزدیک حاکم کی رائے اور اجتہاد پر موقوف ہے۔

اور احناف کے نزدیک متعہ کی ادنیٰ مقدار پانچ درہم سے کم نہ ہو اور اعلیٰ مقدار مہر کے نصف سے زائد نہ ہو۔ اس میں ایک اوڑھنی، ایک ازار اور ایک کرتا دیا جائے گا۔

متعہ کس عورت کے لیے واجب ہے؟

احناف کے نزدیک وہ مطلقہ عورت جس کا مہر متعین نہ ہو اور غیر موطوءہ بھی ہو، تو اس کے لیے متعہ واجب ہے۔

مرد وعورت میں سے کس کی حیثیت کا اعتبار ہے؟

مرد وعورت میں سے مرد کی حالت کا اعتبار ہوگا۔

سوال نمبر ۸ ۴، جلالین: ص ۳۷ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ فَلْيُوْصُوْا ﴿وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ﴾ وَيُعْطُوْهُنَّ ﴿مَّتَاعًا﴾ مَايَتَمَتَّعْنَ بِهِ مِنَ النَّفَقَةِ وَالْكِسْوَةِ ﴿اِلَى الْحَوْلِ﴾ مِنْ مَوْتِهِمُ الْوَاجِبُ عَلَيْهِنَّ تَرَبُّصُهُ ﴿غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أي غَيْرَ مُخرَجَاتٍ مِنْ مَسْكَنِهِنَّ ﴿فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ اَلْوَصِيَّةُ الْمَذْكُوْرَةُ مَنْسُوْخَةٌ بِاٰيَةِ الْمِيْرَاثِ وَتَرَبُّصُ الْحَوْلِ بِاٰيَةِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا اَلسَّابِقَةُ الْمُتَاَخِّرَةُ فِي النُّزُوْلِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔(ب) تفسیر لکھیں۔(ج) وصيةً اور متاعًا ترکیب میں کیا واقع ہے؟ وصیت اور تربص حول جن آیات سے منسوخ ہیں وضاحت کے ساتھ ان کی بھی نشان دہی کریں۔(د) السّابقة المتاخرة في النزول سے کس اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں؟

(جواب) ترجمہ: اور تم میں سے وہ لوگ جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو ان کو چاہیے کہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں اور ان کو کوئی کارآمد چیز دے جائیں جس سے وہ پورے سال تک ان کی موت کے وقت سے جس میں ان پر (عدت کے لیے) انتظار کرنا واجب ہے فائدہ اُٹھائیں مثلاً نفقہ اور لباس حال یہ ہے کہ ان کو ان کی قیام گاہ سے نکالا نہ جائے؛ البتہ اگر وہ ازخود نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، تو وہ (حول کے بعد) اپنی ذات کے معاملہ میں دستور کے مطابق جو کچھ کریں اور اللہ غالب اور باحکمت ہے اور مذکورہ وصیت آیت میراث کی وجہ سے منسوخ ہے اور ایک سال کی مدت اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا سے منسوخ ہے جو کہ نزول میں موخر ہے (اگرچہ تلاوت میں مقدم ہے)۔

(ب) تفسیر: زمانۂ جاہلیت میں وفاتِ زوج کی عدت ایک سال تھی اور اسلام میں چار ماہ دس دن مقرر ہوگئی؛ مگر اس میں عورت کی رعایت رکھی گئی ہے؛ چوں کہ اس وقت تک میراث کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور بیوی کا کوئی حصہ میراث میں نہ تھا؛ بلکہ اوروں کے حق کا مدار میت کے وصیت پر تھا؛ اس لیے یہ حکم دیا کہ عورت اگر اپنی مصلحت کے مطابق خاوند کے گھر رہنا چاہے تو ایک سال تک اس کو رہنے کا حق ہے اور اس کے ترکہ میں سے ایک سال تک اس کو نان و نفقہ بھی دیا جائے گا اور مرنے والے شوہروں کو حکم تھا کہ وہ اس قسم کی وصیت کیا کریں اور چوں کہ یہ حق عورت کا تھا؛ اس لیے اس کا وصول کرنا یا ترک کرنا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عورت کے اختیار میں تھا وارثوں کو تو گھر سے نکالنے کا حق نہیں تھا؛ لیکن عورت کو اختیار تھا کہ وہ اس گھر میں رہے یا نہ رہے بشرطے کہ عدت پوری ہو چکی ہو اور نکاح وغیرہ سب درست تھا، معروف سے یہی مراد ہے؛ البتہ عدت کے اندر گھر سے نکلنا اور نکاح وغیرہ کرنا اس وقت بھی گناہ تھا، جب آیتِ میراث نازل ہوئی تو عورت کو شوہر کے ترکہ سے اس کا حصہ مل گیا، لہٰذا اب حکم یہ ہے کہ وہ اپنے حصہ میں رہے اور اس میں سے خرچ کرے اور آیتِ وصیت منسوخ ہو گئی۔

(ج) وصیۃ اور متاعًا ترکیب میں کیا واقع ہے؟

وصیۃ یہ فلیوصوا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے۔

متاعا یہ یعطوھن کا مفعول بہ ہے۔

وصیت اور تربص حول جن آیات سے منسوخ ہیں:

وصیت کا ناسخ آیت کریمہ: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ الخ ہے۔

اور تربّص حول کا ناسخ آیتِ کریمہ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ہے۔

(د) السّابقۃ المتاخرۃ فی النزول سے کس اعتراض کا جواب....؟

اس سے ایک اشکال کا جواب دینا مقصود ہے۔

اشکال: ناسخ کا منسوخ سے مؤخر ہونا نسخ کی شرط ہے، جب کہ یہاں پر ایسا نہیں ہے؟

جواب: ناسخ اگرچہ تلاوت میں مقدم ہے اور نازل ہونے کے اعتبار سے مقدم ہے، لہٰذا کوئی اعتراض نہیں رہا۔

سوال نمبر ۴۹، جلالین: ص ۳۷ (امتحان داخلہ ۱۴۱۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ بِخِلَافِ الْمُنَافِقِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَهُ لِاِنْكَارِهِمْ لَهُ ﴿كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ﴾ مِثْلَيْ مَا يُثْمِرُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

﴿فَإِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ﴾ مَطَرٌ خَفِيفٌ يُصِيبُهَا وَيَكْفِيهَا لِارْتِفَاعِهَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) وجہ شبہ بیان کرتے ہوئے تفسیر لکھیں۔ (ج) لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور ان لوگوں کی مثال جو راہِ خدا میں اپنے مالوں کو محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے دل کے پورے ثبات (قرار) کے ساتھ خرچ کرتے ہیں، بخلاف منافقین کے کہ وہ ثواب کی توقع نہیں رکھتے ان کے ثواب کے منکر ہونے کی وجہ سے اس باغ کی سی ہے جو بلند سطح پر ہو اور اس پر زوردار بارش ہوتی ہو جس کی وجہ سے اس نے اپنے سے دوگنا پھل دیا ہو اور اگر اس پر زوردار بارش نہ بھی ہو تو ہلکی بھی کافی ہے یعنی اگر زوردار بارش نہ بھی ہو تو اس کے بلند مقام پر ہونے کی وجہ سے ہلکی بھی کافی ہو جاتی ہے اور وہ اسی سے خوب پھل دیتا ہے۔

(ب) تفسیر: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کی مثال ایک حسی چیز کے ذریعہ دی ہے کہ جس طرح اگر کوئی باغ کسی ٹیلے پر ہو اور اس پر تیز بارش ہو جائے تو وہ دوگنا پھل دیتا ہے اور اگر تیز بارش نہ بھی ہو تو ہلکی پھلکی بارش بھی اس کے لیے کافی ہوتی ہے کہ وہ اس کے ذریعہ بھی خوب پھل دیتا ہے اور اس کو فائدہ ہوتا ہے اسی طرح اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرنے والوں کی مثال ہے کہ اگر وہ خوب زیادہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں تو بھی فائدہ ہوگا اور اگر بہت زیادہ نہ بھی خرچ کر سکیں؛ بلکہ صرف تھوڑا خرچ کریں تب بھی اس سے ان کو فائدہ پہنچتا ہے جس طرح اس باغ کو ہلکی بارش سے بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

وجہِ شبہ: دونوں یعنی مثال اور ممثل لہٗ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان وجہِ شبہ فائدہ کا ہونا ہے کہ جس طرح اس ٹیلے پر ہونے کی وجہ سے باغ کو تیز اور ہلکی ہر طرح کی بارش سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح جس شخص کے اندر اخلاص ہوگا اس کو بھی کم خرچ کرنے اور زیادہ خرچ کرنے سے فائدہ پہنچے گا۔

(ج) لغوی وصرفی تحقیق:

تثبیتا: یہ باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنیٰ ثابت کرنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

ربوۃ: یہ واحد ہے اس کی جمع رُبیٰ ہے بمعنیٰ ٹیلہ، اونچی جگہ۔

وابلٌ: تیز بارش، بڑی بوندوں والی بارش۔

ضعفین: یہ تثنیہ ہے، واحد ضعیفٌ ہے اور جمع ضِعافٌ بمعنیٰ دوگنا۔

طلٌّ: ہلکی بارش، پھوار، اور شبنم کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔

سوال نمبر ۵۰، جلالین: ص ۳۸ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَلَمَّا فَصَلَ﴾ خَرَجَ ﴿طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ﴾ مِنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَكَانَ الْحَرُّ شَدِيْدًا وَطَلَبُوْا مِنْهُ الْمَاءَ ﴿قَالَ اِنَّ اللهَ مُبْتَلِيْكُمْ﴾ مُخْتَبِرُكُمْ ﴿بِنَهَرٍ﴾ لِيُظْهَرَ الْمُطِيْعُ مِنْكُمْ وَالْعَاصِيْ وَهُوَ بَيْنَ الْاَرْدُنِ وَفِلَسْطِيْنَ ﴿فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ﴾ أَيْ مِنْ مَاءِهٖ ﴿فَلَيْسَ مِنِّيْ﴾ أَيْ مِنْ أَتْبَاعِيْ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ﴾ يَذُقْهُ ﴿فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً﴾ فَاكْتَفٰى بِهَا وَلَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا فَإِنَّهُ مِنِّيْ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ اور مطلب تحریر کریں۔ (ب) طالوت کے کچھ حالات ذکر کیجیے۔ (ج) اور ان کے زمانہ میں جو نبی تھے ان کا نام بتائیں۔

(جواب) ترجمہ: (پھر جب طالوت لشکر کو لے کر) بیت المقدس سے (نکلے) اور وہ شدید گرمی کا زمانہ تھا، اور فوج نے ان سے پانی کا مطالبہ کیا (تو کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تم کو ایک ندی کی آزمائش میں ڈالنے والے ہیں) تاکہ فرمانبردار اور نافرمان کھل کر سامنے آجائیں، یہ ندی اردن اور فلسطین کے درمیان ہے (جو اس سے) یعنی اس کے پانی کو (پی لے گا وہ مجھ سے) یعنی میرے گروہ میں سے نہیں ہے اور جو اسے نہ چکھے، اس کا تعلق مجھ سے ہے مگر یہ کہ کوئی اپنے ہاتھ سے ایک گھونٹ پی لے) اور اسی پر اکتفاء کرے، اس سے زیادہ نہ لے، تو اس کا تعلق مجھ سے رہے گا۔

مطلب: حضرت طالوت نے جالوت سے جہاد کرنے کے لیے جو لشکر ترتیب دیا، اس کی تعداد ستر ہزار تھی، گرمی کی وجہ سے یہ پیاس میں مبتلا ہوا، حضرت طالوت سے انھوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے پانی کا مطالبہ کیا، فرمایا کہ آگے چلو ایک ندی آنے والی ہے، وہ تمہارے لیے امتحان ہے، پانی بافراط ملے گا، مگر پینے کی اجازت نہیں ہوگی، جو پی لے گا وہ میری جماعت سے کٹ جائے گا، اور جو نہیں پیے گا یا ایک چلو ہی پئے گا وہ میری جماعت میں ہوگا، جب یہ فوج ندی پر اتری تو پیاس سے بے تاب ہو کر سب اسی پر ٹوٹ پڑے، صرف چند لوگوں نے جن کی تعداد تین سو تیرہ تھی پانی کو نہیں پیا، یا پیا تو ایک چلو پیا، جن لوگوں نے نافرمانی کی وہ توست اور بزدل ہو کر وہیں پڑے رہ گئے۔

(ب) طالوت کے کچھ حالات: حضرت طالوت کا تعلق قبیلہ بن یمن سے تھا جو بیت لحم کے قریب ایک وادی زی فام میں آباد تھا نہایت وجیہ اور قد آور تھے غریب خاندان کے فرد تھے، اس زمانے میں مصر اور فلسطین کے درمیان بحر روم پر آباد عمالقہ میں سے جالوت نامی جابر و ظالم حکمران تھا، جس نے آبادیوں پر قبضہ کر کے لوگوں کو غلام بنا لیا تھا سرداروں اور معزز افراد کو گرفتار کر کے ساتھ لے گیا، جب کہ باقی مغلوب افراد پر خراج مقرر کر دیا، بنی اسرائیل کے سردار جمع ہو کر حضرت سموئیل جو اس وقت کے نبی تھے، ان کے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ ان کے لیے بادشاہ کا تقرر کیا جائے، حضرت سموئیل علیہ السلام بنی اسرائیل کی سباب صفت طبیعت سے واقف تھے، آپ نے انہیں منع کیا لیکن جب لوگوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ نے حضرت طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر کر دیا، بنی اسرائیل نے اعتراض کیا کہ حضرت طالوت نادار اور غریب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں کبھی ان کے پاس جاہ و حشم نہیں رہا، ایسے شخص کو سرداری منصب نہیں دیا جا سکتا، حضرت سموئیل نے کہا حضرت طالوت کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے، اور انھیں علم و حکمت سے نوازا ہے، اور خداوند تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے، وہ لوگ بولے کہ اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیسے مل سکتا ہے، جب کہ ہم اس کی نسبت حکومت کے زیادہ حقدار ہیں اور اسے مالی فراخی بھی عطا نہیں ہوئی، (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے یعنی سموئیل علیہ السلام کہا اللہ نے اسے تم پر یقیناً فوقیت دی ہے اور اسے علمی اور جسمانی لحاظ سے فراخی عطا کی ہے، اللہ جسے چاہے بادشاہی دے، اور اللہ کشائش دینے والا اور بہت جاننے والا ہے) (سورہ بقرہ) (اور کہاں ان کو ان کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نبی نے نشان اس سلطنت کا یہ ہے کہ آوے تم کو صندوق جس میں ہے دل جمعی تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی چیزیں جو چھوڑ گئے، موسیٰ اور ہارون کی اولاد، اٹھالا وئیں اس کو فرشتے اس میں نشانی پوری ہے، تم کو اگر یقین رکھتے ہو) (سورہ بقرہ) تابوت سکینہ جیسے بنی اسرائیل عہد کا صندوق کہتے ہیں اس میں تورات اصل نسخہ محفوظ ہے جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود لکھوایا تھا اس کے علاوہ اس میں پتھر کی وہ تختیاں بھی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور سینہ میں عطا کی تھی، تبرکات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا حضرت ہارون علیہ السلام کا پیرہن اور آسمانی غذا من سلویٰ محفوظ تھی فلسطین کی اشدودی قوم اور عمالقہ نے بنی اسرائیل کو پھر ایک بار تاراج کرنے کی تیاری کی حضرت طالوت نے اس حملے کو نا کام بنانے کے لیے اپنی فوجیں لے کر آگے بڑھے بنی اسرائیل طالوت کو بادشاہ تسلیم کر کے جہاد کے لیے تیار ہو گئے، اور ستر یا اسی ہزار افراد کا لشکر لے کر جنگ کے لیے روانہ ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت کو حکم دیا کہ اپنے ہمراہیوں کے ایمان کی پختگی اور اولوالعزم کی آزمائش کریں حضرت طالوت نے فوج کو ہدایت کی کہ راستے میں موجود دریا پار کرتے ہوئے کوئی شخص چلو بھر پانی نہیں پیے شدید تشنگی کے عالم میں بہت کم لوگوں نے اطاعت گذاری کی اور حکم کے مطابق چند گھونٹ پانی پیا، زیادہ تر لوگ نافرمانی کے مرتکب ہوئے، جن لوگوں نے پانی خوب پیا تھا، ان لوگوں کے ہونٹ سیاہ ہو گئے، پیاس اور زیادہ بڑھ گئی جس کی وجہ سے ان کی حالت غیر ہو گئی، مختصر فوج دریا کے پار جمع ہوئی جنگی تیاری اور حربی سامان دیکھا تو بنی اسرائیل نے تھکاوٹ کا عذر پیش کر کے جہاد سے انکار کر دیا، حضرت طالوت نے لشکر کی ہمت باندھی، اور انہیں آلات حرب اور ساز و سامان کی تعداد بجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت وقوت اور حاکمیت پر یقین رکھنے کی تلقین کی جالوت دشمن فوج کا سپہ سالار نہایت قد آور مضبوط ڈیل ڈول کا آدمی تھا جالوت جاہ وجلال کے ساتھ فوج میں سے نکل کر میدان میں آیا اور مبارزت طلب کی، اس کے قد وقامت اور جاہ وحشمت سے بنی اسرائیل متاثر ہو گئے، مقابلہ کے لیے کوئی میدان میں نہ اترا، یہ حالات دیکھ کر حضرت طالوت کی فوج میں شامل حضرت داؤد علیہ السلام جو ابھی کم عمر نوجوان تھے مقابلے کے لیے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آگے بڑھے اور جالوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا، دشمن حوصلے پست ہو گئے، اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فتح سے نوازا، حضرت طالوت کے دور میں بنی اسرائیل نے متعدد فتوحات حاصل کی اور ایک عظیم اسرائیلی سلطنت کی بنیاد رکھی، حضرت طالوت ایک عرصے تک فرمان روا اور پیشوا کی حیثیت سے بنی اسرائیل کی معاشرتی، تہذیبی، تمدنی، اور مذہبی اصلاح کرتے رہے، اور تعلیمات موسوی کی تبلیغ، ترویج اور شریعت موسوی کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے۔

(ج) ان کے زمانہ میں جو نبی تھے ان کا نام:

حضرت طالوت کے زمانے کے نبی کا نام سموئیل علیہ السلام تھا۔

سوال نمبر ۱۵، جلالین: ص ۴۰ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: وَلَمَّا نَزَلَتْ الْآيَةُ الَّتِيْ قَبْلَهَا شَكَا الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ الْوَسْوَسَةِ وَشَقَّ عَلَيْهِمُ الْمُحَاسَبَةُ بِهَا فَنَزَلَ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ﴾ مِنَ الْخَيْرِ ﴿وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ مِنَ الشَّرِّ ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ تَرَكْنَا الصَّوَابَ لَا عَنْ عَمْدٍ كَمَا اَخَذْتَ بِهٖ مِنْ قَبْلِنَا وَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ ذٰلِكَ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ فَسُؤَالُهٗ اِعْتِرَافٌ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) تفسیری فوائد کی وضاحت کرتے ہوئے اَلْآيَةُ الَّتِيْ قَبْلَهَا کا مصداق متعین کریں۔ (ج) وَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ الخ سے کس اشکال وجواب کی طرف اشارہ ہے واضح کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور جب ماقبل کی آیت نازل ہوئی تو مومنین نے وسوسوں کے بارے میں شکایت کی اور ان پر وسوسوں کے بارے میں حساب گراں گزاری لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ الخ نازل ہوئی اللہ تعالیٰ کسی کو طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا جو نیکی جس نفس نے کمائی وہ اس کے لیے ہے اور جس نے جو بدی کمائی وہ اس پر ہے، اے ہمارے پروردگار ہماری گرفت نہ فرما اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے (یعنی) بلا قصد ہم درستگی کے تارک ہو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جائیں جیسا کہ آپ نے اس پر ہم سے ما قبل والوں کی گرفت فرمائی، اور اللہ اس امت سے بھول چوک کو معاف فرما دیا جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، پھر معافی کی درخواست دراصل اللہ کی نعمت کا اعتراف ہے۔

(ب) تفسیری فوائد کی وضاحت:

مِنَ الْخَيْرِ وَمِنَ الشَّرِّ: اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے کسب سے خیر مراد ہے اور دوسرے اکتساب سے شر مراد ہے، کسب کو خیر کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ اور شر کو اکتساب کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ سے یہ ہے کہ چوں کہ شر میں محض ارادہ پر مواخذہ نہیں ہے بلکہ عزم و فعل ضروری ہے لیکن خیر میں محض ارادہ سے ہی ثواب لکھ دیا جاتا ہے، تَرَكْنَا الصَّوَابَ لَا عَنْ عَمْدٍ یہ خطا اور نسیان دونوں کی تفسیر ہے۔

اَلْآيَةُ الَّتِي قَبْلَهَا کا مصداق:

اسکے مصداق وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ الآية.

(ج) وَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ الخ سے جس اشکال و جواب کی طرف اشارہ ہے:

مفسر علام قَدْ رَفَعَ اللّٰهُ بِهِ الخ سے اس اشکال کو دور کرنا مقصود ہے۔

اشکال: جب اللہ تعالیٰ نے انسان سے خطا و نسیان کو اٹھا لیا تو پھر اس آیت میں ذکر شدہ درخواست کی کوئی ضرورت نہ تھی؟

جواب: فَسُؤَالُهُ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ سے اس اشکال کا جواب دیا کہ اس درخواست کا مطلب و مقصد اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرنا ہے۔

سوال نمبر ۵۲، جلالین: ص ۴۲ (امتحان داخلہ ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ﴾ بُسْتَانٌ ﴿مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا﴾ ثَمَرٌ ﴿مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ﴾ وَقَدْ ﴿وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ﴾ فَضَعُفَ عَنِ الْكَسْبِ ﴿وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ﴾ أَوْلَادٌ صِغَارٌ لَا يَقْتَدِرُونَ عَلَيْهِ ﴿فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ﴾ رِيحٌ شَدِيدَةٌ ﴿فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ﴾

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَهٰذَا تَمْثِيلٌ لِنَفَقَةِ الْمُرَائِي وَالْمَانِّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هُوَ لِرَجُلٍ عَمِلَ الطَّاعَاتِ ثُمَّ بَعَثَ لَهُ الشَّيْطَانُ فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِي حَتّٰى أَغْرَقَ أَعْمَالَهُ.

(الف) عبارت با اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری فوائد کو مدنظر رکھ کر آیت کی تشریح کریں۔ (ج) آیت میں تشبیہ تمثیل ہے آپ مشبہ مشبہ بہ اور وجہ شبہ کی تعین کریں، ابن عباسؓ کے تفسیری قول کو بھی سمجھائیں اور اصابہ سے پہلے قد کا اضافہ کیوں کیا گیا۔

(جواب) ترجمہ: کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو، کھجوروں اور انگوروں کا، اس کے نیچے نہریں بہتی ہوں، اس کے لیے اس میں تمام پھلوں میں سے پھل (ہوں اور اس پر بڑھاپا آ گیا ہو) اس کی وجہ سے کسب سے کمزور ہو گیا ہو (اور اس کی کمزور) نابالغ (اولادیں ہوں) جو کچھ قدرت نہ رکھتی ہوں، (پھر اس پر بگولہ آیا) یعنی تیز ہوا (جس میں آگ ہو اور وہ جل گیا یہ اس شخص کے نفقات وصدقات کی مثال ہے جو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے، یا احسان کر کے جتلاتا ہے، اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ اس شخص کی مثال ہے، جس نے نیک اعمال کیے، پھر اس پر شیطان مسلط ہوا، اور گناہوں میں مبتلا ہوا اور اس کے اعمال کو جلا کر رکھ دیا۔

(ب) تفسیری فوائد کو مدنظر رکھ کر آیت کی تشریح: اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ الخ: وہ لوگ سوچیں جو اپنے صدقات کو برباد کرتے ہیں کہ کیا کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کے پاس باغ ہو، اس میں کھجوریں ہوں، انگور ہوں اس کے نیچے نہریں جاری ہوں اس میں ہر طرح کے پھل ہوں، اور وہ بوڑھا ہو چکا ہو، محنت سے کمانے کی طاقت نہ رکھتا ہو، اور اس کے پاس کمزور اولا دیں بھی ہوں جو کمانے کی صلاحیت نہ رکھتی ہوں پھر اس باغ پر ایسا بگولہ چلے جس میں آگ ہو اور وہ پورا جل کر خاک ہو جائے، اور سب کچھ آنکھوں کے سامنے موجود ہوتے ہوئے عین شدت حاجت کے وقت اس کی تمام آرزو برباد ہو جائے تو کیا کوئی بھی شخص اس صورت حال کو پسند کرے گا، ظاہر ہے کبھی پسند نہیں کرے گا، تو یہی حال تو ان لوگوں کا بھی ہے، جو محض دیکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے، یا احسان جتلاتے اور تکلیف پہنچاتے ہیں، انہیں آخرت میں جب اپنے صدقات کے باغ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی شدید ضرورت ہوگی، تو اس وقت اسے جلا ہوا پائے گا۔

(ج) آیت میں تشبیہ تمثیل ہے آپ مشبہ، مشبہ بہ اور وجہ شبہ کی تعین کریں:

آیت میں ان لوگوں کی مثال بیان کی گئی ہے، جو لوگ خرچ تو کرتے ہیں لیکن وہ دیکھاوے کے لیے یا احسان کرنے کے بعد احسان جتلاتے ہیں یا ان کو تکلیف دیتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی ثواب نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ اس شخص کی بھی مثال ہے جو نیک اعمال کرتا رہتا ہے لیکن آخر میں اس پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے، وہ اسے نافرمانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے، اور اس کے تمام اعمال نیک کو جلا کر رکھ دیتا ہے۔

الغرض مذکورہ آیت میں شخص ضعیف مشبہ بہ ہے اور دیکھاوے کے لیے خرچ کرنے والا یا احسان جتلانے کے لیے احسان کرنے والا مشبہ ہے اور اعمال برباد ہونا وجہ تشبہ ہے۔

ابن عباسؓ کے تفسیری قول کو بھی سمجھائیں: حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ اس شخص کی بھی مثال ہے جو نیک اعمال کرتا رہتا ہے، لیکن آخر میں اس پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے، اور اسے نافرمانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے، اور اس کے تمام اعمال نیک کو جلا کر رکھ دیتا ہے، اللہ یہ باتیں بتارہے ہیں تم غور وفکر سے کام لو اور عبرت حاصل کرو۔

اصابہ سے پہلے قد کا اضافہ کیوں کیا گیا؟

عبارت میں لفظ اصابہ سے پہلے قد کو مقدر مانا کیوں کہ اصابہ حال ہے اور فعل ماضی جب حال واقع ہو تو اس سے پہلے قد ضرور ہوگا خواہ لفظا خواہ تقدیرا۔

سوال نمبر ۵۳، جلالین: ص ۴۲ (امتحان سالانہ ۱۴۱۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا أَنفِقُوا﴾ زَكُّوا ﴿مِن طَيِّبٰتِ﴾ جِيَادِ ﴿مَا كَسَبْتُمْ﴾ مِنَ الْمَالِ ﴿وَ مِنْ﴾ طَيِّبٰتِ ﴿مَآ أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ﴾ مِنَ الْحُبُوْبِ وَالثِّمَارِ ﴿وَ لَا تَيَمَّمُوا﴾ تَقْصِدُوْا ﴿الْخَبِيْثَ﴾ الرَّدِيَّ ﴿مِنْهُ﴾ أَيْ مِنَ الْمَذْكُوْرِ ﴿تُنفِقُوْنَ﴾ فِي الزَّكَاةِ حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ تَيَمَّمُوْا ﴿وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ﴾ أَيِ الْخَبِيْثَ لَوْ أَعْطَيْتُمُوْهُ فِيْ حُقُوْقِكُمْ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مفسر علام نے انفقوا کی تفسیر زکّوا سے اور ما اخرجنا کی تفسیر من الحبوب سے کیوں کی ہے؟ (ج) زمین کی پیداوار میں کیا واجب ہوتا ہے؟ حنفیہ اور شوافع کا مذہب بیان کریں۔

(جواب) ترجمہ: اے ایمان والو! جو مال تم نے کمایا ہے اس میں سے عمدہ چیزیں خرچ کرو زکوۃ دو، اور اس سے بھی عمدہ چیزیں جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں مثلاً غلّہ اور پھل اور مذکورہ چیزوں میں سے خراب چیز کا قصد بھی نہ کرو کہ تم اس میں سے زکوۃ میں خرچ کروگے یُنْفِقُوْنَ تَیَمَّمُوْا کی ضمیر سے حال واقع ہے؛ حالاں کہ تم خود بھی اس خراب چیز کو لینے والے نہیں ہو، اگر وہ چیز تمہارے حقوق میں دی جائے۔

(ب) انفقوا کی تفسیر زکّوا سے کیوں کی؟

انفقوا کی تفسیر زکوا سے کرکے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہاں پر انفاق سے زکوۃ مراد ہے، صدقہ نافلہ مراد نہیں؛ کیوں کہ زمین کی پیداوار میں زکوۃ واجب ہوتی ہے نہ کہ نفل۔

ما اخرجنا کی من الحبوب سے کیوں کی؟

اِس عبارت کے ذریعہ مفسر علام نے امام شافعیؒ کے مسلک کو بیان کرنے کا ارادہ کیا؛ کیوں کہ ان کے نزدیک زمین کی پیداوار میں زکوۃ (عشر) واجب ہونے کے لیے اس کا قوت ہونا ضروری ہے، قوت یعنی انسان اس سے غذا حاصل کرسکیں۔

(ج) زمین کی پیداوار میں کیا واجب ہوتا ہے حنفیہ اور شوافع کا مذہب؟

زمین کی پیداوار کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کا مسلک: ان کے نزدیک زمین کی پیداوار میں زکوۃ اس وقت تک واجب نہیں ہوتی جب تک کہ وہ بحالتِ اختیاری انسان کی غذا کے قابل نہ ہوجائے اور اگر بحالتِ مجبوری غذا کے قابل ہو تو زکوۃ واجب نہیں اور شرط یہ ہے کہ وہ پانچ وسق کی مقدار کو پہنچ گئی ہو، اگر پیداوار پانچ وسق سے کم ہو تو زکوۃ واجب نہیں، اسی طرح اگر اس کھیتی کو آلہ کے ذریعہ سینچا جائے تو نصف عشر واجب ہوگا، اور اگر آلہ سے نہ سینچا جائے تو کامل عشر واجب ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

احناف کا مسلک: ہمارے نزدیک زمین کی پیداوار میں زکوۃ واجب ہے کہ وہ بحالتِ اختیاری غذا کے قابل ہو یا بحالتِ مجبوری، اسی طرح ہمارے نزدیک پانچ وسق کی مقدار بھی متعین نہیں ہے، پس ہر پیداوار کی قلیل وکثیر میں عشر واجب ہے، بشرطیکہ ماکولاتِ انسان میں سے ہو، گھاس پھونس نہ ہو۔

سوال نمبر ۵۴، جلالین: ص ۴۳ (امتحان داخلہ ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿لِلْفُقَرَآءِ﴾ خَبَرُ مُبْتَدَاٍ مَحْذُوْفٍ أَيِ الصَّدَقَاتُ ﴿الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ﴾ أَيْ حَبَسُوْا اَنْفُسَهُمْ عَلَى الْجِهَادِ وَنَزَلَتْ فِيْ أَهْلِ الصُّفَّةِ وَهُمْ اَرْبَعُ مِائَةٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ اُرْصِدُوْا لِتَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ وَالْخُرُوْجِ مَعَ السَّرَايَا ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھنے کے بعد شانِ نزول کی وضاحت کریں۔ (ج) مِنَ التَّعَفُّفِ میں مِنْ کونسا ہے؟ اور سرایا کی تعریف قلمبند کریں۔

(جواب) ترجمہ: صدقات کے اصل مستحق وہ فقراء ہیں للفقراء مبتدا محذوف کی خبر ہے اور وہ الصدقات ہے جو اللہ کی راہ میں گھر گئے ہیں یعنی جنہوں نے خود کو جہاد میں محبوس کر لیا ہے اور آیت کریمہ اصحاب صفہ کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ مہاجرین میں سے چار سو تھے جو قرآن کی تعلیم اور سرایا کے ساتھ نکلنے کے لیے مستعد رہتے تھے وہ سفر نہیں کر سکتے تھے ان کے حلیے سے ناواقف انہیں غنی سمجھتا تھا ان کے (سوال سے) بچنے کی وجہ سے۔

(ب) مطلب: یعنی ایسے لوگوں کو دینا اور ان پر خرچ کرنا بڑا ثواب ہے جو اللہ کی راہ اور اس کے دین کے کام میں مقید ہو کر چلنے پھرنے کھانے کمانے سے رک گئے ہیں اور کسی پر حاجت ظاہر نہیں کرتے، اس طرح جو کوئی قرآن کریم حفظ کرے یا علم دین میں مشغول ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان کی مدد کرے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

شانِ نزول کی وضاحت: یہ آیت کریمہ ان اصحاب صفہ کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے اپنے گھر بار چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی تھی جس کی تعداد چار سو تھی جنہوں نے مکہ مکرمہ سے آپ کے ساتھ ہجرت کی تھی اپنے اموال اور وطن کو خیر آباد کیا تھا، مدینے میں نہ ان کا گھر تھا اور نہ ہی مال و دولت اور وہ شادی شدہ بھی نہ تھے وہ اپنا وقت رات میں قرآن کریم کی تعلیم و تعلم سنت و عبادت میں صرف کرتے تھے، اور دن میں جہاد کرتے تھے، اور کچھ نہ ہونے کے باوجود کسی سے سوال نہیں کرتے تھے جس کی بنیاد پر ناواقف لوگ انہیں غنی خیال کرتے تھے چناں چہ قرآن مقدس نے ان کی علامت بتلائی کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو بالکل سوال نہیں کرتے لہٰذا تم ان پر مال صرف کرو۔

(ج) مِنَ التَّعَفُّفِ میں مِنْ کونسا ہے؟

اس میں من تعلیلیہ ہے نہ کہ تبعیضیہ اور مراد یہ ہے کہ ناواقف لوگ انہیں ان کی تعفف کی وجہ سے غنی خیال کرتے تھے۔

سرایا کی تعریف: عام اصطلاح کے مطابق جس جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود حاضر ہوں اس کو غزوہ اور جس میں آپ حاضر نہ ہوں اس کو سرایا کہتے ہیں، اور بعض علماء کے نزدیک دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

سوال نمبر ۵۵، جلالین: ص ۴۳ (امتحان سالانہ ۱۴۲۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا﴾ أَيْ يَأْخُذُوْنَهٗ وَهُوَ الزِّيَادَةُ فِي الْمُعَامَلَةِ بِالنُّقُوْدِ وَالْمَطْعُوْمَاتِ فِي الْقَدْرِ وَالْأَجَلِ ﴿لَا يَقُوْمُوْنَ﴾ مِنْ قُبُوْرِهِمْ ﴿إِلَّا﴾ قِيَامًا ﴿كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ﴾ يُصْرِعُهُ ﴿الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ اَلْجُنُوْنُ بِهِمْ مُتَعَلِّقٌ بِيَقُوْمُوْنَ ﴿ذٰلِكَ﴾ اَلَّذِيْ نَزَلَ بِهِمْ ﴿بِأَنَّهُمْ قَالُوْا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾ فِي الْجَوَازِ وَهٰذَا مِنْ عَكْسِ التَّشْبِيْهِ مُبَالَغَةً فَقَالَ تَعَالٰى رَدًّا عَلَيْهِمْ ﴿وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) فوائد تفسیریہ کو سامنے رکھ کر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مطلب لکھیں۔ (ج) ربوا کے لغوی واصطلاحی معنی واضح کیجیے۔ (د) زمانۂ رسالت میں کونسا سود رائج تھا، جس پر اصالۃ حکم تحریم وارد ہوا، علت ربوا کے بارے میں احناف وشوافع کا اختلاف لکھ کر بتائیے کہ عبارت میں کس کے مسلک کی طرف اشارہ ہے اور کیسے؟

(جواب) ترجمہ: جولوگ سود کھاتے ہیں یعنی سود لیتے ہیں اور نقود اور مطعومات کے معاملہ میں مقدار یا مدت کا اضافہ ہے (وہ) اپنی قبروں سے (ایسے ہی اٹھیں گے، جس طرح وہ آدمی اٹھتا ہے، جس کو شیطان نے جنون میں مبتلا کر دیا ہو) مِنَ الْمَسِّ. یَقُوْمُوْنَ سے متعلق ہے (یہ حالت) جوان پر پڑی ہے (اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے کہا کہ بیع تو ربوا کے مثل ہے) یعنی جائز ہونے میں دونوں یکساں ہیں یہ تشبیہ معکوس ہے اس سے مبالغہ مقصود ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا (اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربوا کو حرام قرار دیا ہے)

(ب) فوائد تفسیریہ کو سامنے رکھ کر مطلب:

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا: یَاْکُلُوْنَ سے یہی مراد نہیں ہے، کہ وہ اسے کھاتے ہیں؛ بلکہ مطلقاً لینا مراد ہے۔

فِیْ الْمُعَامَلَةِ بِالنُّقُوْدِ وَالْمَطْعُوْمَاتِ: نقود سے مراد اصلاً تو سونا اور چاندی ہے، اور اسی کے حکم میں وہ چیزیں بھی ہیں جن کو لوگوں نے بالاتفاق، یا حکومت نے ثمن بنا دیا ہو۔

فِیْ الْقَدْرِ وَالْاَجَلِ: یہ مفسر کے قول فِیْ الْمُعَامَلَةِ سے بدل ہے، پہلا رِبٰوا الْفَضْلِ ہے اور یہ محض اتحاد جنس کی صورت میں ہوگا یعنی سونے کے بدلے میں سونا، اگر مقدار گھٹا بڑھا کر معاملہ کیا جائے، تو سود ہے اور دوسرا رِبٰوا النَّسِیْئَةَ ہے یہ متحد الجنس اور مختلف الجنس دونوں میں ہوتا ہے مثلاً سونے کی بیع سونے یا چاندی کے ساتھ اس طور پر کہ ادھار کر دیا جائے تو یہ بھی ربوا کی ایک شکل ہے، اسے رِبٰوا النَّسَاءِ یا رِبٰوا النَّسِیْئَةَ کہتے ہیں۔

یُصَرِّعُهٗ: جسے شیطان اپنی گرفت میں لے کر کبھی آدمی کو دیوانہ بنا دیتا ہے اسی طرح سود خوار دیوانوں کے مانند اٹھے گا۔

مِنَ الْمَسِّ: یہ ظرف لَا یَقُوْمُوْنَ سے متعلق ہے، اور یہ تعلیل کے لیے ہے مس کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معنی جنون ہیں معنی یہ ہوا کہ لَا یَقُوْمُوْنَ مِنْ اَجَلِ الْجُنُوْنِ اِلَّا كَقِيَامِ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ۔

مِنْ عَكْسِ التَّشْبِيهِ مُبَالَغَةً: یہ تشبیہ معکوس ہے، ہونا یہ چاہیے کہ سود کو بیع کے ساتھ تشبیہ دیتے؛ لیکن اس کے برعکس بیع کو سود کے مشابہ قرار دیا، یہ انھوں نے بطور مبالغہ کے کہا ہے، گویا وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ اصل حلت تو سود کی ہے، اس میں حرمت کا کوئی سوال نہیں ہے، پھر کہا کہ بیع بھی اسی سود ہی کی طرح حلال ہے، یہ تشبیہ، تشبیہ کا سب سے اعلی درجہ ہے۔

(ج) ربوا کے لغوی واصطلاحی معنی: ربا کے معنی لغت میں مطلق زیادتی کے ہیں، کہا جاتا ہے: رَبَی الشَّیْءُ یَرْبُوْا اِذَا زَادَ۔

اور اصلاحِ فقہاء میں ربا: هُوَ فَضْلُ مَالٍ بِلَا عِوَضٍ فِیْ مُبَادِلَةِ الْمَالِ بِالْمَالِ یعنی اس خاص زیادتی کا نام ہے، جو دو مالوں کے تبادلے میں بغیر کسی عوض کے لی جائے۔

(د) زمانۂ رسالت میں کونسا سود رائج تھا؟

زمانہ رسالت میں ربٰوا قرض کا رواج تھا، وہ یہ ہے کہ دین میں تاخیر کر کے مال کے اندر زیادتی کی جائے جب دین میں تاخیر ہوتی جاوے، زیادتی بھی ہوتی جاوے چوں کہ اس میں ضرر عظیم ہے اس لیے وہ حرام ہے اور اس پر قرآن کریم میں اصالۃً حکم تحریم وارد ہوا۔

علت ربوا کے بارے میں احناف وشوافع کا اختلاف: امام نووی فرماتے ہیں جو چیزیں حدیث میں وارد ہوئی ہیں ان چھ چیزوں میں ربوا منحصر نہیں ہے، بلکہ اشیاء ستہ میں جو حرمت ربوا کا حکم ہے، وہ معلول ہے یعنی اس میں علت جاری کر کے دوسری چیزوں کو بھی اس حکم میں شامل کیا جائے گا، اور یہی جمہور علماء کی رائے ہے، لیکن علت میں علماء کے درمیان اختلاف ہے احناف کے نزدیک سونے چاندی میں علت وزن مع الجنس اور باقی چیزوں میں کیل مع الجنس ہے۔

اور شوافع کے نزدیک سونا چاندی میں ثمنیت مع اتحاد الجنس اور باقی چیزوں میں مطعوم ہونا مع اتحاد الجنس۔

عبارت میں کس کے مسلک کی طرف اشارہ ہے اور کیسے؟ عبارت میں اسی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

مسلک یعنی امام شافعی کی رائے کی طرف اشارہ ہے۔اور وہ اس طرح ہے کہ عبارت میں مذکورہ ہے کہ وَهُوَ الزِّيَادَةُ فِي الْمَعَامَلَةِ بِالنُّقُوْدِ وَالْمَطْعُوْمَاتِ فِي الْقَدْرِ وَالْأَجَل یہی عبارت مسلک شوافع پر دال ہے۔

سوال نمبر ۵۶، جلالین: ص ۴۴ (امتحان داخلہ ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا﴾ أَيِ الشَّاهِدَانِ ﴿رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ﴾ يَشْهَدُوْنَ ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ لِدِيْنِهٖ تَعَدُّدُ النِّسَاءِ لِأَجْلِ ﴿أَنْ تَضِلَّ﴾ تَنْسٰى ﴿إِحْدٰهُمَا﴾ الشَّهَادَةَ لِنَقْصِ عَقْلِهِنَّ وَضَبْطِهِنَّ ﴿فَتُذَكِّرَ إِحْدٰهُمَا﴾ الذَّاكِرَةُ ﴿الْأُخْرٰى﴾ النَّاسِيَةَ وَجُمْلَةُ الْإِذْكَارِ مَحَلُّ الْعِلَّةِ أَيْ لِتُذَكِّرَ إِنْ ضَلَّتْ وَدَخَلَتْ عَلَى الضَّلَالِ لِأَنَّهٗ سَبَبُهٗ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ایسا ترجمہ کریں کہ مصنف کی مراد واضح ہو جائے۔

(ب) اور اس طرح مطلب لکھیں کہ فقہی مسئلہ واضح ہو جائے۔

(جواب) ترجمہ: اور (معاملہ قرض میں) دو مردوں کو گواہ بنالینا چاہیے، پس اگر (گواہی کے لیے) دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہو جائیں، ایسے گواہ جن کو تم ان کی عدالت اور دین کی وجہ سے پسند کرتے ہو، اور دو عورتوں کے ہونے میں مصلحت یہ ہے کہ اگر ان میں سے ایک شہادت بھول جائے ان کی عقل اور یادداشت کے کم ہونے کی وجہ سے تو ان میں سے ایک یعنی یاد رکھنے والی دوسری کو یاد دلا دے اور اذکار والا جملہ لام علت کے داخلہ کا محل ہے یعنی اگر بھول جائیں تو یاد دلا دیں اور لامِ علت ضلالت پر اس لیے داخل ہوا ہے؛ کیوں کہ وہی تذکیر کا سبب ہے۔

(ب) مطلب اور فقہی مسئلہ کی وضاحت:

اس سے پہلی آیت میں حکم تھا کہ اگر تم کسی سے قرض کا معاملہ کرو، تو اس کو خود لکھ لو، تاکہ معاملہ صاف رہے اور ضرورت پڑنے پر تحریر کام آئے۔

اسکے بعد یہ بھی کہا گیا تھا کہ اگر کوئی لکھنے پر قادر نہ ہو تو اپنے ولی سے لکھوالے اور وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

امانت داری کے ساتھ لکھ دے۔ اب بتلایا جارہا ہے کہ صرف لکھنا عدالت میں کافی نہیں؛ بلکہ اس پر گواہ بھی بنالو، یہی وجہ ہے کہ صرف لکھنا نہ تو عدالت شرعیہ میں حجت ہے اور نہ آج کی عدالتوں میں؛ بلکہ اس کے ساتھ زبانی گواہ ضروری ہیں؛ چناں چہ اس سلسلے میں مسئلہ بیان کیا جارہا ہے کہ قرض کے معاملہ میں دو مردوں کو گواہ بنایا جائے جو عادل اور نیک ہوں؛ لیکن اگر دو میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنایا جائے اور وہ قابلِ اعتماد، عاقل، بالغ، آزاد ہوں، عورتوں میں دو کی تعداد میں یہ مصلحت ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلادے؛ کیوں کہ ان کی عقل کمزور اور حافظہ ضعیف ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۵۷، جلالین: ص ۴۵ (امتحان داخلہ ۱۴۲۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ﴾ مِنَ السُّوْءِ وَالْعَزْمِ عَلَيْهِ ﴿اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ﴾ يُخْبِرْكُمْ ﴿بِهِ اللّٰهُ﴾ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴿فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ﴾ الْمَغْفِرَةَ لَهُ ﴿وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ﴾ تَعْذِيْبَهُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) والعزم علیه کی زیادتی سے کس جانب اشارہ ہے؟ (ج) اور اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ کے بعد يُخْبِرْكُمْ کا جملہ لکھ کر مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟

(جواب) ترجمہ: آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے، برے اعمال اور اس کا پختہ ارادہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خواہ تم ان کو ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو، اللہ ان کی قیامت کے دن تم کو سزا دے گا، پھر جس کی مغفرت چاہے گا مغفرت کردے گا اور جس کو عذاب دینا چاہے گا عذاب دے گا۔

(ب) والعزم علیه کی زیادتی سے کس جانب اشارہ ہے؟

والعزم علیه: اس سے ایک اعتراض کا جواب مقصود ہے۔

اعتراض: وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وساوسِ قلبی پر بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مواخذ ہوگا؛ حالاں کہ وساوسِ قلبی پر بندے کا اختیار نہیں ہوتا؛ نیز یہ تکلیف مالا یطاق بھی ہے؟

جواب: مَافِیٓ اَنْفُسِکُمْ سے وہ وساوس مراد ہیں جن کے کرنے کا عزمِ مصمم کرلیا ہو۔

(ج) اَوْتُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ کے بعد یُخْبِرْکُمْ کے جملہ سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

اَوْتُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ کے بعد یُخْبِرْکُمْ سے بھی ایک اعتراض کا جواب مقصود ہے۔

اعتراض: اس میں بھی وہی اعتراض ہوگا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ وساوس پر کوئی مواخذہ نہیں، جب تک کہ ان کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے؛ لیکن آیت میں ان پر بھی پکڑ کو بتلایا جارہا ہے؟

جواب: جواب یہ ہے کہ یُحاسبکم سے مراد یخبرکم یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے قلبی وساوس سے بھی ان کو باخبر کردے گا۔

سوال نمبر ۵۸، جلالین: ص ۴۵ (امتحان داخلہ ۱۴۱۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: وَلَمَّا نَزَلَتِ الْاٰيَةُ الَّتِيْ قَبْلَهَا شَكَا الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ الْوَسْوَسَةِ وَشَقَّ عَلَيْهِمُ الْمُحَاسَبَةُ بِهَا فَنَزَلَ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ﴾ مِنَ الْخَيْرِ ﴿وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ مِنَ الشَّرِّ ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ تَرَكْنَا الصَّوَابَ لَاعَنْ عَمْدٍ كَمَا اَخَذْتَ بِهٖ مِنْ قَبْلِنَا وَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ ذٰلِكَ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ فَسُؤَالُهٗ اِعْتِرَافٌ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری فوائد کی وضاحت کرتے ہوئے الآية التي قبلها کا مصداق متعین کریں۔ (ج) وقد رفع الله إلخ سے کس اشکال وجواب کی طرف اشارہ ہے واضح کریں؟

(جواب) ترجمہ: اور جب ماقبل کی آیت نازل ہوئی تو مومنین نے وسوسوں کے بارے میں شکایت کی اور ان پر وسوسوں کے بارے میں حساب گراں گزرا تو لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ إلخ نازل ہوئی، اللہ کسی کو طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا جو نیکی جس نفس نے کمائی وہ اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے لیے ہے اور جس نے جو بدی کمائی وہ اس پر ہے، اے ہمارے پروردگار! ہماری گرفت نہ فرما، اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے (یعنی) بلا قصد ہم درستگی کے تارک ہو جائیں جیسا کہ آپ نے اس پر ہم سے ماقبل والوں کی گرفت فرمائی، اور اللہ نے اس امت سے بھول چوک کو معاف فرما دیا جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے پھر (معافی) کی درخواست دراصل اللہ کی نعمت کا اعتراف ہے۔

(ب) تفسیری فوائد کی وضاحت:

من الخیر ومن الشر: اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے کسب سے خیر مراد ہے اور دوسرے اکتساب سے شر مراد ہے۔ کسب کو خیر کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ اور شر کو اکتساب کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ چوں کہ شر میں محض ارادہ پر مواخذہ نہیں ہے؛ بلکہ عزم و فعل ضروری ہے؛ لیکن خیر میں محض ارادہ سے ہی ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ ترکنا الصواب لا عن عمد یہ خطا اور نسیان دونوں کی تفسیر ہے۔

الآية التي قبلها کا مصداق:

اس کا مصداق وَإِنْ تُبْدُوْا مَافِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْتُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ الآیۃ ہے۔

(ج) وقد رفع اللہ إلخ سے جس اشکال وجواب کی طرف اشارہ ہے:

اشکال: جب اللہ تعالیٰ نے انسان سے خطا و نسیان کو اُٹھا لیا تو پھر اس آیت میں ذکر شدہ درخواست کی کوئی ضرورت نہ تھی؟

جواب: فسؤاله بنعمة الله سے اس اشکال کا جواب دیا کہ اس درخواست کا مطلب و مقصد اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرنا ہے۔

سوال نمبر ۵۹، جلالین: ص ۴۶ (امتحان ششماہی ۱۴۱۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ وَجُعِلَهُ كُلُّهُ مُحْكَمًا فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: اُحْكِمَتْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اٰیَاتُهٗ. بِمَعْنٰی أَنَّهٗ لَیْسَ فِیْهِ عَیْبٌ وَ مُتَشَابِهًا فِيْ قَوْلِهٖ کِتَابًا مُّتَشَابِهًا. بِمَعْنٰی أَنَّهٗ یَشْبَهُ بَعْضُهٗ بَعْضًا فِي الْحُسْنِ وَالصِّدْقِ ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) محکم و متشابہ کی اصطلاحی تعریف کرنے کے بعد متشابہ کی اقسام مع مثال بیان کریں، اس کے بعد هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ کا مطلب تحریر کریں۔ (ج) مفسر علام نے وجعله کلّه محکمًا إلخ سے کس بات کی طرف اشارہ کیا ہے؟ (د) آئندہ کلمات کی لغوی صرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: وہی خدا ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی کہ اس میں محکم آیتیں ہیں اور وہی کتاب کا اصل مدار ہیں اور دیگر متشابہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قول (اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ) میں پورے قرآن کو محکم قرار دیا گیا ہے یہ اس معنیٰ کر ہے کہ اس میں کوئی عیب نہیں اور اللہ تعالیٰ کے قول (کِتَابًا مُّتَشَابِهًا) میں پورے قرآن کو متشابہ قرار دیا گیا ہے اس معنیٰ کر کہ اس کا بعض بعض کے حسن وصدق میں مشابہ ہے سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے فتنہ کی تلاش میں متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اس کی غلط تاویل و تفسیر کرنے میں لگ جاتے ہیں، جب کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے علاوہ اس کی حقیقی مراد کوئی نہیں جانتا۔

(ب) محکم و متشابہ کی اصطلاحی تعریف:

محکم: وہ ہے جو مفسر سے زیادہ قوی ہو اس طور پر کہ اس کے خلاف کا احتمال ہی نہ ہو یعنی وہ تاویل و تخصیص کا احتمال ہی نہ رکھے۔ اس کی مثال اِنَّ اللّٰهَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ یہ آیت محکم ہے، اِس طور پر کہ اس میں تاویل و تخصیص کا احتمال نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں لفظ کل کا ذکر ہے، جس سے تخصیص کا احتمال ختم ہو گیا اور تاویل، نسخ و تبدیل کا بھی احتمال نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت کا ذکر ہے جو ازلی ہے۔

متشابہ: وہ ہے جو مجمل سے زیادہ پوشیدہ ہو یعنی دنیا میں اس کی مراد جاننے کا احتمال بھی ختم ہو گیا ہو (مجمل میں کم از کم متکلم کی جانب سے بیان کا احتمال ہوتا ہے) امت کی جانب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نسبت کرتے ہوئے، مثال کے طور پر (حروفِ مقطعات جو سورتوں کے شروع میں ہیں)۔

متشابہ کی اقسام مع مثال بیان: متشابہ کی دو قسمیں ہیں:

اوّل: جس کا سرے سے معنیٰ ہی معلوم نہ ہوں، مثلاً: الٓمٓ، حٰمٓ، یٰسٓ، طٰهٰ وغیرہ۔

دوم: جس کا معنیٰ تو معلوم ہو؛ لیکن مرادِ الٰہی معلوم نہ ہو، مثلاً ساق، ید، وجه وغیرہ۔

هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ کا مطلب:

یعنی احکامِ دین و دنیا میں آیاتِ محکمات ہی معتمد ہیں وہی اصل ہیں جن سے مسائل وغیرہ متفرع کیے جاتے ہیں اور رہے آیاتِ متشابہات تو اس کے معنیٰ کے جاننے کا انسان کو مکلف نہیں بنایا گیا ہے؛ بلکہ اس کے علم کو اللہ کے حوالے کرنے کا حکم ہے۔

(ج) وجعله كلّه محكمًا إلخ سے کس بات کی طرف اشارہ کیا ہے؟

اس عبارت سے مفسر علام نے قرآن کریم کی دو مختلف مقامات کی دو آیتوں سے پیدا ہونے والے تعارض کو دور کیا ہے۔

تعارض: قرآنِ کریم میں ایک جگہ پورے قرآن کو محکم بتایا ہے اور دوسری جگہ پورے قرآن کو متشابہ بتلایا ہے پھر یہاں پر بعض کو محکم اور بعض کو متشابہ گردانا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ پورا قرآن محکم بھی ہو اور متشابہ بھی ہو پھر کچھ محکم اور کچھ متشابہ ہو؟

جواب: یہ اعتراض سطحی نظر کی وجہ سے پیدا ہوا ہے؛ ورنہ عمیق نظر رکھنے والے اس میں تعارض نہیں پاتے ہیں، بہر حال! یہاں جو ذکر ہوا ہے کہ بعض محکم اور بعض متشابہ ہیں یہی راجح ہے اور رہے دیگر مقامات پر کل کا محکم یا متشابہ گردانا تو وہ اس معنیٰ کر نہیں جس معنیٰ کر یہاں ذکر ہوا ہے؛ بلکہ وہاں جہاں کل کو محکم گردانا گیا ہے اس کے معنیٰ عیب کے ہیں کہ پورے قرآن میں کوئی عیب نہیں ہے اور جہاں پورے قرآن کو متشابہ گردانا گیا ہے وہاں اس کے معنیٰ مشابہت کے ہیں یعنی پورا قرآن ایک دوسرے کے صدق میں مشابہ ہیں اور جہاں بعض کو متشابہ اور بعض کو محکم قرار دیا ہے وہاں دوسرے معنیٰ ہیں یعنی ہر جگہ کی جہت مختلف ہے اور یہ بات آسان منطق سے پڑھتے چلے آرہے ہیں کہ تعارض کے لیے دس شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے جس میں سے ایک اتحادِ جہت ہے جو یہاں مفقود ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) آئندہ کلمات کی لغوی صرفی تحقیق:

زَیغ: یعنی حق سے بے رغبتی (باب ضرب) سے مصدر ہے بصلہ عن۔

ابتغاء: باب افتعال کا مصدر بمعنی طلب وجستجو کرنا۔

الفتنة: (ج) فتن بمعنی فتنہ، فساد، شرارت، مراد جاہل عوام کو گمراہ کرنے کے لیے غلط مطلب نکال کر انہیں بتانا۔

تاویل: بمعنی تفسیر، یعنی ان آیتوں کی تاویل میں پڑتے ہیں جن میں پڑنے سے روکا گیا ہے۔

سوال نمبر ۶۰، جلالین: ص ۴۷ (امتحان داخلہ ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ﴾ عِبْرَةٌ ﴿فِيْ فِئَتَيْنِ﴾ فِرْقَتَيْنِ ﴿الْتَقَتَا﴾ لِلْقِتَالِ ﴿فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ أَيْ طَاعَتِهٖ وَهُمُ النَّبِيُّ وَأَصْحَابُهٗ كَانَ مَعَهُمْ فَرَسَانِ وَسِتُّ أَدْرُعٍ وَثَمَانِيَةُ سُيُوْفٍ وَأَكْثَرُهُمْ رَجَّالَةٌ ﴿وَ أُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ﴾ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ أَيِ الْكُفَّارُ ﴿مِّثْلَيْهِمْ﴾ أَيْ أَكْثَرَهُمْ مِنْهُمْ أَيْ رُؤْيَةً ظَاهِرَةً مُعَايَنَةً ﴿وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ الْمَذْكُوْرِ ﴿لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آیت میں کس غزوہ کا ذکر ہے غزوہ کا نام اور مختصر واقعہ ذکر کیجیے۔ (ج) يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ کی تینوں ضمائر کا مرجع متعین کرتے ہوئے مرجع کے اختلاف سے معنی میں جو تبدیلی ہو اس کی بھی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: بے شک تمہارے لیے دونوں فریقوں کے قتال کے لیے مقابل ہونے میں عبرت ہے ایک جماعت اللہ کی راہ میں پڑ رہی تھی یعنی اس کی اطاعت میں اور وہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ تھے اور ان کے ساتھ دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں ان میں سے اکثر لوگ پاپیادہ تھے اور دوسری جماعت کافروں کی تھی جو مسلمانوں کو اپنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے کئی گنا زیادہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی یعنی اپنے سے زیادہ یَرَوْنَهُمْ یاء اروتاء کے ساتھ ہے اور اللہ جس کی طرف چاہتا ہے اپنی نصرت سے مدد کرتا ہے بلا شبہ اس مذکورہ واقعہ میں اہل بصیرت کے لیے بڑا سبق ہے۔

(ب) آیت میں کس غزوہ کا ذکر ہے غزوہ کا نام اور مختصر واقعہ:

اس آیت میں جنگ بدر کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے جس میں کفار تقریباً ایک ہزار تھے جن کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے اور دوسری طرف مسلمان مجاہدین تین سو سے کچھ زیادہ تھے جن کے پاس کل ستر اونٹ دو گھوڑے اور چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں اور حال یہ تھا کہ ہر ایک کو اپنا فریق مخالف اپنے سے دوگنا نظر آتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار مسلمانوں کی کثرت کا تصور کر کے مرعوب ہوتے تھے اور مسلمان دوگنی تعداد دیکھ کر اور زیادہ حق کی جانب متوجہ ہوئے تھے اور خدا کے دعوے (وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ) پر بھر پور اعتماد کر کے فتح و نصرت کی امید رکھتے تھے اگر ان کی پوری تعداد منکشف ہوتی تو ممکن تھا کہ خوف طاری ہو جاتا۔

(ج) يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ کی تینوں ضمائر کا مرجع:

يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ الخ: اس میں دو صورتیں ہیں ایک صورت تو یہ ہے يَرَوْنَهُمْ میں ضمیر فاعل کا مرجع مومنین ہوں اس صورت میں هُمْ ضمیر کا مرجع کفار ہوں گے اور مِّثْلَيْهِمْ میں هم ضمیر کا مرجع مومنین ہوں گے مطلب یہ ہوگا کہ مومنین کفار کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے۔

مرجع کے اختلاف سے معنی میں جو تبدیلی ہو اس کی بھی وضاحت: دوسری صورت یہ ہے کہ يَرَوْنَهُمْ میں ضمیر فاعل کا مرجع کفار ہوں اور هم ضمیر کا مرجع مومنین ہوں اور مِّثْلَيْهِمْ میں هم ضمیر کو مرجع کفار ہوں تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ کفار مومنین کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے یعنی مومنین کفار کو ایک ہزار ہونے کے باوجود چھ سو دیکھ رہے تھے یا کفار مومنین کے تین سو ہونے کے باوجود دو ہزار دیکھ رہے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۶۱، جلالین: ص ۴۸ (امتحان سالانہ ۱۴۲۱ھ)

(الف) عبارت با اعراب: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ يُقَاتِلُوْنَ ﴿النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ﴾ بِالْعَدْلِ ﴿مِنَ النَّاسِ﴾ وَهُمُ الْيَهُوْدُ رُوِيَ أَنَّهُمْ قَتَلُوْا ثَلَاثَةً وَأَرْبَعِيْنَ نَبِيًّا فَنَهَاهُمْ مِائَةٌ وَّسَبْعُوْنَ مِنْ عُبَّادِهِمْ فَقَتَلُوْهُمْ مَنْ يَوْمِهِمْ ﴿فَبَشِّرْهُمْ﴾ أَعْلِمْهُمْ ﴿بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ مُؤْلِمٌ وَذِكْرُ الْبَشَارَةِ تَهَكُّمٌ بِهِمْ وَدَخَلَتِ الْفَاءُ فِيْ خَبَرِ إِنَّ لِشِبْهِ اِسْمِهَا الْمَوْصُوْلِ بِالشَّرْطِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھتے ہوئے بتائیں کہ مفسر علام نے بَشِّرْهُمْ کی تفسیر اعلمهم سے کیوں کی؟ نیز ''وَدَخَلَتِ الْفَاءُ الخ'' سے کس اعتراض کا جواب دے رہے ہیں؟ اعتراض وجواب کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیت کا انکار کرتے ہیں، اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں، ایک قراءۃ میں يُقَاتِلُوْنَ ہے یعنی انبیاء سے لڑتے ہیں، (اور ان لوگوں کو بھی قتل کرتے ہیں، جو عدل کا حکم کرتے ہیں) اور یہ یہود ہیں مروی ہے کہ انھوں نے ۴۳/ تینتالیس انبیاء کو قتل کیا، انہیں اس جرم سے ۱۷۰/ ایک سو ستر عابدوں نے منع کیا، تو انہیں بھی اسی دن قتل کر دیا (انہیں دردناک عذاب کی بشارت سنادو) یعنی اطلاع کر دو، اور بشارت کا ذکر ان کے ساتھ تہکم ہے، اور اِنَّ کی خبر میں فاء اس لیے داخل ہوئی کہ اس کا اسم جو کہ موصول ہے، شرط کے مشابہ ہے۔

(ب) مطلب: اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ: یعنی ان کی سرکشی اور بغاوت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ صرف نبیوں کو ہی ناحق قتل نہیں کیا بلکہ ان کو بھی قتل کر ڈالا جو حق وانصاف کی بات کرتے تھے، یعنی وہ مومنین ومخلصین اور داعیان حق جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ: یہ طنزیہ انداز بیان ہے مطلب یہ ہے کہ اپنے جن کرتو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

توں پر وہ آج بہت خوش ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں، انھیں بتادو کہ تمہارے ان اعمال کا انجام یہ ہے اور عذاب کی بشارت، درحقیقت ان پر ایک طرح کا طنز ہے ورنہ بشارت خوش خبری کو کہتے ہیں، پس عذاب کی بشارت نہیں ہوسکتی، چوں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کرنے والوں نے اس قتل کرنے کو اپنا ایک کارنامہ سمجھا، اور ظاہر ہے کہ کسی بڑے کام پر انعام واکرام کی بشارت ملتی ہے، تو ان کے اس گمان کی بنیاد پر بشارت کا لفظ لایا گیا؛ مگر اس کے ساتھ عَذَابٍ اَلِیْمٍ کو چسپاں کر کے بتا دیا گیا، کہ تمہارے لیے کس قسم کی بشارت ہے۔

مفسر علام نے بَشِّرْھُمْ کی تفسیر اعلمھم سے کیوں کی؟

بَشِّرْھُمْ اس میں دراصل استعارہ تبعیہ ہے اخبار بالعذاب کو بشارت سے تشبیہ دی ہے، مشبہ بہ کو مشبہ کے لیے مستعار لیا ہے، درحقیقت یہاں عذاب کی خبر دینا مقصد ہے اس لیے یُبَشِّرْھُمْ کی تفسیر اَعْلِمْھُمْ سے کی گئی ہے۔

نیز ''وَدُخِلَتِ الْفَاءُ الخ'' سے کس اعتراض کا جواب دے رہے ہیں؟

وَدُخِلَتِ الْفَاءُ ان الخ: مفسر علام نے یہاں ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔

اعتراض: اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ الخ: سے من الناس تک مجموعی اعتبار سے اِنَّ کا اسم ہے، اور فَبَشِّرْھُمْ اس کی خبر ہے، نہ کہ مبتدا شرط اور نہ خبر جزا ہے، پھر خبر میں فاء جزائیہ کیوں داخل کیا گیا؟

جواب: اس کا جواب مفسر نے یہ دیا کہ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ میں شرط کی مشابہت پائی جاتی ہے اس لیے اس کی خبر جزاء کے مشابہ ہے، کیوں کہ کفر باٰیٰتِ اللّٰہِ اور قتل انبیاء وصلحاء عذاب الیم کی بشارت کا سبب ہے، اور معلوم ہے کہ شرط، جزاء کے لیے سبب ہے، تو یہاں اِنَّ کا اسم اس کی خبر کے لیے سبب ہے تو گویا کہ لفظاً شرط و جزاء نہیں ہے لیکن مشابہت تو ضرور ہے اس لیے فاء جزائیہ خبر میں آیا، قاعدہ یہ ہے کہ مبتداء اسم موصول ہو، یا اسم موصول کا مضاف ہو، اور موصول کا صلہ فعل ہو، تو اس میں شرط کی مشابہت پائی جاتی ہے، اور خبر پر فاء جزائیہ کا داخل کرنا جائز ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۶۲، جلالین: ص ۴۹ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ﴾ يُوَالُوْنَهُمْ ﴿مِنْ دُوْنِ﴾ أَيْ غَيْرِ ﴿الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ﴾ أَيْ يُوَالِيْهِمْ ﴿فَلَيْسَ مِنْ﴾ دِيْنِ ﴿اللهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً﴾ مَصْدَرُ تَقَيْتُه أَيْ تَخَافُوْا مَخَافَةً فَلَكُمْ مُوَالَاتُهُمْ بِاللِّسَانِ دُوْنَ الْقَلْبِ وَهٰذَا قَبْلَ عِزَّةِ الْإِسْلَامِ وَ يَجْرِيْ فِيْ مَنْ فِيْ بَلَدٍ لَيْسَ قَوِيًّا فِيْهَا ﴿وَ يُحَذِّرُكُمُ﴾ يُخَوِّفُكُمُ ﴿اللهُ نَفْسَهٗ﴾ أَيْ أَنْ يَّغْضِبَ عَلَيْكُمْ إِنْ وَالَيْتُمُوْهُمْ ﴿وَ اِلَى اللهِ الْمَصِيْرُ﴾ الْمَرْجِعُ فَيُجَازِيْكُمْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔ (ج) موالات کی تشریح کے بعد بتائیں کہ کافروں کے ساتھ کس نوعیت کا تعلق درست ہے؟

(**جواب**) **ترجمہ**: مومنوں کو چاہیے کہ کافروں کو دوست نہ بنائیں کہ مومنوں کو چھوڑ کر ان سے محبت کرنے لگیں اور جو شخص ایسا کرے گا یعنی ان سے دوستی کرے گا تو وہ اللہ کے دین کے بارے میں کسی شمار میں نہیں؛ مگر ایسی صورت میں کہ تم کو ان سے اندیشہ ہو تقۃ تقیۃ کا مصدر ہے یعنی اگر تم ان سے کسی قسم کے ضرر کا خوف رکھتے ہو تو تم کو ان سے زبانی دوستی کی اجازت ہے نہ کہ دلی دوستی کی اور یہ حکم اسلام کے غلبہ سے پہلے کا ہے۔ اور مذکورہ حکم اس کے لیے بھی ہے جو کسی ایسے شہر میں ہو کہ اسلام اس میں قوی نہیں ہے اور اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے یہ کہ وہ تم سے ناراض ہوگا اگر تم ان سے دلی دوستی کروگے اور اللہ کی طرف ہی آنا ہے تو وہ تم کو جزا دے گا۔

(ب) تفسیری فوائد کی وضاحت:

یوالونھم: اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اولیاء یہاں پر ولی بمعنی محبت سے ماخوذ ہے نہ کہ استعانت کے معنی سے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

من دین اللہ: دینی نکال کر اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ یہاں پر مضاف محذوف ہے اور وہ دین ہے۔

تقیتۃ: قاف پر فتحہ بروزن رَمِیَّتُہٗ یعنی تُقٰۃٌ تقیتۃ کا مصدر ہے اور مفعول مطلق واقع ہے، تُقٰۃ اصل میں وُقیَۃٌ تھا واؤ کو تاء سے بدل کر یاء کو الف سے بدل دیا اور تاء کو حذفِ واؤ پر دلالت کرنے کے لیے ضمہ دے دیا۔

دون القلب: یعنی کافروں سے بغرض مصلحت زبانی محبت کے اظہار کی اجازت تو ہے؛ لیکن دلی محبت مراد ہے۔

اولیاء جمع ہے وَلِیٌّ کی، ولی دوست کو بھی کہتے ہیں، اسی طرح قریبی کو اور مددگار کو، اور آیت کے اندر بتلایا گیا ہے کہ مسلمان، دیگر اقوام یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے دوستانہ تعلق قائم نہ کریں، اس کا صراحتاً سورۂ نساء میں بھی مذکور ہے۔

(ج) موالات کی تشریح:

موالات، مروت، حسنِ سلوک، رواداری اور عدل و انصاف یہ سب الگ الگ چیزیں ہیں، مسلمان اگر کسی چیز میں مصلحت سمجھیں تو ہر کافر سے عہد و پیمان اور صلح، شروع طریقے پر کر سکتے ہیں، اور عدل وانصاف کا معاملہ تو اس میں مسلمان کافر سے عہد و پیمان اور صلح، شروع طریقے پر کر سکتے ہیں۔ اور عدل وانصاف کا معاملہ تو اس میں مسلمان کافر ہر ایک ایک بشر کے درجے میں ہیں، حسنِ سلوک اور رواداری کا برتاؤ ان کافروں کے ساتھ تو درست ہے جو مسلمانوں کے مقابل دشمن نہ ہو، اسی طرح کا ذکر سورۂ ممتحنہ میں ہے، رہا موالات کا معاملہ یعنی دوستانہ تعلق اور برادرانہ مناصرت و معاونت تو کسی مسلمان کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ کسی کافر سے یہ تعلق قائم کرے؛ البتہ صوری موالات جو اَلَّا تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً کے تحت داخل ہو اور عام تعاون جس کا مسلمان اور اسلام کے دبدبے پر کوئی اثر نہ پڑے اس کی اجازت ہے۔

کافروں کے ساتھ کس نوعیت کا تعلق درست ہے؟

اگر کسی موقع پر اظہار دوستی کے بغیر ان کے شر سے بچنا ممکن نہ ہو تو ایسے وقت میں صرف زبانی طور پر دوستی کا اظہار درست ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

سوال نمبر ۶۳، جلالین: ص ۵۲ (امتحان ششماہی ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَلَمَّآ اَحَسَّ﴾ عَلِمَ ﴿عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ﴾ وَأَرَادُوْا قَتْلَهٗ ﴿قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْ﴾ أَعْوَانِيْ ذَاهِبًا ﴿اِلَى اللّٰهِ﴾ لِأَنْصُرَ دِيْنَهٗ ﴿قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ﴾ اَعْوَانُ دِيْنِهٖ ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ﴾ يَاعِيْسٰى ﴿بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(ج) حوارین کون تھے، کتنے تھے اور وجہ تسمیہ بھی قلم بند کریں۔

(جواب) ترجمہ: چناں چہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی طرف سے انکار محسوس کیا اور انہوں نے ان کے قتل کا ارادہ کرلیا تو آپؑ نے فرمایا اللہ کے لیے میرا کون مددگار ہوگا؟ حال یہ کہ میں اللہ کی طرف جارہا ہوں؛ تاکہ میں اس کے دین کی مدد کروں، تو حواریوں نے کہا کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار یعنی اس کے دین کے مددگار، ہم اللہ کی تصدیق کرتے ہیں اور اے عیسیٰ! تم گواہ رہنا کہ ہم فرماں بردار ہیں۔

(ب) مطلب:

حضرت مریم وعیسیٰ علیہا السلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یوسف ان کو مصر لے گئے اور وہیں وہ جوان ہوئے اور پھر ملک شام گئے وہاں حضرت یحییٰ لوگوں کو نصیحت کرتے تھے اور لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے تھے، آخرکار بادشاہ نے ان کو قتل کرادیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یروشلم وغیرہ کے شہر میں تبلیغ کرتے رہے اور یہود کو ان کے ساتھ عداوت بڑھتی رہی؛ کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بامرِ الٰہی دینِ موسویؑ کے احکام میں تبدیلی کی جس کی تفصیل اناجیلِ اربعہ میں مل سکتی ہے۔ یَوْمَ السَّبْتِ کے سلسلہ میں بڑی پابندیاں تھیں ان کو ہٹایا، غرضے کہ یہود ان سے مشتعل ہوئے اور ان کے درپے ہوگئے جس کی وجہ سے ان کو اپنے اعوان وانصار حوارین سے مدد لینی پڑی، یہاں ابن مریمؑ کو بطورِ جزءِ علم استعمال کرکے حضرت مریم علیہا السلام کے بزرگی کی طرف اشارہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) حواریین کون تھے اور کتنے تھے:

حواریین: یہ مخلص ترین لوگ تھے جو جو سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست حق پر ایمان لائے۔ ان کی تعداد بارہ تھی انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی۔

وجہ تسمیہ: بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ لوگ سفید تھے اسی وجہ سے ان کا نام حواریین ذکر کیا گیا ہے اس صورت میں (حواریین) حور سے مشتق ہوگا جس کے معنیٰ سفیدی کے ہیں اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ لوگ دھوبی تھے اور دھوبی، رنگریز ماہی گیر تمام کو عربی میں (حواری) کہا جاتا ہے اسی لیے ان کو حواری کہا گیا۔

سوال نمبر ۶۴، جلالین: ص ۵۲ (امتحان سالانہ ۱۴۲۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ قَابِضُكَ ﴿وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ مِنَ الدُّنْيَا مِنْ غَيْرِ مَوْتٍ ﴿وَ مُطَهِّرُكَ﴾ مُبْعِدُكَ ﴿مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ﴾ صَدَّقُوْا نُبُوَّتَكَ ﴿فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ يَعْلُوْنَهُمْ بِالْحُجَّةِ وَالسَّيْفِ ﴿اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾۔

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ۔ (ب) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق، یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کا عقیدہ بیان کریں۔ (ج) نیز خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے عیسیٰ میں تم کو وفات دینے والے یعنی تم کو اپنے قبضہ میں لینے والا ہوں اور میں بغیر موت کے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور ان لوگوں سے تم کو پاک الگ کرنے والا یعنی ان سے دور رکھنے والا ہوں جو منکر ہوئے اور جن لوگوں نے تمہاری پیروی کی ہے، تمہاری نبوت کی تصدیق کی ہے، انہیں ان لوگوں پر قیامت تک فوقیت دینے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا ان کے ماننے والے دلیل سے بھی اور تلوار سے بھی غائب رہیں گے۔

(ب) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق، یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کا عقیدہ:

حیاتِ عیسیٰ کے متعلق تینوں مذاہب کے الگ الگ عقیدے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہود: دنیا میں صرف یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول اور مصلوب ہو کر دفن ہو گئے اور پھر زندہ نہیں ہوئے۔

نصاریٰ: نصاریٰ کا اس سلسلے میں یہ کہنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول و مصلوب تو ہو گئے تھے؛ لیکن دوبارہ زندہ کر کے آسمان پر اُٹھا لیے گئے۔

مسلمان: ان دونوں گروہوں کے بالمقابل اسلام کا عقیدہ اس سلسلے میں وہ ہے جو اس آیت اور دوسری کئی آیتوں میں صراحت سے بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دلانے کے لیے آسمان پر زندہ اُٹھا لیا، نہ وہ قتل کیے گئے اور ان کو سولی پر چڑھایا گیا، وہ زندہ آسمان پر زندہ ہیں اور قربِ قیامت میں دوبارہ نازل ہوں گے، یہودیوں پر فتح حاصل کر کے طبعی موت مریں گے، اس پر تمام امتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔

(ج) خط کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق:

مُتَوَفِّيْكَ: باب تفعیل سے واحد مذکر بمعنیٰ وفات دینا، پورا پورا لینا۔

رَافِعُكَ: باب فتح سے اسم فاعل واحد مذکر بمعنیٰ اُٹھانا۔

مُطَهِّرُكَ: باب تفعیل سے واحد مذکر بمعنیٰ پاک کرنا۔

سوال نمبر ۶۵، جلالین: ص ۵۳ (امتحان سالانہ ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَمَنْ حَآجَّكَ﴾ جَادَلَكَ مِنَ النَّصَارٰى ﴿فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ﴾ بِأَمْرِهٖ ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ﴾ فَنَجْمَعُهُمْ ﴿ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾ بِأَنْ نَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَاذِبَ فِيْ شَأْنِ عِيْسٰى وَقَدْ دَعَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْدَ نَجْرَانَ لِذٰلِكَ لَمَّا حَاجُّوْهُ بِهٖ فَقَالُوْا حَتّٰى نَنْظُرَ فِيْ أَمْرِنَا ثُمَّ نَأْتِيْكَ فَقَالَ ذُوْ رَأْيِهِمْ لَقَدْ عَرَفْتُمْ نُبُوَّتَهٗ وَأَنَّهٗ مَا بَاهَلَ قَوْمٌ نَبِيًّا إِلَّا هَلَكُوْا فَوَادَعُوْا الرَّجُلَ وَانْصَرَفُوْا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری فوائد لکھیے۔ (ج) ان نزول تحریر کریں۔ (د) مباہلہ کے لغوی صرفی معنی تحریر کرتے ہوئے بتائیں کہ کیا مباہلہ اب بھی مشروع ہے؟ اور کس وقت؟

(جواب) ترجمہ: پھر جو کوئی نصاری میں سے آپ سے اس (باب) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں حجت کرنے بعد اس کے کہ آپ کے پاس عیسیٰ کے معاملہ میں علم پہنچ چکا ہو تو ان سے کہو (اچھا) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اور خود ہم اور تم سب (آئیں) ان سب کو جمع کریں پھر عاجزی سے دعاء کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں اور اس طرح کہیں (اللّٰھم العن الخ) اے اللہ عیسیٰ کے معاملہ میں جھوٹے پر لعنت فرما، جب انہوں نے اس معاملہ میں آپ علیہ السلام سے جھگڑا کیا تو نبی علیہ السلام نے وفد نجران کو مباہلہ کی دعوت دی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے معاملہ میں غور کرلیں پھر ہم آپ کے پاس آئیں گے تو ان کے صاحب الرائے نے ان سے کہا، تم ان کی نبوت کو پہچان چکے ہو اور واقعہ یہ ہے کہ کسی قوم نے اپنے نبی سے مباہلہ نہیں کیا مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوگئی لہٰذا تم اس شخص سے صلح کرلو اور واپس چلو۔

(ب) تفسیری فوائد: مِنَ النَّصَارٰی: یعنی اس سے مراد نصاری نجران ہیں یا ان کے علاوہ بھی دوسرے ہوسکتے ہیں۔

بِأَمْرِهٖ: یعنی آپ کے پاس عیسیٰ کے متعلق یہ علم پہنچ چکا ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں ان کے بیٹے نہیں ہیں۔

لِذٰلِكَ: یعنی مباہلہ کی دعوت دی جو کہ عاجزی و دعاء کرنا ہے۔

ذو رائھم: یعنی وہ لوگ اپنے بڑے اور صاحب الرائے کے پاس لوٹے تو انہوں نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ نبی سے مباہلہ کرنا ہلاکت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

وَلَقَدْ عَرَفْتُمْ نُبُوَّتَهٗ: مراد آپ علیہ السلام کی نبوت ہے۔

فوادعوا الرجل: میں رجل سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چنانچہ انہوں نے آپ علیہ السلام سے مال پر صلح کی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) شانِ نزول: ۹ھ میں نصاری نجران کے چودہ اکابر کا ایک وفد آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھوں نے آپ سے الوہیت مسیح کے سلسلہ میں گفتگو جاری کی اس سلسلہ میں اسلامی عقیدہ بالکل صاف اور ظاہر تھا لیکن پھر بھی مسیح نمائندے اپنی بات پر اڑے رہے، آخر کار آپ علیہ السلام نے وہی کیا جو ایک سچا اور مخلص دیندار ایسے موقع پر کرتا ہے آپ نے فرمان الہی کے تحت نصاری کو مباہلہ کی دعوت دی کہ زبانی گفتگو تو بہت ہو چکی اب آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں اور خاص اقرباء کو لے کر اپنے پروردگار سے یہ عاجزی اور تضرع کریں کہ جو فریق ناحق پر ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقی اور حکمی اولاد فاطمہ وحسن حسین اور حضرت علی کو ساتھ لے کر تشریف لے آئے لیکن راوی کا بیان ہے کہ مسیحیوں کی ہمت عین وقت پر جواب دے گئی اور بجائے اس آزمائش میں پڑنے کے عافیت اس میں سمجھی کہ جزیہ دے کر ذمی رعایا بن کر اسلامی حکومت میں رہنا گوارہ کر لے۔

(د) مباہلہ کے لغوی صرفی معنیٰ: مباہلہ کے لغوی معنیٰ: عاجزی کرنا، گڑگڑانا۔

اصطلاحی تعریف: دو فریق کا کسی میدان میں جا کر ایک دوسرے پر ایک لعنت بھیجنا اس طرح کہ اگر ہمارا مقابلہ ناحق پر ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

کیا مباہلہ اب بھی مشروع ہے اور کس وقت؟

قرآن نے یہ نہیں بتلایا کہ مباہلہ کی صورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی اختیار کی جا سکتی ہے؛ لیکن بعض سلف کے طریق عمل اور بعض فقہاء کرام اور بعض حنفیہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مباہلہ کی مشروعیت اب بھی باقی ہے مگر ان چیزوں میں جن کا ثبوت بالکل قطعی ہو، اور اس وقت جب کہ معاندین کی سرکشی حد سے تجاوز کر جائے۔

سوال نمبر ۶۶، جلالین: ص ۵۵ (امتحان سالانہ ۱۴۳۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ﴾ اذْكُرْ ﴿إِذْ﴾ حِيْنَ ﴿أَخَذَ اللهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَآ﴾ بِفَتْحِ اللَّامِ لِلِابْتِدَاءِ وَتَوْكِيْدِ مَعْنَى الْقَسَمِ الَّذِيْ فِيْ أَخْذِ الْمِيْثَاقِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَكَسرِهَا مُتَعَلِّقٌ بِأَخَذَ وَمَا مَوْصُوْلَةٌ عَلَى الْوَجْهَيْنِ أَيْ لِلَّذِيْ ﴿اٰتَيْتُكُمْ﴾ إِيَّاهُ وَفِيْ قِرَاءَةٍ اٰتَيْنٰكُمْ ﴿مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ﴾ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ وَهُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ جَوَابُ الْقَسَمِ إِنْ أَدْرَكْتُمُوْهُ وَأُمَمُهُمْ تَبَعٌ لَّهُمْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿قَالَ﴾ تَعَالٰى لَهُمْ ﴿ءَاَقْرَرْتُمْ﴾ بِذٰلِكَ ﴿وَ اَخَذْتُمْ﴾ قَبِلْتُمْ ﴿عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ﴾ عَهْدِيْ ﴿قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۝۸۱﴾ عَلَيْكُمْ وَعَلَيْهِمْ ﴿فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝۸۲﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) رسولٌ سے کون سے رسول مراد ہیں؟ اگر آں حضور علیہ السلام مراد ہیں تو ان نبیوں کے زمانے میں تو مبعوث نہیں ہوئے تھے، تو اس عہد کا کیا فائدہ ہوا؟

(جواب) ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب انبیاء سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت (کی قسم) سے دوں لما لام کے فتحہ کے ساتھ لام ابتداء ہے اور اس معنیٰ قسم کی تاکید کے لیے ہے جو اخذ المیثاق سے مفہوم ہے اور کسرۂ لام کے ساتھ اخذ کے متعلق ہے اور ما دونوں صورتوں میں موصولہ ہے أي الذي اور ایک قرأت میں اٰتینکم ہے پھر تمہارے پاس اس کتاب وحکمت کی تصدیق کرنے والے آئے جو تمہارے پاس ہے اور وہ رسول محمد ہیں تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا (لتؤمنن) جوابِ قسم ہے یعنی تم اگر اس کو پاؤ، اس حکم میں انبیاء کی امتیں ان کے تابع ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو؟ اور اس پر میرا عہد کرتے ہو؟ وہ بولے ہم اقرار کرتے ہیں فرمایا تم اس بات پر گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے اور ان کے اوپر گواہوں میں سے ہوں تو اب جو بھی اس عہد کے بعد روگردانی کرے گا تو وہ نافرمانوں میں شمار ہوگا۔

(ب) **تفسیر:** یعنی عالمِ ارواح میں تمام انبیاء سے اس بات کا عہد لیا گیا تھا کہ تم کو جو کتاب وحکمت دی جارہی ہے جب اس کی تصدیق کرنے والا نبی تمہارے پاس آئے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا؛ چناں چہ نبیوں نے اس عہد کا اقرار کیا، اس سے ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

بات کا پتہ چلتا ہے کہ اگر نبی ﷺ کی بعثت انبیاء کے زمانہ میں ہوتی تو ان سب کے نبی آپ ہی ہوتے اور وہ تمام انبیاء آپ کی امت میں شامل ہوتے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی شان محض نبی الامت کی نہیں؛ بلکہ نبی الانبیاء کی بھی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ کی نبوت عامہ اور شاملہ ہے اور آپ کی شریعت میں سابقہ تمام شریعتیں مدغم ہیں۔ آخر آیت میں اہلِ کتاب کو تنبیہ کرنا ہے کہ تم اللہ کے عہد کو توڑ رہے ہو، محمد کا انکار اور ان کی مخالفت کر کے اس میثاق کی خلاف ورزی کر رہے ہو جو تمہارے انبیاء سے لیا گیا تھا اور تم اس عہد میں انبیاء کے تابع تھے، لہٰذا اب تم ایمان کے حدود سے نکل چکے ہو یعنی اللہ کی اطاعت سے خارج ہو گئے ہو۔

(ج) رسولٌ سے کون سے رسول مراد ہیں؟

حضرت ابن عباس، حضرت علی اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول سے مراد آں حضور ﷺ ہیں؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے علاحدہ علاحدہ عہد لیا۔

اس عہد کا فائدہ: اس عہد کا فائدہ ہے اولِ انبیاء کو آخرِ انبیاء سے جوڑنا اور ان نبیوں کا آپس میں ایک دوسرے کی نصرت و مدد اور تائید کرنا اور اس بات کو بیان کرنا کہ انبیاء میں حسد کی بیماری نہیں ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۶۷، جلالین: ص ۵۶ (خود ساختہ)

(الف) عبارت با اعراب: ﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا﴾ حَلَالًا ﴿لِّبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيلُ﴾ يَعْقُوبُ ﴿عَلٰى نَفْسِهٖ﴾ وَهُوَ الْإِبِلُ لَمَّا حَصَلَ لَهٗ عِرْقُ النِّسَاءِ فَنَذَرَ إِنْ شُفِيَ لَا يَأْكُلُهَا فَحُرِّمَ عَلَيْهِ ﴿مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ﴾ وَذٰلِكَ بَعْدَ إِبْرَاهِيمَ وَلَمْ تَكُنْ عَلٰى عَهْدِهٖ حَرَامًا كَمَا زَعَمُوْا ﴿قُلْ﴾ لَهُمْ ﴿فَأْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ﴾ لِيَتَبَيَّنَ صِدْقُ قَوْلِكُمْ ﴿إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ فِيْهِ فَبُهِتُوْا وَلَمْ يَأْتُوْا بِهَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آیتِ کریمہ کا مطلب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لکھیں۔ (ج) شانِ نزول تحریر کریں۔ (د) اس سلسلے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ کیا ہے؟ نیز بتائیں کہ عرق النساء کیا ہے؟

(جواب) ترجمہ: ہر کھانا بنی اسرائیل کے لیے حلال تھا بجز اس کے کہ جس کو اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اور وہ اونٹ تھا، ایسا اس وقت کیا تھا جب ان کو عرق نساء کا مرض لاحق ہو گیا تھا (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے نذر مانی تھی کہ اگر میں شفایاب ہو گیا تو اس کو میں نہیں کھاؤں گا؛ چناں چہ اس کو اپنے اوپر ممنوع قرار دے لیا، ایسا تورات نازل ہونے سے قبل کیا تھا اور یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہوا، اور یہ حرمت حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں نہیں تھی، جیسا کہ انہوں نے سمجھا، تو آپ ان سے کہیے کہ تورات لاؤ اور اس کو پڑھو تاکہ تمہارے قول کی صداقت ظاہر ہو جائے، اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو وہ ہکے بکے رہ گئے اور تورات نہیں لائے۔

(ب) آیتِ کریمہ کا مطلب: اس سے پہلی آیت میں اہلِ کتاب سے بحث و مباحثہ کا ذکر ہے اس آیت میں بھی وہی سلسلہ جاری ہے؛ چناں چہ انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ بتلائیں وہ کون سی چیز ہے جس کو اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام دیہات میں رہتے تھے، ان کو عرق النساء کا مرض لاحق ہو گیا تو احتیاط کے طور پر انہوں نے اونٹ اور دودھ کے استعمال کو موقوف کر دیا تھا، تو یہود نے کہا صَدَقْتَ.

(ج) شانِ نزول:

روح المعانی میں مذکور ہے کہ ان کے سامنے اپنے آپ کو ملتِ ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ کیا تو یہود نے اعتراض کیا کہ جب آپ ملّت ابراہیمی پر ہیں تو آپ اونٹ کا گوشت اور دودھ کیوں پیتے ہیں، جب کہ یہ حضرت ابراہیمؑ پر حرام تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب چیزیں ان کے لیے حلال تھیں، یہود نے پھر کہا جتنی چیزیں ہم پر حرام ہیں یہ سب نوح و ابراہیم علیہما السلام کے زمانے سے حرام چلی آ رہی ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی جس میں یہود کو جھٹلایا گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

(د) اس سلسلے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ کیا ہے؟

حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک قسم کی بیماری لاحق ہوگئی تھی جس کو عرق النساء کہا جاتا ہے تو انہوں نے اس وقت نذر مانی کہ اگر میں شفایاب ہوگیا تو میں اس کھانے کو ترک کردوں گا جو مجھے سب سے زیادہ پسند ہے؛ چناں چہ ان کو سب سے محبوب اونٹ کا گوشت تھا، شفا حاصل ہونے کے بعد انھوں نے اس کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔

فائدہ: شاید ان کی شریعت میں نذر سے تحریم ہوجاتی تھی، جس طرح ہماری شریعت میں نذر ماننے سے وجوب ہوجاتا ہے؛ البتہ ہمارے یہاں تحریم کی نذر جائز نہیں، اسی وجہ سے اگر کوئی قسم کے طور پر نذر مانے تو اس کو قسم توڑ کر کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

عرق النساء کیا ہے؟ عرق النساء اکثر بائیں سرین سے شروع ہوکر گھٹنے تک اور بسااوقات ٹخنے تک اُتر آتا ہے، اگر یہ مرض زیادہ دنوں تک رہے تو مریض کے لنگڑا ہونے کا اندیشہ ہے۔

سوال نمبر ۶۸، جلالین: ص ۵۶ (امتحان داخلہ ۱۴۰۷ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿إِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ﴾ مُتَعَبَّدًا ﴿لِلنَّاسِ﴾ فِي الْأَرْضِ ﴿لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ﴾ بِالْبَاءِ لُغَةٌ فِيْ مَكَّةَ سُمِّيَتْ بِذٰلِكَ لِأَنَّهَا تَبُكُّ أَعْنَاقَ الْجَبَابِرَةِ أَيْ تَدُقُّهَا بَنَاهُ الْمَلٰئِكَةُ قَبْلَ خَلْقِ اٰدَمَ وَ وُضِعَ بَعْدَهُ الْاَقْصٰى وَبَيْنَهُمَا اَرْبَعُوْنَ سَنَةً كَمَا فِيْ حَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ وَفِيْ حَدِيْثٍ أَنَّهُ اَوَّلُ مَاظَهَرَ عَلٰى وَجْهِ الْمَاءِ عِنْدَ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ زُبْدَةٌ بَيْضَاءُ قَدْ حِيَتِ الْأَرْضُ مِنْ تَحْتِهٖ ﴿مُبٰرَكًا﴾ حَالٌ مِنَ الَّذِيْ أَيْ ذَا بَرْكَةٍ ﴿وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾﴾ لِأَنَّهُ قِبْلَتُهُمْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(جواب) ترجمہ: بلاشبہ سب سے پہلا گھر جو معبد کے طور پر لوگوں کے لیے مبارک بنا کر وضع کیا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے، بکہ میں ایک لغت بکہ بھی ہے باء کے ساتھ بکہ کو بکہ اس لیے کہتے ہیں کہ (بکہ) کے معنی توڑنے پھوڑنے کے ہیں؛ کیوں کہ یہ بڑے بڑے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جباروں (ظالموں) کی گردنوں کو جو اس کے انہدام کا قصد کرے توڑ کر رکھ دیتا ہے، اس کی تعمیر فرشتوں نے کی تھی، اس کے بعد مسجد اقصیٰ تعمیر کی گئی، ان دونوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں وارد ہے۔ اور ایک حدیث ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کے وقت سطحِ آب پر سفید جھاگ کی شکل میں جو چیز نمودار ہوئی تھی وہ کعبہ تھا اس کے بعد زمین کو اس کے نیچے سے پھیلایا گیا (مُبٰرَكًا) الَّذِي سے حال ہے یعنی ذَا برکۃ (برکت والا) اور اہلِ عالم کے لیے ہدایت والا ہے؛ اس لیے کہ یہ ان کا قبلہ ہے۔

(ب) مطلب: یہ آیتِ کریمہ یہود کے اس جواب میں ہے جو وہ کہتے تھے کہ بیت المقدس سب سے اوّل عبادت خانہ ہے اور مقدس ہے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے اپنا قبلہ کیوں بدل دیا، تو اس کے جواب میں کہا گیا کہ تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے پہلا گھر جو اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کیا گیا وہ مکہ میں ہے اور آیتِ کریمہ میں مکہ کو تمام کائنات اور تمام مساجد وغیرہ سے افضل بتایا گیا ہے اور یہ فضیلت کئی وجہ سے ہے، اوّل: یہ تمام عبادت گاہوں میں سب سے پہلی عبادت گاہ ہے، دوسری: یہ کہ وہ برکت والا ہے اور تیسری: وجہ یہ ہے کہ وہ پورے جہان کے لیے ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ہے، آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے منجانب اللہ بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے یعنی بیت اللہ شریف۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ دنیا میں سب سے پہلا عبادت خانہ مکہ میں تعمیر ہوا اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دنیا کے گھروں میں سب سے پہلا گھر عبادت ہی کے لیے بنایا گیا اور وہ بیت اللہ ہے اس سے پہلے نہ تو کوئی عبادت خانہ تھا اور نہ کوئی دولت خانہ حضرت عبداللہ بن عمر، مجاہد، قتادہ وغیرہ صحابیؓ اور تابعینؒ اس کے قائل ہیں کہ زمین پر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلا گھر عبادت خانہ کے طور پر قائم کیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے سے لوگوں نے اپنے رہنے کے لیے گھر تعمیر کرلیا ہو؛ لیکن بطورِ عبادت خانہ سب سے پہلا گھر بیت اللہ ہے۔ حضرت علیؓ سے بھی یہی منقول ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۶۹، جلالین: ص ۵۷ (امتحان داخلہ ۱۴۲۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ۝ وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ﴾ اِسْتِفْهَامُ تَعْجِيْبٍ وَ تَوْبِيْخٍ ﴿وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَ مَنْ يَّعْتَصِمْ﴾ يَتَمَسَّكْ ﴿بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ بِأَنْ يُّطَاعَ فَلَا يُعْصٰى وَيُشْكَرَ فَلَا يُكْفَرَ وَيُذْكَرَ فَلَا يُنْسٰى فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّقْوٰى عَلٰى هٰذَا فَنُسِخَ بِقَوْلِهٖ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔
(ج) مفسر علام نے استفہام تعجب کے بجائے تعجیب کیوں فرمایا ہے؟ اور (حَقَّ تُقٰتِهٖ) کی ترکیب لکھ کر مطلب واضح کریں۔ (د) جب موت غیر اختیاری چیز ہے تو اس سے نہی کیوں کی جا رہی ہے؟

(جواب) ترجمہ: اے ایمان والو! اگر اہلِ کتاب کے کسی فریق کی بات مانو گے تو وہ تم کو تمہارے ایمان لانے کے باوجود کافر بنا کر چھوڑیں گے اور تم کس طرح کفر کر سکتے ہو استفہام تعجب اور توبیخ کے لیے ہے؛ حالاں کہ تمہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اس کا رسول موجود ہے اور جو اللہ کو مضبوط پکڑتا ہے تو وہ سیدھی راہ کی طرف ہدایت کیا جاتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے بایں طور کہ اس کی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے ناشکری نہ کی جائے اور اس کو یاد رکھا جائے بھلایا نہ جائے تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی کس کو قدرت ہے؟ تو اس حکم کو اللہ نے اپنے قول (فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ) سے منسوخ کر دیا اور تم جان نہ دینا بجز اس حال کے کہ تم مسلمان موحد ہو۔

(ب) **مطلب:** ماقبل میں لوگوں کو ڈانٹا گیا تھا کہ تم لوگوں کو جان بوجھ کر کیوں گمراہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرتے ہو، پھر مسلمانوں کو نصیحت کی گئی تھی کہ تم ان کی باتوں میں نہ پڑو؛ ورنہ آہستہ آہستہ تم سے نورِ ایمانی جاتا رہے گا اور تم دوبارہ کفر کے گڑھے میں جا پڑو گے اور وہ لوگ کیسے کفر کر سکتے ہیں جن کے درمیان خدا کا رسول اور اس کا نبی موجود ہو اور لوگوں کو اللہ کی کتاب قرآن پڑھ کر سناتا ہو جو شخص اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے گا وہ سیدھی راہ پائے گا اور کامیاب ہو جائے گا اور چاہیے کہ ہر مسلمان کے دل میں خدا کا پورا پورا ڈر ہو وہ ہر وقت خدا سے ڈرتے ہوں اور نیک اعمال کرتے ہوں، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ان کو موت آجائے اور وہ کسی دوسرے اعمال میں مبتلا ہوں، یہ آیتیں مدینہ کے دو خاندان اوس اور خزرج کے سلسلے میں نازل ہوئیں کہ وہ زمانۂ جاہلیت میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے؛ لیکن مسلمان ہونے کے بعد ایک دوسرے کے خون کے محافظ ہو گئے؛ لیکن یہ اتحاد و یکجہتی یہود کو نہیں بھاتی تھی وہ اندر اندر سے جلتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح وہ آپس میں پھر دشمن ہو جائیں؛ چناں چہ ایک اندھے یہودی شماس بن قیس نے کسی فتنہ پرور انسان کو لگا دیا کہ جہاں دونوں قبیلہ کے لوگ بیٹھے ہوں وہاں کسی طرح دونوں کے درمیان ہوئی مشہور جنگ، جنگِ بغاث کا تذکرہ چھیڑ دے، جس میں دونوں قبیلہ کے کثیر لوگ مارے گئے تھے؛ چناں چہ ایسا ہی ہوا جس سے دونوں قبیلوں کے درمیان پرانی باتوں کو لے کر جھگڑا ہونے لگا اور قریب تھا کہ تلواریں میان سے نکل آتیں؛ لیکن سرکارِ دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو روکا اور اطمینان دلایا پھر وہ ٹھنڈے ہوئے۔

(ج) مفسر علام نے استفہام تعجب کے بجائے تعجیب کیوں فرمایا ہے؟

تعجیب بروزن تفعیل آگے توبیخ کی رعایت کرتے ہوئے ذکر کر دیا ہے اور یہ مبالغہ کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔

(حَقَّ تُقٰتِہٖ) کی ترکیب اور مطلب:

یہ مصدر محذوف کی صفت ہے اور اصل عبارت ہے: تقوی حق تقاته.

اور اس کا مطلب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے: حق تقته هو ان يطاع فلا يُعطى ويُذكر يُنسى ويُشكر فلا يُكفر.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) جب موت غیر اختیاری چیز ہے تو اس سے نہی کیوں کی جا رہی ہے؟

اس آیت میں موت سے نہیں مراد نہیں ہے؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تمہاری موت حالتِ اسلام کے علاوہ دیگر حالت میں نہیں ہونی چاہیے یعنی موت تک تم اسلام پر برقرار رہو اور اس سے مت پھرو کہ تمہاری موت کسی اور دین پر آجائے اور تم ہمیشہ ہمیش کے لیے شقی و بد بخت ہو جاؤ، اس صورت میں یہاں پر نہی کرنا درست نہیں ہے۔

سوال نمبر ۷۰، جلالین: ص ۵۹ (امتحان سالانہ ۱۴۱۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ﴾ اذْكُرْ يَا مُحَمَّدُ ﴿اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ﴾ مِنَ الْمَدِيْنَةِ ﴿تُبَوِّئُ﴾ تُنْزِلُ ﴿الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ﴾ مَرَاكِزَ يَقِفُوْنَ فِيْهَا ﴿لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ﴾ لِاَقْوَالِكُمْ ﴿عَلِيْمٌ﴾ بِاَحْوَالِكُمْ وَهُوَ يَوْمُ اُحُدٍ خَرَجَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَلْفٍ اَوْ اِلَّا خَمْسِيْنَ رَجُلًا وَالْمُشْرِكُوْنَ ثَلَاثَةُ آلَافٍ وَنَزَلَ بِالشِّعْبِ يَوْمَ السَّبْتِ سَابِعَ شَوَّالٍ سَنَةَ ثَلَاثٍ مِنَ الْهِجْرَةِ وَجَعَلَ ظَهْرَهُ وَعَسْكَرِهِ اِلٰى اُحُدٍ وَسَوّٰى صُفُوْفَهُمْ وَاَجْلَسَ جَيْشًا مِنَ الرُّمَاةِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ بِسَفْحِ الْجَبَلِ وَقَالَ اِنْ دَفِعُوْا عَنَّا بِالنَّبْلِ لَا يَاْتُوْنَا مِنْ وَّرَاءِنَا وَلَا تَبْرَحُوْا غُلِبْنَا اَوْ نُصِرْنَا ﴿اِذْ﴾ بَدَلٌ مِنْ اِذْ قَبْلَهُ ﴿هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) غزوۂ اُحد کا واقعہ اور پس منظر اجمالاً تحریر کریں۔ (ج) هَمَّتْ طَآئِفَتَانِ سے کون لوگ مراد ہیں؟ (د) غزوۂ اُحد میں ہزیمت کے کیا اسباب تھے اور اس سے کیا سبق ملتا ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور اے محمد! وہ وقت یاد کرو جب آپ مدینہ سے اپنے اہل کے پاس سے نکلے تھے، مسلمانوں کو قتال کے مناسب مراکز پر کھڑے کر رہے تھے اور اللہ ان کے اقوال کو بڑے سننے والے اور ان کے احوال کو بڑے جاننے والے ہیں اور یہ اُحد کا دن تھا آپ ﷺ ہزار یا پچاس کم ہزار افراد کے ساتھ نکلے تھے، اور مشرکوں کی تعداد تین ہزار تھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

۳ھ ماہِ شوال کی ساتویں تاریخ بروز شنبہ گھاٹی میں نزول فرمایا اور اُحد پہاڑ کی جانب اپنی اور لشکر کی پشت رکھی، اور آپ نے لشکر کی صفوں کو درست فرمایا اور تیراندازوں کا ایک دستہ جس پر عبداللہ بن جبیرؓ کو سالار نامزد فرمایا تھا پہاڑی کی ایک گھاٹی پر متعین فرمایا اور فرمایا کہ تیراندازی کے ذریعہ (دشمن کو) منتشر کرکے تم ہمارا دفاع کرتے رہنا، تاکہ دشمن ہماری پشت کی جانب سے نہ آسکے اور اپنی جگہ ہرگز نہ چھوڑنا خواہ مغلوب ہوں یا غالب، جب تم میں سے دو جماعتیں إِذْ سابقہ إِذْ سے بدل ہے یہ خیال کر بیٹھی تھی کہ ہمت ہار دیں دراں حالاں کہ اللہ دونوں کا مددگار تھا اور چاہیے کہ مومنین اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

(ب) غزوۂ اُحد کا واقعہ اور پس منظر اجمالاً: چوں کہ غزوۂ بدر میں قریش کے بڑے بڑے سردار مارے جاچکے تھے اور اس سے ان کو شدید صدمہ پہنچا تھا؛ اس لیے ان کے اندر بدلے کی آگ بھڑک رہی تھی، اس وجہ سے ان کا سب سے بڑا سردار ابوسفیان مدینہ پر حملہ کرنے کی پوری کوشش کررہا تھا؛ چناں چہ اسی مقصد سے اس نے تقریباً تین ہزار کا لشکر تیار کرلیا، اور پوری قوت و طاقت کے ساتھ جبلِ اُحد کے قریب مقامِ عنین پر پڑاؤ ڈالا، ادھر مدینہ میں جب آپ ﷺ کو خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ مدینہ میں رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے، اسی طرح کی رائے منافق عبداللہ بن اُبی کی بھی تھی؛ مگر صحابہؓ میں سے کچھ جو شہادت کے شوق میں بے تاب تھے، اور بدر کی جنگ میں شرکت سے محروم رہ گئے تھے، انہوں نے اصرار کیا کہ باہر نکل کر میدان میں لڑا جائے، ان کے اصرار پر آپ ﷺ نے باہر نکل کر دفاع کرنے کا فیصلہ کیا اور جنگی سازوسامان پہن بھی لیا، تو صحابہؓ کو احساس ہوا کہ آپ ﷺ مجبوراً اپنی رائے کے برخلاف مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے پر تیار ہوئے ہیں۔ بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ سے کہا کہ اگر آپ مدینہ میں رہ کر دفاع کرنا چاہتے ہیں تو ایسا کیجیے؛ مگر آپ ﷺ نے جواب دیا کہ نبی جب حربی لباس پہن لیتا ہے تو اس کے لیے لائق نہیں کہ وہ اللہ کے فیصلہ کے بغیر واپس ہو یا لباس اُتارے۔

چناں چہ ۳ھ شوال کی ساتویں تاریخ میں آپ ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ اُحد پہنچے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور بیچ راستے ہی میں عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس ہو چکا تھا، کہ آپ نے ہماری رائے کے خلاف لڑنے کا فیصلہ کیا؛ اس لیے ہم واپس جاتے ہیں۔ بہر حال! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد پر پہنچے اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سو مسلمان تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیر اندازوں کو عبداللہ بن جبیرؓ کی ماتحتی میں ایک جگہ مقرر کر دیا، تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم ہرگز اپنی جگہ سے مت ہٹنا خواہ غالب رہیں یا مغلوب، شروع میں تو مسلمانوں کو فتح ہوئی، جسے دیکھ کر وہ تیر انداز اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور مالِ غنیمت میں لگ گئے، جسے دیکھ کر کفار نے پلٹ کر وار کیا اور مسلمانوں کو پسپا کیا، تقریباً ستر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے، جن میں حضرت حمزہؓ بھی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک بھی شہید ہوئے۔

(ج) هَمَّتْ طَآئِفَتَانِ سے کون لوگ مراد ہیں؟

اس سے مراد بنو سلمہ اور بنو حارثہ ہیں۔ ان کا واقعہ یہ ہے کہ وہ ہمت ہار گئے تھے اور میدان سے واپس جانے کا ارادہ کر چکے تھے، جب منافقین یہ کہتے ہوئے واپس ہو گئے کہ ہم کیوں اپنی جانوں اور اولادوں کو قتل کرائیں اور عبداللہ بن اُبی نے ابو جابر سلمی سے کہا کہ اگر ہم اس کو قتال سمجھتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے یعنی یہ قتال نہیں ہلاکت اور اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جماعتوں کو اس وقت ثابت قدمی عطا فرمائی اور یہ لوگ واپس نہیں ہوئے۔

(د) غزوۂ اُحد میں ہزیمت کے کیا اسباب تھے اور اس سے کیا سبق ملتا ہے؟

ظاہری شکست کی وجہ صحابہؓ کی اجتہادی غلطی ہے اور اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے عالی کی ادنیٰ مخالفت بھی مصائب کا باعث بن سکتی ہے۔

سوال نمبر ۱۷، جلالین: ص ۵۹ (امتحان ششماہی ۱۴۱۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً﴾ أَصْفِيَاءَ تَطَّلِعُونَهُمْ عَلَى سِرِّكُمْ ﴿مِنْ دُونِكُمْ﴾ أَيْ غَيْرِكُمْ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى ﴿لَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا﴾ نُصِبَ بِنَزْعِ الْخَافِضِ أَيْ لَايَقْصُرُوْنَ لَكُمْ جُهْدَهُمْ فِي الْفَسَادِ ﴿وَدُّوْا مَاعَنِتُّمْ﴾ أَيْ عَنَتَكُمْ وَهُوَ شِدَّةُ الضَّرَرِ ﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ﴾ الْعَدَاوَةُ لَكُمْ ﴿مِنْ أَفْوَاهِهِمْ﴾ بِالْوَقِيْعَةِ فِيْكُمْ وَإِطِّلَاعِ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى سِرِّكُمْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کر کے تفسیری کلمات کے فوائد لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: (اے ایمان والو! اپنے علاوہ دوسروں کو) یعنی یہود ونصاریٰ اور منافقین کو (اپنا رازدار نہ بناؤ) کہ انہیں اپنے رازوں سے باخبر کر دو (وہ تمہارے حق میں بگاڑ پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے) خَبَالًا منصوب بنزع الخافض ہے، یعنی حرف جر کو حذف کر کے نصب دے دیا گیا ہے، عبارت یہ ہوگی: لَايَأْلُوْنَكُمْ فِي الْخَبَالِ یعنی أَيْ لَا يَقْصُرُوْنَ لَكُمْ فِي الْفَسَادِ (وہ تمہارے شدید نقصان کی تمنا رکھتے ہیں) (وہ تمہارے حق میں ان کی دشمنی ان کے منہ سے ظاہر ہو چکی ہے) کہ تمہارے بدگوئی کرتے ہیں، اور تمہارے رازوں کو مشرکین تک پہونچاتے ہیں)

(ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:

(۱) بِطَانَةً: اس کا جمع ہے بطائن اس شخص کو کہتے ہیں جو رازوں سے واقف ہو، اور رازدار وہی ہو سکتا ہے جو مخلص اور گہرا اور بے تکلف دوست ہو۔

(۲) أَصْفِيَاءَ: اس کا واحد صَفِيٌّ بمعنی بے تکلف دوست یعنی یہود، نصاریٰ منافقین نیز دوسرے کفار کو اپنا دلی دوست بنانا جو رازوں سے واقف ہو۔

(۳) تَطَّلِعُوْنَهُمْ: یہ فعل مضارع معروف جمع حاضر کا صیغہ از باب افتعال بمعنی کسی چیز کے بارے میں دوسروں کو یا غیروں کو خبر دینا۔ اطلاع کر دینا۔

(۴) لَا يَأْلُوْنَكُمْ: یہ فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے کُمْ ضمیر خطاب مفعولی ہے از باب نصر ینصر کسی چیز کے بارے میں کمی نہ کرنا۔

(۵) مَاعَنِتُّمْ: میں مَا مصدریہ ہے، عَنِتُّمْ یہ فعل ماضی معروف جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے از باب نصر ینصر بمعنی انتہائی درجہ کی نقصان کی تمنا رکھنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(٦) بَدَتِ: یہ فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے از باب نصر ینصر بمعنی ظاہر ہونا۔

تفسیری کلمات کے فوائد: اے ایمان والو! تم اپنے مذہبوں کے علاوہ دوسرے مذاہب والوں کو اپنا راز دار اور قلبی دوست نہ بناؤ، خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین ہوں۔

أَصْفِيَاءَ تَطَّلِعُوْنَهُمْ عَلٰى سِرِّكُمْ: بَطَانَةً اس شخص کو کہتے ہیں جو رازوں سے واقف ہو، اور راز دار وہی ہو سکتا ہے جو مخلص اور گہرا اور بے تکلف دوست ہو، جس کو عربی میں صفی کہتے ہیں اس کی جمع اصفیاء ہے یعنی یہود اور منافقین نیز دوسرے کفار کو اپنا ولی دوست جو رازوں سے واقف ہو، مت بناؤ، یہ نقصان پہونچانے کے مواقع سے چوکیں گے نہیں۔

نُصِبَ بِنَزْعِ الْخَافِضِ: خبالا فی الاصل مجرور تھا، اصل عبارت یوں ہوگی: لَا يَأْلُوْنَكُمْ فِي الخَبَال. خَبَال اس بیماری کو کہتے ہیں جو انسان کے سکون کو درہم برہم کر دے، یہاں مراد فساد اور خرابی ہے، حرف جر کو حذف کر کے خَبَالًا کو تمیز بنا دیا، اس بنا پر وہ منصوب ہے، یہ ترکیب کلام میں بہت عام ہے، اسے اصطلاح میں منصوب بنزع الخافض کہا جاتا ہے۔

عَنِتُّمْ: مَا عَنِتُّمْ میں ما مصدریہ ہے، اسی لیے اس کی تفسیر عَنَتَكُمْ سے کی ہے۔

بِالْوَقِيْعَةِ: وَقِيْعَةٌ کہتے ہیں بدگوئی، زبان سے ایذا رسانی اور غیبت اور چغلی وغیرہ کو۔

سوال نمبر ۲۷، جلالین: ص ۵۹ (امتحان ششماہی ۱۴۲۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ﴾ بِقِلَّةِ الْعَدَدِ وَالسِّلَاحِ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ نِعَمَهُ ﴿اِذْ﴾ ظَرْفٌ لِنَصَرَكُمْ ﴿تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ تُوْعِدُهُمْ تَطْمِيْنًا لِقُلُوْبِهِمْ ﴿اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ﴾ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) مختصر واقعۂ بدر تحریر کریں۔ (د) بدر کس چیز کا نام ہے؟ اور کہاں ہے؟ وجہ تسمیہ کیا ہے؟ (ہ) اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آیت میں تین ہزار فرشتوں کا ذکر ہے جب کہ سورۂ انفال میں ایک ہزار کا ذکر ہے اور دوسرے موقع پر پانچ ہزار کا ذکر ہے، بظاہر تعارض ہو رہا ہے، آپ اس تعارض کو دور کیجیے۔

(جواب) **ترجمہ:** اور یقیناً اللہ نے تمہاری بدر میں مدد کی جب کہ تم تعداد و آلات کے اعتبار سے بہت کم تھے۔ اللہ سے ڈرتے رہو؛ تاکہ تم اس کی نعمتوں کا شکر گزار بن جاؤ (اِذْ) ظرفیت کے لیے ہے یعنی اس وقت کو یاد کیجیے جب کہ آپ ﷺ مومنین کے قلوب کو مطمئن کرنے کے لیے ان سے وعدہ فرما رہے تھے کیا تمہارے لیے کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تین ہزار نازل کردہ فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کرے مُنزلین میں تخفیف و تشدید دونوں قرائتیں ہیں۔

(ب) مطلب: آیتِ کریمہ کے اندر نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ اُحد کی شکست سے مایوس نہ ہوں؛ بلکہ اس سے پہلے ہم نے جو تمہاری بدر میں مدد کی تھی اس کو یاد کرو، کہ تم افراد اور ساز و سامان کے اعتبار سے کم تھے پھر بھی ہم نے تمہیں ایک بڑے لشکر کے مقابلے فتح دلائے، پس تم اللہ سے ڈرتے رہا ہو؛ تاکہ خدا کی دی ہوئی نعمت کا شکر ادا کرتے رہو، جو اس نے تم پر اُتارا کامیابی کی صورت میں، اسی طرح جب آپ مومنین کو تسلی دینے کے لیے ان سے وعدہ کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہی تین ہزار فرشتوں کو اُتار کر تمہاری مدد کی۔

(ج) مختصر واقعۂ بدر: توحید اور شرک کے مابین سب سے پہلا معرکہ وہ بدر کی لڑائی ہے اور یہ واقعہ ۲ ھ کا ہے اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ ملکِ شام سے مکہ واپس لوٹ رہا تھا، ابوسفیان کو کسی نے غلط خبر پہنچا دی کہ آپ ﷺ ایک لشکر لے کر اس تجارتی قافلہ پر حملہ کرنے والے ہیں، تو ابوسفیان نے قاصد کے ذریعہ اس کی خبر مکہ پہنچائی، مکہ والے مشتعل ہو گئے اور آپ ﷺ کے خلاف اُمنڈ آئے۔ ادھر مدینہ میں جب آپ ﷺ کو ان سب کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ اپنے تین سو تیرہ جاں نثاروں کے ساتھ لڑائی کے لیے تیار ہو گئے، اور آپ ﷺ نے بدر کی جانب کوچ کیا اور آپ کے ساتھ کل تین سو تیرہ مجاہدین تھے جن کے پاس ساز و سامان اور ہتھیاروں کی کمی تھی؛ چناں چہ ایک یا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

دوگھوڑے، ساٹھ اونٹ اور کل چھ زرہیں تھیں، اور میدان میں پہنچے تو کفار کا پانی پر پہلے ہی قبضہ ہو چکا تھا، غرض! کہ مسلمان بالکل بے سروسامانی کے عالم میں تھے؛ لیکن اللہ کی مدد شاملِ حال رہی اور فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کو مدد ملی اور کفار بُری طرح شکست کھا کر بھاگ گئے، تقریباً ستر کفار مارے گئے اور اتنے ہی قید کیے گئے۔

(د) بدر کس چیز کا نام ہے اور کہاں ہے؟

بدر یہ ایک کنویں کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع تھا۔

وجہ تسمیہ کیا ہے؟ دراصل یہ ایک بدر نامی شخص کا کنواں تھا،، اسکی طرف نسبت کر کے کنویں کا نام بھی بدر پڑ گیا۔

(ہ) آیتوں میں تعارض کا دفعیہ:

فرشتوں کی تعداد کے اختلاف سے جو تعارض بظاہر پیش آ رہا ہے اس کی توجیہ مفسرین نے اس طور پر کی ہے کہ اوّلاً فرشتوں کی تعداد ایک ہزار تھی، پھر بیچ میں تعداد بڑھی تو تین ہزار ہو گئے، اس کے بعد آخر میں تقریباً پانچ ہزار فرشتے اُترے۔

سوال نمبر ۳۷، جلالین: ص ۶۰ (امتحان سالانہ ۱۴۱۷ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قَدْ خَلَتْ﴾ مَضَتْ ﴿مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ﴾ طَرَائِقُ فِي الْكُفَّارِ بِإِمْهَالِهِمْ ثُمَّ أَخْذِهِمْ ﴿فَسِيْرُوْا﴾ أَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۝﴾ الرُّسُلَ أَيْ آخِرُ أَمْرِهِمْ مِنَ الْهَلَاكِ فَلَاتَحْزَنُوْا لِغَلَبَتِهِمْ فَأَنَا أُمْهِلُهُمْ لِوَقْتِهِمْ ﴿هٰذَا﴾ الْقُرْاٰنُ ﴿بَيَانٌ لِّلنَّاسِ﴾ كُلِّهِمْ ﴿وَهُدًى﴾ مِنَ الضَّلَالَةِ ﴿وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ۝﴾ مِنْهُمْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(ج) تفسیری کلمات کی ضرورت وحکمت پر روشنی ڈالیے۔

(جواب) ترجمہ: تم سے پہلے بھی کفار کو مہلت دینے اور پھر گرفت کرنے کے واقعات گزر چکے ہیں تو اے مومنو! تم زمین میں چلو پھرو اور رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

انجام میں غور کرو یعنی ان کا انجام ہلاکت ہی ہوا، لہٰذا تم ان کے وقتی غلبہ سے کبیدہ خاطر نہ ہو، میں ان کو ان کے ہلاکت کے وقت تک مہلت دے رہا ہوں، یہ قرآن تمام لوگوں کے لیے بیان ہے اور ان میں سے پرہیزگاروں کے لیے گمراہی سے ہدایت ونصیحت ہے۔

(ب) مطلب: یہ آیت غزوۂ اُحد میں شکست کھانے کے بعد مسلمانوں کے لیے بطورِ تسلی کے نازل ہوئی۔ اللہ فرماتے ہیں تم سے پہلے بہت قومیں اور ملتیں گزر چکیں بڑے بڑے واقعات پیش آچکے اور ہماری عادت بھی بار بار معلوم کرادی گئی کہ ان میں سے جنھوں نے انبیاء علیہم السلام کی عداوت اور حق کی تکذیب پر کمر باندھی اور خدا ورسول کی تصدیق واطاعت سے منہ پھیر کر حرام خوری اور ظلم وعصیان پر اصرار کرتے رہے ہیں، ان کا کیسا بُرا انجام ہوا یقین نہ ہو تو زمین میں چل پھر کر ان کی تباہی کے آثار دیکھ لو جو آج بھی تمہارے ملک کے قریب ہے ان واقعات میں غور کر کے معرکۂ اُحد کے دونوں فریقوں کو سبق لینا چاہیے یعنی مشرکین جو پیغمبر خدا کی عداوت میں حق کو کچلنے کے لیے نکلے، اپنی تھوڑی اور عارضی کامیابی پر مغرور نہ ہوں؛ کیوں کہ ان کا آخری انجام ہلاکت وبربادی اور تباہی ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں اور مسلمان ان کفار کی سختیوں اور ان کی عارضی کامیابی سے ملول و مایوس نہ ہوں؛ کیوں کہ آخر مسلمان ہی غالب ہو کر رہے گا، آج اگر یہ غالب ہوئے تو کیا ہوا اللہ تعالیٰ تو ان کو مہلت دے رہا ہے، جب ان کی ہلاکت کا وقت آن پڑے گا، تو یہ بھی قصۂ پارینہ ہو کر رہ جائیں گے۔

(ج) تفسیری کلمات کی ضرورت وحکمت پر روشنی:

مضت: اس سے اشارہ ہے کہ الخلو یہاں پر المضی یعنی گزرنے کے معنی میں ہے۔

في الكفار: یعنی جیسے قومِ عاد جن کے نبی ہود تھے، اور قومِ ثمود جن کے نبی صالح تھے اور جیسے قومِ نوح، قومِ لوط وغیرہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مہلت دی پھر زبردست طریقہ پر پکڑا جیسا کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ اور جیسا کہ آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: إنّ الله يملي لظالم متى إذا أخذه لم يفلته.

بامهالهم: یعنی استدراج کے طریقہ پر، مفہوم یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم غم نہ کرو،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ان چیزوں پر جو تم پر گزری؛ کیوں کہ اللہ تو صرف مہلت دیتا ہے، کسی کو یوں ہی بے کار نہیں چھوڑتا جب ان کو پکڑیں گے، تو ہلاک کر دیں گے۔

اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ: اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہاں پر فَسِیْرُوْا کے مخاطب اور مفعول مؤمنین ہیں اور وہ محذوف ہے۔

الرّسل: اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صرف مہلت دیتا ہے کسی کو یوں ہی بے کار نہیں چھوڑتا جب ان کو پکڑیں گے تو ہلاک کر دیں گے۔

الرسل: اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ المکذبین اسم فاعل کا مفعول محذوف ہے اور وہ الرسل ہے۔

اٰخر امرهم: یعنی ان کی ہلاکت اُخروی تو اللہ اور اس کے رسول کی خبر کی وجہ سے ہے اور دُنیوی ہلاکت تو وہ مشاہدہ سے معلوم ہے۔

فلاتحزنوا لغلبتهم: اس عبارت کو نکال کر مفسر علام نے آیت فَانْظُرُوْا اِلخ کے مقصد کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں پر غور و فکر سے اصل مقصد تسلی دینا ہے کہ تم غم نہ کرو؛ بلکہ ان کے انجام میں غور و فکر کر کے ان کے انجام کو سمجھ لو کہ یہ بھی انہیں کی طرح ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔

فَاَنَا امهلهم لوقتهم: یعنی اس وقت مہلت ہے جو ان کے لیے مقدر و متعین کی گئی ہے۔

القرآن: اس سے مفسر علام نے ہٰذا کا مشارٌ الیہ نکالا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا مشارٌ الیہ وہ حصہ ہو جو ماقبل میں گزر چکا۔

کلّهم: اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ للنّاس میں الف لام استغراق کا ہے۔

من الضلالة: یعنی کفر یا معصیت و گناہ سے رہنمائی دلانے والی ہے۔

منهم: اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ للمتّقین میں الف لام استغراق کا نہیں ہے اور متقین سے کل نہیں؛ بلکہ بعض متقین مراد ہیں۔ اور خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہی لوگ قرآن کریم سے نفع حاصل کرتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۷۴، جلالین: ص ۶۱ (امتحان داخلہ ۱۴۱۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قُتِلَ﴾ وَفِي قِرَاءَةٍ قَاتَلَ وَالْفَاعِلُ ضَمِيْرُهُ ﴿مَعَهُ﴾ خَبَرٌ مُبْتَدَؤُهُ ﴿رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ﴾ جُمُوْعٌ كَثِيْرَةٌ ﴿فَمَا وَ هَنُوْا﴾ جَبُنُوْا ﴿لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ مِنَ الْجِرَاحِ وَقَتْلِ اَنْبِيَاءِهِمْ وَأَصْحَابِهِمْ ﴿وَ مَا ضَعُفُوْا﴾ عَنِ الْجِهَادِ ﴿وَ مَا اسْتَكَانُوْا﴾ خَضَعُوْا لِعَدُوِّهِمْ كَمَا فَعَلْتُمْ حِيْنَ قِيْلَ قُتِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ﴾ عَلَى الْبَلَاءِ أَيْ يُثِيْبُهُمْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔ (ج) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔ (د) ربیّون کون سا کلمہ ہے؟ مفسر نے جموع کے ساتھ کس معنیٰ کر تفسیر کی ہے استکانو اکا مادہ کیا ہے؟ نیز صبر کے لغوی اور مرادی معنیٰ تحریر کریں۔

(جواب) ترجمہ: (۱) اور کتنے ہی نبی قتل کیے جا چکے ہیں اور ایک قراءت میں قاتل ہے اور فاعل اس کی ضمیر ہے کہ ان کے ساتھ میں بہت سے اللہ والے تھے معہ خبر ہے اور ربیّون کثیر اس کا مبتدا ہے بڑی جماعت۔ (۲) اور بہت سے نبیوں کے ہم رکاب ہو کر بہت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں۔ جو کچھ انہیں زخم اور ان کے انبیاء واصحاب کا قتل اللہ کی راہ میں پیش آیا اس سے انہوں نے نہ ہمت ہاری اور نہ وہ جہاد میں کمزور پڑے اور نہ وہ اپنے دشمن سے دبے جیسا کہ جب مشہور ہو گیا کہ آپ ﷺ شہید کر دیے گئے اور اللہ تعالیٰ مصیبتوں پر صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے یعنی ان کو اجر دیتا ہے۔

(ب) مطلب:

خداوندِ کریم مذکورہ آیت میں اہلِ احد کو ان مصیبتوں پر تسلی دے رہے ہیں جو ان کو پہنچی تھی اور ان کے لیے اس آیت میں توبیخ ہے جو ان کافروں سے شکست کھا چکے تھے اور قتال پر اُبھارنا ہے یعنی فتح اور شکست بدلنے والی چیز ہے اور مسلمانوں کو شہادت کا مقام بلند عطا فرمانا تھا، مومن ومنافق کا پرکھنا، مسلمانوں کو ذنوب سے پاک کرنا اور کافروں کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آہستہ آہستہ مٹا دینا منظور تھا کہ جب وہ اپنا عارضی غلبہ اور وقتی کامیابی پر مسرور مغرور ہوکر کفر وطغیان میں پیش از پیش غلو کریں گے خدا کے قہر وغضب کا زیادہ مستحق ہوں گے اس واسطے مسلمانوں کو یہ عارضی ہزیمت ہوئی نہیں تو اللہ کافروں سے راضی نہیں ہے۔

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت: کم: اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ کَاَیِّنْ، کَمْ خبریہ کے معنیٰ میں ہے، اور تکثیر کے لیے ہے، کَاَیِّنْ اصل میں أَيٌّ تھا، کاف تشبیہ داخل کیا اور نون، نونِ تنوین ہے، خلافِ قیاس اس کو باقی رکھا۔

وفي قراءة قاتل: اس سے دوسری قراءت کی طرف اشارہ ہے اس صورت میں قاتل میں ضمیر مستتر فاعل ہوگا۔ اور پہلی قراۃ یعنی قُتِلَ کی صورت میں ضمیر مستتر نائب فاعل جو کہ لوٹے گا کَاَیِّنْ مبتداء کی طرف۔

من الجراح إلخ: یہ لما اصابہم کے ما کا بیان ہے۔

(د) ربّیّون کون سا کلمہ ہے؟

ربّیّون: یہ رِبِّیّ کی جمع ہے یا تو خلافِ قیاس رب سے ہے، معنیٰ ہوں گے عالم ربانی یا ربَّۃٌ بالکسر سے ہے اس صورت میں جماعت کے معنیٰ میں ہوں گا۔

اور مفسر نے اس کی تفسیر میں جموع لاکر اس معنیٰ کا لحاظ کیا ہے۔

استکانوا کا مادہ کیا ہے؟

استکانوا: کا مادہ یا تو سکونٌ یا کونٌ ہے۔

صبر کے لغوی اور مرادی معنیٰ:

لغوی معنیٰ: تنگی اور ناخوشگواری کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھنا۔

مرادی معنیٰ: نفس کو عقل پر غالب آنے سے روکنا اور دائرۂ شریعت سے نہ نکلنا۔

سوال نمبر ۷۵، جلالین: ص ۶۲ (امتحان داخلہ ۱۴۱۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى﴾ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ ﴿طَآئِفَةً مِّنْكُمْ﴾ وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَمِيْدُوْنَ تَحْتَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الْجُحَفِ وَتَسْقُطُ السُّيُوْفُ مِنْهُمْ ﴿وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ﴾ أَيْ حَمَلَتْهُمْ عَلَى الْهَمِّ فَلَا رَغْبَةَ لَهُمْ إِلَّا نَجَاتَهَا دُوْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَصْحَابِهِ فَلَمْ يَنَامُوْا وَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ ﴿يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ﴾ أَيْ كَظَنِّ ﴿الْجَاهِلِيَّةِ﴾ حَيْثُ اِعْتَقَدُوْا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ أَوْ لَا يُنْصَرُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔(ب) مذکورہ آیت کا مطلب تحریر کیجیے۔(ج) مذکورہ آیت کس غزوہ سے متعلق ہے؟(د)(آمنة، نعاسا، يظنون، اورغير الحق) ترکیب میں کیا واقع ہے؟

(جواب) ترجمہ: پھر اس نے اس غم کے بعد تم پر راحت کی نیند نازل کی جو تم میں سے ایک جماعت پر چھا گئی یغشی یاء اور تاء کے ساتھ ہے اور وہ مومنین تھے کہ وہ اپنی ڈھالوں کے نیچے جھونکے مار رہے تھے اور تلواریں ان کی ہاتھوں سے گر پڑی تھیں اور ایک جماعت وہ تھی کہ ان کو اپنی جانوں کی پڑی تھی یعنی وہ غم میں مبتلاء تھے انہیں تو صرف اپنی جان بچانے کی فکر تھی نہ اصحاب نبی کی چناں چہ ان کو نیند نہیں آئی اور وہ منافقین تھے وہ اللہ کے ساتھ ناحق جہالت بھری گمانیاں کر رہے تھے بایں طور کہ انہوں نے یقین کر لیا تھا کہ نبی قتل کر دیئے گئے یا ان کی مدد نہ کی جائے گی۔

(ب) مذکورہ آیت کا مطلب:

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں حالت جنگ کے دوران شرکاء جنگ پر اور ان کو طاری ہونے کا ذکر فرمایا ہے اور اس کو موجب اطمینان وسکون قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم نے اس اونگھ کو ماقبل میں ملے زخمیوں کے لیے مرہم بنا کر تم پر نازل کیا تاکہ تمہارے زخم رنج والم سب کافور ہو جائے اور تم اللہ کے راستہ میں بے فکری کے ساتھ جنگ کرو، چناں چہ اس غزوہ میں دو گروہ تھے ان میں سے ایک گروہ ت ایسا تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے اطمینان وسکون عطا کیا تھا جن کے پاداش میں وہ اونگھنے لگے تھے حضرت ابوطلحہ سے امام بخاری نے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس قدر اونگھ طاری ہوئی کہ ہمارے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ کر گر گئیں، اور دوسرا گروہ وہ تھا جن کو نہ اونگھ آئی اور نہ اطمینان وسکون بلکہ وہ نفسا نفسی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

کے عالم میں تھے اور وہ صرف اپنی جان بچانے کے فکر میں لگے تھے نہ ان کو آپ علیہ السلام کی پرواہ تھی اور نہ صحابہ کرام کی اور آپ علیہ السلام تو اس دن تمام چیزوں سے بالاتر تھے اس لیے نیند کے معاملہ میں بھی آپ منفرد ہی رہے۔

(ج) مذکورہ آیت کس غزوہ سے متعلق ہے؟

مذکورہ آیت غزوہ احد سے متعلق ہے، حضرت ابوطلحہ سے روایت ہے ان کے الفاظ یہ ہیں (كُنْتُ فِيْمَنْ تَغَاشَّهُ النُّعَاسُ يَوْمَ أُحُدٍ الخ).

(د) (آمنة، نعاسا، يظنون، اور غير الحق) ترکیب میں کیا واقع ہے؟

آمَنَةً، مفعول بہ ہے اور نُعَاسًا، بدل ہے اور اصل عبارت ہے (اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ نُعَاسًا ذَامَنَةٍ) یا اَمَنَةً حال مقدم یا مفعول لہ ہے یا ضمیر مخاطبین سے حال واقع ہے یعنی ذُوْاَمَنَةٍ اَىْ اَنْزَلَ اللهُ عَلَيْهِمُ الْاَ مْنَ وَاَزَالَ الْخَوْفَ حَتّٰى نَعَسُوْا وَعَلَيْهِمُ النَّوْمَ.

يَظُنُّوْنَ: ضمیر اَهَمَّتْهُمْ سے حال واقع ہے نہ کہ طائفۃ سے۔

غير الحق: صفت ہے اور موصوف محذوف ہے (ظنا) اسی طرف مفسر علام نے تقدیری عبارت نکال کر اشارہ کیا ہے اور یہ صفت موصوف مل کر ماقبل یظنون کا مفعول ہے اور الحق صفت ہے مصدر محذوف کی جو مضاف الیہ ہے (غیر) کا اور وہ (الظن) ہے جس کی طرف مفسر علام نے اشارہ کی ہے اور ظن الجاھلیۃ صفت ثانی منصوب بنزع الخافض ہے۔

سوال نمبر ۶ ۷، جلالین: ص ۶۵ (امتحان سالانہ ۱۴۱۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ دُعَاءَهُ بِالْخُرُوْجِ لِلْقِتَالِ لَمَّا اَرَادَ اَبُوْسُفْيَانَ وَ أَصْحَابُهُ الْعَوْدَ وَتَوَاعَدُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُوْقَ بَدْرِ الْعَامَّ الْمُقْبِلَ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ﴾ بِاُحُدٍ ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ﴾ بِطَاعَتِهِ ﴿وَاتَّقَوْا﴾ مُخَالَفَتَهُ ﴿اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آیتِ کریمہ کی ترکیب کریں۔ (ج) متعلقہ واقعہ پر روشنی ڈالیں۔

(جواب) ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے (دوبارہ) قتال کے لیے نکلنے کے حکم پر لبیک کہہ دیا باوجودے کہ وہ اُحد میں زخم خوردہ ہو چکے تھے (اور یہ اس وقت ہوا) کہ جب ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے پلٹ کر آنے کا ارادہ کیا اور نبی ﷺ سے یومِ اُحد کے بعد آئندہ سال بازارِ بدر کے موقع پر مقابلہ آرائی کا چیلنج کیا ان میں سے جنہوں نے اس کی اطاعت کے ذریعہ نیکی اختیار کی اور اس کی مخالفت سے اجتناب کیا ان کے لیے اجرِ عظیم ہے۔

(ب) آیتِ کریمہ کی ترکیب:

اَلَّذِیْ اپنے صلہ سے مل کر مبتداء اور لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ الخ خبر مقدم اور اَجْرٌ عَظِیْمٌ مبتداء مؤخر مبتداء مؤخر خبر مقدم سے مل کر مبتداء ہے اَلَّذِیْنَ اوّل کا اور مبتدا اپنے خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(ج) متعلقہ واقعہ پر روشنی: ماقبل میں غزوۂ اُحد کا ذکر تھا یہاں اسی سے متعلق دوسرے غزوہ کا ذکر ہے جو حمراء الاسد کے نام سے مشہور ہے حمراء الاسد مدینہ منورہ سے آٹھ میل دُور ایک مقام کا نام ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جنگِ اُحد سے پلٹ کر جب مشرکین کئی منزل دُور چلے گئے تو انہیں ہوش آیا اور آپس میں کہنے لگے کہ بہت برا ہوا ہم نے محمد ﷺ کی طاقت کو توڑنے کا بیش قیمت موقع گنواں دیا، پھر انہوں نے مشورہ کیا کہ فوراً پلٹ کر مدینہ پر حملہ کر دیا جائے؛ لیکن ان پر اللہ نے ایسا رعب ڈال دیا کہ ان کی ہمت نہ ہو سکی اور سیدھے مکہ مکرمہ چلے گئے اور ایک شخص جس کا نام نعیم بن مسعود تھا، جو مدینہ کی طرف آ رہا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ عبد قیس کا قافلہ ابوسفیان کے پاس سے گزرا تو انہوں نے ان کے ہاتھ مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ ابوسفیان نے دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر جرار تیار کر رکھا ہے؛ چناں چہ انہوں نے آپ علیہ السلام کو یہ خبر پہنچائی تو آپ نے اور صحابہ نے کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نازل فرمائی، آپ ﷺ کو بذریعہ وحی ابوسفیان کی باتوں کا علم ہوگیا تھا، تو آپ ﷺ ان کے تعاقب میں حمراء الاسد تک نکلے اور اس میں صرف وہی لوگ شریک ہونے کے مجاز تھے جنہوں نے کل جنگ اُحد میں شرکت کی تھی۔

سوال نمبر ۷۷، جلالین: ص ۶۶ (امتحان ششماہی ۱۴۳۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿لَقَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالْيَاءِ مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُوْلِ ﴿وَ﴾ نَكْتُبُ ﴿قَتْلَهُمُ﴾ بِالنَّصْبِ وَالرَّفْعِ ﴿الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ۝۱۸۱﴾ وَيُقَالُ لَهُمْ إِذَا أُلْقُوْا فِيْهَا ﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ﴾ أَيْ بِذِيْ ظُلْمٍ ﴿لِّلْعَبِيْدِ۝۱۸۲﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگاکر ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول لکھیں۔

(ج) مفسر علام نے ظلام کے بعد ذي ظلم کہہ کر اس اشکال کو دور کیا ہے؟

(جواب) ترجمہ: یقیناً اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنہوں نے کہا اللہ محتاج ہے (نعوذ باللہ) اور ہم مالدار ہیں، ہم ان کے قول کو ان کے اعمال نامہ میں لکھ رہے ہیں اور نُكْتُبُ ایک قرأت میں یاء کے ساتھ مجہول کا صیغہ ہے، اور ان کے انبیاء کے ناحق قتل کرنے کو بھی لکھ رہے ہیں قتلهم کے نصب اور رفع کے ساتھ اور ہم کہیں گے آتش سوزاں کا عذاب چکھو، اور جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا یہ عذاب تمہارے ان کرتوتوں کی وجہ سے ہے جو تم نے کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

(ب) شانِ نزول: جب اللہ تعالیٰ نے راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا: مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا تو یہودیوں نے کہا اے محمد! تمہارا رب فقیر ہو چکا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے بندوں سے قرض مانگ رہا ہے ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسرا شانِ نزول: ابن عباسؓ کے حوالے سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صدیقؓ بیت المدارس میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک یہودی عالم جس کے پاس لوگ جمع ہیں تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے فنحاص (اس کا نام) اللہ سے ڈر اور اسلام لے آ تو فنحاص نے کہا کہ واللہ اے ابوبکر! ہم اللہ کے محتاج نہیں؛ بلکہ خود اللہ ہمارا محتاج ہے، اگر وہ غنی ہوتا تو ہم سے قرض طلب نہ کرتا، اس پر حضرت ابوبکرؓ کو غصہ آ گیا اور اس کو ایک طمانچہ رسید کر دیا اور فرمایا واللہ! اگر باہم معاہدہ نہ ہوتا تو اے دشمن خدا میں تیری گردن اُڑا دیتا، پھر کیا تھا فنحاص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وجہ دریافت کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وجہ بتلا دی تو فنحاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بات سے مکر گیا، جس پر اللہ نے حضرت صدیق کی اس آیت کے ذریعہ تصدیق فرمائی۔

(ج) مفسر علام نے ظلام کے بعد ذي ظلم کہہ کر اس اشکال کو دُور کیا ہے؟

اصل اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ظلام مبالغہ کا صیغہ ہے؛ مگر اسم فاعل کے معنی میں ہے نہ کہ حقیقی معنی میں؛ ورنہ مبالغہ کے صیغے سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تھوڑا بہت ظلم کرنے والا ہے۔

سوال نمبر ۸ ے، جلالین: ص ۷۰ ے (امتحان داخلہ ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ﴾ بِمَا يَذْكُرُ ﴿لِلذَّكَرِ﴾ مِنْهُم ﴿مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ إِذَا اجْتَمَعَتَا مَعَهُ فَلَهُ ﴿فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً﴾ فَقَطْ ﴿فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ اَلْمَيِّتُ وَكَذَا الِاثْنَتَانِ لِاَنَّهُ لِلْاُخْتَيْنِ بِقَوْلِهٖ ﴿فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ فَهُمَا أَوْلٰى وَلِاَنَّ الْبِنْتَ تَسْتَحِقُّ الثُّلُثُ مَعَ الذَّكَرِ فَمَعَ الْاُنْثٰى أَوْلٰى.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) بما یذکر منهم. اذا اجتمعتا معه فقط ان کلمات کے اضافہ کرنے کی وجہ بیان کریں۔ (ج) آیت کریمہ اور عبارت کی تشریح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(جواب) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہیں، تمہاری اولاد کے حق میں وصیت فرماتے ہیں، جس کا ذکر ابھی آرہا ہے، ان میں سے (مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے) جب ایک مرد کے ساتھ دو عورتیں ہوں (پس اگر) اولاد صرف (عورتیں ہوں دو سے زائد تو ان کے لیے) میت کے (ترکہ کا دو تہائی ہے) اور اگر دو ہوں تب بھی یہی حکم ہے، کیوں کہ اگر صرف دو بہنیں ہوتی ہیں تو انھیں دو تہائی ملتا ہے، فرمایا: فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ تو اگر دو بیٹیاں ہوں تو بدرجہ اولی دو تہائی پائیں گی، اور اس لیے بھی کہ ایک بیٹی، جب ایک بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے، تو ایک تہائی ہے، تو اگر وہی ایک بیٹی دوسری ایک بیٹی کے ساتھ ہو تو بدرجہ اولی وہ ایک تہائی پائے گی۔

(ب) بما يذكر منهم کے اضافہ کرنے کی وجہ:

بِمَا يَذْكُرُ مِنْهُمْ: مفسر علیہ الرحمہ نے اس مقصد سے اضافہ کی ہے کہ آیت قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کی حالات کے بارے میں حکم فرما رہے ہیں جو اجمالی طور پر ہے اور لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ سے لے کر اخیر تک بطور تفصیل اور اسی طرف اشارہ کرنے کے لیے مفسر علیہ الرحمہ نے أَوْلَادِكُمْ بِمَا يَذْكُرُ مِنْهُمْ کا اضافہ کیا۔

اذا اجتمعتا معه کے اضافہ کرنے کی وجہ:

باپ کے مرنے کے بعد اگر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں، تو نصف ترکہ بیٹے کا ہوگا، اور باقی نصف میں دونوں بیٹیاں برابر ہوں گی، یعنی چار حصوں پر تقسیم ہوگا، دو حصہ بیٹے کا اور ایک ایک حصہ بیٹیوں کا، اور اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو تو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، دو حصہ بیٹے کا اور ایک بیٹی کا، اور صرف ایک بیٹا ہو تو سارا مال اس کا ہے۔

(ج) آیتِ کریمہ اور عبارت کی تشریح: سورہ نساء کے دوسرے رکوع میں حق تعالیٰ نے تقسیم و تعیین وراثت کا بقدر ضرورت بیان فرمایا ہے، چناں چہ اصولی طور پر فرمایا کہ میراث کی اولاد میں مرد اور عورت دونوں ہوں، تو مرد کو دو عورتوں کے بقدر حصہ ملے گا، مثلاً ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو، تو ترکہ تین حصوں پر تقسیم ہوگا، دو حصہ بیٹے کا اور ایک حصہ بیٹی کا، اور اگر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں تو نصف بیٹے کا ہوگا، اور دوسرے نصف میں وہ دونوں شریک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوں گی، اور اگر صرف بیٹا ہی ہو، تو سارا ترکہ اس کا ہے، اور اگر اولاد میں صرف بیٹیاں ہیں، دو ہوں یا دو سے زائد، تو وہ ترکہ کا دو ثلث پائیں گی، اور اگر ایک ہی بیٹی ہو اور لڑکا نہ ہو، تو وہ ترکہ کا نصف پائے گا، اور اگر مرنے والے کی اولاد بھی ہے، اور والدین بھی ہیں، تو ماں باپ دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر اس کی اولاد نہ ہوں اور وارث محض ماں باپ ہوں، یا ان کے ساتھ شوہر یا بیوی بھی ہو، تو ماں کو کل کا یا زوج کو دینے کے بعد جو بچے اس کا تہائی ملے گا، اور باقی باپ کا ہوگا، اور اگر میت کے بھائی یا بہن بھی موجود ہوں، تو ماں کا حصہ گھٹ کر چھٹا ہو جائے گا، اور باقی باپ کا، لیکن بھائی کچھ نہ پائیں گے۔

یہ سارا ترکہ اس وقت تقسیم ہوگا جب میت کی وصیت پوری کر دی جائے، اور اس پر جو دین رہا ہے، اسے ادا کر دیا جائے، تم کو پتہ نہیں کہ باپ بیٹیوں میں کون میت کے لیے مفید تر ہوگا، اس لیے تقسیم ترکہ کو مرنے والے کے اعتبار پر محمول نہیں کیا بلکہ براہ راست حق تعالیٰ نے جو کہ علیم و حکیم ہیں ہر ایک کا مناسب حصہ مقرر فرما دیا۔

سوال نمبر ۷۹، جلالین: ص ۷۲ (امتحان ششماہی ۱۴۳۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَالَّذٰنِ﴾ بِتَخْفِيْفِ النُّوْنِ وَتَشْدِيْدِهَا ﴿يَأْتِيٰنِهَا﴾ أَيِ الْفَاحِشَةَ الزِّنَا أَوِ اللِّوَاطَةَ ﴿مِنْكُمْ﴾ أَيْ مِنَ الرِّجَالِ ﴿فَاٰذُوْهُمَا﴾ بِالسَّبِّ وَالضَّرْبِ بِالنِّعَالِ ﴿فَإِنْ تَابَا﴾ مِنْهَا ﴿وَاَصْلَحَا﴾ الْعَمَلَ ﴿فَأَعْرِضُوْا عَنْهُمَا﴾ وَلَاتُؤْذُوْهُمَا ﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا﴾ عَلٰى مَنْ تَابَ ﴿رَحِيْمًا﴾ بِهٖ وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِالْحَدِّ إِنْ اُرِيْدَ بِهِ الزِّنَا وَكَذَا اِنْ اُرِيْدَ بِهِ اللِّوَاطَةُ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ لٰكِنَّ الْمَفْعُوْلَ بِهٖ لَايُرْجَمُ عِنْدَهٗ وَإِنْ كَانَ مُحْصِنًا بَلْ يُجْلَدُ وَيُغَرَّبُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(ج) لواطت کے بارے میں امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان اختلاف کو مع الدلائل لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اور تم میں سے یعنی مردوں میں سے جو دو (یعنی جوڑا) فحش کام کے مرتکب ہوں یعنی زنا یا لواطت کے تو ان کو برا بھلا کہہ کر اور جوتے مار کر تکلیف پہنچاؤ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَالَّذَانِ نون کے تخفیف وتشدید دونوں کے ساتھ ہے، پھر اگر دونوں فحش کام سے توبہ کرلیں اور عمل کیا اصلاح کرلیں تو ان کو نظرانداز کردو اور ان کو اذیت نہ پہنچاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی بڑا توبہ قبول کرنے والا اور اس پر رحم کرنے والا ہے اور یہ حکم امام شافعیؒ کے نزدیک حد کے ذریعہ منسوخ ہے، اگر اس سے زنا مراد ہو اور اسی طرح اگر لواطت مراد ہو؛ البتہ مفعول کو ان کے نزدیک رجم نہیں کیا جائے گا، اگرچہ محصن (یعنی شادی شدہ) ہی کیوں نہ ہو؛ بلکہ کوڑے مارے جائیں گے اور جلاوطن کردیا جائے گا۔

(ب) **مطلب:** اس آیت کے اندر زنا اور لواطت کے پہلے حکم کو بیان کیا گیا ہے کہ اگر دو شخص خواہ دونوں مرد ہوں یا ایک مرد اور ایک عورت بدفعلی کریں تو ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو زجر وتوبیخ کی جائے، ڈانٹ ڈپٹ کر ان کو تکلیف پہنچائی جائے، پھر جب حد زنا کا حکم نازل ہوا تو یہ حکم زناء کے سلسلے میں صراحتاً منسوخ ہوگیا؛ البتہ لواطت کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہوگیا؛ چناں چہ بعض علماء نے لواطت کو بھی زناء کی حد میں شامل کیا اور اوپر مذکور حکم منسوخ مانا اور بعض علماء نے لواطت کو مذکورہ حکم میں شامل مانا اور زناء کے سلسلے میں حد کا حکم نازل ہونے کے بعد زناء کو اس حکم سے خارج مانا، اور مذکورہ حکم کو منسوخ مانا۔

یہ حکم جب تک ہے کہ وہ اعمال کی درستگی نہ کرلیں، پس جب وہ توبہ کرلیں اور اپنے اعمال درست کرلیں تو ان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے؛ کیوں کہ اللہ توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔

(ج) **لواطت کے بارے میں امام اعظمؒ وامام شافعیؒ کا اختلاف:**

امام شافعیؒ کا مسلک: ان کے نزدیک لواطت کی سزا وہی ہے جو زناء کی سزا ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل: ان کی دلیل مذکورہ آیت ہی ہے، اس طور پر الّذان تثنیہ مذکر کا صیغہ ہے اور لواطت کہتے ہیں دو مردوں کا بدفعلی کرنا، اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت لواطت کے بارے میں ہے، اور مذکورہ حکم کے لواطت کے بارے میں ہونے کی وجہ سے زناء کے ساتھ لواطت کا بھی اس حکم سے خارج ہونا ثابت ہوگا، پس زناء کی طرح لواطت کی بھی حد رجم ہوگی اور مذکورہ آیت منسوخ ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

احناف کا مسلک: احناف کے نزدیک لواطت کی سزا امیر کی رائے پر موقوف ہے، حاکم جو مناسب سزا سمجھے اس کو نافذ کرے۔

سوال نمبر ۸۰، جلالین: ص ۷۲ (امتحان ششماہی ۱۴۳۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ﴾ أَيِ الَّتِيْ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهٖ قُبُوْلَهَا بِفَضْلِهٖ ﴿لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ﴾ اَلْمَعْصِيَةَ ﴿بِجَهَالَةٍ﴾ حَالٌ أَيْ جَاهِلِيْنَ إِذْ عَصَوْا رَبَّهُمْ ﴿ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ﴾ زَمَنٍ ﴿قَرِيْبٍ﴾ قَبْلَ أَنْ يُغَرْغِرُوْا ﴿فَأُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ يَقْبَلُ تَوْبَتَهُمْ ﴿وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ اَلذُّنُوْبَ ﴿حَتّٰٓى إِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ﴾ وَأَخَذَ فِي النَّزْعِ ﴿قَالَ﴾ عِنْدَ مُشَاهِدَةِ مَا هُوَ فِيْهِ ﴿إِنِّيْ تُبْتُ الْئٰنَ﴾ فَلَا يَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهُ ﴿وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ﴾ إِذَا تَابُوْا فِي الْآخِرَةِ عِنْدَ مُعَايَنَةِ الْعَذَابِ لَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ ﴿أُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) مطلب تحریر کیجیے۔ (ج) حالتِ یاس، باس کو سمجھائیں۔ (د) کتب علی نفسہ اور قریب سے پہلے زمن مقدر ماننے کی وجہ تحریر کریں نیز بتائیں کہ کون سی حالت میں توبہ قبول ہے۔

جواب) ترجمہ: اور توبہ جس کا قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے یعنی توبہ کی قبولیت کو اللہ نے اپنے فضل سے اپنے ذمہ لازم کرلیا ہے وہ تو بس ان ہی لوگوں کی توبہ ہے جو نادانی سے معصیت کر بیٹھتے ہیں (بجھالۃ) حال ہے یعنی اپنے رب کی نافرمانی کرتے وقت نادانی کر بیٹھتے ہیں، اور پھر جلدی ہی حالتِ نزاع پیش آنے سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں ایسے ہی لوگوں کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ واقف اور حکمت والا ہے اور ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ ان میں جب کسی کی موت آجائے اور حالت نزاع میں پیش آنے والی چیزوں کا مشاہدہ کرلے تو کہہ دے کہ میں اب توبہ کرتا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوں تو اس کا یہ توبہ کرنا نہ اس کے لیے مفید ہوگا اور نہ مقبول اور نہ ان کی توبہ قبول ہوگی جو حالت کفر ہی پر مرجائیں اور آخر میں عذاب کے مشاہدہ کے وقت توبہ کرلیں یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(ب) **مطلب:** مذکورہ آیت میں توبہ کا بیان ہے توبہ کے معنی پلٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں گناہ کے بعد بندے کا توبہ کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ایک غلام جو اپنے آقا کا نافرمان بن کر اس سے منہ پھیر گیا تھا اب اپنے کئے پر پشیمان اور شرمندہ ہے اور اطاعت و فرمان برداری کی طرف پلٹ آیا ہے اللہ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ میرے یہاں معافی صرف ان بندوں کے لیے ہے جو قصداً نہیں بلکہ نادانی کی بناء پر قصور کر بیٹھتے ہیں اور جب آنکھوں سے جہالت کا پردہ ہٹتا ہے تو شرمندہ ہو کر اپنے قصور کی معافی مانگ لیتے ہیں ایسے بندے جب بھی اپنی غلطی پر نادم ہو کر اپنے آقا کی طرف پلٹیں گے اس کا دروازہ کھلا پائیں گے آیت میں جہالت سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کو گناہ ہونے کی خبر نہ ہو یا گناہ کا قصد و ارادہ نہ ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اس گناہ کے انجام بد اور اخروی عذاب سے غفلت اس گناہ پر اقدام سبب بن گئی اگرچہ گناہ کو گناہ جانتا تھا اور اس نے قصد و ارادہ بھی کیا تھا یعنی اس جہالت کو حماقت اور بے وقوفی بھی کہہ سکتے ہیں۔

(ج) **حالتِ یاس، باس:** حالت یاس اس حالت کو کہتے ہیں جب حالتِ نزاع شروع نہ ہوئی ہو یعنی حالت نزاع سے قبل اور حالت باس نزاع کو کہتے ہیں، حالت باس میں بالاجماع ایمان قبول نہیں ہاں توبہ تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اور حالت یاس میں مومن کی توبہ مقبول ہے یہی اصح ہے۔

(د) کتب علی نفسہ اور قریب سے پہلے زمن مقدر ماننے کی وجہ:

کتب علی نفسہ اور قریب سے پہلے زمن مقدر ماننے کی علی اللہ کے ظاہر سے وارد ہونے والے اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا واجب ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی بھی چیز واجب نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جواب: واجب عام معنی میں نہیں بلکہ اللہ نے اپنے اوپر اپنے فضل وکرم سے توبہ کا قبول کرنا لازم ضروری کرلیا ہے۔

بتائیں کہ کون سی حالت میں توبہ قبول ہے؟

اس سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ معصیت کے واقع ہونے اور غرغرہ کے درمیان کا جو زمانہ ہے وہی قریب ہے اس میں انسان کو توبہ کرنا چاہیے۔

سوال نمبر ۸۱، جلالین: ص ۷۴ (امتحان ششماہی ۱۴۳۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا﴾ غِنًى ﴿أَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ﴾ الْحَرَائِرَ ﴿الْمُؤْمِنٰتِ﴾ هُوَ جَرْيٌ عَلَى الْغَالِبِ فَلَامَفْهُوْمَ لَهُ ﴿فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ يَنْكِحُ ﴿مِنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ﴾ أَيْ أَنْتُمْ وَهُنَّ سَوَاءٌ فِي الدِّيْنِ فَلَاتَسْتَنْكِفُوْا مِنْ نِكَاحِهِنَّ ﴿فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ﴾ مَوَالِيْهِنَّ ﴿وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ مِنْ غَيْرِ مَطْلٍ وَنَقْصٍ ﴿مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ﴾ زِنًا ﴿فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ﴾ الْحَرَائِرِ الْأَبْكَارِ إِذَا زَنَيْنَ مِنَ الْعَذَابِ الْحَدِّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔ (ج) باندیوں کے لیے نصف حد کیا ہے؟ المحصنٰت کی تفسیر الحرائر کے ساتھ کیوں کی ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور تم میں سے جو شخص آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو ایمان کی صفت غالب کی وجہ سے ہے، لہٰذا اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں ہے تو وہ مسلمان باندیوں سے جن کے تم مالک ہو نکاح کرلے اور تم آپس میں ایک ہی تو ہو یعنی تم اور وہ دین میں برابر ہو، لہٰذا ان سے نکاح کرنے میں عار محسوس نہ کرو؛ اس لیے ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرلو اور دستور کے مطابق بغیر ٹال مٹول اور بغیر کمی کے ان کے مہران کو دے دو حال یہ ہے کہ وہ پاک دامن ہوں نہ کہ کھلم کھلا زناء کرنے والیاں اور نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

خفیہ دوستی یاری کرنے والیاں پس جب یہ باندیاں نکاح میں آجائیں پھر اگر وہ بے حیائی زنا کا مرتکب ہوں تب ان کی سزا آزاد و غیر شادی شدہ کی آدھی ہے۔

(ب) مطلب: آیتِ کریمہ میں یہ مسئلہ بتلایا گیا ہے کہ جو شخص آزاد عورتوں سے نکاح کرنے پر قادر نہ ہو یعنی اس کے نان ونفقہ اور مہر کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو ان کو چاہیے کہ مسلمان باندیوں سے نکاح کریں؛ کیوں کہ مسلمان باندیاں تم سے کوئی الگ نہیں ہیں؛ بلکہ تمہارے ہی دین کی ہیں، پس ان کا مہر بھی کم ہے اور عموماً ان کا نان ونفقہ مالک کی خدمت میں رہنے کی صورت میں مالک کے ذمہ ہوتا ہے، پس تمہارے لیے سہولت ہو جائے گی۔

اس سلسلے میں چند چیزیں قابلِ ذکر ہیں:

(۱) اگر کسی کو آزاد عورت سے نکاح کرنے پر قدرت ہو تو اس کے لیے امام شافعیؒ کے نزدیک باندی سے نکاح کرنا نہیں، اور امام اعظمؒ کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے حرام نہیں ہے۔

(۲) اسی طرح باندی سے نکاح کے صحیح ہونے کے لیے اکثر علماء کے نزدیک باندی کا مسلمان ہونا ضروری ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک مسلمان ہونا صرف افضل ہے ضروری نہیں، پس اگر کتابیہ وغیرہ ہو تو بھی نکاح درست ہے۔

(۳) اگر کسی کے نکاح میں پہلے سے آزاد عورت ہے تو اب اس کے لیے باتفاق علماء باندی سے نکاح درست نہیں۔

(ج) باندیوں کے لیے نصف حد کیا ہے؟ زناء کی سزا یہ ہے کہ اگر وہ آزاد شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا اور غیر شادی شدہ کو کوڑے لگائے جائیں گے۔

باندی اور غلام کے لیے نکاح سے پہلے اور نکاح کے بعد ہر حالت میں جلد کا نصف یعنی پچاس کوڑے ہیں، ان کو سنگسار نہیں کیا جاتا ہے۔

المحصنٰت کی تفسیر الحرائر کے ساتھ کیوں کی ہے؟

محصنات کی تفسیر الحرائر سے کر کے مفسر نے محصنات کے کئی معانی میں سے ایک معنیٰ کو متعین کیا ہے؛ چناں چہ اس کے کئی معنیٰ آتے ہیں، پاکدامن ہونا، آزاد ہونا، شادی شدہ ہونا، پس یہاں پر محصنات سے الحرائر مراد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۸۲، جلالین: ص ۷۵ (امتحان ششماہی ۱۴۳۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿إِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ﴾ وَهِيَ مَاوَرَدَ عَلَيْهَا وَعِيْدٌ كَالْقَتْلِ وَالزِّنَا وَالسَّرِقَةِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ هِيَ إِلَى السَّبْعِ مِائَةٍ أَقْرَبُ ﴿نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ الصَّغَائِرَ بِالطَّاعَاتِ ﴿وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا﴾ بِضَمِّ الْمِيْمِ وَفَتْحِهَا أَيْ إِدْخَالًا أَوْمَوْضِعًا ﴿كَرِيْمًا﴾ هُوَ الْجَنَّةُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) صغائر و کبائر میں تعریف کے ذریعہ فرق واضح کریں۔ (د) الصغائر کے بعد بالطاعات اور مدخلا کے بعد بضم المیم وفتحھا ذکر کرنے کا مقصد تحریر کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور اگر تم ان بڑے گناہوں کے کاموں سے جن سے تم کو منع کیا گیا ہے بچتے رہے اور بڑے گناہ وہ ہیں جن پر وعید وارد ہوئی ہے مثلاً قتل زنا، اور چوری، اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ سات سو کے قریب ہیں ہم تمہارے چھوٹے گناہوں کو معاف کردیں گے طاعات کے صلہ میں اور تمہیں ایک معزز مقام میں جو کہ جنت ہے داخل کریں گے (مدخلا) میم کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ داخل کرنا یا مقام دخول۔

(ب) تفسیر: ماقبل کی آیتوں میں ظلماً نقصان پہنچانے کی سزا و نقصان بتایا گیا جس سے بداہتاً یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی موجب عذاب ہے ان آیتوں میں گناہوں سے بچنے کی ترغیب اور اس کا فائدہ بیان کیا گیا ہے تا کہ اس سے گناہوں کے چھوڑنے کا شوق پیدا ہو گناہِ کبیرہ سے بچنے کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ صغیرہ کو بغیر توبہ کے معاف فرمادیتے ہیں اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ جنب میں ہمیشہ ہمیش کے لیے داخل فرمادیں گے جو کہ مومن کا اصل جائے قیام اور منزل مقصود ہے اس آیت میں معتزلہ کو غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے اس کا غلط مطلب نکال کر کہہ دیا کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ایمان سے خارج ہوجائے گا، ہاں! اگرچہ کفر میں داخل نہیں ہوگا جب کہ اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ گناہِ کبیرہ سے انسان خارج از اسلام نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ توبہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کرنے سے یہ گناہ معاف ہو جاتا ہے اور معتزلہ اس کا یہ بھی مطلب نکالتے ہیں کہ اگر انسان گناہِ کبیرہ سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر گناہِ صغیرہ کا معاف کرنا واجب اور ضروری ہے اور انسان اگر گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر اس کو عذاب دینا لازم و واجب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کے خلاف پر اختیار نہیں ہے، جب کہ اہلِ سنت کا مسلک یہ ہے کہ ان تمام صورتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے تو عذاب دے چاہے تو ثواب دے۔

(ج) صغائر و کبائر میں تعریف کے ذریعہ فرق:

کبائر وہ گناہ ہیں جن پر عذاب کی وعید وارد ہوئی ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ کبائر وہ گناہ ہیں جن پر حدود وارد ہوتے ہیں۔

اور مفسر علام ابن القیم حضرت مولانا قاسم العلوم والخیرات نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہند رحمہم اللہ نے کبائر کی تعریف کی ہے کہ کبائر وہ بڑے گناہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اور جو ان کے مقدمات ہیں وہ صغائر ہیں مثلاً لمس اجنبیہ ونظر یہ مقدمات زنا کے قبیل سے ہیں تو یہ صغائر ہیں اور فعل زنا کبائر میں سے ہے۔

(د) الصغائر کے بعد بالطاعات:

مفسر علام بالطاعات نکال کر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ محض اجتناب کبائر کافی نہیں ہے؛ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حسنات کرنے ہوں گے محض اجتناب کبائر کافی نہیں ہے اور بعض لوگوں نے اس کی شرط نہیں لگائی ہے وہ کہتے ہیں کہ محض اجتنابِ کبائر کافی ہے فعل حسنات ضروری نہیں اور یہی معتمد ہے؛ کیوں کہ اجتنابِ کبائر میں بہت بڑی طاعت ہے۔

مدخلا کے بعد بضم المیم و فتحہا ذکر کرنے کا مقصد:

اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ (مدخلاً) میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ مدخلا مصدر ہو، دوم یہ کہ اسم ظرف ہو، بضم المیم سے پہلی صورت بتا رہے ہیں کہ یہ مصدر ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے، اصل عبارت ہے: ندخلکم الجنۃ ادخالا اور بفتحها سے دوسری صورت بتا رہے ہیں کہ یہ اسم ظرف مکان دخول کے معنیٰ میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۸۳، جلالین: ص ۷۶ (امتحان ششماہی ۱۴۳۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ أَيْ عَصَبَةً يُعْطَوْنَ ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ﴾ لَهُمْ مِنَ الْمَالِ ﴿وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ﴾ بِأَلِفٍ وَدُوْنِهَا ﴿اَيْمَانُكُمْ﴾ جَمْعُ يَمِيْنٍ بِمَعْنَى الْقَسَمِ اَوِ الْيَدِ أَيِ الْحُلَفَاءُ الَّذِيْنَ عَاهَدْتُمُوْهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عَلَى النُّصْرَةِ وَالْاِرْثِ ﴿فَاٰتُوْهُمْ﴾ اَلْاٰنَ ﴿نَصِيْبَهُمْ﴾ حَظَّهُمْ مِنَ الْمِيْرَاثِ وَهُوَ السُّدُسُ ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا﴾ مُطَّلِعًا وَمِنْهُ حَالُكُمْ وَهُوَ مَنْسُوْخٌ بِقَوْلِهٖ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھنے کے بعد تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔ (ج) یہ آیت اولوا الارحام سے کس طرح منسوخ ہے؟ جواب بوضاحت تحریر کریں۔ (د) عقد موالات کسے کہتے ہیں واضح کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور جو مال والدین اور اقرباء ان کے لیے چھوڑ جائیں ہم نے اس کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں جن کو وہ مال دیا جائے گا، اور جن لوگوں سے تمہارے عہد و پیمان ہو چکے ہیں تو ان کو اب میراث کا حصہ دے دو اور وہ چھٹا حصہ ہے ایمان یمین کی جمع ہے یعنی قسم یا عہد یعنی تمہارے وہ حلفاء کہ جن سے تم نے زمانہ جاہلیت میں نصرت اور ارث پر معاہدہ کیا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہے اور ان ہی میں تمہارا حال بھی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ سے منسوخ ہے۔

(ب) مطلب: مذکورہ آیت کے اندر دو طرح کے مسئلے بیان کیے گئے ہیں، ایک عقد موالات کا اور ایک وراثت کا شروع اسلام میں یہ رواج تھا کہ عقد موالات میں فریقین ایک دوسرے کے وارث ہوا کرتے تھے، آیت ارث کے نزول کے بعد عقد موالات کے ذریعہ وراثت کو منسوخ کر دیا گیا، پس میت جو کچھ چھوڑ جائے وہ والدین اور رشتہ داروں کے لیے ہے اور معاہدہ کرنے والوں کے لیے وراثت میں حصہ نہیں ہے؛ البتہ یہ کہ میت ان کے لیے وصیت کر جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تفسیری فوائد کی وضاحت:

عصبة: اس کو نکال کر مصنفؒ نے موالی کے بہت سارے معانی میں سے ایک کو متعین کیا ہے کہ یہاں پر وہی معنیٰ مقصود ہے اور وہ وارث ہے۔

بمعني القسم واليد: اس میں بھی یمین کے کئی معانی میں سے ایک معنیٰ یعنی قسم کو متعین کرنا مقصود ہے۔

الأن: اس سے ابتداء اسلام کی طرف اشارہ ہے۔

الذين عاهدتموهم إلخ: اس کے اندر دو تفسیریں ہیں، مفسر نے زمانۂ جاہلیت کے عہد کو مراد لیا ہے، اور بعض حضرات عقد موالات کو مراد لیتے ہیں۔

(ج) یہ آیت اولوا الارحام سے کس طرح منسوخ ہے؟

اس کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ شروع زمانے میں حضور ﷺ کے ہاتھ پر بعض ایسے لوگ اسلام لے آئے تھے جو بالکل تنہا تھے اور ان کے رشتہ دار اور اقرباء کافر تھے، تو حضور ﷺ نے ان لوگوں کو آپس میں ہی بھائی بھائی بنادیا اور ان کے مابین معاہدہ کرادیا؛ چناں چہ وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ بعد میں جب ان کے اقرباء بھی اسلام لے آئے تو مذکورہ آیت اولوا الارحام إلخ نازل ہوئی کہ اصل میراث تو رشتہ داروں کے لیے ہے، پس پہلے والا حکم منسوخ ہوگیا۔

(د) عقد موالات کسے کہتے ہیں؟

موالي یہ مولیٰ کی جمع ہے: اس کے کئی معانی آتے ہیں، یہاں پر وارث مراد ہے۔

عقد موالات کہتے ہیں کہ دو آدمی آپس میں معاہدہ کریں کہ ہم زندگی بھر ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک کے جنایت کرنے کی صورت میں دوسرا تاوان بھرے گا اور مرنے کے بعد ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

سوال نمبر ۸۴، جلالین: ص ۷۶ (امتحان داخلہ ۱۴۳۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ﴾ مُسَلِّطُوْنَ ﴿عَلَى النِّسَآءِ﴾ يُؤَدِّبُوْنَهُنَّ وَيَأْخُذُوْنَ عَلٰى أَيْدِيْهِنَّ ﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ أَيْ بِتَفْضِيْلِهٖ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ بِالْعِلْمِ وَالْعَقْلِ وَالْوِلَايَةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ ﴿وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) اس آیت کا شان نزول بیان کیجیے۔ (ج) قَوّٰمُوْنَ کی لغوی واصطلاحی تحقیق لکھیں۔ (د) اور بتائیں کیا عورت مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے آسکتی ہے یا نہیں؟ خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اجازت دی ہے مسئلہ کی تفصیل مطلوب ہے۔

(جواب) ترجمہ: مرد عورتوں کے حاکم ہیں ان کی تادیب کرتے ہیں اور ان کو ناپسندیدہ باتوں سے باز رکھتے ہیں اس سبب سے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر علم میں عقل میں اور ولایت وغیرہ میں فضیلت دی ہے، اور اس سبب سے کہ مرد عورتوں پر اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔

مذکورہ آیت کا شانِ نزول:

واقعہ یوں ہے کہ حضرت زید بن زبیر رضی اللہ نے اپنی لڑکی کا نکاح جس کا نام حبیبہ تھا حضرت سعد بن ربیع سے کر دیا تھا، پھر آپسی کسی تنازع کی وجہ سے حضرت سعد نے حبیبہ کو ایک طمانچہ مار دیا، حبیبہ نے اس کی شکایت اپنے والد سے کر دی ان کے والد ان کو لے کر حضور پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے حکم یا کہ حبیبہ کو حق حاصل ہے کہ جس زور سے سعد نے ن کو طمانچہ مارا ہے وہ بھی اتنی ہی زور سے ان کو طمانچہ مارے، یہ دونوں آپ سے حکم سن کر بغرض انتقام چلے، عین اسی وقت آپ علیہ السلام پر آیت مذکورہ نازل ہوئی، آپ نے ان دونوں کو بلوایا اور حق تعالیٰ کا حکم سنایا اور انتقام کا پہلا حکم منسوخ کر دیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(ج) قَوَّامُوْنَ کی لغوی واصطلاحی تحقیق:

قَوَّامُوْنَ معنی حاکم، سرپرست، قیام مصدر سے (فعال) کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، (باب) نصر ینصر سے استعمال ہوتا ہے واحد قَوَّمٌ۔

(د) کیا عورت مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے آسکتی ہے یا نہیں؟

عورتوں کو اب مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کے لیے جانے کی اجازت نہیں ہے ہاں آپ ﷺ نے ان کو اجازت دی تھی لیکن آپ ﷺ کے زمانہ کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ان کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا، اس سلسلہ میں حضرت عمر کا وہ مشہور واقعہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو منع کیا تو وہ ضد پر اتر گئی آخر ان کو اجازت دیدی گئی، لیکن فجر کی نماز پڑھ کر جلدی سے راستہ میں چھپ گئے جب اہلیہ کا وہاں سے گذر ہوا، تو آپ نے چپکے سے ان کا دوپٹہ کھینچ دیا، چوں کہ اندھیرا ہو رہا تھا، اس لیے اہلیہ کو نظر نہیں آیا کہ یہ کون ہے، بہر حال جب گھر پہنچی تو انھوں نے واقعہ بیان کیا اور کہا اس زمانے کے لوگ اب آپ ﷺ کے زمانے کے لوگوں کی طرح نہیں رہے، لہٰذا انہوں نے خود ہی جانا چھوڑ دیا، اسی طرح حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے کہ انھوں نے فرمایا اگر آپ ﷺ اس زمانہ میں موجود ہوتے تو آپ ہرگز عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے مفہوم حدیث۔

سوال نمبر ۸۵، جلالین: ص ۷۷ (امتحان سالانہ ۱۴۲۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ﴾ أَيْ لَا تُصَلُّوْا ﴿وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ مِنَ الشَّرَابِ ﴿حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ بِأَنْ تَصِحُّوْا ﴿وَلَا جُنُبًا﴾ وَنَصْبُهُ عَلَى الْحَالِ وَهُوَ يُطْلَقُ عَلَى الْمُفْرَدِ وَغَيْرِهِ ﴿اِلَّا عَابِرِيْ﴾ مُجْتَازِيْ ﴿سَبِيْلٍ﴾ طَرِيْقٍ أَيْ مُسَافِرِيْنَ ﴿حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا﴾ فَلَكُمْ أَنْ تُصَلُّوْا وَقِيْلَ الْمُرَادُ النَّهْيُ عَنْ قِرْبَانِ مَوَاضِعِ الصَّلَاةِ أَيِ الْمَسَاجِدِ إِلَّا عُبُوْرَهَا مِنْ غَيْرِ مَكْثٍ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آیت کا شان نزول لکھیں۔
(ج) سُکَارٰی کو مِنَ الشَّرَابِ سے مقید کرنے کی کیا دلیل ہے؟ (د) اور اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ کی دونوں تفسیر بیان کر کے بتائیں کہ کون سی تفسیر احناف کے مطابق ہے، اور کون سی شوافع کے بوضاحت لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اے ایمان والو: نماز کے قریب نہ جاؤ یعنی نماز نہ پڑھو (جب کہ تم شراب کے نشے میں ہو) جب تک کہ جو کچھ تم بولتے ہو اسے جان نہ لو) یعنی جب تک نشہ سے افاقہ نہ ہولو، (اور جنابت کی حالت میں) جنبا کا نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے، اور اس کا اطلاق مفرد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے، (مگر اس میں کہ تم راستہ چلنے والے ہو) یعنی مسافر ہو (جب تک غسل نہ کرلو تب تمہارے لیے درست ہے کہ نماز پڑھو) اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد نماز کی جگہ کے قریب جانے سے ممانعت ہے، یعنی حالت جنابت میں مسجد میں جانے کی ممانعت ہے، مگر یہ کہ بغیر رکے ہوئے اور بغیر وقفہ کے مسجد سے گزرنا ہو تو اس کی اجازت ہے۔

(ب) آیات کا شانِ نزول: ترمذی میں حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ شراب کی حرمت سے پہلے ایک دفعہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے بعض صحابہ کرام کی دعوت کی تھی جس میں شراب نوشی کا بھی انتظام تھا جب یہ حضرات کھا پی چکے تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا، ان حضرات نے نماز پڑھنے کی تیاری کی اور حضرت علی کو امام بنایا گیا تو انہوں نے نماز میں سورہ کافرون کی تلاوت کی لیکن آیت میں الٹ پھیر ہو گیا، یعنی قل یا ایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ونحن نعبد ما تعبدون پڑھ دیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور تنبیہ کی گئی کہ حالت نشہ میں نماز نہ پڑھی جائے۔

(ج) سُکَارٰی کو مِنَ الشَّرَابِ سے مقید کرنے کی کیا دلیل ہے؟

سکاری کو شراب سے مقید کرنے کی دلیل یہ ہے کہ کیوں کہ اصح قول کے مطابق شراب کے نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، نہ کہ حالت نوم کے نشہ کی حالت میں، (جیسا کہ ضحاک اس کے قائل ہیں) اور اسی طرح اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب شراب سے حاصل شدہ نشہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کون سی تفسیر احناف کے مطابق ہے، اور کون سی شوافع کے؟

(۱) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں نہی سے مراد کے قربان مواضع الصلوۃ یعنی جنابت کی حالت میں مسجد سے بغیر ٹھہرے گذر جائے جائز ہے۔

(۲) احناف فرماتے ہیں کہ حالت جنابت میں مسجد سے گزرنا جائز نہیں اور استثناء کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ آیت میں اس حالت کا استثناء ہے جب کہ پانی مسجد میں ہی ہو مسجد کے راستہ پر ہو۔

سوال نمبر ۸۶، جلالین: ص ۷۸ (امتحان داخلہ ۱۴۳۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ﴾ فَنَجْعَلُهَا كَالْأَقْفَاءِ لَوْحًا وَاحِدًا ﴿اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ وَلَمَّا نَزَلَتْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَلَامٍ فَقِيْلَ كَانَ وَعِيْدًا بِشَرْطٍ فَلَمَّا اَسْلَمَ بَعْضُهُمْ رُفِعَ وَقِيْلَ يَكُوْنُ طَمْسٌ وَمَسْخٌ قَبْلَ قِيَامِ السَّاعَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) ما نزلنا. طمس وجوه. اور لعنت سے کیا مراد ہے؟ (د) مفسر علام ہر دو قیل سے کیا بتانا چاہتے ہیں واضح کریں۔ (ہ) اصحابِ سبت سے کون لوگ مراد ہیں مختصراً واقعہ لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اے وہ لوگ جنہیں کتاب دی جا چکی ہے اس کتاب پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل کیا جو اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہرہ بگاڑ دیں اور چہروں کو پیچھے کی طرف پلٹ دیں اور ان کو گدیوں کے مانند ایک تختی کر دیں یا ہم ان پر لعنت بھیجیں جیسا کہ ہم نے لعنت کی یوم السبت والوں پر اور اللہ کا حکم پورا ہو کر ہی رہتا ہے اور جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ ابن سلام ایمان لے آئے تو کہا گیا ہے کہ یہ وعید مشروط تھی جب ان میں سے بعض لوگ ایمان لے آئے تو وعید واپس لے لی گئی اور کہا گیا ہے کہ مٹانا اور لعنت کرنا قبل القیامت ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

(ب) مطلب: سابقہ آیت میں یہود کی ضلالت اور مختلف قبائح کو ذکر فرما کر اب مذکورہ آیت میں ان کو بطورِ خطاب ایمان اور تصدیق قرآن کا حکم دیا جارہا ہے اور اس کی مخالفت سے ڈرایا جارہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے اہلِ کتاب! ایمان لاؤ قرآن پر جن کی آیات مصدق موافق ہیں تورات کے، ایمان لے آؤ اس سے پہلے کہ مٹاڈالیں، ہم تمہارے چہرے کے نشانات یعنی آنکھ ناک وغیرہ یعنی تمہاری صورتیں بدل دیں، پھر اُلٹ دیں تمہارے چہرے کو پیٹھ کی طرف یعنی چہرے کو مطموس اور ہموار کرکے پیچھے کی طرف اور گدی کو آگے کی طرف کردیں یا ہفتہ کے دن والوں کی طرح تم کو مسخ کرکے جانور بنادیں، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن سلام اسلام لے آئے۔

(ج) مانزلنا. طمس وجوہ اور لعنت سے کیا مراد ہے؟

مانزّلنا: اس سے قرآن مراد ہے۔ طمس وجوہ: اس سے آنکھ ناک اور ابرو کا مٹانا مراد ہے۔ ل:عنت اس سے ان یہودیوں کو مسخ کرکے بندر بنادینا مراد ہے۔

(د) مفسر علام ہر دو قیل سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

مفسر علام نے قیل کے ذریعہ ایک اشکال کے دو جواب دیے ہیں۔

اشکال: مذکورہ آیت کے ذریعہ معلوم ہوتا کہ ان سے کہا گیا کہ ایمان سے آؤ ورنہ تم کو مذکورہ عذاب دنیا ہی میں دیا جائے گا، اور خطاب آپ ﷺ کے زمانے میں موجود یہود کو ہے اور ان میں سے گنے چنے لوگ ہی ایمان لائے ہیں باقی سب کافر ہیں تو پھر ان کو یہ عذاب کیوں نہیں ہوا۔

جواب: پہلا جواب یہ ہے کہ خدا کی یہ دھمکی مشروط تھی کہ اگر ایک بھی ایمان نہ لائیں تو ان پر مذکورہ عذاب نازل ہوگا؛ مگر چوں کہ عبداللہ بن سلام ایمان لے آئے؛ اس لیے ان پر سے یہ عذاب ہٹادیا گیا۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ مذکورہ وعید مشروط نہیں؛ بلکہ اس کا وقوع قبل القیامت کسی بھی وقت ہوسکتا ہے۔

(ہ) اصحابِ سبت سے کون لوگ مراد ہیں؟ اکثر مفسرینؒ کے نزدیک اصحاب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

السبت شہر (ایلہ) کے تھے، اور داؤد علیہ السلام کے زمانے کے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے بطورِ امتحان ان کو ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار سے منع کیا؛ لیکن انہوں نے اللہ کے حکم کی پامالی کی اور ہفتہ کے دن بھی مچھلی کا شکار کرلیا، تو ان کو سزا ملی کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں سمندر کے اوپر آجاتی تھیں اور دیگر ایام میں وہ غائب ہوجاتی تھیں، تو شیطان نے ان کو حربہ سکھایا کہ اپنے گھر کے قریب تالاب بناؤ اور اس کو سمندر سے ملا دو تا کہ سنیچر کے دن مچھلیاں اس میں آجائیں اور شام کو اس کا منہ بند کردو، پھر صبح جا کر ان کو پکڑ لو؛ چناں چہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو اللہ نے ان کی پکڑ کی اور ان کو بندر بنا دیا اور تین چار دن کے بعد سب مر گئے، اب جو بندر ہیں ان کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ انہیں کی نسل سے ہیں درست نہیں ہے۔

سوال نمبر ۸۷، جلالین: ص ۸۷ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۱۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ﴾ صَنَمَانِ لِقُرَيْشٍ ﴿وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ أَبِي سُفْيَانَ وَأَصْحَابِهِ حِيْنَ قَالُوْا لَهُمْ اَنَحْنُ اَهْدٰى سَبِيْلًا وَ نَحْنُ وُلَاةُ الْبَيْتِ نَسْقِي الْحَاجَّ وَنَقْرِي الضَّيْفَ وَنَفُكُّ الْعَانِيَ وَنَفْعَلُ أَمْ مُحَمَّدٌ وَقَدْ خَالَفَ دِيْنَ اٰبَائِهِ وَقَطَعَ الرَّحِمَ وَفَارَقَ الْحَرَمَ ﴿هٰؤُلَآءِ﴾ أَيْ أَنْتُمْ ﴿اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری اشارات کو ملحوظ رکھ کر مطلب لکھیں۔ (ج) شانِ نزول تحریر کریں۔ (د) جبت اور طاغوت سے کیا مراد ہے، نیز آیت اور تفسیری عبارت میں جو افعال آئے ہیں ان کی لغوی صرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا کہ جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے (اس کے باوجود) بت اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں جبت اور طاغوت قریش کے دو بتوں کا نام ہے اور کافروں یعنی ابوسفیان اور ان کے اصحاب کے بارے میں کہتے ہیں جب ان سے دریافت کیا گیا کہ ہم راہِ راست پر ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حال یہ ہے کہ ہم بیت اللہ کے متولی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں، حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور قیدیوں کو رہائی دلاتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کرتے ہیں؛ حالاں کہ انہوں نے اپنے آبائی دین کی مخالفت کی اور قطع رحمی کی اور رحم کو خیرآباد کہہ دیا کہ یہ یعنی تم لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہِ راست پر ہو۔

(ب) **مطلب:** مذکورہ آیت کے اندر یہود کی خباثت اور ان کی ریشہ کاری کا ذکر ہے کہ وہ آپ ﷺ کی عداوت میں اس حد تک گر گئے کہ مشرکین کے ساتھ جا ملے اور ان کی خاطرداری کی اسی طرح بتوں کی تعظیم کی اور ان سے کہنے لگے کہ تم محمد کے مقابلے زیادہ راہِ راست پر ہو، اور ان سب عداوت و دشمن کی اصل وجہ حسد تھا کہ نبوت و رسالت ہمارے علاوہ کسی اور کو کیوں مل گئی۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو کتاب کا علم ہونے کے باوجود آپ کی نبوت و رسالت پر یقین نہیں آرہا ہے اور جاہل بنے بیٹھے ہیں، شیاطین اور بتوں کی تعظیم کر رہے ہیں اور کافروں سے کہہ رہے ہیں کہ تم محمد کے مقابلے میں زیادہ راہِ راست پر ہو۔

(ج) **شانِ نزول:** غزوۂ اُحد کے بعد یہود کا سردار کعب بن اشرف ستر آدمیوں کو لے کر پہنچا، اس غرض سے کہ قریش سے حضور ﷺ کے خلاف جنگی معاہدہ کرے، اور اس معاہدہ کو توڑنے کا ارادہ کیا، جو حضور ﷺ نے ہجرت کے بعد یہود سے کیا تھا؛ چناں چہ کعب بن اشرف خود ابوسفیان کے پاس اُترا اور دوسرے لوگ قریش کے مہمان ہوئے اور قریش نے جی کھول کر ان کی خاطر تواضع کی، اور ایک مجمع عام میں قریش نے ان سے پوچھا کہ تم بھی اہلِ کتاب ہو اور محمد بھی اہلِ کتاب ہیں، تو پھر اس کا کیا ثبوت ہے کہ تمہارا اس طرح تم دونوں کی خفیہ سازش نہیں، اگر تم واقعی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہو تو پہلے ان دو بتوں کو سجدہ کرو جن کا نام جبت اور طاغوت ہے؛ چناں چہ یہود نے ایسا ہی کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(د) **جبت اور طاغوت سے کیا مراد ہے؟** ہر پوجے جانے والے بت کو جبت کہتے ہیں اور طاغوت شیطان ہے جو لوگوں کو بہکاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

آیت اور تفسیری عبارت میں جو افعال آئے ہیں ان کی لغوی صرفی تحقیق:

جبت: اس کے معنیٰ بت کے آتے ہیں۔

طاغوت: یہ واحد ہے، اس کی جمع طواغیت آتی ہے بمعنیٰ شیطان۔

وُلَاةٌ: یہ جمع ہے، اس کا واحد والی ہے بمعنیٰ نگہبان، رکھوالا۔

نقری: ضرب سے آتا ہے بمعنیٰ مہمان نوازی کرنا اور یہ جمع متکلم کا صیغہ ہے۔

نفك: نصر سے فکا آزاد کرنا، جدا کرنا۔

العاني: واحد ہے، جمع عواني قیدی۔

رحم: اس کی جمع ارحام ہے بمعنیٰ بچہ دانی، رشتۂ قرابت۔

سوال نمبر ۸۸، جلالین: ص ۷۹ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ﴾ مَا ائْتُمِنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحُقُوْقِ ﴿إِلٰى أَهْلِهَا﴾ نَزَلَتْ لَمَّا أَخَذَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِفْتَاحَ الْكَعْبَةِ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ طَلْحَةَ الْحَجَبِيِّ سَادِنِهَا قَهْرًا لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَمَنَعَهُ وَلَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ أَمْنَعْهُ فَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَدِّهِ إِلَيْهِ وَقَالَ هَاكَ خَالِدَةً تَالِدَةً فَعَجِبَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَرَأَ لَهُ عَلِيٌّ الْآيَةَ فَأَسْلَمَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مفسر علام نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس کو مختصراً لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کے حقوق کی وہ امانتیں جن پر تم کو امین بنایا گیا ہے ان کو پہنچا دو (مذکورہ آیت) اس وقت نازل ہوئی جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت اللہ کی چابی عثمان بن طلحہ جحی خادم بیت اللہ سے جبراً اس وقت لے لی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ تشریف لائے تھے اور عثمان بن طلحہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چابی دینے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر مجھے اس بات کا یقین ہوتا کہ آپ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو میں منع نہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چابی واپس کرنے کا حکم کیا اور معذرت خواہی کے لیے فرمایا لو یہ چابیاں یہ خدمت تا قیامت ہمیشہ ہمیش تمہارے اور تمہارے خاندانوالوں کے پاس رہے گی، عثمان بن طلحہ کو اس معاملہ سے تعجب ہوا تو حضرت علی نے ان کو مذکورہ آیت پڑھ کر سنائی؛ چناں چہ عثمان ایمان لے آئے۔

(ب) مفسر علام نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کعبۃ اللہ کی خدمت سب کے لیے باعثِ فخر تھی اور ہر قبیلہ نے اپنے ذمے ایک کام لے لیا تھا؛ چناں چہ ان ہی کاموں میں سے ایک کام کلید برداری کا بھی تھا اور یہ خاندان بنوطلحہ میں پشتہا پشت سے چلا آ رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ خدمت عثمان بن طلحہ نے سپرد کی تھی، واقعہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ ہجرت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بن طلحہ سے ملے اور ان کو اسلام کی دعوت دی، انہوں نے انکار کر دیا، ان کا ایک معمول تھا کہ وہ ہر پیر اور جمعرات میں بیت اللہ کو کھولتے تھے اور لوگ زیارت کی خاطر آتے تھے، ایک روز اسی طرح بیت اللہ کھلا ہوا تھا اور لوگ زیارت کے لیے آتے تھے، اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لے گئے، اور زیارت کی اجازت چاہی تو عثمان بن طلحہ نے گستاخانہ کلمات کہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ عثمان ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک دن یہ چابی میرے ہاتھ میں ہو اور میں جس کو چاہوں اسے یہ چابی دے دوں، تو عثمان نے کہا یہ تو جبھی ہوگا جب قریش پامال ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں؛ بلکہ وہ آبرومند ہو چکے ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا فرما کر بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے، ادھر عثمان کا دل بے قابو ہونے لگا اور ان کو یقین ہو گیا کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہو کر رہے گا، عثمان نے کہا کہ میں نے اس وقت اسلام لانے کا ارادہ کر لیا؛ مگر قوم کی ناراضگی کے ڈر سے ایمان نہ لایا، پھر جب مکہ فتح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کو بلا کر چابی لے لی، پھر ان کو ہی واپس لوٹا دی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ عثمان بیت اللہ کی کنجی لے کر کعبۃ اللہ پر چڑھ گئے، حضرت علیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں زبردستی ان سے کنجی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے عثمان کو بلا کر چابی ان کو واپس کر دی اور کہا تا قیامت یہ کنجی تمہارے خاندان میں رہے گی، جو بھی تم سے یہ کنجی لے گا وہ ظالم ہوگا اور یہ فرمایا کہ بیت اللہ کی خدمت کے صلہ میں جو مال تم کو ملے اس کو شرعی طور پر خرچ کرنا، عثمان چابی لے کر خوش خوش واپس جانے لگے، آپ ﷺ نے ان کو بلوایا اور ہجرت سے قبل کی بات یاد دلائی اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے ان کو چابی دی تو وہ حیرت زدہ ہوئے، جس پر حضرت علیؓ نے ان کو مذکورہ آیت پڑھ کر سنائی تو اسلام لے آئے۔

سوال نمبر ۸۹، جلالین: ص ۸۱ (امتحان سالانہ ۱۴۱۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ﴾ إِسْتِفْهَامُ تَوْبِيْخٍ ﴿فِيْ سَبِيْلِ اللهِ﴾ فِيْ تَخْلِيْصِ ﴿وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ﴾ الَّذِيْنَ حَبَسَهُمُ الْكُفَّارُ عَنِ الْهِجْرَةِ وَآذَوْهُمْ ﴿الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ﴾ دَاعِيْنَ يَا ﴿رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا﴾ بِالْكُفْرِ ﴿وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا﴾ يَمْنَعُنَا مِنْهُمْ وَقَدْ اسْتَجَابَ اللهُ دُعَاءَهُمْ فَيَسَّرَ لِبَعْضِهِمُ الْخُرُوْجَ وَبَقِيَ بَعْضُهُمْ إِلٰى أَنْ فُتِحَتْ مَكَّةُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شان نزول بالتفصیل تحریر کریں۔ (ج) المستضعفین کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کیا فرماتے ہیں اور القریۃ سے کیا مراد ہے۔ (د) فتح مکہ کے بعد آں حضرت ﷺ نے مکہ کا حاکم کس کو بنایا اور انہوں نے کیا کارنامہ انجام دیا۔

(جواب) ترجمہ: اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم استفہام توبیخی ہے، اللہ کے راستہ میں اور ناتواں مردوں اور عورتوں اور بچوں کو چھڑانے میں جن کو کافروں نے ہجرت کرنے سے روک رکھا ہے اور ان کو اذیت پہنچاتے ہیں، جہاد نہیں کرتے جو دعاء کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو ہم کو اس بستی سے جس کے باشندوں نے کفر کر کے ظلم کیا ہے نکال اور اپنے پاس سے ہمارا کوئی والی مقرر فرما اور ہمارے لیے اپنے پاس سے مددگار متعین فرما جو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

ہم کو ان سے بچائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء قبول فرمائی کہ ان کے لیے (مکہ) سے نکلنا آسان فرمایا اور کچھ فتح مکہ تک رہ گئے۔

(ب) شان نزول بالتفصیل: ظالموں کی بستی سے مراد نزول کے اعتبار سے مکہ ہے ہجرت کے بعد وہاں باقی رہ جانے والے مسلمان خاص طور پر بوڑھے مرد و عورت اور بچے کافروں کی ظلم و ستم سے تنگ آ کر اللہ کی بارگاہ میں مدد کی دعاء کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی متنبہ فرمایا کہ تم ان کمزور مسلمانوں کو کفار کے نرغے سے نجات دلانے کے لیے جہاد کیوں نہیں کرتے ہجرت سے قبل جہاد مشروع نہیں تھا ہجرت کے بعد جہاد مشروع ہوا تو کچھ کمزور مسلمان اور تمام منافقین کاہلی اور سستی برتنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر زجر و توبیخ کی اور کہا کہ تم سستی کیوں برت رہے ہو تم جہاد کیوں نہیں کرتے تا کہ کمزور مسلمان کو نجات مل سکے اور اعلاء کلمۃ اللہ ہو۔

(ج) المستضعفین کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کیا فرماتے ہیں؟

اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ محترمہ ان ہی مستضعفین میں سے تھے۔

القریۃ سے کیا مراد ہے؟

اَلْقَرْيَةُ سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

(د) فتح مکہ کے بعد آں حضرت ﷺ نے مکہ کا حاکم کس کو بنایا؟

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد حاکم کس کو بنایا اور اس کا کارنامہ) فتح مکہ کے بعد آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا حاکم عتاب بن اسید کو بنایا اور انہوں نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ وہاں کے مظلوموں کو ظالموں سے انصاف و نجات دلایا۔

سوال نمبر ۹۰، جلالین: ص ۸۴ (امتحان داخلہ ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا﴾ أَيْ لَا يَنْبَغِيْ لَهُ أَنْ يَصْدُرَ مِنْهُ قَتْلٌ لَهُ ﴿اِلَّا خَطَـًٔا﴾ مُخْطِئًا فِيْ قَتْلِهِ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ ﴿وَمَنْ قَتَلَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مُؤْمِنًا خَطَئًا﴾ بِأَنْ قَصَدَ رَمْيَ غَيْرِهِ كَصَيْدٍ وَشَجَرَةٍ فَأَصَابَهُ أَوْ ضَرَبَهُ بِمَا لَا يَقْتُلُ غَالِبًا ﴿فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ﴾ نَسَمَةٍ ﴿مُؤْمِنَةٍ﴾ عَلَيْهِ ﴿وَ دِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ﴾ مُؤَدَّاةٌ ﴿إِلَى أَهْلِهِ﴾ أَيْ وَرَثَةِ الْمَقْتُولِ ﴿إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا﴾ يَتَصَدَّقُوا عَلَيْهِ بِهَا بِأَنْ يَعْفُوا عَنْهَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں۔ (ب) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔ (ج) قتل کے اقسام مع ان کے احکام کے تحریر کریں۔

(جواب) ترجمہ: کسی مومن کے لیے یہ روا نہیں کہ کسی مومن کو قتل کرے یعنی مومن کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس سے مومن کا قتل سرزد ہو، سوائے غلطی کے یعنی بلا ارادہ غلطی سے قتل ہو جائے، (تو اور بات ہے) اور جو کوئی مومن غلطی سے قتل کر دے بایں طور کہ نشانہ غیر مومن مثلاً شکار یا درخت کو لگا یا مگر مومن کو لگ گیا کسی ایسے آلہ سے قتل کر دیا کہ جس سے عام طور پر قتل نہیں کیا جاتا، تو اس پر ایک مومن کو ایک مؤمن غلام آزاد کرنا لازم ہے، اور خون بہانا بھی جو اس کے عزیزوں کے حوالہ کیا جائے گا، یعنی مقتول کے روثاء کو، سوائے اس کے کہ اس کے (عزیز) دیت معاف کر دیں۔

(ب) تفسیری فوائد کی وضاحت: اہل ایمان کو اللہ کی جانب سے ایمان و عمل کی جو دولت ملتی ہے اور جیسی تربیت ہوتی ہے، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی مومن کسی مومن کے قتل کا گنہگار نہ ہو، الا یہ کہ غلطی سے یا نادانستہ اس سے یہ حرکت سرزد ہو جائے، غلطی کا مطلب یہ ہے کہ نہ قتل کرنے کا ارادہ تھا، اور نہ قتل کر دینے والا کوئی ہتھیار تھا، کسی اور وجہ سے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا، مگر اسے ایسی چوٹ لگی کہ وہ مر گیا، اور نادانستہ کا مطلب یہ ہے کہ اسے میدان جنگ میں کافر سمجھ کر مارا مگر وہ مسلمان تھا، یا شکار کا جانور سمجھ کر گولی چلا دی مگر وہ جانور نہ تھا آدمی تھا، یہ عمل اصلاً گناہ نہیں ہے مگر انسان کی جان اتنی قیمتی ہے کہ غلطی سے مارنے والا بھی گناہ سے بچ نہیں سکتا ہے، کم از کم بے احتیاطی کا گناہ ہوا تو اس گناہ کی بخشش کی صورت یہ ہے کہ ایک غلام جو مومن ہو، آزاد کرے، اور اس کے ساتھ مقتول کے ورثہ کو دیت ادا کرے، الا یہ ہے کہ ورثہ دیت کو معاف کر دے، اور دیت ۱۰۰/ اونٹ یا اس کی قیمت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے، دیت کی یہ بھاری رقم صرف قاتل پر نہ ہوگی بلکہ اس کے اہل دیوان اور خاندان پر ہو گی، خاندان سے کیا مراد ہے؟ کتب فقہ میں اس کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے، اگر اہل خاندان سے ان کی غربت کی وجہ سے نہ ہو سکے تو حکومت بیت المال سے پورا کرے، اگر بیت المال میں بھی گنجائش نہ ہو تو پھر جنایت کرنے والا تن تنہا ذمہ دار ہے، اور اگر مقتول بِقَتْلِ خَطَأً مُؤمِنٍ تو ہے، مگر دارالحرب میں رہتا ہے، اور حربیوں کی قوم سے ہے، تو اس کا کفارہ محض مومن غلام آزاد کرنا ہے، دیت انھیں نہیں دی جائے گی، اور اگر وہ ان لوگوں کی قوم سے ہے جن سے مصالحت ہے، جیسے اہل ذمہ تو اس کی دیت بھی لازم ہوگی، اور مومن غلام کا آزاد کرنا بھی، لیکن اگر غلام نہ میسر ہو تو قاتل دو ماہ مسلسل روزہ رکھے۔

(ج) قتل کے اقسام مع ان کے احکام:

قتل پانچ قسم پر ہے۔

(۱) قتل عمد: اس قسم میں گناہ کے ساتھ قصاص واجب ہوتا ہے اور قاتل وراثت سے محروم ہوتا ہے۔

(۲) قتل شبہ عمد: اس میں گناہ کے ساتھ کفارہ اور عاقلہ پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے، نیز ایسا قاتل وراثت سے بھی محروم ہوتا ہے۔

(۳) قتل خطا۔

(۴) قتل شبہ خطا: ان دونوں قسموں میں کفارہ اور دیت خفیفہ لازم ہوتی ہے، نیز ایسا قاتل وراثت سے بھی محروم ہوتا ہے۔

(۵) قتل بالسبب: اس قتل میں صرف عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے، نہ تو کفارہ واجب ہوتا ہے، اور نہ ہی قاتل وراثت سے محروم ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۹۱، جلالین: ص ۸۵ (امتحان سالانہ ۱۴۲۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ﴾ سَافَرْتُمْ ﴿فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ فِي ﴿اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ بِاَنْ تَرُدُّوْهَا مِنْ اَرْبَعٍ اِلٰى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اِثْنَتَيْنِ ﴿إِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ﴾ أَيْ يَنَالَكُمْ بِمَكْرُوْهٍ ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ بَيَانٌ لِلْوَاقِعِ إِذْ ذَاكَ فَلَا مَفْهُوْمَ لَهُ وَيُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهٖ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنَّهُ رُخْصَةٌ لَا وَاجِبٌ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) بیان للواقع سے مصنفؒ کیا بتانا چاہتے ہیں؟ یؤخذ سے جو اختلاف کیا گیا ہے اس کو فریقین کے دلائل کے ساتھ ذکر کریں اور احناف کی طرف سے اس استدلال کا جواب بھی لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اور جب تم سفر کرو تو نماز میں قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، بایں طور کہ تم چار رکعت کی دو کرلو، اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم کو تکلیف پیش آئے گی کہ کافر تم کو ستائیں گے یہ نزول کے وقت کے واقعہ کا بیان ہے، لہٰذا اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں ہے اور اللہ کے قول فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ إلخ سے سمجھا جاتا ہے کہ قصر رخصت ہے نہ کہ واجب اور امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے۔

(ب) تفسیر: اس سے پہلی آیتوں میں جہاد اور ہجرت کا ذکر تھا، اور اکثر حالات میں جہاد کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے اور سفر میں مخالفین کی جانب سے خطرے کا اندیشہ ہے؛ اس لیے سفر میں خوف وغیرہ کی وجہ سے جو قصر کی رعایت کیگئی ہے اب اس کا بیان ہے۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ إلخ: اس میں نماز کے قصر کا حکم بیان کیا جارہا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بنو نجار کے کچھ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں زیادہ تر سفر کی ضرورت پیش آتی ہے، ایسی صورت میں نماز پڑھنے کا کیا طریقہ ہے تو اس موقع پر آیتِ کریمہ نازل ہوئی، اگرچہ قصر کا حکم ایک خاص واقعہ کے پیش نظر نازل ہوا تھا؛ مگر اس سہولت کو دیگر اوقات میں باقی رکھا گیا ہے، ضرورت کی خاطر کہ عموماً سفر میں پریشانی ہی رہتی ہے، گرچہ بعض حالات میں اور خصوصاً آج کے زمانے میں سفر میں پریشانی کم ہوتی ہے؛ مگر اس کا مدار مسافتِ سفر پر رکھ کر ہر سفر میں اس کی گنجائش رکھی گئی ہے، حضرت یعلی بن امیہ نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ قصر کے بارے میں تو خوف کی قید لگی ہے، جب حالات اب بدل چکے ہیں پھر بھی اس کی اجازت کیوں ہے؟ حضرت عمرؓ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

نے فرمایا کہ میرے دل میں بھی یہ بات کھٹکتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے عنایت وکرم ہے، لہٰذا اس کو قبول کرو۔

(ج) بیان للواقع سے مصنفؒ کیا بتانا چاہتے ہیں؟

مذکورہ عبارت کو لانے کا مقصد خوارج کے مسلک کا رد کرنا ہے؛ کیوں کہ وہ قصر کے لیے خوف کی شرط رکھتے ہیں اور ان خفتم سے استدلال کرتے ہیں، تو اس کا جواب مفسر علام نے اس طور پر دیا ہے کہ ان خفتم نزول کے زمانہ کے اعتبار سے ہے، اس لیے کہ نزول کے وقت عموماً مسلمانوں کو دورانِ سفر دشمن کا خطرہ لاحق رہتا تھا، پس اس کا مفہومِ مخالف مراد نہیں ہوگا کہ جب کفار کا خوف نہ ہو تو قصر بھی نہیں ہوگا۔

یؤخذ سے جو اختلاف کیا گیا ہے: اس سے ایک اختلاف کا ذکر ہے۔

قصر کے سلسلے میں اختلاف:

امام صاحبؒ کا مسلک: امام صاحبؒ اور تقریباً تمام احناف کے نزدیک قصر واجب ہے۔

امام شافعیؒ کا مسلک: ان کے نزدیک اتمامِ صلوٰۃ افضل ہے، قصر واجب نہیں ہے۔

احنافؒ کی دلیل: قال عمر: صلوٰةُ الجمعة رکعتان وصلوٰة الفطر رکعتان وصلوٰة الأضحية رکعتان وصلوٰة السفر رکعتان إلخ

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں دو رکعت تخفیف کی وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ عیدین اور جمعہ کی طرح اپنے فریضۂ اصلیہ پر برقرار ہے۔

شوافعؒ کی دلیل: فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ انہوں نے آیت سے اس طور پر استدلال کیا ہے کہ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ یہ اباحت کے لیے استعمال ہوتا ہے وجوب کے لیے نہیں۔

احناف کی طرف سے جواب: آپ کا یہ کہنا کہ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ جیسے جملہ وجوب کے لیے استعمال نہیں ہوتے، صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ اللہ کے قول فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ إلخ اس میں جناب وجوب کے لیے استعمال ہوا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

سوال نمبر ۹۲، جلالین: ص ۹۱ (امتحان ششماہی ۱۴۳۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَسْئَلُكَ﴾ يَا مُحَمَّدُ ﴿اَهْلُ الْكِتٰبِ﴾ اَلْيَهُوْدُ ﴿اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ جُمْلَةً كَمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُوْسٰى تَعْقِبًا فَإِنِ اسْتَكْبَرْتَ ذٰلِكَ ﴿فَقَدْ سَاَلُوْا﴾ أَيْ آبَاؤُهُمْ ﴿مُوْسٰى اَكْبَرَ﴾ أَعْظَمَ ﴿مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ عَيَانًا ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ﴾ اَلْمَوْتُ عِقَابًا لَهُمْ ﴿بِظُلْمِهِمْ﴾ حَيْثُ تَعَنَّتُوْا فِي السُّؤَالِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(ج) اور آیت پاک کی ترکیب کیجیے۔

(جواب) ترجمہ: اے محمد! (تم سے اہل کتاب) یہود (درخواست کرتے ہیں، کہ تم ان پر آسمان سے کوئی کتاب) پوری اتروادو) جیسے حضرت موسی علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، ان کا یہ سوال ازراہ سرکشی ہے، اگر تم اس درخواست کو بھاری چیز سمجھ رہے ہو، (تو یہ) یعنی ان کے آباء واجداد (موسی سے اس سے بڑا سوال کر چکے ہیں، چناں چہ انھوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کا دیدار آنکھوں سے کرادیجیے، تب ان کو موت کی بجلی نے ان کے ظلم کی وجہ سے) بطور سزا کے (آن پکڑی) کیوں کہ انھوں نے سوال میں زیادتی کی تھی۔

(ب) مطلب: رسول اللہ ﷺ پر قرآن کریم کا نزول ضرورت کے مطابق بار بار ہوتا رہتا تھا، اس پر یہود کے احبار نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ جس طرح حضرت موسی علیہ السلام پر لکھی لکھائی کتاب اتری، آپ پر بھی اترے تو قبول کریں گے، (ابن کثیر) ان کا یہ سوال ازراہ ہدایت طلبی نہ تھا، بلکہ ازراہ تعنت تھا یعنی مشکل میں مبتلا کرنے کی غرض سے تھا، فرمایا کہ اگر تم نے اس کو بڑا اور گستاخانہ سمجھا ہے تو یہ وہ لوگ ہیں جو اس سے بھی زیادہ گستاخانہ سوال حضرت موسی سے کر چکے ہیں، یعنی ان کے آباء واجداد۔

(ج) آیت پاک کی ترکیب:

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ:

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

''یَسْأَلُ'' فعل ''ك'' ضمیر خطاب مفعول بہ اول ''اَھْلُ الْکِتَابِ'' مضاف، مضاف الیہ سے مل کر ''یَسْأَلُ'' کا فاعل، ان مصدر یہ اپنے بعد کے فعل تُنَزِّلُ کے ساتھ تاویل ہو کے مفعول بہ ثانی عَلَیْھِمْ علی حرف جار ھُمْ ضمیر غائب مجرور جار مجرور مل کر متعلق تُنَزِّلُ فعل کے ساتھ کِتَابًا موصوف مِنْ حرف جار السَّمَاءِ مجرور جار مجرور مل کر نَازِلًا فعل محذوف کے ساتھ متعلق ہو کر صفۃ کتاب موصوف کی، موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول ہوا فعل فاعل اپنے تمام مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔

فَقَدْ سَأَلُوْا مُوْسٰی اَکْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ:

''قَدْ'' حروف تحقیق ''سَأَلُوْا'' فعل وضمیر فاعل مُوْسٰی مفعول بہ اول ''اَکْبَرَ'' اسم تفضیل مِنْ حرف جار ذٰلِكَ مجرور جار مجرور سے مل کر ''اَکْبَرَ'' اسم تفضیل کے ساتھ متعلق ہو کر مفعول بہ ثانی فَقَالُوْا فعل ضمیر فاعل فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جملہ معطوفہ یا مفسرہ ہوا سَأَلُوْا فعل کا اور قول ہے اَرِنَا فعل اَنْتَ ضمیر فاعل نَا ضمیر متکلم مفعول بہ اول لفظ اللہ مفعول بہ ثانی جَهْرَةً حال فعل فاعل دونوں مفعولوں اور اپنے حال سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر اپنے قول کا مقولہ ہوا فَاَخَذَتْهُمْ اَخَذَتْ فعل هُمْ ضمیر مفعول بہ مقدم اَلصَّاعِقَةُ فاعل با حرف جار ضمیر ظُلْمِهِمْ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق اَخَذَتْ فعل کے ساتھ فعل فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف سَأَلُوْا فعل جو معطوف علیہ ہے پر۔

سوال نمبر ۹۳، جلالین: ص ۹۳ (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿یٰٓاَهْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا﴾ تَتَجَاوَزُوا الْحَدَّ ﴿فِیْ دِیْنِکُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا﴾ اَلْقَوْلَ ﴿الْحَقَّ﴾ مِنْ تَنْزِيْهِهِ عَنِ الشَّرِيْكِ وَالْوَلَدِ ﴿اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ کَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ﴾ أَوْصَلَهَا ﴿اِلٰی مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ﴾ أَيْ ذُوْ رُوْحٍ ﴿مِّنْهُ﴾ وَأُضِيْفَ إِلَيْهِ تَعَالٰی تَشْرِيْفًا لَهٗ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

وَلَيْسَ كَمَا زَعَمْتُمْ اِبْنَ اللهِ أَوْ اِلٰهًا مَعَهُ أَوْ ثَالِثَ ثَلَاثَةٍ لِاَنَّ ذَا الرُّوْحِ مُرَكَّبٌ وَالْاِلٰهُ مُنَزَّهٌ عَنِ التَّرْكِيْبِ وَعَنْ نِسْبَةِ الْمُرَكَّبِ إِلَيْهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) تفسیری کلمات کی تشریح کرتے ہوئے مطلب لکھیے۔ (ج) اور بتائیے کہ اَلْکِتَاب سے کون سی کتاب مراد ہے؟ اَلْحَق سے پہلے اَلْقَوْل اور اَلرُّوْحُ سے پہلے ''ذُوْ'' کیوں مقدر مانے گئے؟

(جواب) ترجمہ: اے اہل کتاب یعنی انجیل کے ماننے والو! اپنے دین کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو جو کہ وہ شریک حیات اور ولد سے اس کی پاکی ہے مسیح عیسی بن مریم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول اور اس کا فرمان تھا جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا تھا، اور اس کی طرف سے ایک روح یعنی ذی روح تھا، اور روح کی نسبت اللہ کی طرف تشریفا ہے، اور ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم نے سمجھ رکھا ہے، کہ وہ ابن اللہ یا اس کے ساتھ الٰہ ہے یا تین میں کا تیسرا ہے، اس لیے کہ ذی روح مرکب ہوتا ہے اور الٰہ ترکیب سے اور اس کی طرف مرکب کی نسبت کرنے سے پاک ہے۔

(ب) تفسیری کلمات کی تشریح کرتے ہوئے مطلب:

يَآَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ: یہاں اہل کتاب سے مراد عیسائی ہیں اور غلو کے معنی میں ہیں کسی کی تائید عداوت میں حد سے گذر جانا، یہود کا جرم یہ تھا کہ وہ حضرت عیسی کی مخالفت میں حد سے تجاوز کر گئے تھے، اور عیسائیوں کا جرم یہ ہے کہ وہ مسیح کی عقیدت و محبت میں حد سے گذر گئے۔

رُوْحٌ مِّنْهُ: اس لفظ میں دو باتیں قابل غور ہیں ایک یہ کہ حضرت عیسی کو روح کہنے کے کیا معنی ہیں، اس نسبت کا کیا مطلب ہے؟ بعض حضرات نے کہا ہے کہ مقصد حضرت عیسی کی پاکیزگی کو بیان کرنا ہے مبالغہ کے طور پر اس پر روح کا اطلاق کر دیا گیا ہے، چوں کہ حضرت عیسی کی پیدائش میں نقطۂ پدر کا دخل نہیں تھا بلکہ وہ صرف کلمہ کن کے نتیجہ میں پیدا ہوئے تھے اس لیے اپنی نظافت و طہارت میں درجہ کمال پر فائز تھے، اسی وجہ سے عرف اور محاورہ کے اعتبار سے ان کو روح کہہ دیا گیا، اور اللہ کی طرف اس کی نسبت تشریفا کر دی جس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طرح مساجد کی تعظیم کے لیے ان کو بیت اللہ، کعبۃ اللہ، مساجد اللہ، کہا جاتا ہے۔

نوٹ: اما غزالی فرماتے ہیں کہ کسی بچے کی پیدائش میں دو عامل کار فرما ہوتے ہیں، ایک عامل نطفہ ہوتا ہے، اور دوسرا اللہ کا کلمہ کن، مذکورہ دونوں عاملوں کے ذریعہ عام طور پر بچہ وجود میں آتا ہے، حضرت عیسیٰ کے حق میں چوں کہ پہلا عامل منفی ہے اس لیے دوسرے عامل کی طرف نسبت کر کے آپ کو کلمہ کہا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مادی اسباب کے واسطہ کے بغیر کلمہ کن سے پیدا ہوئے۔

اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ: کا مطلب ہے کہ اللہ نے یہ کلمہ مریم تک پہنچا دیا جس کے نتیجہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(ج) اَلْکِتَاب سے کون سی کتاب مراد ہے؟

اَلْکِتَابُ سے مراد انجیل ہے۔

اَلْحَق سے پہلے اَلْقَوْل اور اَلرُّوْح سے پہلے ''ذُوْ'' کیوں مقدر مانے گئے؟

اَلْحَقُّ یہ ترکیب میں صفت واقع ہوا ہے، اور ہر صفت کے لیے موصوف ہونا ضروری ہے اور وہ موصوف یہاں مقدر ہے جو کہ اَلْقَوْلُ ہے اس لیے اَلْحَقُّ سے پہلے اَلْقَوْلُ مقدر مانا گیا۔

رُوْحٌ سے پہلے ذُوْ اس لیے لایا گیا تا کہ رُوْحٌ کا رسول اللہ پر حمل درست ہو جائے۔

سوال نمبر ۹۴، جلالین: ص ۹۳ (امتحان سالانہ ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ﴾ فِي الْكَلَالَةِ ﴿قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤًا﴾ مَرْفُوْعٌ بِفِعْلٍ يُفَسِّرُهٗ ﴿هَلَكَ﴾ مَاتَ ﴿لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ﴾ أَيْ وَلَا وَالِدٌ وَهُوَ الْكَلَالَةُ ﴿وَّلَهٗٓ اُخْتٌ﴾ مِنْ أَبَوَيْنِ أَوْ أَبٌ ﴿فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ﴾ أَيِ الْأَخُ كَذٰلِكَ ﴿يَرِثُهَآ﴾ جَمِيْعَ مَا تَرَكَتْ ﴿اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ﴾ فَإِنْ كَانَ لَهَا وَلَدٌ ذَكَرٌ فَلَا شَيْءَ لَهٗ أَوْ أُنْثٰى فَلَهٗ مَا فَضَلَ مِنْ نَصِيْبِهَا وَلَوْ كَانَتِ الْأُخْتُ أَوِ الْأَخُ مِنْ أُمٍّ فَفَرْضُهُ السُّدُسُ كَمَا تَقَدَّمَ أَوَّلَ السُّوْرَةِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری فوائد لکھیں۔ (ج) اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ کی ترکیب کریں، کلالۃ کے لغوی شرعی معنی واضح کریں۔ (د) آیت کا شان نزول لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: لوگ کلالۃ کے بارے میں آپ سے فتوی معلوم کرتے ہیں آپ کہہ دیجیے کہ اللہ خود تم کو کلالۃ کے بارے میں فتوی دیتا ہے اگر کوئی شخص لاولد فوت ہوجائے نہ اس کے والد ہوں اور نہ ولد ایسا شخص ہی کلالۃ ہے، امرء اس فعل محذوف کی وجہ سے مرفوع ہے جس کی تفسیر فعل هلك کر رہا ہے اور اس کی بہن ہو حقیقی یا علاتی تو اس کو ترکہ کا نصف ملے گا اور اسی طرح اگر بہن لاولد مرجائے اور بھائی حقیقی ہو یا علاتی بہن کا تمام متروکہ مال کا وارث ہوگا اور اگر بہن کے لڑکے ہو تو بھائی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر لڑکی ہو تو لڑکی کے بچے ہوئے مال کا مستحق ہوگا اور اگر بھائی بہن اخیافی (ماں شریک) ہوں تو ان کا حصہ چھٹا ہے جیسا کہ ابتداء سورت میں گزر چکا۔

(ب) تفسیری فوائد:

يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي الْكَلَالَةِ: اس کو اس لیے محذوف مانا گیا ہے کیوں کہ آگے جو کلالۃ کا لفظ مذکور ہے وہ اس محذوف پر دلالت کر رہا ہے۔

مَرْفُوْعٌ بِفِعْلٍ يُفَسِّرُهٗ: اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ تنازع فعلان کے قبیل سے ہے امرء سے پہلے ہلک مقدر ہے بعد والے ہلک کے اس کی تفسیر کرنے کی وجہ سے۔

وَلَا وَلَدٌ: اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ والد کی نفی کے ساتھ والد کی بھی نفی ہے کیوں کہ آگے بہن کی وارث کا ذکر ہے اور والد کی موجودگی میں بہن کو کچھ نہیں ملتا ہے۔

وَهُوَ فِي الْكَلَلَةِ: اس سے کلالۃ کی تعریف کی طرف اشارہ ہے۔

مِنْ اَبَوَيْنِ أَوب: یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ الاخت سے مراد حقیقی بہن یا علاتی بہن ہیں کیوں کہ ان کے بھائی کو ہی عصبہ قرار دیا گیا ہے اور رہی اخیافی بہن تو وہ اس حکم سے خارج ہوگی کیوں کہ اخیافی بھائی عصبہ نہیں ہے۔

اَلْاَخُ كَذٰلِكَ: اس سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر بہن لاولد مرجائے تو بھائی خواہ حقیقی ہو یا علاتی بہن کے تمام متروکہ مال کا وارث ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فَإِنْ كَانَ لَهُ ذَكَر: اس سے اشارہ ہے کہ اگر بہن مرحومہ کی اولاد ہو اور مذکر ہو تو بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

أَوْ أُنْثَى الخ: س سے اشارہ ہے کہ اگر مرحومہ کی اولاد لڑکی ہو تو بھائی لڑکی کے حصے سے بچے ہوئے کا مالک ہوگا۔

وَلَوْ كَانَتِ الأُخْت: اس سے اشارہ ہے کہ اگر بھائی بہن اخیافی ہوں تو ان کا حصہ چھٹا ہے، مزید تحقیق کے لیے سراجی کا مطالعہ کریں۔

(ج) اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ کی ترکیب:

اِنِ امْرُءٌ هَلَكَ ان شرطیہ امرء ماقبل میں محذوف هَلَكَ کا فاعل اور مابعد کے هَلَكَ کی ضمیر فاعل اس کی طرف راجح ہے۔

کلالۃ کے لغوی شرعی معنی:

كَلَالَةٌ مصدر ہے باب ضرب سے، کمزور ہونا، اور شرع میں كَلَالَةٌ کہتے ہیں ایسے آدمی کو جو مرجائے اور اس کا نہ ولد ہو اور نہ والد: یعنی نہ اصول اور نہ فروع۔

(د) آیت کا شان نزول: جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنی بہنوں کی موجودگی میں مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت جابرؓ نے آپ سے دریافت کیا اِنِّي كَلَالَةٌ فَكَيْفَ اَصْنَعُ مِنْ مَالِي یعنی یارسول اللہ کلالہ میں کیا حکم ہے، میں اپنے مال کو کیا کروں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

سوال نمبر ۹۵، جلالین: ص ۹۴ (امتحان سالانہ ۱۴۳۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ أَيْ أَكْلُهَا ﴿وَالدَّمُ﴾ الْمَسْفُوْحُ كَمَا فِي الْأَنْعَامِ ﴿وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ﴾ بِأَنْ ذُبِحَ عَلٰى إِسْمِ غَيْرِهٖ ﴿وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَآ اَكَلَ السَّبُعُ﴾ مِنْهُ ﴿اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ أَيْ أَدْرَكْتُمْ فِيْهِ الرُّوْحَ مِنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ فَذَبَحْتُمُوْهُ ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ﴾

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) اَلْمُنْخَنِقَةُ، اَلْمَوْقُوْذَةُ، اَلْمُتَرَدِّيَةُ، النَّطِيْحَةُ، النُّصُبُ، اَلْاَزْلَامُ کی تشریح کریں۔ (ج) بندوق سے شکار کیے ہوئے اور ٹرین سے کٹے ہوئے جانور کا کیا حکم ہے؟

(جواب) ترجمہ: تمہارے لیے مردار اور بہنے والا خون حرام کر دیا گیا ہے جیسا کہ سورۂ انعام میں مذکور ہے اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو بایں صورت کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو ان کا کھانا بھی حرام کر دیا گیا ہے اور گلا گھونٹ کر مرا ہوا جانور اور اوپر سے گر کر مرا ہوا جانور اور وہ جانور جو ٹکر لگنے سے مرا ہو اور وہ جانور کہ جس سے درندے نے کھا لیا ہو ان کا بھی کھانا حرام قرار دیا گیا ہے؛ مگر یہ کہ تم نے اس کو ذبح کر لیا ہو یعنی مذکورہ جانوروں میں سے کوئی تم کو زندہ مل گیا ہو اور تم نے اس کو ذبح کر لیا ہو تو پھر وہ حرام نہیں ہے اور وہ جانور جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو (وہ بھی حرام کر دیا گیا ہے) اور تیروں، فالوں کے ذریعہ قسمت آزمائی کرنا اور نتیجہ معلوم کرنا (حرام ہے) یہ فسق ہے یعنی طاعت سے خروج ہے۔

(ب) اَلْمُنْخَنِقَةُ، اَلْمَوْقُوْذَةُ، اَلْمُتَرَدِّيَةُ، النَّطِيْحَةُ، النُّصُبُ، اَلْاَزْلَامُ کی تشریح:

(۱) اَلْمُنْخَنِقَةُ: اس سے مراد وہ جانور ہے جو گلا گھونٹ کر یا گردن مروڑ کر مار دیا گیا ہو یا خود ہی کسی جال یا پھندے میں پھنسنے کی وجہ سے دم گھٹ کر مر گیا ہو۔

(۲) اَلْمَوْقُوْذَةُ: وہ جانور جو ضربِ شدید کی وجہ سے مر گیا ہو، جیسے لاٹھی یا پتھر وغیرہ یعنی خون نہ بہا ہو۔

(۳) اَلْمُتَرَدِّيَةُ: وہ جانور جو کسی اونچی جگہ مثلاً پہاڑ، ٹیلہ وغیرہ سے گر کر مر گیا ہو۔

(۴) النَّطِيْحَةُ: وہ جانور جو کسی دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے یا کسی چیز مثلاً دیوار گاڑی وغیرہ کے ٹکر مارنے کی وجہ سے مرا ہو۔

(۵) النُّصُبُ: یہ (نصاب) کی جمع ہے ان پتھروں کو کہا جاتا ہے جو دیوی دیوتاؤں کے نام پر نصب کیے جاتے ہیں یعنی (بت، مورتی) اسی قسم کے (۳۶۰) پتھر خانۂ کعبہ کے ارد گرد نصب تھے اور زمانۂ جاہلیت میں مشرکین ان کی پوجا کیا کرتے تھے اور ان کے پاس جانور لا کر ذبح کیا کرتے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۶) اَلْاَزْلَامُ: یہ زَلَمٌ کی جمع ہے جس کے معنی چھوٹا تیر جس پر نہ پَر لگے ہوں اور نہ (انی) اور وہ سات تھے جو خانہ کعبہ کے مجاور کے پاس رہا کرتے تھے یعنی تیروں کے ذریعہ قسمت آزمائی کرنا۔ عرب میں یہ طریقہ رائج تھا کہ جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو اس کو کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ تیروں سے کرتے تھے اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ وہ شخص بیت اللہ کے خادم کے پاس جاتا اور اس کو کچھ نذرانہ پیش کرنے کے بعد قریش کے بت (ہُبَل) کی بندگی کے اقرار کے ساتھ چمڑے کا تھیلا جس میں تیر رکھا رہتا تھا، اس میں سے مجاور تیر نکالتا اور ان تیروں پر (نعم یالا) لکھا رہتا تھا، اگر نعم والا تیر نکل آیا تو وہ اجازت کا اشارہ سمجھتے اور اگر لا والا تیر نکل آتا تو ممانعت سمجھ کر نہ کرتے اور اگر خالی تیر اس پر کچھ لکھا نہ ہوتا تو یہ عمل دوبارہ کرتے، تاآں کہ نعم یالا میں سے کچھ نکل آئے۔

(ج) بندوق سے شکار کیے ہوئے اور ٹرین سے کٹے ہوئے جانور کا حکم:

بندوق سے کیے گئے شکار اور اسی طرح ٹرین سے کٹ کر مرنے والا جانور دونوں کا حکم حرمت کا ہے۔

سوال نمبر ۹۶، جلالین: ص ۹۵ (امتحان ششماہی ۱۴۲۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ﴾ يَا مُحَمَّدُ ﴿مَا ذَآ اُحِلَّ لَهُمْ﴾ مِنَ الطَّعَامِ ﴿قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ﴾ اَلْمُسْتَلَذَّاتُ ﴿وَ﴾ صَيْدُ ﴿مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ﴾ اَلْكَوَاسِبِ مِنَ الْكِلَابِ وَالسِّبَاعِ وَالطَّيْرِ ﴿مُكَلِّبِيْنَ﴾ حَالٌ مِنْ كَلَّبْتُ الْكَلْبَ بِالتَّشْدِيْدِ أَيْ أَرْسَلْتُهُ عَلَى الصَّيْدِ ﴿تُعَلِّمُوْنَهُنَّ﴾ حَالٌ مِنَ الضَّمِيْرِ مُكَلِّبِيْنَ أَيْ تُؤَدِّبُوْنَهُنَّ ﴿مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ﴾ مِنْ آدَابِ الصَّيْدِ ﴿فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ﴾ وَإِنْ قَتَلْنَهُ بِأَنْ لَمْ يَأْكُلْنَ مِنْهُ بِخِلَافِ غَيْرِ الْمُعَلَّمَةِ فَلَا يَحِلُّ صَيْدُهَا۔

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔ (د) مُكَلِّبِيْنَ کا ذوالحال کیا ہے؟ تعلیم کلب کی علامت کیا ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(جواب) ترجمہ: اے محمد ﷺ آپ سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ ان کے لیے کون سا کھانا حلال کیا گیا ہے؟ آپ کہہ دیجیے تمہارے لیے پاکیزہ لذیذ چیزیں حلال کردی گئی ہیں اور ان شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار جن کو تم نے سکھلایا ہے خواہ کتے ہوں یا درندے یا پرندے بشرطیکہ تم ان کو شکار کے پیچھے چھوڑو (مُكَلِّبِيْنَ) عَلَّمْتُمْ کی ضمیر سے ذوالحال ہے کہ تم نے اللہ کے سکھائے ہوئے آداب میں سے ان کو سکھایا ہو (تَعَلِّمُوْنَهُنَّ مُكَلِّبِيْنَ) کی ضمیر سے حال ہے اَی تُؤَدِّبُوْنَهُنَّ تو تم اس شکار کو کھا سکتے ہو جو اس نے تمہارے لیے کیا ہے اگر چہ اس کو مار ڈالا ہو، بشرطیکہ اس میں سے کچھ کھایا نہ ہو برخلاف بغیر سکھائے ہوئے شکاری جانور کے اس کا کیا ہوا شکار حلال نہیں۔

(ب) مطلب: پچھلی آیتوں میں حرام چیزوں کی فہرست شمار کی گئی تو قدرتی طور پر سوال پیدا ہوا کہ حلال چیزیں کیا ہیں تو اس پر فرمایا کہ اس کی فہرست اور دائرہ بہت وسیع ہے چناں چہ کچھ چیزیں چھوڑ کر جس میں کوئی دینی یا بدنی نقصان نہ ہو وہ سب حلال ہیں لیکن چوں کہ بعض لوگوں نے شکار کے متعلق خصوصیت کے ساتھ سوال کیا تھا تو اس کا اگلی آیت میں جواب دیا گیا کہ شکاری کتے یا باز وغیرہ سے شکار کیا، ہوا جانور مندرجہ ذیل شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) شکاری جانور تعلیم یافتہ ہو۔ (۲) شکار پر چھوڑا گیا ہو (۳) اس کو اس طریقہ پر تعلیم دی گئی ہو جس کو شریعت نے معتبر کہا ہے (۴) چھوڑنے کے وقت اللہ کا نام یعنی بسم اللہ پڑھا ہوا ہو ان چاروں شرطوں کے ساتھ شکار حلال ہوگا۔

ایک شرط امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک معتبر ہے کہ شکاری جانور کو زخمی بھی کردے اور خون بہنے لگے جوارح جراحۃ سے مشتق ہے جو اسی کو بتلاتا ہے اگر ان پانچوں شرطوں میں سے کوئی بھی مفقود ہوئی تو شکار حرام ہے ہاں اگر وہ مرا نہ ہو اور کوئی شرط مفقود ہو جائے یا شرط مفقود نہ ہو تو بھی ذبح کرنے کے بعد وہ حلال ہے۔

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت:

مُسْتَلَذَّاتِ یہ طَيِّبَاتِ کی تفسیر ہے یعنی وہ لذیذ چیزیں جن کو طبع سلیم لذیذ سمجھتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طبیعت ان سے متنفر نہ ہو، اور نہ نجس سمجھتی ہو یہ تفسیر امام شافعی کے قول کے مطابق ہے احناف کے نزدیک طَیِّبٰاتِ وہ چیزیں ہیں جن کی حرمت وتحریم کتاب وسنت اور اجماع میں نہ ہوئی ہو۔

صَیْدِ: اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ طَیِّبٰاتِ پر معطوف ہے اور علم کا مضاف صید محذوف ہے۔

کَوَاسِبُ: جوارح کی تفسیری مراد ہے کاسبة واحد مخنتی جانور یعنی چوپایہ یعنی پھاڑ کھانے والے درندے اور پرندے جیسا کہ فہد، عقاب، وغیرہ پنجے اور کچلی والے ہوں، یہ تفسیر امام شافعی کے مطابق ہے یہ تفسیر اس وقت ہوگی جب کہ جوارح کو جرح سے مشتق مانیں اور کہا گیا ہے کہ جوارح جراحۃ سے ماخوذ ہے تو اس وقت حلال کرنے کے لیے زخم لگانا شرط ہوگا یہ امام صاحب کا مذہب ہے۔

(د) مُکَلِّبِیْنَ کا ذوالحال کیا ہے؟

مُکَلِّبِیْنَ کا ذوالحال عَلَّمْتُمْ کی ضمیر ہے۔

تعلیم کلب کی علامت کیا ہے؟ تعلیم کلب کی علامت یہ ہے کہ جب اس کو شکار کے پیچھے دوڑایا جائے تو وہ دوڑ پڑے اور جب روکا جائے تو رک جائے اور شکار کو پکڑنے کے بعد اس میں سے کچھ کھائے نہیں اور یہ عمل کم از کم تین بار کیا جائے۔

سوال نمبر ۷ ۹، جلالین: ص ۱۰۰ (خود ساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَإِنْ جَآءُوْكَ﴾ لِتَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ هٰذَا التَّخْيِيْرُ مَنْسُوْخٌ بِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ﴾ اَلْآيَةَ فَيَجِبُ الْحُكْمُ بَيْنَهُمْ إِذَا تَرَافَعُوْا إِلَيْنَا وَهُوَ أَصَحُّ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ فَلَوْ تَرَافَعُوْا إِلَيْنَا مَعَ مُسْلِمٍ وَجَبَ إِجْمَاعًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) جَآءُوْا اور بَيْنَهُمْ کی ضمیر کا مرجع متعین کرتے ہوئے تفسیر لکھیں۔ (ج) اور بتائیں کہ اہلِ کتاب کسی مسلمان حاکم کے پاس اپنا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مقدمہ لے کر آئیں تو فیصلہ کرنا واجب ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں امام شافعی کا دوسرا قول کیا ہے؟ اور امام ابوحنیفہ کی رائے کیا ہے؟

(جواب) ترجمہ: اگر یہ لوگ آپ سے اپنا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کے پاس آئیں، اگر چاہو تو ان کے درمیان فیصلہ کر دو یا انکار کر دو، یہ اختیار اللہ تعالیٰ کے قول وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ کے ذریعہ منسوخ ہے۔ لہٰذا اگر وہ فیصلہ ہمارے پاس لائیں تو اس کا فیصلہ کرنا واجب ہے امام شافعی کے اقوال میں سے یہ صحیح تر ہے، اور اگر کسی مسلمان کے ساتھ ہمارے پاس مقدمہ لائیں تو بالاتفاق فیصلہ کرنا واجب ہے۔

(ب) جَآءُوْا اور بَيْنَهُمْ کی ضمیر کا مرجع:

جَآءُوْا کی ضمیر سے رؤساء یہود اور بَيْنَهُمْ کی ضمیر سے رعایا یہود مراد ہیں۔

مطلوبہ تفسیر: ابتداء میں جب مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہوئی تھی یہود اس وقت تک باقاعدہ اسلامی ریاست کی باقاعدہ رعایا نہیں تھے بلکہ اسلامی حکومت کے ساتھ ان کے تعلقات معاہدات پر مبنی تھے، یہودیوں کو اپنے اندرونی معاملات میں آزادی حاصل تھی، ان کے مذہبی مقدمات کے فیصلے انہی کے قوانین کے مطابق ان کے اپنے وکیل کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یا آپ کے مقرر کردہ قاضیوں کے پاس اپنے مقدمات لانے کے لیے علاوہ وہ ازروئے قانون مجبور نہ تھے لیکن یہ لوگ جن معاملات میں خود اپنے مذہبی قانون کے مطابق فیصلہ کرنا نہ چاہتے تھے ان کا فیصلہ کرانے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس امید پر آجاتے تھے کہ شاید آپ کی شریعت میں ان کے لیے کوئی دوسرا حکم ہو اور اس طرح وہ اپنے قانون سے بچ جائیں۔

(ج) اہلِ کتاب کسی مسلمان حاکم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر:

اگر اہل کتاب کسی مسلمان حاکم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئیں تو فیصلہ کرنا واجب ہے اور حاکم کے لیے کوئی اختیار نہیں رہے گا یہی ابن عباس عمر بن عزیز مجاہد وغیرہ سے منقول ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

امام شافعی کا دوسرا قول کیا ہے؟ اس مسئلہ کے سلسلے میں حضرت امام شافعی کا دو قول منقول ہے ایک تو وہ یہ ہے کہ جو بالائے عبارت میں مذکور ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر اہل کتاب کسی مسلمان حاکم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئیں تو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کے سلسلے میں حاکم پر اختیار باقی رہے گا کیوں کہ یہ مقدمہ ان کے نزدیک محض ایک مقدمہ ہے جس پر فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں حاکم بالکل آزاد ہے اور یہی قول ابراہیم نخعی شعبی حسن بصری اور سیب ابن جبیر سے منقول ہے۔

امام ابوحنیفہ کی رائے کیا ہے؟ حضرت امام ابوجعفر النحاس نے امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں سے روایت کرتے ہیں کہ اگر اہل کتاب کسی مسلمان حاکم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئیں تو حاکم کے لیے یہ اختیار نہیں ہے کہ ان پر فیصلہ کرنے سے اعراض کرے۔

سوال نمبر ۹۸، جلالین: ص ۱۰۷ (امتحان داخلہ ۱۴۱۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ مُحْرِمُوْنَ بِحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ ﴿وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ﴾ بِالتَّنْوِيْنِ وَرَفْعِ مَابَعْدَهٗ أَيْ فَعَلَيْهِ جَزَاءٌ هُوَ ﴿مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ أَيْ شِبْهُهٗ فِي الْخِلْقَةِ ﴿يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ لَهُمَا فِطْنَةٌ يُمَيِّزَانِ بِهَا أَشْبَهَ الْأَشْيَاءِ بِهٖ ﴿هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ﴾ أَيْ يُبْلَغُ بِهِ الْحَرَمَ فَيُذْبَحُ فِيْهِ وَيُتَصَدَّقُ بِهٖ عَلٰى مَسَاكِيْنِهٖ وَلَايَجُوْزُ أَنْ يُذْبَحَ حَيْثُ كَانَ وَنَصْبُهٗ نَعْتًا لِمَا قَبْلَهٗ وَإِنْ أُضِيْفَ لِأَنَّ إِضَافَتَهٗ لَفْظِيَّةٌ لَاتُفِيْدُ تَعْرِيْفًا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب بیان کریں۔
(ج) ونصبہ نعتا سے مفسر نے کس اعتراض کا جواب دیا ہے؟ (د) مثل سے کیا مراد ہے؟

(جواب) ترجمہ: اے ایمان والو! حج یا عمرہ کے احرام کی حالت میں شکار نہ کرو اور جس نے تم میں سے جان بوجھ کر شکار کیا تو اس پر شکار کیے ہوئے جانور کے مثل کی جزاء ہے جزاءٌ کی تنوین کے ساتھ اور اس کے بعد یعنی (مثل) کے رفع کے ساتھ یعنی اس پر جزاء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے اور وہ جزاء مقتول جانور کے مثل ہے یعنی جو خلقت میں اس کے مشابہ ہو اس مثل کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں کہ جن کو سمجھ (یعنی تجربہ) ہو جس کے ذریعہ چیزوں کے مشابہ بالصید ہونے کی تمیز کر سکیں، حال یہ ہے کہ وہ جزاء ہدی ہے کہ اس کو حرم میں پہنچایا جائے؛ تا کہ اس کو حرم میں ذبح کیا جائے اور اس کو حرم کے مسکینوں پر صدقہ کر دیا جائے اور جہاں چاہے وہاں ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور بَالِغَ الْكَعْبَةِ کا نصب اپنے ماقبل هٰدِيًا کی صفت ہونے کی وجہ سے ہے اگرچہ بَالِغَ الْكَعْبَةِ میں اضافت ہے؛ اس لیے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے جو تعریف کا فائدہ نہیں دیتی۔

(ب) مطلب: حالتِ احرام میں شکار وغیرہ کی ممانعت آئی ہے، اب اگر کوئی شکار کرے تو اس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اس پر اس جانور کے مثل جزاء ہے کہ اس طرح کہ جانور ڈھونڈ کر اسے بطورِ کفارہ کے ذبح کرے اور اس کے مثل کو ایسے دو عادل آدمی طے کریں گے جو اس میں تجربہ رکھتے ہوں، پھر اس کو حرم کے مسکینوں پر تقسیم کر دے۔

(ج) ونصبه نعتا سے مفسر نے کس اعتراض کا جواب دیا ہے؟

نصبه نعتا إلخ: اس سے ایک اعتراض کا جواب مقصود ہے۔

اعتراض: هديا نکرہ موصوفہ ہے اور بالغة الكعبة معرفہ ہے اور یہ دونوں موصوف صفت ہیں اور موصوف صفت کے درمیان تعریف و تنکیر کے اعتبار سے موافقت ضروری ہوتی ہے؛ حالاں کہ یہاں پر موافقت نہیں پائی جا رہی ہے، پھر یہ دونوں موصوف صفت کیسے بن سکتے ہیں؟

جواب: مفسر علام نے جواب دیا کہ یہاں پر بالغ الكعبة اگرچہ اس میں اضافت ہے جو معرفہ ہونے کی علامت ہے؛ مگر یہ اضافت، اضافتِ لفظیہ ہے حقیقیہ نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس کی تقدیری عبارت بالغًا الكعبة ہے، تنوین کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا گیا۔

پس جب اضافتِ لفظیہ ہے تو چوں کہ اضافتِ لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی ہے تو اس کا معرفہ ہونا ثابت نہیں ہوا، لہٰذا اعتراض ختم ہو گیا؛ کیوں کہ اب موافقت پائی گئی اور ان دونوں کا نکرہ ہونا ثابت ہو گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) مثل سے کیا مراد ہے؟ مثل سے مراد: اس سلسلے میں اختلاف ہے، شیخین کے نزدیک مثل سے مراد قیمت ہے کہ اگر جانور کو قتل کیا ہے تو بعینہ اس کے مثل جانور کو نہیں؛ بلکہ اس کی قیمت کو ادا کرے۔

اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مثل سے مراد قیمت نہیں؛ بلکہ اس جیسے جانور کو ذبح کر کے مسکینوں کے درمیان تقسیم کرنا ہے اور صاحب جلالین نے شبّهة فى الخلقة سے اسی قول کی طرف اشارہ کیا ہے۔

سوال نمبر ۹۹، جلالین: ص ۱۰۷ (امتحان سالانہ ۱۴۰۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ﴾ اَلْمُحَرَّمَ ﴿قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾ يَقُوْمُ بِهِ أَمْرَ دِيْنِهِمْ بِالْحَجِّ إِلَيْهِ وَدُنْيَاهُمْ بِأَمْنِ دَاخِلِهِ وَعَدَمِ التَّعْرِيْضِ لَهُ وَجَبْيُ ثَمَرَاتِ كُلِّ شَيْءٍ إِلَيْهِ ﴿وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ﴾ بِمَعْنَى الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ قِيَامًا لَهُمْ بِأَمْنِهِمْ مِنَ الْقِتَالِ فِيْهَا ﴿وَ الْهَدْىَ وَ الْقَلَآئِدَ﴾ قِيَامًا لَهُمْ بِأَمْنِ صَاحِبِهِمَا مِنَ التَّعْرِيْضِ لَهُ ﴿ذٰلِكَ﴾ اَلْجَعْلُ الْمَذْكُوْرُ ﴿لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ فَإِنَّ جَعْلَهُ ذٰلِكَ لِجَلْبِ الْمَصَالِحِ لَكُمْ وَدَفْعِ الْمَضَارِّ عَنْكُمْ قَبْلَ وُقُوْعِهَا دَلِيْلٌ عَلٰى عِلْمِهٖ بِمَا هُوَ فِي الْوُجُوْدِ وَمَا هُوَ كَائِنٌ.

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) ''جَعَلَ'' کے دونوں مفعول واضح کر کے بتائیں کہ ''اَلْحَرَامَ'' کی تفسیر ''المحرم'' سے کیوں کی گئی۔ (ج) کَعْبَة ''شَهْرِ حرام'' ''هدىٰ'' ''قلائد'' انسانوں کے لیے سامان بقاء کیسے ہیں۔ (د) ''فَإِنَّ جَعْلَهُ الخ'' سے مصنف کس بات کی دلیل بیان کر رہے ہیں، عبارت کی روشنی میں لکھیے۔

(جواب) ترجمہ: اللہ نے کعبہ (یعنی) بیت محترم کی لوگوں کی حالات درست کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے، کہ اس کی بدولت اپنے دینی معاملہ حج کے ذریعہ درست کرتے ہیں اور اپنی دنیاوی معاملات کو حرم میں داخل ہونے والے کے امن کے ساتھ داخل ہونے کی وجہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

سے اور اس سے کسی کے تعرض نہ کرنے کی وجہ سے درست کرتے ہیں، اور ہر شئ کی پیداوار اس کی طرف کھنچی چلی آتی ہے۔ ''اور محترم مہینوں'' اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ، اَلْاَشْهُرُ الْحَرَامُ کے معنی میں ہے: ان مہینوں میں ان کے قتال سے مامون رہنے کی وجہ سے۔

''اور ہدی) کے (جانور) کو اور ان جانوروں کو بھی کہ جن کے گلے میں پٹے ہوں'' ان کی حالات درست کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے، مذکورہ دونوں کے مالکوں کے تعرض سے مامون رہنے کی وجہ سے۔ ''یہ فعل مذکور'' اس لیے ہے کہ تم اس بات کا یقین کرلو کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ ان سب کا جاننے والا ہے۔ بلاشبہ اس جعل مذکور کا تمہارے حصول مصلحت یا تم سے دفع مضرت کے لیے اس کے واقع ہونے سے پہلے کرنا یہ دلیل ہے موجودہ چیزوں اور آئندہ چیزوں سے اس کے واقف ہونے کی۔

(ب) ''جَعَلَ'' کے دونوں مفعول:

جَعَلَ کو بمعنی صَيَّرَ مان کر مفعول اول اَلْكَعْبَةَ اور مفعول ثانی قِيَاماً ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے کعبہ یعنی بیت محترم کو لوگوں کی حالات درست کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

''اَلْحَرَامَ'' کی تفسیر ''المحرم'' سے کیوں کی گئی؟

الحرام کی تفسیر المحرم سے اس لیے کیا گیا کہ حرام مصدر ہے اور یہاں مصدر بمعنی اسم فاعل مراد ہے۔

(ج) کعبہ، شہر حرام، ہدی اور قلائد انسانوں کے لیے سامان بقاء کیسے ہیں؟ کعبہ انسان کے لیے سامان بقا اس طرح ہے کہ اس کی بدولت اپنے دینی معاملہ کو حج کے ذریعہ درست کرتے ہیں، اور اپنی دنیاوی معاملات کو حرم میں داخل ہونے والے کے امن کے ساتھ داخل ہونے کی وجہ سے اور اس سے کسی کے تعرض نہ کرنے کی وجہ سے درست کرتے ہیں۔

اور شہر حرام سامان بقاء بایں طور سے کہ ان مہینوں میں قتل وقتال سے مامون رہتا ہے، اور ہدی وقلائد ان دونوں کے مالکوں کے تعرض سے مامون رہنے کی وجہ سے سامان بقا بن گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) ''فَاِنَّ جَعْلَهٗ الخ'' سے مصنف کس بات کی دلیل بیان کررہے ہیں؟

فان جعله إلخ: سے مفسرؒ اس بات کی دلیل بیان کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجودہ چیزوں اور آئندہ ہونے والی چیزوں پر بھی واقف ہے کیوں کہ بلا شبہ اس جعل مذکور کو ہمارے حصول مصلحت یا ہم سے دفع مضرت کے لیے اس کے واقع ہونے سے پہلے کرنا اسی پر دال ہے۔

سوال نمبر ۱۰۰، جلالین: ص ۱۰۸ (امتحان سالانہ ۱۴۰۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿مَاجَعَلَ﴾ شَرَعَ اللّٰهُ مِنْ ﴿بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَسَلَاوَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ﴾ كَمَا كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَفْعَلُوْنَهٗ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) بخيرة، سائبة، وصيلة، اور حام کی تعریف لکھیں۔ (ج) زمانۂ جاہلیت میں وہ ان جانوروں کو کیوں حرام قرار دیتے تھے؟ (د) اس آیت کا ماقبل سے ربط کیا ہے؟

(جواب) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا، نہ سائبہ کو، نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو جیسا کہ اہلِ جاہلیت اس کو کرتے تھے۔

(ب) بخيرة، سائبة، وصيلة، اور حام کی تعریف:

بحيرة: ان جانوروں کو کہا جاتا تھا جن کا دودھ دھونا بتوں کے نام پر موقوف کردیا گیا ہو۔

سائبة: وہ جانور جن کو وہ اپنے بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے تھے؛ چناں چہ ان کو بار برداری کے لیے استعمال نہیں کرتے تھے۔

وصيلة: اس نوجوان اونٹنی کو کہا جاتا تھا جو پہلی بار بھی مادہ بچہ جنے، دوبارہ پھر ماڈہ بچہ جنے کہ ان کے درمیان نر بچہ نہ ہو۔

حام: اس اونٹنی کو کہا جاتا تھا جو دس مرتبہ جفتی کرے، مذکورہ تعداد پوری کر لینے کے بعد اس کو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے تھے اور اس سے بار برداری کا کام نہیں کرواتے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) زمانۂ جاہلیت میں وہ ان جانوروں کو کیوں حرام قرار دیتے تھے؟

محض تعظیم کی وجہ سے حرام قرار دیتے تھے۔

(د) اس آیت کا ماقبل سے ربط کیا ہے؟ اس سے پہلی آیت میں صحابہ کرامؓ کو آپ علیہ السلام سے فضول سوال کرنے سے منع کیا گیا تھا، تو اب یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ جس طرح فضول سوال کرکے احکامِ شرعیہ میں سختی اور تنگی پیدا کرنا جرم ہے، اس سے بڑھ کر محض اپنی آراء واہواء سے بدونِ حکمِ شرع کے حرام حلال کو تجویز کرنا بھی جرم ہے؛ بلکہ یہ اس سے بھی بڑھ کر جرم ہے۔

سوال نمبر ۱۰۱، جلالین: ص ۱۰۸ (امتحان ششماہی ۱۴۰۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ أَيْ إِحْفَظُوْهَا وَقُوْمُوْا بِصَلَاحِهَا ﴿لَايَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ قِيْلَ لَايَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَقِيْلَ الْمُرَادُ غَيْرُهُمْ لِحَدِيْثِ أَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِيْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبِعًا وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهِ فَعَلَيْكَ نَفْسَكَ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَغَيْرُه.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مفسر علام نے قیل، قیل کہہ کر دو تفسیر نقل کی ہیں، آپ دونوں تفسیروں کے مطابق آیت کا مطلب لکھیں۔ (ج) آیت سے تبلیغ کے عدمِ ضرورت کا اظہار ہوتا ہے آپ اس کی توجیہ لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو یعنی اپنی حفاظت کرو اور اس کی اصلاح کے لیے مستعد ہو جاؤ کسی کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا، اگر تم خود راہِ راست پر ہو کہا گیا ہے کہ مراد اہلِ کتاب ہیں کہ ان کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا، اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مراد غیر اہلِ کتاب ہیں حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے انہوں نے فرمایا کہ میں نے مذکورہ آیت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

آپؐ نے فرمایا کہ بھلی بات کا حکم کرو اور بُری بات سے روکو اور جب تم دیکھو کہ بخل کی پیروی کی جارہی ہے اور خواہشات کی اتباع کی جارہی ہے اور دنیا کو دین پر ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے میں مست ہے تو (ایسے وقت میں) تم اپنی فکر کرو اس حدیث کو حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

(ب) مفسر علام کی دونوں تفسیروں کے مطابق آیت کا مطلب:

آیتِ کریمہ کی دو طرح سے تفسیر کی گئی ہے:

(۱) اگر لایضرکم من أهل الکتاب مراد ہیں تو آیتِ کریمہ اپنے سے ماقبل (وَقَالُوْا حَسْبُنَا) پر مرتب ہوگی، پس آیتِ کریمہ کا مصداق مؤمنین کو تسلی دینا ہوگا کہ تم نے جو کافروں کو ایمان کی دعوت دی اور اس چیز کی دعوت دی جو اللہ نے اپنے نبی پر اُتارا؛ لیکن وہ لوگ ایمان نہیں لائے اور بجائے بات ماننے کے حَسْبُنَا مَاوَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا کہا جس کی وجہ سے تمہارے دل کو ٹھیس پہنچا، تو تم اس کی فکر نہ کرو اور ان کی ان حرکتوں سے پریشان نہ ہو؛ کیوں کہ ان کا انکار اور ان کی گمراہی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے، تم اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھو۔

(۲) اور لَا يَضُرُّكُمْ سے مراد غیرھم یعنی اہلِ کتاب کے علاوہ کو مراد لیں، تو اس وقت آیتِ کریمہ کا ماقبل سے کوئی ربط نہیں ہوگا۔ اور غیرھم سے مراد مؤمنین کا ایک گروہ ہوگا اور مطلب ہوگا کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے بعد وہ نہ مانیں تو دوبارہ تمہارا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ان کو فائدہ نہیں دے گا، پس تم اپنی فکر کرو، ان کے پیچھے نہ پڑو؛ کیوں کہ ان کی گمراہی تمہارے لیے مضر نہیں ہے۔

(ج) آیت کی توجیہ: بظاہر جو مفہوم آیتِ کریمہ سے نکل رہا ہے کہ تبلیغ کی ضرورت نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بالکل ترک کر دیا جائے؛ کیوں کہ اگر کوئی ان دونوں پر قدرت کے باوجود ان دونوں کو نہیں کرتا ہے تو وہ گناہ گار ہوگا، اصل مفہوم آیت کا یہ ہے کہ مؤمنین کو ہمیشہ یہ تمنا رہتی تھی کہ کفار ایمان لے آئیں، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پر فرمایا کہ تم ہمیشہ ان کی فکر کر کے اپنے آپ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کو تکلیف مت پہنچاؤ؛ بلکہ اپنی فکر کرو اور اپنی اصلاح کرو، تم ہدایت یافتہ ہو، تم پر ان کی گمراہی نقصان دہ نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۰۲، جلالین: ص ۱۰۹ (امتحان داخلہ ۱۴۰۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ أَيْ أَسْبَابُهُ ﴿حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ خَبَرٌ بِمَعْنَى الْأَمْرِ أَيْ لِيَشْهَدُوْا إِضَافَةُ شَهَادَةٍ لِبَيْنَ عَلَى الْاِتِّسَاعِ وَحِيْنَ بَدَلٌ مِنْ إِذَا أَوْ ظَرْفٌ لِحَضَرَ ﴿أَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول بیان کریں۔

(ج) شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ کی خبر کون سا کلمہ ہے؟

(جواب) ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت آجائے یعنی اس کے اسباب ظاہر ہونے لگیں اور وصیت کرنے کا وقت ہو تو اس کے لیے شہادت کا (نصاب) یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو عادل آدمی گواہ بنائے جائیں خبر بمعنی امر ہے یعنی ان کو شہادت دینی چاہیے اور (شهادة) کی اضافت (بين) کی جانب وسعت کی بناء پر ہے اور (حين، إذا) سے بدل ہے یا (حَضَرَ) کا ظرف ہے، اور اگر دورانِ سفر تم پر موت کی مصیبت آجائے تو تمہارے غیروں یعنی غیر مسلموں میں سے دو گواہ لے لیے جائیں۔

(ب) شانِ نزول: اس آیتِ کریمہ کا سببِ نزول ایک خاص واقعہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان جس کا نام بُدَیل بن مریم تھا دو شخصوں کے ساتھ جن کا نام تمیم اور عدی تھا جو اس وقت نصرانی تھے تجارت کے لیے ملک شام گئے، وہاں پہنچ کر بدیل بیمار ہو گئے تو انہوں نے اپنے مال کی فہرست بنا کر اپنے سامان میں رکھ دی اور اس کی ساتھیوں کو اطلاع نہ کی اور جب موت کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے دونوں ساتھیوں کو وصیت کی کہ میرا مال میرے وارثوں کو پہنچا دینا، انھوں نے پہنچا دیا؛ لیکن ایک پیالہ جو چاندی کا تھا اور اس پر سونے کا نقش و نگار تھا نکال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لیا؟ لیکن جب وارثوں کو فہرست کی وجہ سے وہ پیالہ کم ملا تو انھوں نے ان دونوں سے معلوم کیا کہ مرنے والے نے اپنے سامان میں سے کچھ فروخت کیا تھا یا بیماری کے علاج میں کچھ خرچ ہوا تھا؟ تو انھوں نے نفی میں جواب دیا تو یہ معاملہ نبی پاک علیہ السلام کے پاس پہنچا اور چوں کہ وارثوں کے پاس کوئی گواہ نہیں تھا؛ اس لیے آپ علیہ السلام نے قاعدہ کے مطابق (اَلْبَیِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْیَمِینُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ) نصرانیوں سے قسم لی اور ان کے حق میں فیصلہ کر دیا؛ لیکن کچھ دنوں کے بعد وارثوں کو معلوم ہوا کہ وہ پیالہ مکہ میں کسی سنار کے پاس موجود ہے، جب اس سے معلوم کیا گیا تو اس نے بتادیا کہ فلاں فلاں نے مجھ سے فروخت کیا ہے، پھر جب ان دونوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے وہ پیالہ میت سے خریدا تھا اور چوں کہ ہمارے پاس اس پر گواہ نہیں تھا؛ اس لیے ہم نے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا، پھر یہ معاملہ آپ علیہ السلام کی عدالت میں پیش ہوا؛ لیکن اس مرتبہ معاملہ اُلٹا تھا یعنی جو اگلی دفعہ مدعی تھے وہ اب مدعیٰ علیہ اور جو مدعیٰ علیہ تھے وہ اب مدعی ہو گئے تھے؛ کیوں کہ نصرانی خریداری کا دعویٰ کر رہے تھے اور چوں کہ مدعی یعنی نصرانی کے پاس گواہ نہیں تھا؛ اس لیے ورثہ سے قسم لی گئی اور ان کے حق میں فیصلہ کر دیا گیا اور ان دونوں کو اس پیالہ کی قیمت کا ضامن قرار دیا گیا۔

(ج) شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ کی خبر کون سا کلمہ ہے؟

اس کی خبر اثنان ہے؛ مگر اس میں مضاف محذوف ہے، اصل عبارت شهادة اثنین ہے۔

سوال نمبر ۱۰۳، جلالین: ص ۱۱۴ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ﴾ عَنِ الْاِسْلَامِ لِحِرْصِكَ عَلَیْهِمْ ﴿فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ﴾ مِمَّا اقْتَرَحُوْا فَافْعَلِ الْمَعْنٰى اِنَّكَ لَا تَسْتَطِیْعُ ذٰلِكَ فَاصْبِرْ حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى﴾ وَلٰكِنْ لَمْ یَشَأْ ذٰلِكَ فَلَمْ یُؤْمِنُوْا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف)عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔
(ج) شانِ نزول تحریر کریں۔ (د) فافعل نکالنے کی وجہ بیان کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور اگر ان کا اسلام سے اعراض آپ کے ان پر حریص ہونے کی وجہ سے گراں گذرتا ہے تو اگر آپ سے ہو سکے تو زمین میں سرنگ بنا لیجیے یا آسمان میں سیڑھی لگا لیجیے اور ان کا فرمائشی معجزہ لا سکتے ہوں تو لے آیئے مطلب یہ ہے کہ آپ سے نہیں ہو سکے گا لہٰذا خدا کا حکم آنے تک صبر کیجیے، اور اگر اللہ کو ان کی ہدایت مقصود ہوتی تو ان سب کو راہ ہدایت پر جمع کر دیتا لیکن اس نے نہ چاہا جس کی وجہ سے یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔

(ب) مطلب: کفارِ مکہ نے آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اگر یہ نبی ہیں تو ان کے ساتھ کوئی ہمیشہ رہنی چاہیے جسے دیکھ کر ہر کوئی تصدیق کرے اور ایمان لانے پر مجبور ہو جائے اور آپ علیہ السلام تمام انسانوں اور خصوصاً قریش مکہ کی ہدایت کے بہت زیادہ حریص تھے شاید آپ کے دل میں یہ بات آئی کہ کاش ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے تو شاید ان کا کفر ٹوٹ جائے، جس کی وجہ سے قوم کی ہدایت کے راستے کھل جائیں، تو آپ علیہ السلام کی خدا نے تربیت فرمائی اور فرمایا کہ نظام تکوینی میں تم مشیت الٰہی کے تابع رہو تکوین کا تقاضا نہیں کہ دنیا کے سارے لوگ ایمان لے آئیں ورنہ خدا اس پر بھی قادر ہے کہ وہ نبیوں کے اور نشانیوں کے توسط کے بغیر تمام انسانوں کو ایمان پر جمع کر دے جب کہ خدائی حکمت ان کے ایمان نہ لانے پر ہے تو چاہے مجبور کن معجزات اور فرمائشی معجزات کا ظہور ہو یا نہ ہو برابر ہے اگر کوئی حکمت الٰہی کے خلاف توقع کرے وہ اس کی نادانی ہے، تاہم اگر آپ کو کافروں کی بے ایمانی برداشت نہیں ہو رہی ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ ان کی فرمائش پوری ہوتی کہ وہ ایمان لائیں تو خدا تو ان کی فرمائش پوری کرنے والا نہیں لہٰذا خود زور لگاؤ اور اگر بس چلے تو زمین میں گھس کر یا آسمان میں چڑھ کر کوئی ایسا معجزہ لانے کی کوشش کرو جو تمہارے گمان کے مطابق ان کو ایمان لانے پر مجبور کرنے والا ہو، اور یہ بات مسلم ہے کہ آپ ایسا کر نہیں سکتے یعنی زمین میں گھس کر یا آسمان میں چڑھ نہیں سکتے لہٰذا آپ حکم الٰہی پر صبر کیجیے اور آئندہ وحی اور حکم کا انتظار کیجیے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

(ج) شانِ نزول: حرث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف قریش کی ایک جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس آیا اور فرمائش کی کہ اے محمد! تم اپنے رب کے پاس سے کوئی نشانی لے کر آؤ گزشتہ نبیوں کی طرح، تو ہم ایمان لے آئیں گے؛ لیکن اللہ نے ان کی فرمائش پوری نہیں کی جس کی وجہ سے وہ لوگ ایمان نہیں لائے اور ان کا ایمان نہ لانا آپ پر گراں گزرا؛ کیوں کہ آپ ہمیشہ چاہتے تھے کہ وہ لوگ کسی طرح ایمان لے آئیں، بطورِ تنبیہ کے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل کی۔

(د) فافعل نکالنے کی وجہ:

فافعل کو مقدر مان کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ ان استطعت جملہ شرطیہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے اور وہ فافعل ہے۔

سوال نمبر ۱۰۴، جلالین: ص ۱۱۶ (خود ساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ اَنْذِرْ بِهٖ﴾ اَلْقُرْآنِ ﴿الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ غَيْرِهٖ ﴿وَلِيٌّ﴾ يَنْصُرُهُمْ ﴿وَّلَا شَفِيْعٌ﴾ يَشْفَعُ لَهُمْ وَجُمْلَةُ النَّفْيِ حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ يُحْشَرُوْا وَهِيَ مَحَلُّ الْخَوْفِ وَالْمُرَادُ بِهِمُ الْمُؤمِنُوْنَ الْعَاصُوْنَ ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ اَللّٰهَ بِإِقْلَاعِهِمْ عَمَّا هُمْ فِيْهِ وَعَمَلِ الطَّاعَاتِ ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ﴾ بِعِبَادَتِهِمْ ﴿وَجْهَهٗ﴾ تَعَالٰى لَا شَيْئًا مِنْ أَعْرَاضِ الدُّنْيَا۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ضمیروں کی رعایت کے ساتھ واضح ترجمہ کریں۔

(ب) اَلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ سے کفار مراد ہیں یا مسلمان؟ وضاحت کریں لَيْسَ لَهُمْ الخ اور يُرِيْدُوْنَ ترکیب میں حال ہیں آپ ان کا ذوالحال متعین کریں۔ (ج) وهي محل الخوف سے علامہ سیوطی کیا فرمانا چاہتے ہیں؟ بوضاحت لکھیں نیز دوسری آیت کا شانِ نزول تحریر کریں۔

(جواب) **ترجمہ:** اور آپ قرآن کے ذریعہ ایسے لوگوں کو ڈرایئے جو اس بات کا اندیشہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے سامنے ایسی حالت میں جائیں گے کہ ان کا اس کے سوا نہ کوئی ولی ہوگا جو ان کی مدد کر سکے اور نہ شفیع کہ ان کی سفارش کر سکے اور جملہ منفیہ یُحْشَرُوْا کی ضمیر سے حال ہے، اور یہی محل خوف ہے اور مراد اس سے عصاۃ المؤمنین ہیں، توقع ہے کہ وہ اپنے معمولات کو چھوڑ کر اور اعمال طاعت کو اختیار کر کے خداترسی کی روش اختیار کر لیں، اور ان لوگوں کو مجلس سے نہ نکالئے جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں، ان کا مقصد ان کی عبادت سے محض خدا کی ذات ہے، نہ کہ دنیا کی اور کوئی غرض۔

(ب) اَلَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ سے کفار مراد ہیں یا مسلمان؟

اس آیت میں عصاۃ المؤمنین کا ذکر ہے اور یہ ہی اس آیت سے مراد ہے، نہ کہ منکرین حشر ونشر کا مطلب یہ ہے کہ انذار کا فائدہ ایسے ہی لوگوں کو ہو سکتا ہے جو توحید اور حشر ونشر کے عقیدہ کے باوجود عملی کوتاہی کے بھی مرتکب ہوئے ہوں ورنہ جو شخص بعث بعد الموت اور آخرت میں جوابدی کا عقیدہ نہ رکھتا ہو اور وہ اپنے کفر وجحد پر قائم ہو اس کو نہ انذار فائدہ دے سکتا ہے اور نہ کسی کی سفارش کام آسکتی ہے نبی کا وعظ ونصیحت تو سب کے لیے یکساں ہوتا ہے مگر اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق ہی اثر قبول کرتے ہیں۔

لَیْسَ لَهُمْ الخ اور یُرِیْدُوْنَ کا ذوالحال:

لَیْسَ لَهُمْ یہ ترکیب میں حال واقع ہوا ہے یحشروا کی ضمیر اس کا ذوالحال ہے۔

یُرِیْدُوْنَ اپنے مابعد کے ساتھ مل کے جملۂ فعلیہ ہو کے ترکیب میں حال واقع ہوا ہے، اور یدعون کے اندر ضمیر واو جو اس کا فاعل ہے وہ ذوالحال ہے۔

(ج) وهی محل الخوف سے علامہ سیوطی کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

وَہِیَ مَحَلُّ الْخَوْفِ سے علامہ سیوطی کو ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے۔

سوال: سوال یہ ہے کہ حشر سے ڈرانے سے کیا مقصد ہے؟ جب کہ حشر تو لامحالہ واقع ہونے ہی والا ہے، اس سے ڈرانا ممکن نہیں ہے کہ انداز مفید ہو۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ محل انذار یعنی مخوف بہ ایسی حالت میں حشر ہے کہ ان کا کوئی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ولی اور ناصر نہ ہو یعنی یوم محشر میں ان کا کوئی مددگار اور ولی نہ ہونے کے بارے میں ڈرانا ہے۔

دوسری آیت کا شانِ نزول: صحیح مسلم صحیح ابن حبان وغیرہ کی روایتوں سے اس آیت کا جو شان نزول متعین کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور مطعم بن عدی اور حارث بن نوفل نے جو قریش کے سرداروں اور شرفاء میں شمار ہوتے تھے ایک روز آں حضرت ﷺ سے درخواست کی کہ بلال عمار بن یاسر صہیب خباب فقراء مساکین کا آپ کے اردگرد ہجوم رہتا ہے اگر آپ اپنی مجلس سے ان کو ہٹا دیں تو ہم بھی آپ کی مجلس میں بیٹھیں ہمیں ان کے جبوں سے بدبو آتی ہے، اور چھوٹے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے میں ہمیں شرم آتی ہے اور ہم ایسے معمولی لوگوں کے ساتھ بیٹھنے میں اپنی کسر شان سمجھتے ہیں چوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی شرافت و امارت سے زیادہ اخلاق مقبول ہے اور یہ فقراء مسلمین اخلاص کے ساتھ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اشراف قریش کا مشورہ ماننے سے منع کر دیا، اور مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

سوال نمبر ۱۰۵، جلالین: ص ۱۱۷ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ﴾ بِعِبَادَتِهِمْ ﴿وَجْهَهٗ﴾ تَعَالٰى لَا شَيْئًا مِنْ أَغْرَاضِ الدُّنْيَا. ﴿مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ﴾ زَائِدَةٌ ﴿شَيْءٍ﴾ إِنْ كَانَ بَاطِنُهُمْ غَيْرَ مَرْضِيٍّ ﴿وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ﴾ جَوَابُ النَّفْيِ ﴿فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول قلم بند کریں۔

(ج) الأشياء من أغراض الدنيا اور جواب النفي سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟ تحریر کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور ان لوگوں کو مجلس سے نہ نکالیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں ان کا مقصد ان کی عبادت سے محض خدا کی ذات ہے نہ کہ دنیا کی کوئی اور غرض،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

اگر ان کا باطن ناپسندیدہ ہو تو ان کا ذرہ برابر حساب آپ کے ذمہ نہیں، من زائدہ ہے اور نہ ذرہ برابر آپ کا حساب ان کے ذمہ ہے، کہ آپ ان کو مجلس سے نہ نکال دیں، یہ جواب نفی ہے، اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

(ب) شانِ نزول: صحیح مسلم صحیح ابن حبان وغیرہ کی روایتوں سے اس آیت کا جو شان نزول متعین کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور مطعم بن عدی اور حارث بن نوفل نے جو قریش کے سرداروں اور شرفاء میں شمار ہوتے تھے ایک روز آں حضرت ﷺ سے درخواست کی کہ بلال عمار بن یاسر صہیب خباب فقراء مساکین کا آپ کے اردگرد ہجوم رہتا ہے اگر آپ اپنی مجلس سے ان کو ہٹا دیں تو ہم بھی آپ کی مجلس میں بیٹھیں ہمیں ان کے جبوں سے بدبو آتی ہے، اور چھوٹے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے میں ہمیں شرم آتی ہے اور ہم ایسے معمولی لوگوں کے ساتھ بیٹھنے میں اپنی کسر شان سمجھتے ہیں چوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی شرافت و امارت سے زیادہ اخلاق مقبول ہے اور یہ فقراء مسلمین اخلاص کے ساتھ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اشراف قریش کا مشورہ ماننے سے منع کر دیا، اور مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(ج) الأشياء من أغراض الدنيا:

الأشياء إلخ اِس کو نکال کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ فعل محذوف کا مفعول ہے، تقدیری عبارت اِس طرح ہے: لا يريدون شيئًا.

جواب النفي:

جواب النفي: یہ بتلانا مقصود ہے کہ فَتَطْرُدَهُمْ یہ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ کا جواب ہے، اِس وجہ سے اس پر نصب ہے۔

سوال نمبر ۱۰۶، جلالین: ص ۱۱۷ (خودساختہ) ۱

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا﴾ اَلْقُرْآنِ ﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ وَلَا تُجَالِسْهُمْ ﴿حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ﴾ وَ اِمَّا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

﴿يُنْسِيَنَّكَ﴾ بِسُكُوْنِ النُّوْنِ وَالتَّخْفِيْفِ وَفَتْحِهَا وَالتَّشْدِيْدِ ﴿الشَّيْطٰنُ﴾ فَقَعَدْتَ مَعَهُمْ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى﴾ أَيْ تَذْكِرَةٍ ﴿مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) خَوْضٌ فِي الْاٰيَاتِ کی مراد اور (غَيْرِهٖ) کی ضمیر کا مرجع متعین کریں۔ (ج) تفسیر لکھیں۔ (د) اسلام یا احکامِ اسلام کا استہزاء کرنے والوں کی مجالس میں بیٹھنے کا مفصل حکم لکھیے۔

(جواب) ترجمہ: اور (اے محمد) جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیتوں میں نکتہ چینی کر رہے ہیں تو تو ان سے کنارہ کشی ہو جاؤ اور ان کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں لگ جائیں اور اگر شیطان آپ کو بھلا دے (يُنْسِيَنَّكَ) نون کے سکون اور تخفیف کے ساتھ اور نون کے فتحہ اور تشدید کے ساتھ بھی ہے، کہ آپ ان کے ساتھ نہ بیٹھیں تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھیں۔

(ب) خَوْضٌ فِي الْاٰيَاتِ کی مراد:

خَوْضٌ فِي الْاٰيَاتِ کی مراد یہ ہے کہ وہ کفار آیات قرآنی میں اس لیے غور وخوض نہیں کرتے تھے کہ اس کے ذریعہ وہ حق تک پہنچیں بلکہ وہ اس لیے غور وخوض کرتے تھے تاکہ وہ آیت قرآنی میں کچھ کجی پائیں اور اس کے ذریعہ آپ ﷺ اور مسلمانوں کا مزاق اڑائیں اور قرآن کا استہزاء کریں۔

(غَيْرِهٖ) کی ضمیر کا مرجع:

غیرہ کی ضمیر کا مرجع آیات اور تذکیر ہے۔

(ج) **تفسیر:** مذکورہ آیات کے اندر فرمایا گیا کہ جو لوگ خواہ مخواہ ناحق اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑاتے ہیں اور اپنی اس حرکت کی وجہ سے اپنے آپ کو سزا کے مستحق کرتے ہیں تم ان سے میل ملاپ مت رکھو؛ تاکہ تم ان سب چیزوں سے بچ سکو؛ کیوں کہ میل جول رکھنے کی صورت میں کہیں تم بھی موردِ عذاب نہ بن جاؤ، اسی طرح کا حکم دوسری آیت میں بھی ہے کہ ایک مؤمن کی غیرت کا تقاضہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ ایسی مجلسوں سے بالکل دُور رہے اور اگر کبھی بھول کر شریک بھی ہو جائے تو یاد آتے ہی فوراً وہاں سے اُٹھ کھڑا ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(د) اسلام یا احکام اسلام کا استہزاء کرنے والوں کی مجالس میں بیٹھنے کا حکم:

ایسی مجلسوں میں غلط باتوں پر تنقید اور کلمہ حق بلند کرنے کی نیت سے تو شرکت جائز ہے لیکن بصورت دیگر سخت گناہ اور غضب الٰہی کا باعث ہے۔

سوال نمبر ۱۰۷، جلالین: ص ۱۲۳ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا﴾ جَمَعْنَا ﴿عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا﴾ بِضَمَّتَيْنِ جَمْعُ قَبِيْلٍ أَيْ فَوْجًا وَبِكَسْرِ الْقَافِ وَفَتْحِ الْبَاءِ أَيْ مُعَايَنَةً فَشَهِدُوْا بِصِدْقِكَ ﴿مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا﴾ لِمَا سَبَقَ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ ﴿إِلَّآ﴾ لٰكِنْ ﴿أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ إِيْمَانَهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ ﴿وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ ذٰلِكَ ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) شَيَاطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ، وحی اور زُخْرُفَ الْقَوْلِ کی مراد لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اور اگر ہم ان پر فرشتے نازل کر دیتے اور ان کی تجویز کے مطابق مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ان کی آنکھوں کے سامنے دنیا بھر کی ہر قسم کی چیزیں جمع کر دیتے، قُبُلًا قاف اور باء کے ضمہ کے ساتھ قبیلٌ کی جمع ہے، بمعنی گروہ اور ایک قرأت میں قاف کے کسرہ اور باء کے فتحہ کے ساتھ ہے بمعنی روبرو، نظروں کے سامنے اور وہ آپ کی صداقت کی شہادت دیتے، تب بھی اللہ کے علم ازلی کے مطابق یہ ایمان لانے والے نہیں تھے، إِلَّا یہ کہ مشیتِ الٰہی کا تقاضہ ہی ہو، تو ایمان لا سکتے ہیں؛ لیکن ان میں سے زیادہ تر لوگ اس سلسلے میں جہالت کی باتیں کرتے ہیں، اسی طرح ہم نے انسانی سرکش شیطانوں اور جناتی شیطانوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا ہے جو آپس میں ایک دوسرے سے وسوسوں کے ذریعہ چکنی چپڑی باتیں کرتے رہتے ہیں۔

(ب) تفسیر: یہ آیت ماقبل کی آیت میں مذکور اجمال کی تفصیل ہے۔ ماقبل میں کفار

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے عجیب معجزات کے مطالبہ کو بیان کیا تھا، اب یہاں سے یہ فرمایا جارہا ہے کہ معجزات کے بجائے اگر ہم ان پر فرشتے بھی نازل کردیں اور آپ کی صداقت کی گواہی دلوائیں، تب بھی وہ انکار کردیں گے، اور آپ پر ایمان نہیں لائیں گے؛ کیوں کہ اللہ کے علمِ ازلی میں لکھا ہوا ہے؛ لیکن اگر اللہ ان کے ایمان کو چاہتا ہے تو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

آگے آپ کو بطورِ تسلی فرمایا جارہا ہے کہ اگر آج شیاطین انس وجن آپ کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگارہے ہیں تو آپ فکر نہ کریں؛ کیوں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں، ہر نبی کے خلاف شیطانی قوتیں اس کے مشن کو ناکام کرنے کے لیے کمربستہ ہوتی ہیں۔

(ج) شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ، وَحِی اور زُخْرُفَ الْقَوْلِ کی مراد:

شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ: اِس سے وہ سرکش انسان مراد ہیں جو ہر وقت فساد برپا کرنے کے چکر میں رہتے ہیں۔ اور شَيَاطِيْنَ الْجِنِّ: اس سے وہ سرکش جنات مراد ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

وحی: اس سے مراد شیطانوں کا آپس میں وسوسہ ڈالنا اور بہکانے کے لیے کلام کرنا مراد ہے۔

زُخْرُفَ الْقَوْلِ: چکنی چپڑی باتیں، جس کا ظاہر تو اچھا ہو؛ لیکن باطن فاسد ہو۔

سوال نمبر ۱۰۸، جلالین: ص ۱۲۴ (امتحان سالانہ ۱۴۲۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَإِذَا جَآءَتْهُمْ﴾ أَهْلَ مَكَّةَ ﴿اٰيَةٌ﴾ عَلٰى صِدْقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ﴾ بِهٖ ﴿حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾ مِنَ الرِّسَالَةِ وَيُوْحٰى إِلَيْنَا لِأَنَّا أَكْثَرُ مَالًا وَأَكْبَرُ سِنًّا قَالَ تَعَالٰى ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ بِالْجَمْعِ وَالْإِفْرَادِ۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) تفسیری کلمات کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور جب مکہ والوں کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی کوئی نشانی آتی ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ہر گز ایمان نہ لائیں گے؛ تا آں کہ ہم کو ایسی ہی رسالت نہ دے دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے اور تا آں کہ ہم کو اطلاع نہ دی جائے؛ اس لیے کہ ہم ان سے مال میں اور عمر میں بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِس بات کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغمبری کس کے پاس بھیجے، رسالت، جمع اور افراد دونوں کے ساتھ ہے۔

(ب) مطلب: ماقبل میں ذکر آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو پہلے اس میں گنہگاروں کے سردار متعین کرتے ہیں، اور وہ لوگ حیلہ بازی سے کام لیتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے ہیں، ان آیتوں میں ان کے حیلوں میں سے ایک حیلہ کا تذکرہ ہے کہ نبی کی صداقت پر جب کوئی نشانی، کوئی معجزہ آتا ہے تو وہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ان نشانیوں پر یقین اس وقت کریں گے جب ہمارے اوپر فرشتے نازل ہوں گے، اسی طرح ہم پر پیغمبروں کی طرح خدا کا پیغام نازل ہو، اگر خدا کو نبوت دینی ہوتی تو وہ ہم کو دیتا؛ کیوں کہ ہم مال میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں، اسی طرح عمر میں بھی ان سے بڑے ہیں، پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے بطورِ جواب کے فرمایا کہ نبوت کوئی بکنے والی چیز نہیں کہ جس کے پاس مال زیادہ ہوگا وہ لے جائے گا؛ بلکہ یہ اللہ کا دین ہے وہ جس کے لیے مناسب سمجھتا ہے اس کو عطا کرتا ہے۔ اوپر مذکور تمام فرمائش اور اعتراضات ولید بن مغیرہ کے تھے جو بہت مالدار اور کثیر الاولاد تھا۔

(ج) تفسیری کلمات کی وضاحت:

أهل مكة: اشارہ اِس بات کی طرف ہے کہ جاء تهم میں هم ضمیر کا مرجع اہل مکہ ہیں۔

علی صدق النبي ﷺ: یہ عام کو خاص کرنے کے قبیل سے ہے کہ آیة عام تھا، کسی بھی چیز پر کوئی بھی نشانی مراد ہو سکتی تھی، پھر علي صدق النبي لا کر اس کو خاص کر دیا آیة سے مراد نبوت کی صداقت پر نشانی ہے۔

یوحی إلینا: اس آیت کے شانِ نزول کی طرف اشارہ ہے یا پھر مفسرین کی رائے کی طرف اشارہ ہے کہ ولید بن مغیرہ اس کی فرمائش کرتا تھا۔

قال اللہ تعالی: اس سے اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

يَجْعَلُ إلخ اس کا قائل خود اللہ تبارک وتعالیٰ ہے، نبی یا کوئی مسلمان نہیں۔

بالجمع والافراد: رسالات کی دو قرأتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے، ایک قرأت میں وہ جمع کا صیغہ ہے، اور ایک قرأت میں رسالۃ واحد کا صیغہ ہے۔

سوال نمبر ۱۰۹، جلالین: ص ۱۲۴ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ﴾ بِأَنْ يَقْذِفَ فِي قَلْبِهِ نُوْرًا فَيَنْفَسِحَ لَهٗ وَيَقْبَلُهٗ كَمَا وَرَدَ فِيْ حَدِيْثٍ ﴿وَمَنْ يُّرِدْ أَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا﴾ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ ﴿حَرَجًا﴾ شَدِيْدَ الضِّيْقِ بِكَسْرِ الرَّاءِ صِفَةٌ وَفَتْحِهَا مَصْدَرٌ وُصِفَ فِيْهِ مُبَالَغَةً ﴿كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ يَصَّاعَدُ وَفِي الْأُخْرٰى بِسُكُوْنِهَا ﴿فِي السَّمَاءِ﴾ إِذَا كُلِّفَ الْإِيْمَانَ لِشِدَّتِهٖ عَلَيْهِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) ضَيِّقًا حَرَجًا اور يَصَّعَّدُ میں اختلافِ قراءت کی وضاحت کرکے ان کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: سو جس شخص کو اللہ ہدایت پر ڈالنا چاہتا ہے تو اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے، بایں طور کہ اس دل میں نور ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کا دل کشادہ ہو جاتا ہے اور اس (اسلام) کو قبول کرتا ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، اور جس کو اللہ بے راہ رکھنا چاہتا ہے اس کے سینے کو قبول اسلام سے نہایت تنگ کر دیتا ہے (ضَيِّقاً) تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے، (حَرَجاً) راء کے کسرہ کے ساتھ صفت ہے اور اس کے فتحہ کے ساتھ مصدر بطور مبالغہ صفت لائی گئی ہے۔ (اسے اسلام کے تصور ہی سے) جب اس کو ایمان کا مکلف بنایا جاتا ہے تو اسلام اس پر بھاری ہونے کی وجہ سے اس کو یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ (اس کی روح) آسمان کی طرف پرواز کر رہی ہے، اور ایک قراءۃ میں (يَصَّعَّدُ) کے بجائے يَصَّاعَدُ ہے، اور ایک دوسری قراءت میں صاد کے سکون کے ساتھ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب)ضَيِّقًا، حَرَجًا اور يَصَّعَّدُ میں اختلافِ قراءت کی وضاحت:

ضَيْقًا بِالتَّخْفِيفِ مصدر ہے، اس کی صورت میں حمل مُبَالَغَةً زید عدل کے قبیل سے بطور مجاز ہوگا، اور اگر تشدید کے ساتھ ہو تو صفت مشبہ ہوگا۔

قوله حَرَجًا. بکسر الراء صفتِ مشبہ کا صیغہ اختلافِ لفظی کی وجہ سے تکرار میں ایک قسم کا حسن پیدا ہو گیا ہے، اور باقونؒ نے راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں حَرَجَةٌ کی جمع ہوگا، بمعنی شَدِيْدَ الضَّيِّقِ. اور اگر مصدر ہو تو حمل مُبَالَغَةً ہوگا۔

قوله يَصَّعَّدُ باب تفعل سے اور يَصَّاعَدُ باب تفاعل سے۔

ان کلمات کی لغوی تحقیق:

ضَيِّقًا یہ ضَاق يضيق ضيقٌ مصدر سے از ثلاثی مجرد لازم بمعنی تنگی کرنا۔

حَرَجًا یہ حَرَجَ يَحْرُجُ حَرْجًا سے مشتق ہے از باب نصر ينصر بمعنی گناہ، تنگی، حَرَجٌ حَرَجَةٌ اس کی جمع ہے احراج، حِراج، حُرَج، حرجات ہے۔

يَصَّعَّدُ: صَعِدَ يَصْعَدُ ثلاثی مجرد از باب سمع يسمع بمعنی اوپر چڑھنا، از باب تفعل صَعَّدَ يُصَعِّدُ اور از باب تفاعل تَصَّاعد يَتَصَّاعَدُ ہے۔

سوال نمبر ۱۱۰، جلالین: ص ۱۲۵ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ﴾ خَلَقَ ﴿مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا﴾ وَلِشُرَكَائِهِمْ نَصِيْبًا ﴿فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ﴾ أَيْ لِجِهَتِهِ ﴿وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾﴾ حُكْمُهُمْ هٰذَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ب) وَلِشُرَكَائِهِمْ نَصِيْبًا کے اضافہ کا قرینہ کیا ہے؟ أَيْ لِجِهَتِهِ بڑھانے کا کیا فائدہ ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشیوں سے ایک حصہ اس کے لیے مقرر کیا ہے، اور ایک حصہ اپنے معبودوں کے لیے مقرر کیا ہے، اور بزعم خود کہتے ہیں یہ اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے لیے ہے، اور یہ ہمارے معبودوں کے لیے ہے، پھر جو ان کے بتوں کا حصہ ہوتا ہے، تو وہ اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ کا حصہ ہوتا ہے وہ ان کے بتوں تک پہنچ جاتا ہے، جو فیصلہ یہ لوگ کرتے ہیں کس قدر ناپسندیدہ ہے۔

(ب) مطلب: اس آیت میں مشرکین کے اس عقیدے اور عمل کا نمونہ پیش کیا گیا ہے جو وہ خود اپنی طرف سے بناتے تھے؛ چناں چہ انہوں نے گھڑ رکھا تھا کہ زمینی پیداوار اور مویشیوں میں سے کچھ حصہ اللہ کے لیے ہے اور کچھ خود ساختہ معبودوں کے لیے، اللہ کے حصے کو مہمانوں، محتاجوں اور صلہ رحمی پر خرچ کرتے تھے اور بتوں کے حصوں کو بتوں کے مجاوروں اور ان کی ضروریات پر خرچ کرتے تھے، پھر اگر بتوں کے حصوں میں توقع کے مطابق پیداوار نہیں ہوتی تو اللہ کے حصہ میں سے نکال کر بتوں کے حصے میں شامل کر لیتے، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو بتوں کے حصے میں سے نہ نکالتے؛ بلکہ کہہ دیتے اللہ تو غنی ہے۔

(ب) وَلِشُرَكَائِهِمْ نَصِيبًا کے اضافہ کا قرینہ کیا ہے؟

وَلِشُرَكَائِهِمْ نَصِيبًا کے اضافہ کا قرینہ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا ہے۔

أَيْ لِجِهَتِهِ بڑھانے کا کیا فائدہ ہے؟

یہاں پر (لِجِهَتِهِ) کہنے کے بجائے مراضیہ کہنا زیادہ مناسب ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو پہنچانا یا، اس کی جہت کو پہنچنا تو محال ہے مرضی کی جہت کو پہنچنا مناسب ہے۔

حُكْمُهُمْ هٰذَا: اس کو نکالنے کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ مخصوص بالذم محذوف ہے اور وہ حکمهم هٰذا ہے، هٰذا یہ حکمهم سے بدل ہے۔

سوال نمبر ۱۱۱، جلالین: ص ۱۲۵ (امتحان ششماہی ۱۴۳۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَكَذٰلِكَ﴾ كَمَا زُيِّنَ لَهُمْ مَاذُكِرَ ﴿زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ﴾ بِالْوَأْدِ ﴿شُرَكَاؤُهُمْ﴾ مِنَ الْجِنِّ بِالرَّفْعِ فَاعِلُ زَيَّنَ وَفِي قِرَاءَةٍ بِبِنَائِهِ لِلْمَفْعُولِ وَرَفْعِ قَتْلٍ وَنَصْبِ الْأَوْلَادِ وَجَرِّ شُرَكَائِهِمْ بِإِضَافَتِهِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَفِيْهِ الْفَصْلُ بَيْنَ الْمُضَافِ وَالْمُضَافِ إِلَيْهِ بِالْمَفْعُوْلِ وَلَا يَضُرُّ وَإِضَافَةُ الْقَتْلِ إِلَى الشُّرَكَاءِ لِأَمْرِهِمْ بِهِ ﴿لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) تفسیری عبارت میں ذکر کردہ دونوں قرأتوں کی وضاحت کریں۔ (د) ولا یضرّ سے کن لوگوں کا رد ہے؟ واضافۃ القتل سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب) ترجمہ: اور جس طرح مذکورہ چیزیں ان کے لیے خوشنما بنادی گئی ہیں اسی طرح بہت سے مشرکین کے لیے زندہ درگور کے ذریعہ ان کی اولاد کا قتل کرنا ان کے جنی معبودوں نے خوشنما بنادیا ہے، شرکاء کے رفع کے ساتھ زین کا فاعل ہونے کی وجہ سے اور ایک قرأت میں زُیِّنَ مجہول کے صیغے کے ساتھ اور قتل کے رفع اور (زیّن کی وجہ سے) اولاد کے نصب کے ساتھ اور شرکاء کے جر کے ساتھ، اس کی اضافت کی وجہ سے اور اس میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مفعول کا فصل ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے اور قتل کی اضافت شرکاء کی جانب ان کے حکم کرنے کی وجہ سے ہے؛ تاکہ وہ انہیں برباد کردیں، اور تاکہ وہ ان کے دین کو ان پر مشتبہ بنادیں، اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے، لہٰذا انہیں اور ان کی افتراء پردازیوں کو چھوڑ دو۔

(ب) مطلب: مذکورہ آیت کے اندر ان کی ایک اور جہالت کا ذکر ہے کہ وہ لوگ سُسر بننے کے خوف سے اور اس ڈر سے کہ کھلائیں گے کہاں سے اپنی حقیقی بیٹی کو زندہ درگور کرکے قتل کردیتے تھے اور ان کو اس کی تعلیم ہے شیطان نے سنت خلیل اللہ سمجھا کر دی تھی، پس اس کی مذمت میں آیتِ مذکورہ نازل ہوئی کہ شیطان قتلِ اولاد کی تلقین اس لیے کرتا ہے تاکہ وہ لوگوں کی دنیا و آخرت دونوں برباد کردے اور ایک مَن گھڑت چیز کو دین میں شامل کردے، لہٰذا آپ ان کی فتنہ پردازی و فریب دہی سے باز رہیے اور زیادہ فکر و غم نہ کریں؛ بلکہ ایسے معاملہ کو اللہ کے سپرد کردیں؛ کیوں کہ ان لوگوں کا ایسا کرنا اس لیے ہو رہا ہے کہ اللہ ان کی عدمِ تزئین اور عدمِ قتل کو نہیں چاہتا، اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا فعل ہرگز نہ کرتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

(ج) تفسیری عبارت میں ذکر کردہ دونوں قراءتوں کی وضاحت:

(۱) زَیَّنَ معروف، لکثیر، زین سے متعلق، اور من المشرکین، لکثیر کی صفت، پس قتل، زین کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اور اولادھم قتل کا مضاف الیہ ہوگا، اور شرکاءھم، زین کا فاعل ہوگا۔

(۲) زُیِّنَ مجہول، اور قتل زین کا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور اولادھم مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اور شرکاءھم مضاف مضاف الیہ کے درمیان اولادھم کے ذریعہ فصل ہوگا۔

(د) **ولا یضرّ سے کن لوگوں کا رد ہے؟** یہ ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ ضرورتِ شرعی کے علاوہ کلامِ منثور میں مضاف مضاف الیہ کے درمیان فصل درست نہیں، ان کا جواب یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان معمول کے ذریعہ فصل کرنا مضر نہیں؛ بلکہ جائز ہے، فصل بالاجنبی نہ ہونے کی وجہ سے، جبکہ فصل بالاجنبی مضر ہے۔

وإضافة القتل سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ قتل کی اضافت شرکاء کی جانب مجازی ہے، اصل قاتل تو مشرکین ہیں؛ مگر چوں کہ قتل کا حکم دینے والے شرکاء ہیں؛ اس لیے ان کے آمر ہونے کی وجہ سے یہ اضافت کردی گئی، اس کو اسنادِ مجازی کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۱۲، جلالین: ص ۱۲۷ (امتحان ششماہی ۱۴۳۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ﴾ وَهُوَ مَالَمْ تُفَرَّقْ اَصَابِعُهُ كَالْإِبِلِ وَالنِّعَامِ ﴿وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ﴾ الثُّرُوْبَ وَشَحْمَ الْكُلِيِ ﴿اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ﴾ أَلْأَمْعَاءَ جَمْعُ حَاوِيَا وَحَاوِيَةٍ ﴿اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ﴾ مِنْهُ وَهُوَ شَحْمُ الْإِلْيَةِ فَإِنَّهُ أُحِلَّ لَهُمْ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگاکر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔
(ج) کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور یہود پر ہم نے ناخن والے تمام جانور حرام کردیے اور وہ ایسے جانور ہیں کہ ان کی اُنگلیاں الگ نہ ہوں جیسا کہ اونٹ اور شترمرغ، اور گائے، بکری کی اوجھ، اور گردے کی چربی ہم نے ان پر حرام کردی؛ مگر وہ چربی جو ان کی پیٹھ میں لگی ہو، یا آنتوں میں لگی ہو، حَوَایَا بمعنی انتڑی حاویا یا حاویة کی جمع ہے، یا وہ چربی جو ہڈی سے لگی ہو اور وہ سرین کی چربی ہے، ان کے لیے وہ حلال تھی۔

(ب) مطلب:

گزشتہ آیتوں میں بیان کیا گیا تھا کہ حرام صرف وہی چیزیں ہیں جن کو اللہ نے حرام قرار دیا، کسی انسان کو کسی چیز کے متعلق حرام حلال کہنے کا کوئی حق نہیں۔ اس پر مشرکین نے اعتراض کیا کہ یہود جن چیزوں کو نہیں کھاتے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا؛ اس لیے ہم بھی وہ چیزیں نہیں کھاتے، پھر یہ بات کس طرح درست ہے کہ انسان کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دے، اس کے جواب میں قرآن کہتا ہے کہ ان یہود کا حرام کردہ چیزوں کی یہ وجہ بیان غلط ہے؛ کیوں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ازخود یہ چیزیں اپنے اوپر حرام نہیں کی تھیں؛ بلکہ نبی کی معرفت ان کی سرکشی کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے یہود پر یہ چیزیں حرام کردی تھیں۔

(ج) کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

الثروب: اس کا واحد ثَرْبٌ ہے بمعنی آنتوں کے اوپر کی جھلی۔
الكلىٰ: اس کا واحد كُلْيَةٌ ہے، گردہ۔
ظهور: اس کا واحد ظَهْرٌ بمعنی پیٹھ ہے۔
الحوايا: واحد حاويا، یا حاوية بمعنی آنت۔
إِلْيَةٌ: اس کی جمع آلَايَا بمعنی سرین۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۱۳، جلالین: ص ۱۲۹ (امتحان ششماہی ۱۴۱۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿الٓمّٓصٓ ﴾ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِكَ هٰذَا ﴿كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ﴾ ضَيِّقٌ ﴿مِّنْهُ﴾ أَنْ تُبَلِّغَهُ مَخَافَةَ أَنْ تُكَذَّبَ ﴿لِتُنْذِرَ﴾ مُتَعَلِّقٌ بِأُنْزِلَ أَيْ لِلْاِنْذَارِ ﴿بِهٖ وَذِكْرٰى﴾ تَذْكِرَةٌ ﴿لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) سورۂ اعراف مکی ہے مدنی؟

(ج) ان تبلغه مخافة إلخ اور أي للانذار به سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟

(جواب) ترجمہ: الٓمّٓصٓ اس سے اپنی مراد کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، یہ ایک کتاب ہے جو آپ پر نازل کی گئی ہے، اس سے آپؐ کو خطاب ہے؛ تاکہ آپ اس کے ذریعہ لوگوں کو ڈرائیں، لِتُنْذِرَ انزل کے متعلق ہے، أي انزل للإنذار. لہٰذا اس کی تبلیغ سے اس خوف سے کہ آپ کی تکذیب کی جائے گی، آپ کو کوئی جھجک نہ ہونی چاہیے، اور تاکہ اس کے ذریعہ مؤمنوں کو نصیحت ہو۔

(ب) سورۂ اعراف مکی ہے مدنی؟

سورۂ اعراف پانچ یا آٹھ آیتوں کے علاوہ مکی ہے۔

(ج) ان تبلغه مخافة إلخ:

ان تبلغه: اس کے ذریعہ مفسر نے (منه) میں مضاف کے محذوف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے أي من أن تبلغه.

أي للانذار به:

مخافة إلخ: اس کے ذریعہ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ (فلا یکن فی صدرك) کی علت محذوف ہے اور وہ مخافة ہے۔

للإنذار: اس کے ذریعہ مفسر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ لتنذر میں لام کے بعد أَنْ مصدریہ مقدر ہے؛ ورنہ اعتراض ہوتا کہ فعل پر حرفِ جر کیسے داخل ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۱۴، جلالین: ص ۱۳۴ (امتحان داخلہ ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ﴾ وَلَوْشَآءَ لَخَلَقَهُنَّ فِيْ لَمْحَةٍ وَالْعُدُوْلُ عَنْهُ لِتَعْلِيْمِ خَلْقِهِ التَّثَبُّتَ ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ اِسْتِوَاءً يَلِيْقُ بِهٖ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) اس بات کو بتلائیں کہ چھ دن سے کیا مراد ہے اور کیوں؟ نیز بتلائیں کہ آسمان کی تخلیق پہلے ہوئی یا زمین کی؟ مذکورہ آیت سے ان چھ دنوں میں صرف آسمان وزمین کی تخلیق معلوم ہوتی ہے تو پہاڑ، درخت، حیوانات وغیرہ کی تخلیق کس دن ہوئی اور تخلیق کا آغاز کس دن سے ہوا؟

جواب) ترجمہ: درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا اور اگر وہ چاہتا تو ایک لمحہ میں پیدا کر دیتا اور ایک لمحہ میں پیدا نہ کرنا لوگوں کو عجلت نہ کرنے کی تعلیم دینے کے لیے ہے، پھر اپنی تخت شاہی پر جلوہ فرما ہوا (تخت پر جلوہ فرمائی سے مراد) اس کی شایانِ شان جلوہ فرمائی ہے۔

(ب) چھ دن سے کیا مراد ہے اور کیوں؟

چھ دن سے مراد اتنی مقدار ہے جتنی مقدار دنیا کے چھ دنوں میں ہوتی ہے۔

چھ دنوں میں پیدا کرنے کی وجہ: علماء نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ چھ دن میں پیدا کر کے لوگوں کو بتدریج کام انجام دینے کی تعلیم دینا ہے کہ پورے وقار اور سلیقہ سے کام کو انجام دیا جائے؛ ورنہ اللہ کی ذات تو اس بات پر قادر ہے کہ وہ آنِ واحد ساری چیزوں کو پیدا کر دیتا۔

آسمان کی تخلیق پہلے ہوئی یا زمین کی؟ پہلے زمین کی تخلیق ہوئی، پھر آسمانوں کی۔

پہاڑ، درخت، حیوانات وغیرہ کی تخلیق کس دن ہوئی؟ دیگر چیزیں جیسے پہاڑ، درخت، حیوانات وغیرہ ان کی تخلیق منگل اور بدھ کو ہوئی۔

تخلیق کا آغاز کس دن سے ہوا؟ تخلیق کا آغاز اتوار کو ہوا اور ختم جمعہ میں ہوئی، ہفتہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے دن کسی چیز کی تخلیق نہیں ہوئی، اسی لیے اس کو یوم السبت کہا جاتا ہے؛ کیوں کہ سبت کے معنی قطع کرنے کے ہیں یعنی اس روز تخلیق کا کام قطع ہو گیا، رُک گیا۔

سوال نمبر ۱۱۵، جلالین: ص ۱۳۴ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾ أَيْ مُتَفَرِّقَةً قُدَّامَ الْمَطَرِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ أُخْرٰى بِسُكُوْنِهَا وَضَمِّ الْمُوَحَّدَةِ بَدْلَ النُّوْنِ أَيْ مُبَشِّرًا وَمُفْرَدُ الْأُوْلٰى نَشُوْرٌ كَرَسُوْلٍ وَالْأَخِيْرَةِ بَشِيْرٌ ﴿حَتّٰى إِذَآ أَقَلَّتْ﴾ حَمَلَتِ الرِّيَاحُ ﴿سَحَابًا ثِقَالًا﴾ بِالْمَطَرِ ﴿سُقْنٰهُ﴾ أَيِ السَّحَابَ وَفِيْهِ اِلْتِفَاتٌ عَنِ الْغَيْبَةِ ﴿لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ﴾ لَا نَبَاتَ بِهٖ أَيْ لِإِحْيَائِهٖ ﴿فَأَنْزَلْنَا بِهِ﴾ بِالْبَلَدِ ﴿الْمَآءَ فَأَخْرَجْنَا بِهٖ﴾ بِالْمَاءِ ﴿مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى﴾ مِنْ قُبُوْرِهِمْ بِالْإِحْيَاءِ ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ فَتُؤْمِنُوْنَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری لیے ہوئے بھیجتا ہے، یعنی بارش کے آگے آگے پھیلتی ہوئی اور ایک قرأت میں شین کے سکون کے ساتھ بطورِ تخفیف کے اور دوسری قرأت میں شین کے سکون اور نون کے فتحہ کے ساتھ بطورِ مصدر کے، اور تیسری قرأت میں شین کے سکون اور بجائے نون کے باء کے ضمہ کے ساتھ یعنی خوشخبری دینے والی اور پہلے کا مفرد نَشُوْرٌ بروزن رسول ہے اور دوسرے کا بَشِيْرٌ ہے، پھر جب ہوائیں پانی سے بھرے ہوئے بادل اُٹھا لیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی مردہ (خشک) زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، اس میں غیبت سے التفات ہے؛ جس میں کوئی گھاس پھونس نہیں ہوتی، اس کو زندہ کرنے کے لیے، پھر ہم اس زمین میں پانی برساتے ہیں، پھر ہم اس پانی کے ذریعہ ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں، اسی طرح ہم مردوں کو ان کی قبروں سے زندہ کر کے نکالیں گے؛ تاکہ تم سبق لو اور ایمان لے آؤ۔

(ب) مطلب: مذکورہ آیت کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کچھ تصرفات کا ذکر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کر کے لوگوں کو ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں، کہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ زمین و آسمان اور ساری چیزوں کی حکومت اس رب العالمین کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہ جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے، جب چاہتا ہے بارش برساتا ہے، جب چاہتا ہے پھل اور کھیتی اُگاتا ہے؛ چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم بارش سے پہلے ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کو بھیجتے ہیں تاکہ وہ بارش کی خوش خبری دے، پھر ہوائیں بھاری بھر کم بادلوں کو خشک زمین کی طرف ہانک کر لے جاتی ہیں اور ان پر پانی برستا ہے جس کی وجہ سے وہ خشک زمین سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے، اور قسم قسم کے پھل دیتی ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح ہم خشک اور مردہ زمین کو ہرا بھرا کرتے ہیں اسی طرح ہم قیامت کے دن تمام انسانوں کو جو مٹی میں شامل ہو کر مٹی ہو چکے ہیں، دوبارہ زندہ کریں گے اور ان سے حساب لیا جائے گا۔

سوال نمبر ۱۱۶، جلالین: ص ۱۴۴ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ﴾ أَيِ الْيَهُوْدِ ﴿نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا﴾ وَهُوَ بَلَعَمُ بْنُ بَاعُوْرَاء مِنْ عُلَمَاءِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ سُئِلَ أَنْ يَّدْعُوْ عَلٰى مُوْسٰى وَمَنْ مَعَهٗ أُهْدِيَ إِلَيْهِ شَيْءٌ فَدَعَا فَانْقَلَبَ عَلَيْهِ وَانْدَلَعَ لِسَانُهٗ عَلٰى صَدْرِه ﴿فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ﴾ فَأَدْرَكَهٗ فَصَارَ قَرِيْنُهٗ ﴿فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ﴾ إِلٰى مَنَازِلِ الْعُلَمَاءِ ﴿بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ﴾ أَيِ الدُّنْيَا وَمَالَ إِلَيْهَا ﴿وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾ فِيْ دُعَائِهٖ إِلَيْهَا فَوَضَعْنَاهُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ ومطلب تحریر کریں۔ (ب) مفسر کے تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔ (ج) ﴿فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ﴾ میں فا سے معلوم ہوا کہ انسلاخ پیچھے ہے اور شیطان کا پیچھے لگنا بعد میں اگر واقعتاً اس کے برخلاف ہے تو مفسر کی عبارت کی روشنی میں اس کا جواب دیں۔

(جواب) ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہود کو اس شخص کی خبر سناؤ جس کو ہم نے اپنی نشانیاں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(کرامات) عطا کی تھیں تو وہ کفر کی وجہ سے ان کرامات سے نکل گیا، اور وہ علماء بنی اسرائیل میں سے بلعم باعوراء تھا، اس سے درخواست کی گئی کہ موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کے لیے بددعاء کردے اور اس کو کچھ ہدایت بھی دی گئی چناں چہ اس نے بددعاء کردی مگر وہ بد دعاء اسی پر پلٹ گئی اور اس کی زبان نکل کر اس کے سینے پر لٹک گئی پھر شیطان اس کا پیچھا کیا چناں چہ اس کو پالیا اور اس کا دوست بن گیا تو وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہوگیا، اگر ہم چاہتے تو ان آیات کی بدولت اسے اعلیٰ درجات پر فائز کردیتے، مگر وہ پستی، یعنی دنیا کی طرف جھک کر رہ گیا، اور اس کی طرف مائل ہوگیا، اور خواہشات کی طرف بلانے میں اپنی خواہش کی پیروی کی تو ہم نے بھی اس کو پست (ذلیل) کردیا۔

مطلب: مذکورہ آیت میں نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ تم یہود کو اس شخص کا قصہ سناؤ جس کو اللہ نے اپنی نشانیاں دیں تھیں، مگر وہ نشانیوں سے اس طرح نکل گیا جس طرح سانپ کینچلی سے نکل جاتا ہے، ائمہ تفسیر سے اس بارے میں مختلف روایتیں مذکور ہیں، جن میں زیادہ مشہور اور جمہور کے نزدیک قابلِ اعتبار وہ روایت ہے جو ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے اس روایت میں اس شخص کا نام بلعم بن باعوراء آیا ہے، اور بعض نے بلعم بن باعر نام بتایا ہے یہ ملک شام میں بیت المقدس کے قریب کنعان کا رہنے والا تھا، ایک روایت میں اس روایت کو اسرائیلی بتایا گیا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی بعض کتابوں کا علم حاصل تھا، قرآن کریم میں جو اس کی صفت بیان ہوئی ہے، وہ اَلَّذِیْ اٰتَیْنٰہُ اٰیٰتِنَا. ہے اس سے اسی علم کی طرف اشارہ ہے غرق فرعون اور ترک مصر کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کو جبارین قوم عمالقہ سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور جبارین نے دیکھا کہ موسیٰ بنی اسرائیل کا لشکر لے کر قریب پہنچ چکے ہیں، جبارین کو اس کی فکر ہوئی جمع ہو کر بلعم باعوراء کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ سخت آدمی ہیں اور ان کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر ہے وہ ہمارے ملک پر قبضہ کرنے اور ہم کو ہمارے ملک سے بے دخل کرنے کے لیے آئے ہیں، آپ اللہ سے دعا کریں کہ ان کو ہمارے ملک سے واپس کردے، بلعم باعوراء کو اسم اعظم معلوم تھا وہ اس کے ذریعہ جو دعاء کرتا قبول ہوتی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مفسر کے تفسیری فوائد کی وضاحت:

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ: مصنف علیہ الرحمہ نے اَخْلَدَ کی تفسیر سَکَنَ سے کی ہے، سَکَنَ اس میں اشارہ ہے کہ اَخْلَدَ. خُلُوْدٌ سے مشتق نہیں ہے جس کے معنی دَوَامٌ کے ہیں؛ بلکہ اَخْلَدَ بمعنی مال ہے، اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ أَيْ مَالَ اِلَيْهَا. قَوْلُهٗ فِيْ دُعَائِهٖ اِلَيْهَا اَیْ دَعَاءُ الْهَوٰی اِيَّاهُ. یعنی خواہش نفس نے بلعم کو دنیا کی طرف بلایا اس میں مصدر مضاف فاعل ہے قَوْلُهٗ فَوَضَعْنَاهُ اَیْ ذَلَّلْنَاهُ.

(ج) (فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ) مفسر کی عبارت کی روشنی میں اس کا جواب:

فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسلاخ پہلے کی ہے اور شیطان پیچھے لگنا بعد کے ہے لیکن واقعہ اس کے برخلاف ہے شیطان کا پیچھے لگنا پہلے کا ہے، اور انسلاخ بعد میں ہوا ہے، یہاں (فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ) کو مبالغۃ لایا گیا ہے، اس حیثیت سے کہ بلعم باعوراء بہت بڑے عالم تھے، اور اس کی مجلس میں دس ہزار طلبہ بیٹھتے تھے، اور اس کے علم سے استفادہ حاصل کرتے تھے، تو کیوں شیطان اس کی اتباع کرے گا، بلکہ وہ ہوا پرستوں کا انجام جاننے کے بعد اور حق کے قبول کرنے یا پوری طرح سمجھ لینے کے بعد محض دنیوی طمع اور سفلی خواہشات کی پیروی میں احکام الہیہ کو چھوڑ کر شیطان کے اشاروں پر چلنے لگے، اور خدا کے عہد و میثاق کی کچھ پرواہ نہ کی، اور گمرہوں کی قطار میں جا داخل ہوا اور شیطان اس کا ظاہراً دوست بن گیا، تو انجام ایسا ہوا تا کہ اس حال کتے کی طرح ہو گیا، جس کی زبان باہر لٹکی ہو، اور برابر ہانپ رہے تھے۔

سوال نمبر ۱۱۷، جلالین: ص ۱۴۷ (امتحان داخلہ ۱۴۰۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: لَمَّا اِخْتَلَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ غَنَائِمِ بَدْرٍ فَقَالَ الشُّبَّانُ هِيَ لَنَا لِأَنَّنَا بَاشَرْنَا الْقِتَالَ وَقَالَ الشُّيُوْخُ كُنَّا رِدْءًا لَكُمْ تَحْتَ الرَّايَاتِ وَلَوْ اِنْكَشَفْتُمْ لَفِئْتُمْ إِلَيْنَا فَلَا تَسْتَأْثَرُوْا بِهَا فَنَزَلَ ﴿يَسْئَلُوْنَكَ﴾ يَا مُحَمَّدُ ﴿عَنِ الْاَنْفَالِ﴾ اَلْغَنَائِمِ لِمَنْ هِيَ ﴿قُلِ﴾ لَهُمْ ﴿الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ يَجْعَلَانِهَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حَيْثُ شَاءَ فَقَسَّمَهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ عَلَى السَّوَاءِ ﴿فَاتَّقُوا اللهَ وَ أَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ أَيْ حَقِيْقَةً مَا بَيْنَكُمْ بِالْمَوَدَّةِ وَتَرْكِ النِّزَاعِ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) يَسْئَلُوْنَكَ کی ضمیر کا مرجع متعین کریں اور بتائیں کہ غنیمت کسے کہتے ہیں؟ اس کا حکم کیا ہے؟ غنیمت اور نفل ایک ہے یا فرق؟ اگر فرق ہے تو کیا؟

(جواب) ترجمہ: جب بدر کے مال غنیمت (کی تقسیم) کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہوا، تو جوانوں نے کہا یہ ہمارا حق ہے اس لیے کہ ہم نے براہ راست قتال کیا ہے اور بوڑھوں نے کہا ہم پرچموں کے تحت تمہارے مددگار تھے اگر (خدانخواستہ) تم کو شکشت ہو جاتی تو تم ہمارے پاس پلٹ کر آتے لہٰذا تم مال غنیمت کے بارے میں ترجیح کا دعوانہ کرو، اے محمد ﷺ لوگ آپ سے مال غنیمت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا کون مستحق ہے آپ ان سے کہہ دو مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا ہے وہ جس کو چاہیں دیں چناں چہ آپ نے اس مال غنیمت کو جوانوں اور بوڑھوں کے درمیان مساوی طریقہ پر تقسیم کر دیا تم لوگ اللہ سے ڈرو اور آپس میں تعلقات درست کرو۔

(ب) مطلب: آپ نے غزوہ بدر سے فارغ ہو کر تین روز بدر میں قیام فرمایا تین روز قیام کرنے کے بعد مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے اور مال غنیمت عبد بن کعب کے سپرد فرمایا، اور مقام صفراء میں پہنچ کر مال غنیمت کی تقسیم فرمائی، ہنوز مال غنیمت کی تقسیم کی نوبت نہیں آئی تھی، کہ اصحاب بدر مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں مختلف الرائے ہو گئے، جوان یہ کہتے تھے کہ مال غنیمت ہمارا حق ہے، کہ ہم نے قتال میں براہ راست حصہ لیا، اور کافروں کو قتل کیا، بوڑھے یہ کہہ رہے تھے کہ ہماری تدبیر اور پشت پناہی سے فتح حاصل ہوئی ہے، لہٰذا مال غنیمت میں ہمارا بھی حصہ ہے، ایک تیسرا فریق جو کہ آپ ﷺ کی حفاظت و صیانت میں مشغول تھا اس کا کہنا تھا کہ اگر سب لوگ جنگ میں شریک ہو جاتے تو ہو سکتا تھا کہ دشمن پلٹ کر آپ ﷺ کو گزند پہنچا دیتا اگر آپ کو گزند پہنچ جاتی تو یہ تمام فتح و کامرانی بے سود ہوتی لہٰذا ہم نے چوں کہ اہم کام انجام دیا ہے لہٰذا مال غنیمت میں ہمارا بھی برابر کا حصہ ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) یَسْئَلُوْنَكَ کی ضمیر کا مرجع:

یَسْئَلُوْنَكَ کی ضمیر کا مرجع تمام وہ مؤمنین جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

غنیمت کسے کہتے ہیں؟ جنگ ختم ہونے کے بعد جو کچھ مال ہاتھ آتا ہے اسے مالِ غنیمت کہتے ہیں۔

غنیمت کا حکم کیا ہے؟ مال غنیمت کی تقسیم کا حکم یہ ہے کہ سب اموال درحقیقت رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء کے مکمل اختیار میں ہوتا ہے، وہ چاہیں تو ان سب اموال کو عام مسلمانوں کے مفاد کے لیے روک لیں اور بیت المال میں جمع کر دیں، کسی کو کچھ نہ دیں، اور چاہیں تو تقسیم کر دیں البتہ اگر تقسیم کیے جائیں تو ان پانچ اقسام میں دائر ہیں۔

غنیمت اور نفل ایک ہے یا متفرق؟ اور نفل کا لفظ اکثر اس انعام کے لیے بولا جاتا ہے جو امیر جہاد کسی مجاہد کو اس کی کارگذاری کے صلہ میں غنیمت کے حصہ کے علاوہ بطور انعام عطا کرے۔

سوال نمبر ۱۱۸، جلالین: ص ۱۴۹ (امتحان سالانہ ۱۴۰۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ﴾ مُنْهَزِمِیْنَ ﴿وَ مَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ﴾ بِأَنْ یُّرِیْهِمُ الْفَرَّةَ مَكِیْدَةً وَهُوَ یُرِیْدُ الْكَرَّةَ ﴿اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ﴾ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَسْتَنْجِدُ بِهَا ﴿فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ﴾ الْمَرْجِعُ هِيَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) بتلائیں کہ یہ وعید مطلق ہے یا خاص صورت کے ساتھ متعلق ہے؟ (ج) مذکورہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دوبدوں مقابل ہوجاؤ تو ان سے شکست خوردہ ہو کر پیٹھ مت پھیرو اور جو شخص مقابلہ کے دن ان سے پیٹھ پھیرے گا؛ مگر یہ کہ جنگی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چال کے طور پر ہو بایں طور کہ ان کو چال کے طور پر فرار دکھائے حال یہ کہ وہ پلٹ کر حملہ کا ارادہ رکھتا ہو یا مسلمانوں کی جماعت سے مدد لینے کے لیے ہو (تو یہ وعید سے مستثنیٰ ہیں) (لیکن) جس نے ایسا کیا وہ اللہ کا غصہ لے کر لوٹا، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

(ب) بتلائیں کہ یہ وعید مطلق ہے یا خاص صورت کے ساتھ متعلق ہے؟

یہ حکم کہ جو جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ گیا وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹا، ہر حالت میں نہیں؛ بلکہ ایک خاص حالت میں ہے کہ اگر آدمی اپنی جان بچانے کے لیے جنگ کے میدان سے راہِ فرار اختیار کرے تو وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اسی طرح حدیث کا مفہوم ہے کہ تین گناہ کے ساتھ کوئی بھی نیکی فائدہ نہیں دیتی، اس میں سے ایک جہاد فی سبیل اللہ سے راہِ فرار ہے۔

البتہ اگر کوئی خاص مصلحت کے تحت پیچھے ہٹے مثلاً دشمنوں پر غلبہ پانے کے لیے یا مسلمانوں سے مدد کے لیے تو پھر مذکورہ وعید کا مستحق نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر دشمنوں کی تعداد دوگنی سے زیادہ ہو تو ایسی صورت میں بھی بھاگنے کی گنجائش ہے۔

(ج) مذکورہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

زَحْفًا: جمع زحوف لشکر جرار، بہت بڑا لشکر۔

ادبار: واحد دُبُرٌ دبر دکھانا، پیٹھ پھیرنا۔

یولّیھم: مضارع معروف، واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، تَوْلِیَةً مصدر بھاگنا، راہِ فرار اختیار کرنا۔

باء: فعل ماضی واحد مذکر غائب، بَاءَ بوءً انصر لوٹنا۔

سوال نمبر ۱۱۹، جلالین: ص ۱۵۱ (امتحان داخلہ ۱۴۰۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ﴾ اَخَذْتُمْ مِنَ الْكُفَّارِ ﴿مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ﴾ يَاْمُرُ فِيْهِ بِمَا يَشَاءُ ﴿وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى﴾ قَرَابَةِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ وَالْمُطَّلِبِ ﴿وَ الْيَتٰمٰى﴾ أَطْفَالُ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ هَلَكَتْ اٰبَاؤُهُمْ وَهُمْ فُقَرَاءُ ﴿وَ الْمَسٰكِيْنَ﴾ ذَوِالْحَاجَةِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ اَلْمُنْقَطِعِ فِيْ سَفَرِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَيْ يَسْتَحِقُّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَصْنَافُ الْاَرْبَعَةُ عَلٰى مَاكَانَ يُقَسِّمُهُ مِنْ أَنَّ لِكُلٍّ خُمُسُ الْخُمُسِ وَالْاَخْمَاسُ الْاَرْبَعَةُ الْبَاقِيَةُ لِلْغَانِمِيْنَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب بیان کریں۔ (ج) خُمس اور مالِ غنیمت کے مذکورہ مصارف کی وضاحت کریں اور اس سلسلے میں ائمہ کا اختلاف بھی تحریر کریں، نیز بتائیں کہ مالِ غنیمت اور مالِ فیٔ کے مابین کیا فرق ہے؟

(جواب) ترجمہ: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ تم مالِ غنیمت کے طور پر حاصل کرو یعنی کافروں سے حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ اللہ کا ہے، اس میں وہ جو چاہے حکم دے اور رسول کا ہے اور نبی کریم ﷺ کے قرابت داروں کا ہے، اور وہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب ہیں، اور یتیموں کا ہے، یعنی ان یتیم مسلمان بچوں کا ہے جن کے آباء فوت ہو چکے ہیں، حال یہ ہے کہ وہ حاجت مند بھی ہیں اور مسکینوں کا ہے یعنی حاجتمند مسلمانوں کا ہے اور مسافروں کا ہے یعنی جو مسلمان سفر کرنے سے مجبور ہو گئے ہیں یعنی اس کے مستحق نبی ﷺ ہیں اور مذکورہ چاروں قسمیں آپ علیہ السلام کی تقسیم کے مطابق آپ ﷺ اس طرح تقسیم فرماتے تھے کہ ہر ایک کے لیے دسواں حصہ ہے اور باقی خُمس مجاہدین کے لیے ہے۔

(ب) مطلب بیان: اس سورت کے شروع میں مالِ غنیمت کا ذکر آیا تھا، یہاں سے اس کی تھوڑی تفصیل بیان کی جارہی ہے؛ چناں چہ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ خدا کے لیے ہے، جس کو نبی کریم ﷺ لیں گے اور اس کو پانچ جگہوں میں سے کسی بھی جگہ خرچ کر سکتے ہیں، چاہے تو اپنی ذات پر خرچ کر لیں، یا پھر اپنے رشتہ داروں پر اس میں بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں، اسی طرح یتیموں پر جن کے آباء واجداد مر چکے ہیں اور وہ خود حاجت مند ہیں۔ اور حاجتمند مسلمانوں پر، اسی طرح مسافروں پر، یہ پانچویں حصے کی تقسیم تھی اور باقی کے چار حصے وہ مجاہدین کے درمیان تقسیم کیے جائیں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) خمس اور مالِ غنیمت کے مذکورہ مصارف کی وضاحت: مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں گے جس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہوگا جس کو نبی کریم ﷺ لیں گے اور پانچ جگہوں میں سے کسی بھی جگہ خرچ کریں گے۔

(۱) اپنی ذاتِ اقدس پر (۲) اپنے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب رشتہ داروں پر (۳) حاجتمند یتیموں پر (۴) حاجتمند مسلمانوں پر (۵) مسافروں پر۔

ائمہ کا اختلاف:

احناف کا مسلک: احناف کے نزدیک آپ ﷺ کی وفات کے بعد خمس کے پانچ مصارف میں سے صرف تین باقی رہ گئے؛ کیوں کہ آپ ﷺ کی ذات پر خرچ نہیں رہا اور نہ ہی آپ ﷺ کے رشتہ داروں کا جوان کو آپ ﷺ کی مدد و تعاون پہ ملتا تھا۔

شوافع کا مسلک: شوافع فرماتے ہیں کہ خمس میں آپ ﷺ کا حصہ مصارف مسلمین میں خرچ کیا جائے گا۔

مالِ غنیمت اور مالِ فئ کے مابین کیا فرق ہے؟

مالِ غنیمت تو وہ ہے جو کفار سے جنگ و قتال کے بعد حاصل ہو۔

اور مالِ فئ وہ ہے جو بغیر جنگ و جدال کے حاصل ہو، مثلاً چھوڑ کر بھاگ جائیں، یا بطورِ صلح دیں۔

سوال نمبر ۱۲۰، جلالین: ص ۱۵۷ (امتحان سالانہ ۱۴۰۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾ قَذِرٌ لِخُبْثِ بَاطِنِهِمْ ﴿فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ﴾ أَيْ لَا يَدْخُلُوْا الْحَرَامَ ﴿بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ﴾ وَقَدْ أَغْنَاهُمْ بِالْفُتُوْحِ وَالْجِزْيَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کریں۔ (ج) اور بتائیں کہ یہ آیتِ کریمہ کس موقع پر نازل ہوئی، نجس سے ظاہری نجاست مراد ہے، یا باطنی؟ مسجد حرام سے کیا مراد ہے؟ فَلَا یَقْرَبُوْا میں قرب کا کیا مطلب ہے؟ آیت کریمہ میں احناف اور شوافع کا کیا اختلاف ہے؟

(جواب) ترجمہ: اے ایمان والو مشرکین اپنے خبث باطن کی وجہ سے سراپا نجس ہیں لہٰذا اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی نہ پھٹکیں یعنی مسجد حرام میں داخل نہ ہوں، اور اگر تم کو فقر کا اندیشہ ہو سو اگر اللہ چاہے گا تو اپنے فضل سے تم کو ان سے عنقریب بے نیاز کر دے گا چناں چہ اللہ نے مسلمانوں کو فتح اور جزیہ کے ذریعہ بے نیاز کر دیا۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:

نَجِسٌ: یہ صیغہ صفت ہے جمع اَنْجَاسٌ از باب (سمع) نَجَسًا (وکرم) نَجَاسَةً بمعنی گندا ہونا، ناپاک ہونا، اور از باب (افعال وتفعیل) ناپاک کرنا۔

قَذِرٌ: یہ صیغہ صفت ہے جمع اَقْذَارٌ از باب (ن، س، ک) قَذَرًا وقذارةً بمعنی گندا ہونا، میلا ہونا، از باب (تفعیل) تقذیرًا گندہ کرنا، از باب (افعال) گندہ پانا۔

خُبُثٌ: اس کا صیغہ صفت خَبِیْثٌ جمع خُبُثٌ، خُبُثًا، اَخْبَاثٌ خُبْثَةً از باب (ن) خُبْثًا خَبَاثَةً خَبَاثِیَةً بمعنی پلید و ناپاک ہونا از باب (ک) خُبْثًا بمعنی ردّی ہونا، مکار ہونا، از باب (افعال) برائی سکھلانا، خراب کرنا، برائی کی طرف منسوب کرنا۔

بَاطِنٌ: یہ واحد مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے، از باب (ن) بطنًا بمعنی داخل ہونا، از باب (س، ک) بطناً، بَطَانَةً، بڑے پیٹ والا ہونا۔

لَا یَقْرَبُوْا: یہ جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے از مضارع منفی حال جازمہ میں بحذف النون، از باب (س، ک) قُرْبًا، قُرْبَانًا، وَقِرْبَانًا بمعنی قریب ہونا۔

خِفْتُمْ: یہ جمع مذکر حاضر از فعل ماضی کا صیغہ ہے، از باب (سمع) خَوْفًا وَخَیْفًا وَمَخَافَةً وَخِیْفَةً بمعنی گھبرانا، احتیاط کرنا ڈرنا، از باب (تفعل) کرنا (افعال) مُخَوَّفٌ تھوڑا تھوڑا کم کرنا۔

عَیْلَةٌ: یہ مصدر ہے از باب (ض) کا عَیْلًا عَیْلَةً عُیُوْلًا مَعِیْلًا بمعنی محتاج ہونا،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

از باب (تفعیل، افعال) تَعْیِیْلَةً اَعْیَالاً اکثیر العیال ہونا، معاش کی کفالت کرنا۔

یُغْنِیْکُمْ: یہ واحد مذکر غائب، مضارع معروف از باب (افعال) اِغْنَاءً کا صیغہ ہے، بمعنیٰ مالدار کر دینا، از باب (سمع) غِنیً. غُنْیَانًا. نکاح کرنا مالدار ہونا، از باب (تفعیل) تَغْنِیَةً. آواز دینا۔

اَغْنَا: یہ واحد مذکر غائب ماضی معروف از باب (افعال) کا صیغہ بمعنیٰ مالدار کر دینا۔

اَلْفُتُوْحُ: یہ فتح کی جمع ہے، بمعنیٰ فتح کرنا، ملک پر غالب ہونا، مالک ہونا، از باب (فتح) فَتْحًا. فَتَحًا. فَتَاحَةً. بمعنیٰ دروازہ کھولنا، مدد کرنا۔

اَلْجِزْیَةُ: از باب (ض) جَزَاءً بمعنی بدلہ دینا، ادا کرنا، الجزیۃ بمعنی زمین کا محصول، ٹیکس جو ذمی سے لیا جائے۔

(ج) یہ آیتِ کریمہ کس موقع پر نازل ہوئی؟

جب حق تعالیٰ نے شرک کی قوت کو توڑ کر جزیرہ العرب کا صدر مقام (مکہ مکرمہ) فتح کرا دیا، اور قبائل عرب ذوق ذوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے تب ۹ھ ہجری میں یہ اعلان کرایا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک (یا کافر) مسجد حرام میں داخل نہ ہو بلکہ اس کے نزدیک یعنی حدود حرم میں بھی نہ آنے پائے، کیوں کہ ان کے قلب شرک وکفر کی نجاست سے قدر بلند اور گندے ہیں کہ اس سب سے بڑے مقدس مقام اور مرکز توحید ایمان میں داخل ہونے کے لائق نہیں اس کے بعد صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے جزیرہ العرب سے مشرکین اور یہود و نصاری سب کو نکال دینے کا حکم دیا، چناں چہ حضور ﷺ کی آخری وصیت کے موافق خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ حکم عملاً نافذ ہوا۔

نجس سے ظاہری نجاست مراد ہے، یا باطنی؟ یہاں نجاست سے باطنی یعنی شرک و کفر کی نجاست مراد ہے، نہ کہ ظاہری۔

مسجد حرام سے کیا مراد ہے؟ مسجد حرام سے حدود و نواحی حرم یعنی مسجد حرام کے آس پاس پورا حرم مکہ مراد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فَلَا یَقْرَبُوْا میں قرب کا کیا مطلب ہے؟

فَلَا یَقْرَبُوْا: یعنی پس یہ ناپاک لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں یعنی حدود حرام میں داخل نہ ہوں یہ خطہ نہایت مطہر اور معطر ہے، کفر اور شرک کی نجاستوں سے اس کی تطہیر واجب ہے، نیز اس مبارک خطہ میں ہر وقت ملائکۃ اللہ کا نزول اور ورود ہوتا رہتا ہے، جن کو کفر اور شرک کی نجاست اور اس کی عفونت اور بدبو سے تکلیف ہوتی ہے نیز اس خطہ میں ہر وقت طواف کرنے والوں کا ہجوم رہتا ہے، مشرکین کی حاضری سے اندیشہ ہے کہ ان کی باطنی نجاست اور اندرونی ظلمت کا اثر اہل ایمان کے انوار کو مکدر اور متغیر کر دے، صحبت اور اختلاط کا اثر نا قابل انکار ہے، جس طرح گلاب اور پیشاب کی طرف دیکھنے کے احکام اور آثار مختلف ہیں اسی طرح ابوبکرؓ وعمرؓ اور ابوجہل اور ابولہب کی طرف دیکھنے کے احکام اور آثار بھی مختلف ہیں، اس لیے کافر اور مشرکین کو حدود حرم میں قربت نہ ہونے کی ممانعت آتی ہے۔

آیتِ کریمہ میں احناف اور شوافع کا کیا اختلاف ہے؟

امام شافعیؒ اور جمہور علماء کے نزدیک کفار کا مسجد میں آنا ممنوع ہے۔

مگر امام اعظمؒ کے نزدیک بطور غلبہ اور تسلط یا بطور اعزاز و اکرام مشرک کا مسجد میں آنا جانا جائز نہیں؛ البتہ مسلمان کا کوئی غلام یا خادم کوئی ذمی کسی مسلمان کی اجازت سے ادب اور احترام کے ساتھ مسجد میں کسی ضرورت کی وجہ سے آ جائے تو اس میں مضائقہ نہیں، باقی کسی کافر اور مشرک کے منبر پر تقریر کرانا یہ بلاشبہ حرام ہے۔

سوال نمبر ۱۲۱، جلالین: ص ۱۵۷ (خود ساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ وَإِلَّا لَاٰمَنُوْا بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ﴿وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ﴾ الثَّابِتُ النَّاسِخُ لِغَیْرِہٖ مِنَ الْأَدْیَانِ ﴿مِنَ﴾

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بَيَانٌ لِلَّذِيْنَ ﴿الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ أَيِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى ﴿حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ﴾ الْخِرَاجَ الْمَضْرُوْبَ عَلَيْهِمْ كُلَّ عَامٍ ﴿عَنْ يَّدٍ﴾ حَالٌ أَيْ مُنْقَادِيْنَ أَوْ بِأَيْدِيْهِمْ لَا يُوَكِّلُوْنَ بِهَا ﴿وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۝﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔ (ج) جزیہ کی تعریف اور مقدار لکھیں، نیز بتائیں کہ جزیہ ذمیوں میں سے کن لوگوں پر واجب ہوتا ہے؟

(جواب) ترجمہ: ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اگر وہ (اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے مثلاً شراب (نوشی) اور نہ سچے دین کو قبول کرتے ہیں جو کہ دائمی اور دیگر ادیان کے لیے ناسخ ہے اور وہ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ ہیں من بیانیہ ہے الذین کا بیان ہے تا آں کہ وہ عائد کردہ سالانہ ٹیکس (جزیہ) تابع ہو کر بدست خود بغیر کسی کو سپرد کیے ادا کریں، حال یہ ہے کہ وہ ذلیل ہوں۔

(ب) مطلب: تھوڑے زمانے کے بعد مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور پورے عرب میں اسلام کا بول بالا ہونے لگا، مشرکین دب گئے تو اہلِ کتاب کے متعلق بھی حکم ہوا کہ اب ان کا زور توڑا جائے؛ لیکن ان کے بارے میں شروع میں صرف اتنا حکم ہوا ان پر جزیہ عائد کیا جائے اور اگر وہ جزیہ سے انکار کر دیں تو ان کے ساتھ بھی مشرکین والا معاملہ کیا جائے، اور ان سے بھی جنگ کی جائے، اور اگر جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو اسلام ان کے جان و مال کا محافظ رہے گا اور تکلیف کے موقع پر ان کا ساتھ دے گا۔

یہ حکم اوّلاً تو صرف اہلِ کتاب کے لیے تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوسیوں سے بھی جزیہ لیا اور ان کو ذمیوں میں شامل کیا، پھر بالاتفاق تمام صحابہ کرامؓ نے بیرونِ عرب کے تمام قوموں پر اس کا حکم کر دیا۔

(ج) جزیہ کی تعریف: جزیہ ایک متعینہ مقدار ہے جو سالانہ ایسے غیر مسلموں سے لی جاتی ہے جو اسلامی مملکت میں رہتے ہیں اور ان کے جان و مال کی حفاظت اسلامی سلطنت کے ذمہ ہوتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جزیہ کی مقدار: اگر کسی پر جزیہ باہمی رضامندی اور مصالحت سے ہو تو شرعاً اس کی کوئی متعینہ مقدار نہیں ہے۔

لیکن اگر کسی ملک پر مسلمانوں نے حملہ کیا اور اس کو فتح کر لیا تو اب وہاں کے باشندہ پر جزیہ کی ایک متعینہ قسم ہوگی، جس کو حضرت عمرؓ نے نافذ فرمایا۔

چنانچہ مالداروں سے چار درہم ماہوار اور متوسط الحال سے اس کا نصف ماہوار اور بالکل مفلس ہو یا اپاہج ہو تو ان سے کچھ نہیں لیا جائے گا۔

جزیہ ذمیوں میں سے کن لوگوں پر واجب ہوتا ہے؟

آزاد ہو، مرد ہو، بالغ ہو اور جزیہ دینے کی استطاعت رکھتا ہو۔

سوال نمبر ۱۲۲، جلالین: ص ۱۶۰ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ﴾ فِي التَّخَلُّفِ وَهَلَّا تَرَكْتَهُمْ ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ فِيهِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول تحریر کریں۔

(ج) اور بتائیں کہ اجازت مانگنے والے کون تھے اور کس چیز کی اجازت مانگ رہے تھے؟

(جواب) ترجمہ: اے نبی! اللہ تم کو معاف کرے تم نے ان کو عدمِ شرکت کی اجازت کیوں دے دی اور آپ نے ان کو اپنی حالت پر کیوں نہ چھوڑ دیا؛ تاکہ آپ پر کھل جاتا کہ کون لوگ عذر میں سچے ہیں اور عذر خواہی میں جھوٹوں کو بھی آپ جان لیتے۔

(ب) شانِ نزولت: چوں کہ غزوۂ تبوک شدید گرمی میں پیش آیا اور سفر بھی کافی طویل تھا، تو روانگی سے قبل کچھ منافقین نے جھوٹا عذر پیش کر کے غزوہ میں شرکت نہ کرنے کی اجازت چاہی، تو آپ ﷺ نے اپنی صفتِ حلم و بردباری کی وجہ سے ان کو شریک نہ ہونے کی اجازت دے دی، باوجودیکہ آپ کو ان کی حقیقتِ حال سے واقفیت تھی، اس پر اللہ نے آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

(ج) اجازت مانگنے والے کون تھے اور کس چیز کی اجازت مانگ رہے تھے؟

اجازت طلب کرنے والے منافقین تھے اور غزوہ میں شریک نہ ہونے کی اجازت مانگ رہے تھے۔

سوال نمبر ۱۲۳، جلالین: ص ۱۶۰ (امتحان سالانہ ۱۴۰۵ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قُلْ اَنْفِقُوْا﴾ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ ﴿طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ﴾ مَا أَنْفَقْتُمُوْهُ ﴿اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ وَالْاَمْرُ هُنَا بِمَعْنَى الْخَبَرِ ﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ﴾ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ ﴿مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ﴾ فَاعِلُ مَنَعَهُمْ وَأَنْ تُقْبَلَ مَفْعُوْلُه ﴿كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى﴾ مُتَثَاقِلُوْنَ ﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ﴾ اَلنَّفَقَةَ لِاَنَّهُمْ يَعُدُّوْنَهَا مَغْرَمًا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) مغرمًا کا معنی اور والأمر بمعنى الخبر کا مفہوم واضح کریں۔ (د) مختصر غزوۂ تبوک کا واقعہ ذکر کریں۔

(جواب) ترجمہ: تم ان سے کہہ دو کہ تم اللہ کی طاعت میں خواہ بخوشی خرچ کر دیا بکراہت وہ تمہارے خرچ کرنے کو ہرگز قبول نہ کرے گا کیوں کہ تم فاسق لوگ ہو اور یہاں امر خبر کے معنی میں ہے ان کے خرچ کئے ہوئے مال کو قبول نہ کرنے کی اس کے سوا اور کوئی وجہ نہیں کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا (یقتل) یاء اور تاء کے ساتھ ہے۔ (اِلَّآ أَنَّهُم) منعهم کا فاعل ہے اور (راہ خدا میں) وہ با دل ناخواستہ خرچ کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اسے تاوان سمجھتے ہیں۔

(ب) مطلب: قبیلہ بنی مسلمہ کے سردار جد بن قیس منافق نے تبوک کی لڑائی میں جانے سے جب یہ عذر بیان کر دیا کہ میں وہاں جا کر رومی خوبصورت عورتوں کے فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا لہٰذا جنگی خدمت دینے سے تو معذور ہوں البتہ میں مالی مدد کرنے کو تیار ہوں، اس کا جواب دیا کہ بے اعتقاد کا مال قبول نہیں ہوتا ہے خواہ طوعا خرچ کریں یا کرہا یعنی خوشی سے خدا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کے راستہ پر خرچ کرنے کی ان کو توفیق کہاں، (وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ) تاہم اگر بالفرض خوشی سے خرچ بھی کریں تو خدا قبول نہ کرے گا اور عدم قبول کا اصلی سبب تو ان کا کفر ہے جیسا کہ متعدد مواقع میں اشارہ کیا ہے کہ کافر کا ہر عمل مردہ اور بے جان ہوتا ہے باقی نماز میں سستی و کاہلی کے ساتھ آنا، یا برے دل سے خرچ کرنا یہ سب کفر کے ظاہری آثار ہیں۔

(ج) مغرمًا کا معنیٰ اور والأمر بمعنیٰ الخبر کا مفہوم:

مَغْرَمًا کا معنی خسارہ، نقصان، اور تاوان کے ہیں۔

اَلْاَمْرُ بِمَعْنَى الْخَبَرِ کا مطلب یہ ہے کہ (اَنْفِقُوْا) امر اپنے اصل معنی میں نہیں ہے بلکہ خبر کے معنی میں ہے جس کا مطلب ہے نَفَقَتُكُمْ طَوْعًا اَوْ كَرْهًا غَيْرُ مَقْبُوْلَةٍ.

(د) مختصر غزوۂ تبوک کا واقعہ: حضرت ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر ملی کہ شام میں روم نے بڑی فوج جمع کی ہے اور ہرقل نے ایک سال کا خرچ اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے اور ان کے ساتھ لخم وجذام اور عاملہ وغسان کے آدمی بھی شامل ہو گئے ہیں اور ان کا مقدمۃ الجیش کافی آگے تک آ گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی تیاری کا حکم دیا اور اغنیاء کو انفاق فی سبیل اللہ اور سواریاں مہیا کرنے کی ترغیب دی مدینہ پر محمد بن سلمہ کو خلیفہ بنا کر تیس ہزار فوج اور دس ہزار گھوڑوں کے ساتھ روانہ ہوئے کچھ مخلص مسلمان عذر کی وجہ سے رک گئے اور منافقین لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ کہہ کر نہ گئے، جب آپ تبوک پہونچے تو صاحب ایلہ آیا اور صلح کی اور جزیہ دیا اور اہل جرباء اور اذرح آئے اور ان سب نے بھی جزیہ دیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امان و صلح نامہ تحریر کرا کر صاحب ایلہ کو دے دیا ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ آپ تبوک میں صرف بیس دن ٹھہرے پھر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

سوال نمبر ۱۲۴، جلالین: ص ۱۶۶ (امتحان سالانہ ۱۴۲۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ مِنْ ذُنُوْبِهِمْ فَاَخَذَ ثُلُثَ اَمْوَالِهِمْ وَتَصَدَّقَ بِهَا ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ اُدْعُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لَهُمْ ﴿إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ﴾ رَحْمَةٌ ﴿لَّهُمْ﴾ وَقِيلَ طَمَانِينَةٌ بِقَبُولِ تَوْبَتِهِمْ ﴿وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ﴾ يَقْبَلُ ﴿الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝﴾ بِهِمْ وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلتَّقْرِيرِ وَالْقَصْدُ بِهٖ تَهْيِيجُهُمْ إِلَى التَّوْبَةِ وَالصَّدَقَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر کریں۔ (ج) شانِ نزول لکھیں۔

(د) جب ان حضرات کی توبہ قبول ہو چکی تو پھر صدقہ کے ذریعہ تطہیر وتذکیر کا کیا مطلب؟

آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے لیجیے تاکہ آپ اس کے ذریعہ ان کو ان کے گناہوں سے پاک وصاف کر دیں؛ چناں چہ آپ نے ان کے اموال میں سے ایک تہائی لی اور اس کو صدقہ کر دیا، اور آپ ان کے لیے دعا کیجیے یقیناً آپ کی دعاء ان کے لیے باعثِ تسکین ہے، یعنی باعثِ رحمت ہے اور ان کی توبہ کی قبولیت کے لیے اطمینان ہے اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے، کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات کو قبول کرتا ہے اور بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر کے ان پر بڑا رحم کرنے والا ہے اور استفہام تقریر کے لیے ہے اور اس سے مقصد ان کی توبہ اور صدقات پر اُبھارنا ہے۔

(ب) **تفسیر:** مذکورہ آیت کے اندر ان صحابیوں کا ذکر ہے جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور حضرت ابولبابہؓ نے اپنے آپ کو ستون سے باندھ لیا تھا اور قسم کھائی کہ جب تک خود آپ علیہ السلام نہ کھولیں گے وہ اپنے آپ کو باندھ کر رکھیں گے۔

آپ ﷺ کو حکم کہ آپ ان کے مالوں کو بطورِ صدقہ لیں، اور اس کو محتاجوں پر خرچ کریں، اور ان کے لیے مغفرت کی دعاء کریں؛ کیوں کہ آپ کی دعاء ان کے لیے خیر و برکت کا باعث بنے گی۔

(ج) **شانِ نزول:** آیت کا سببِ نزول غزوۂ تبوک کے وقت کا ایک مخصوص واقعہ ہے، کہ اس موقع پر حضرت ابولبابہؓ اور دیگر بعض صحابہ کرامؓ جنگ میں کسی عذر سے شریک نہیں ہو پائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ سے واپس آئے تو ان حضرات کو بہت افسوس ہوا اور انھوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ لیا اور قسم کھالی کہ جب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود آکر اپنے دستِ مبارک سے نہ کھولیں ہم نہیں کھلیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے حکم کا انتظار کرنے لگے؛ چناں چہ ان کی توبہ کا حکم آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھول دیا اور کھلنے کے بعد انھوں نے اپنے مال کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور کہنے لگے اسی مال کی وجہ سے ہم جنگ میں شریک نہ ہوسکے لہٰذا آپ اس کو صدقہ کر دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا مجھے اس کے متعلق حکم نہیں ہوا تو اس پر آیتِ مذکورہ نازل ہوئی۔

(د) توبہ قبول ہونے کے بعد پھر صدقہ کے ذریعہ تطہیر وتذکیر کا کیا مطلب؟

اگر چہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور مواخذہ ختم ہو جاتا ہے؛ مگر گناہ کی وجہ سے ایک قسم کی روحانی کدورت باقی رہ جاتی ہے جو گناہ کا طبعی اثر ہے؛ چناں چہ اس کے ازالہ کے لیے صدقہ اور بالعموم اعمالِ حسنہ کارفرما ہوتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۲۵، جلالین: ص ۱۶۶ (امتحان ششماہی ۱۴۰۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ﴾ مِنْهُمْ ﴿الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا﴾ وَهُمْ اِثْنَا عَشَرَ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ ﴿ضِرَارًا﴾ مُضَارَّةً لِأَهْلِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ ﴿وَّ كُفْرًا﴾ لِأَنَّهُمْ بَنَوْهُ بِأَمْرِ أَبِيْ عَامِرِ الرَّاهِبِ لِيَكُوْنَ مَعْقَلًا لَهُ يَقُوْمُ فِيْهِ مَنْ يَأْتِيْ مِنْ عِنْدِهٖ وَكَانَ ذَهَبَ لِيَأْتِيَ بِجُنُوْدٍ مِنْ قَيْصَرَ لِقِتَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اَلَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ بِقُبَاءٍ بِصَلَاةِ بَعْضِهِمْ فِيْ مَسْجِدِهِمْ ﴿وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ مسجد ضرار کہاں بنائی گئی تھی؟

(جواب) ترجمہ: اور ان میں کچھ لوگ ہیں وہ بارہ منافقین ہیں جنھوں نے مسجد قباء والوں کو نقصان پہنچانے اور کفر کرنے کے لیے ایک مسجد بنائی اس لیے کہ منافقوں نے وہ مسجد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

ابو عامر راہب کے کہنے سے بنائی تھی، تاکہ اس کے لیے جائے پناہ ہو اور اس کی طرف سے آنے والا اس میں قیام کرے اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لیے قیصر روم کا لشکر لانے کے لیے گیا تھا اور مؤمنوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کے لیے کہ جو ان میں سے مسجد قبا میں نماز پڑھتے ہیں اپنی کچھ نمازیں ان کی مسجد (ضرار) میں پڑھیں (اس طرح مومنین کی جمعیت منتشر ہو جائے) اور اس شخص کے قیام کا سامان کرے جو اس مسجد کے بنانے سے پہلے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برسرِ پیکار رہا ہے اور یہ منافقین ضرور قسم کھا کر کہیں گے کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی ہے مگر اللہ گواہ ہے کہ وہ اس معاملہ میں یقینی طور پر جھوٹے ہیں۔

(ب) تشریح اور مسجدِ ضرار کہاں بنوائی تھی؟ اس سے ماقبل ان لوگوں کا ذکر ہوا جن سے بظاہر برا کام صادر ہوا تھا یعنی غزوہ تبوک میں عدم شرکت، اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہے جنھوں نے بظاہر اچھا کام کیا یعنی مسجد کی تعمیر کی لیکن بداعتقادی کی وجہ سے وہ برا اور وبالِ جان بن گیا واقعہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے مدینہ طیبہ ہجرت سے قبل ابو عامر مدینہ میں راہب تھا اور وہ بہت مشہور تھا لوگ اس کی بات مانا کرتے تھے گویا کہ وہ سردار تھا لیکن جب آپ علیہ السلام مدینہ تشریف لائے اور لوگ آپ کی بات ماننے لگے جس وجہ سے اسے اپنی سرداری کی کشتی ڈاماڈول ہوتی نظر آئی تو اس کو آپ علیہ السلام سے حسد ہو گیا لیکن ابھی تک اس نے کچھ قدم نہیں اٹھایا تھا وہ اس گمان میں تھا کہ مکہ کے قریش ان کے لیے کافی ہیں وہ ان کے سیلاب کو روک دیں گے لیکن جب جنگ بدر میں کفار پسپا ہوئے تو وہ سمجھ گیا کہ کفار مکہ بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اس لیے وہ مدینہ چھوڑ کر قیصر روم کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ وہاں سے افواج لا کر مسلمانوں پر فوج کشی کر سکے اس سازش اور اس میں کامیابی کے لیے اس نے اپنے ساتھ مدینہ کے منافقین کو بھی کر لیا اور ان سے کہا کہ وہ مدینہ میں مسجد بنائیں جو بظاہر مسجد ہوگی اور حقیقتاً وہ ہمارے لیے دار الندوہ اور جائے قیام ہوگی کہ جو کوئی میرے پاس سے کچھ پیغام لے کر آئے گا وہ اس مسجد میں قیام کرے گا اور اس طرح تم آپس میں اسی مسجد میں بیٹھ کر مشورہ بھی کر لو گے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا اور اسی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طرح بہت ساری فاسد غرضیں تھی جن کو قرآن نے بیان کیا ہے اور خدا نے اس مسجد کو مسجد ضرار کا لقب دیا چناں چہ وہ مسجد تیار کر کے آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اس مسجد کی افتتاح فرمادیں لیکن آپ نے جنگ کی مشغولیت کے سبب ان سے کہہ دیا کہ جنگ سے واپسی پر افتتاح کریں گے جب آپ جنگ سے واپس ہوئے تو مسجد ضرار میں نماز پڑھنے سے قبل آپ کو ان کے فسادیت نیت سے آگاہ کر دیا گیا اور مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا چناں چہ آپ نے اس مسجد کو مدینہ واپس ہوتے ہونے سے قبل ہی مالک بن حشم، معن بن عدی، عامر بن السکنی وحشی کو خاکستر کرنے کا حکم جاری فرمایا چناں چہ وہ مسجد کو گرا کر آگ لگوادی۔

سوال نمبر ۱۲۶، جلالین: ص ۱۶۸ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ عَنِ التَّوْبَةِ عَلَيْهِمْ بِقَرِيْنَةِ ﴿حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ أَيْ مَعَ رَحْبِهَا أَيْ سَعَتِهَا فَلَا يَجِدُوْنَ مَكَانًا يَطْمَئِنُّوْنَ إِلَيْهِ ﴿وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ﴾ قُلُوْبُهُمْ لِلْغَمِّ وَالْوَحْشَةِ بِتَأْخِيْرِ تَوْبَتِهِمْ فَلَا يَسَعُهَا سُرُوْرٌ وَلَا أُنْسٌ ﴿وَ ظَنُّوْٓا﴾ أَيْقَنُوْا ﴿اَنْ﴾ مُخَفَّفَةٌ ﴿لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ﴾ وَفَّقَهُمْ لِلتَّوْبَةِ ﴿لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝﴾

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) تفسیری فوائد کی وضاحت کرتے ہوئے بتائیں کہ علی الثلثۃ کا متعلق کیا ہے؟

جواب) ترجمہ: اور ان تینوں حضرت کی طرف بھی توجہ فرمائی جن کی توبہ کو مؤخر کر دیا گیا تھا یہ معنی حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ کے قرینہ کی وجہ سے ہے جب زمین اپنی تمام تر وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی تو وہ کوئی ایسی جگہ نہ پائے تھے جس میں ان کو اطمینان حاصل ہو سکے اور تاخیر قبولیت توبہ اور وحشت نیز غم کی وجہ سے خود ان کی اپنی جانیں بھی ان کو بار معلوم ہونے لگے جس کی وجہ سے نہ ان کو سرور حاصل تھا اور نہ ہی انس، اور انھوں نے یقین کر لیا کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

اللہ کے سوا ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوا یعنی ان کو توبہ کی توفیق بخشی تا کہ وہ توبہ کریں یقیناً اللہ بڑا معاف کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

(ب) **مطلب:** یہ تین شخص کعب بن مالک، ہلال بن امیہ مراہ بن ربیع جو باوجود مومن مخلص ہونے کے محض تن آسانی اور سہل انگاری کی بناء پر بدون عذر کے تبوک میں شرکت کرنے سے محروم رہے اور جب حضور ﷺ واپس آئے تو انہوں نے منافقین کی طرح جھوٹے عذر پیش کیے اور نہ بعض صحابہ کی طرح اپنے آپ کو ستون سے باندھا بلکہ جو واقعہ تھا صاف صاف بیان کر دیا اور اپنی تقصیر وکوتاہی کا اعلانیہ اعتراف کیا نتیجہ یہ ہوا کہ منافقین کی طرح بظاہر اغماض کر کے ان کے بواطن کو خدا کے سپرد کر دیا گیا اور آپ ﷺ سب علیحدہ رہیں چناں چہ ایسا ہی ہوا شاہ غسان کا خط حضرت کعب کو اسی اثناء کسی نے لاکر دیا کہ تم اس کے شہر میں آجاؤ بہت آؤ بھگت کی جائے گی، آپ نے اس کو پڑھ کر سمجھ لیا کہ یہ بھی خدا کی طرف سے ایک امتحان ہے اور اس کو نذر آتش کر دیا چناں چہ حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ چالیس دن کے بعد اور ایک حکم ہوا کہ اپنی عورت سے بھی جدا ہو جاؤں یہ بھی ہو گیا آپ کو سب سے زیادہ فکر تھی کہ اگر اسی اثناء میں موت ہو جائے تو جنازہ بھی نہ پڑھیں گے اور اگر بالفرض آپ علیہ السلام کی وفات ہو گئی تو ساری عمر مسلمان مجھ سے یہی معاملہ میں کریں گے اور میرے جنازہ کے قریب بھی نہ جائیں گے غرض کہ پچاس دن اس حالت میں گذاری کہ خدا کی زمین باوجود فراخ ہونے کے تنگ ہو گئی تھی کہ یکا یک جبل سلع سے آواز آئی کہ یہ یا کعب ابن مالک بشری فرماتے ہیں کہ میں سن کر سجدہ میں گر پڑا اور اس کو اپنا کرتہ ہبہ کر دیا آپ نے نماز فجر کے بعد تمام مسلمانوں کو مطلع کر دیا۔

(ج) **تفسیری فوائد کی وضاحت:**

عَنِ التَّوْبَةِ عَلَيْهِمْ: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ تبوک سے پیچھے کر دیئے گئے؛ بلکہ یہ مطلب ہے کہ توبہ سے پیچھے کر دئے گئے حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ الخ کے قرینہ کی وجہ سے اَیْ مَعَ رَحبها الخ اس سے اشارہ ہے کہ (بما) میں ما مصدریہ ہے اور باء مصاحبت کے لیے ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یَطۡمَئِنُّوۡنَ اِلَیۡهِمۡ: یعنی وہ کسی جگہ بھی مطمئن نہیں رہتے تھے گھبراہٹ اور پریشانی کی وجہ سے۔

فَلَا یَسۡعُهَا: یعنی اس تنگی کی وجہ سے نہ انکے قلوب میں کوئی سرور تھا اور نہ ہی کوئی انس۔

اَیۡقَنُوۡا: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ظن یقین کے معنی میں ہے۔

اِنۡ مُخَفَّفَةٌ: یعنی یہاں (أن) اصل میں اَنَّ مثقلہ ہے اور اس اسم محذوف ہے اور وہ (ھُو) ضمیر شان ہے۔

علی الثلثة کا متعلق کیا ہے؟

عَلَى الثَّلَاثَةِ کا متعلق فعل (تاب) ہے۔

سوال نمبر ۱۲۷، جلالین: ص ۱۶۹ (امتحان داخلہ ۱۴۲۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿الٓرٰ ۚ تِلۡكَ﴾ أَيۡ هٰذِهِ الۡآيَاتُ ﴿اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ﴾ الۡقُرۡاٰنِ وَالۡإِضَافَةُ بِمَعۡنٰى مِنۡ ﴿الۡحَكِيۡمِ ۝﴾ الۡمُحۡكَمِ ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ﴾ أَيۡ أَهۡلِ مَكَّةَ استفهامُ اِنۡكَارٍ وَالۡجَارُ وَالۡمَجۡرُوۡرُ حَالٌ مِنۡ قَوۡلِهٖ ﴿عَجَبًا﴾ بِالنَّصۡبِ خَبَرُ كَانَ وَبِالرَّفۡعِ اِسۡمُهَا وَالۡخَبَرُ وَهُوَ اِسۡمُهَا عَلَى الۡأُوۡلٰى ﴿اَنۡ اَوۡحَيۡنَآ﴾ أَيۡ اِيۡحَاءَنَا ﴿اِلٰى رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ﴾ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ﴿اَنۡ﴾ مُفَسِّرَةٌ ﴿اَنۡذِرِ﴾ خَوِّفِ ﴿النَّاسَ﴾ الۡكَافِرِيۡنَ بِالۡعَذَابِ ﴿وَ بَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَنَّ﴾ أَيۡ بِأَنَّ ﴿لَهُمۡ قَدَمَ﴾ سَلَفَ ﴿صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ﴾ أَيۡ أَجۡرًا حَسَنًا بِمَا قَدَّمُوۡا مِنَ الۡأَعۡمَالِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔ (د) عجبا کی ذکر کردہ ترکیب کو واضح کریں۔

(جواب) ترجمہ: یہ محکم کتاب یعنی قرآن کی آیتیں ہیں (اٰيٰتِ الۡكِتَابِ) میں اضافت بمعنی (مِنۡ) ہے کیا ان لوگوں کو یعنی اہلِ مکہ کو اِس بات سے تعجب ہوا، استفہام انکاری ہے اور جار مجرور اس کے قول عَجَبًا سے حال ہے، عجبا نصب کے ساتھ (كَانَ) کی خبر ہے اور رفع کے ساتھ (كَانَ) کا اسم ہے۔ اور خبر اَنۡ اَوۡحَيۡنَا اِلخ ہے اور اَوۡحَيۡنَا اسم ہے پہلی (یعنی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نصب کی) صورت میں انّ اَوْحَیْنَا اِیْحَاءَنا مصدر کے معنی میں ہے، کہ ہم نے ان میں کے ایک شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیج دی کہ لوگوں یعنی کافروں کو عذاب سے ڈرائیے (ان) مفسرہ ہے اور جو ایمان لے آئے ہیں ان کو خوش خبری سنائیے کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچی عزت ہے یعنی ان کے کیے ہوئے اعمال کا اچھا بدلہ ہے۔

(ب) مطلب: شروع سورت میں قرآنِ کریم کے فضائل بیان کیے گئے ہیں کہ یہ ایسی کتاب ہے جو اللہ رب العزت کی طرف سے اُتاری گئی ہے اور اس کی آیتیں ہر اُس بات کو بیان کرتی ہیں جو بالکل ٹھیک ہے۔

آگے نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی جارہی ہے کہ اس بات پر کیوں تعجب ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے ایک شخص یعنی محمد ﷺ کو مامور فرمایا اور اس کی طرف پیغامات بھیجے کہ کافروں کو عذاب سے ڈراؤ اور مسلمانوں کو اچھے بدلے کی خوشخبری دو۔

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت:

أي هذہ الآيات: اس کے اندر دو احتمال ہیں: یا تو اسم اشارہ اس سے پہلے کے قرآن کی آیات کی طرف لوٹے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان آیات کی طرف لوٹے جن کا ذکر آئندہ سورت میں آرہا ہے۔

والإضافة بمعنی من: آیات الکتاب میں اضافت مِن کے معنی میں ہے، اصل عبارت ہوگی: تلك آيات من الكتاب.

استفهام انكار: استفہام انکاری کا مطلب یہ ہے کہ کیا وہ لوگ اِس بات پر تعجب کرتے ہیں کہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا، ان کو تعجب نہیں کرنا چاہیے۔

الجار والمجرور إلخ: یعنی للناس جار مجرور عجبا سے حال ہے، اور اس میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ للناس محذوف سے متعلق ہو کر عجبا کی صفت ہے اور صفت جب موصوف سے مقدم ہو تو وہ حال واقع ہوتی ہے؛ کیوں کہ صفت کا موصوف سے مقدم ہونا درست نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور اگر کوئی یہ کہے کہ للناس عجبًا سے متعلق ہوسکتا ہے تو یہ بھی درست نہیں؛ کیوں کہ مصدر عاملِ ضعیف ہوتا ہے اپنے سے ماقبل پر عمل نہیں کر پاتا۔

سلف: اشارہ ہے کہ قدم صدق میں اضافتِ موصوف الی الصفت ہے۔

اجرا حسنا: قدم صدق کی تفسیر میں چند اقوال ہیں، ابن عباسؓ کا قول یہ ہے کہ یہ اجرا حسنا کے معنیٰ میں ہے۔

(د) عجبا کی ذکر کردہ ترکیب:

اس میں کئی ترکیب ہیں:

(۱) نصب کی صورت میں کان کی خبر مقدم اور انّ اوحینا کان کا اسم مؤخر۔

(۲) رفع کی صورت میں کان اسم اور ان اوحینا کان کی خبر۔

سوال نمبر ۱۲۸، جلالین: ص ۱۷۱ (امتحان سالانہ ۱۴۰۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ﴾ وَلَا نَافِيَةٌ عَطْفٌ عَلٰى مَا قَبْلَهٗ وَفِي قِرَاءَةٍ بِلَامٍ جَوَابُ لَوْ ﴿فَقَدْ لَبِثْتُ﴾ مَكَثْتُ ﴿فِيْكُمْ عُمُرًا﴾ سِنِيْنًا اَرْبَعِيْنَ ﴿مِّنْ قَبْلِهٖ﴾ وَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِشَيْءٍ ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ اَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ قِبَلِيْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھتے ہوئے بتائیے کہ ماقبلہ سے کیا مراد ہے؟ (ج) وَفِیْ قِرَاءَةٍ الخ میں مذکورہ قراءت کی وضاحت کریں اور اس صورت میں آیت کا ترجمہ کیا ہوگا؟ نیز بتائیں کہ سنینًا پر تنوین کیوں ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور کہہ دو کہ اگر اللہ کی مشیت یہی ہوتی تو میں تمہیں یہ قرآن کبھی نہ سناتا اور اللہ تم کو اس کی خبر تک نہ دیتا، اور لا نافیہ ہے اپنے ماقبل یعنی لَوْشَاءَ اللّٰهُ مَاتَلَوْتُهٗ پر عطف ہے اور ایک قراءۃ میں لام کے ساتھ ہے جواب لو واقع ہونے کی وجہ سے ہے، اس قرآن کے نزول سے پہلے تمہارے درمیان ایک عمر یعنی چالیس سال گزار چکا ہوں کہ میں نے تم سے اپنی طرف سے کوئی چیز بیان نہیں کی، کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے کہ یہ قرآن میری طرف سے نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مطلب: مذکور عبارت مع التفسیر سے مطلب یہ ہے کہ سارا معاملہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے وہ چاہتا تو میں نہ تمہیں پڑھ کر سناتا نہ تمہیں اس کی کوئی اطلاع ہی ہوتی، بعض حضرات نے ''مَاأَدْرَاکُمْ بِه'' کے معنی کیے ہیں أَعْلَمَکُمْ بِهٖ لِسَانِيْ. کہ وہ تم کو میری زبانی اس قرآن کی بات کچھ نہ بتلایا، میری کیا طاقت کہ میں اپنی طرف سے کلام بنا کر پیش کروں اور کہہ دوں کہ یہ اللہ کا کلام ہے، آخر میری عمر کے چالیس سال تمہارے درمیان گذرے ہیں، اس قدر طویل مدت میں تمہیں میرے حالات سے متعلق ہر قسم کا تجربہ ہو چکا ہے میری دیانت، صداقت وعفت تم میں ضرب المثل ہے، میرا اُمّی ہونا اور کسی ظاہری معلم کے سامنے زانوئے ادب نہ کرنا ایک معروف ومسلم واقعہ ہے پھر چالیس سال تک جس نے نہ کوئی قصیدہ لکھا ہو اور نہ شاعروں میں شریک ہوا ہو نہ کبھی کتاب کھولی ہو اور نہ کبھی قلم ہاتھ میں پکڑا ہو اور نہ کسی درسگاہ میں بیٹھا ہو دفعتاً ایسا کلام بنا لائے جو اپنی فصاحت وبلاغت شوکت وجزالت، جدت اسلوب اور سلاست وروانی سے جن وانس کو عاجز کردے یہ بات کسی کی بھی سمجھ میں آسکتی ہے؟ تم کو سوچنا چاہیے کہ جس پاک سرشت انسان چالیس سال تک کسی انسان پر جھوٹ نہ لگایا ہو وہ ایک دم ایسی جسارت کرسکتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند قدوس پر جھوٹ باندھے ناچار ماننا پڑے گا کہ جو کلام الٰہی تم کو سنایا جارہا ہے یہ خدائی کلام ہے اور نہ کسی کو یہ اختیار کہ اس کے ایک زیر یا زبر کو بھی تبدیل کرسکے۔

ماقبلہ سے کیا مراد ہے؟

ماقبلہ سے مذکورہ جملہ لو شاء اللہ ما تلوتہ مراد ہے اور اسی پر عطف کیا گیا ہے۔

(ج) وَفِيْ قِرَاءَةٍ الخ میں مذکورہ قراءت کی وضاحت:

وَفِيْ قِرَاءَةٍ بلام اس کی وضاحت یہ ہے کہ لَا أَدْرَاکُمْ کے بجائے لَأَدْرَاکُمْ ہے یعنی لام تاکید کے ساتھ لو کا جواب لایا گیا ہے۔

اِس صورت میں آیت کا ترجمہ:

لام تاکید کے ساتھ یعنی لَأَدْرَاکُمْ کی حالت میں اس آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اور کہہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دو کہ اگر اللہ کی مشیت یہی ہوتی تو میں تمہیں یہ قرآن کبھی نہ سناتا اور اللہ میرے علاوہ کسی اور کی زبانی تم کو بتادیتا۔

سِنِیْنًا پر تنوین کیوں ہے؟

سِنِیْنًا میں تنوین کثرت سمجھانے کے لیے لائی گئی ہے۔

سوال نمبر ۱۲۹، جلالین: ص ۱۷۲ (امتحان ششماہی ۱۴۰۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ﴾ بِنَصَبِ الْحِجَجِ وَخَلْقِ الْاِهْتِدَاءِ ﴿قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ﴾ وَهُوَ اللّٰهُ ﴿اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ﴾ يَهْتَدِيْ ﴿اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى﴾ أَحَقُّ أَنْ يُّتَّبَعَ إِسْتِفْهَامُ تَقْرِيْرٍ وَتَوْبِيْخٍ أَيِ الْأَوَّلُ أَحَقُّ ﴿اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا﴾ فِيْمَا الْمَطْلُوْبُ مِنْهُ الْعِلْمِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ اور مطلب تحریر کریں۔ (ب) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: آپ ان سے کہیے کہ تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے جو دلائل کے ساتھ اور ہدایت کی تخلیق کے ساتھ راستہ بتاتا ہوں؟ آپ کہیے کہ صرف اللہ ہی حق کا راستہ بتاتا ہے، آپ کہیے کہ وہ ذات جو حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے؟ یا وہ جو خود ہی ہدایت نہیں پاتی بجز اس کے کہ اس کی رہنمائی کی جائے زیادہ حق دار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، استفہام تقریر و توبیخ کے لیے ہے یعنی اور زیادہ حق دار ہے حالانکہ گمان حق، یعنی علم مطلوب کی ضرورت کو ذرا بھی پورا نہیں کرتا۔

مطلب: (قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ الخ) یعنی گم گشتہ راہ اور ہدایت سے برگشتہ لوگوں کو ہدایت کی طرف پھیرنے والا بھی اللہ ہی ہے ان کے شرکاء میں کوئی ایسا نہیں کہ یہ کام کر سکے جب یہ حقیقت اور امر واقعہ ہے تو پھر سوچو کہ وہ شخص جو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دیکھتا سنتا ہے اور لوگوں کو حق کی جانب رہنمائی کرتا ہے، وہ پیروی کے زیادہ لائق ہے، یا وہ جو اندھے اور بہرے ہونے کی وجہ سے خود بھی راستہ پر نہ چل سکتا ہو جب تک کہ دوسرے لوگ اسے راستہ پر نہ ڈالے یا ہاتھ پکڑ کر نہ لے جائے تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ تم اللہ کو اور اس کی مخلوق کو برابر ٹھہراتے ہو جب کہ ان دلائل کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی ایک اللہ کو معبود مانا جائے اور اسی کو حاجت روا و مشکل کشا سمجھا جائے، لیکن بات یہ ہے کہ لوگ اٹکل پچو محض ظن وتخمین پر چلتے ہیں، حالاں کہ جانتے ہیں کہ دلائل کے مقابلہ میں اوہام وخیالات اور ظن وگمان کی کوئی حیثیت نہیں۔

(ب) تفسیری فوائد کی وضاحت:

(قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ الخ). بِنَصَبِ الْحِجَجِ وَخَلْقِ الْاِهْتِدَاءِ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ہدایت سے مراد محض اراءۃ الطریق نہیں ہے اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں ہے اس لیے کہ دیگر بھی رہنمائی کا کام انجام دیتے ہیں، بخلاف ایصال المطلوب کے جو کہ یہاں مراد ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

قَوْلُهٗ يَهْدِیْ: اس اضافہ کا مقصد یَهِدِّیْ کی اصل بتانا ہے کہ یَهِدِّیْ اصل میں یَهْتَدِیْ باب افتعال سے ہے تاء کو دال میں قلب کے بعد ادغام کر دیا اور ہاء کو التقاء ساکنین کی وجہ سے کسرہ دیدیا۔

قوله اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ: اَمَّنْ لَّا يَهِدِّیْٓ مبتدا کی خبر ہے۔

سوال نمبر ۱۳۰، جلالین: ص ۱۷۴ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ﴾ أَيْ كَأَنَّهُمْ ﴿لَّمْ يَلْبَثُوْٓا﴾ فِي الدُّنْيَا أَوِ الْقُبُوْرِ ﴿اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ﴾ لِهَوْلِ مَارَأَوْا وَجُمْلَةُ التَّشْبِيْهِ حَالٌ مِنَ الضَّمِيْرِ ﴿يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ﴾ يَعْرِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِذَا بُعِثُوْا ثُمَّ يَنْقَطِعُ التَّعَارُفُ لِشِدَّةِ الْأَهْوَالِ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ مُقَدَّرَةٌ أَوْ مُتَعَلِّقُ الظَّرْفِ ﴿قَدْ خَسِرَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ﴾ بِالْبَعْثِ ﴿وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۝ وَ اِمَّا﴾ فِيْهِ إِدْغَامُ نُوْنِ الشَّرْطِيَّةِ فِي مَا الزَّائِدَةِ ﴿نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ﴾ بِهٖ مِنَ الْعَذَابِ فِيْ حَيَاتِكَ وَجَوَابُ الشَّرْطِ مَحْذُوْفٌ أَيْ فَذَاكَ ﴿اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ﴾ قَبْلَ تَعْذِيْبِهِمْ ﴿فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ۝﴾ مِنْ تَكْذِيْبِهِمْ وَكُفْرِهِمْ فَيُعَذِّبُهُمْ أَشَدَّ الْعَذَابِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) كَاَنْ کی تفسیر كَاَنَّهُمْ سے کیوں کی گئی ہے؟ حالِ مقدرہ اور متعلق الظرف کی وضاحت کریں۔ (ج) فذاك کے اضافہ کا مقصد بیان کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور جس دن اللہ ان کو اس کیفیت سے جمع کرے گا (کہ وہ منظر کی ہولناکی کی وجہ سے سمجھیں گے) کہ گویا وہ دنیا میں قبروں میں دن کی ایک گھڑی ہی رہے ہیں اور جملۂ تشبیہ (یحشرھم) کی ضمیر مفعول سے حال ہے، آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے جب کہ ان کو (قبروں) سے اُٹھایا جائے گا، پھر ہولناکی کی شدت کی وجہ سے یہ تعارف ختم ہوجائے گا اور جملہ (یحشرھم) کی ضمیر (ھم) سے حالِ مقدرہ ہے یا (یوم) ظرف کے متعلق ہے واقعی سخت خسارے میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے بعثت کے ذریعہ اللہ کی علامات کو جھٹلایا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے اور جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کررہے ہیں (اما) میں نون شرطیہ کا ما زائدہ میں ادغام ہے، اس کا کچھ حصہ آپ کی زندگی میں آپ کو دکھادیں گے اور جوابِ شرط محذوف ہے یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے، یا ان کو عذاب دینے سے پہلے ہی ہم آپ کو وفات دے دیں، بہر حال! ان کو ہمارے پاس تو آنا ہی ہے پھر اللہ ان کے سب افعال سے باخبر ہے خواہ وہ ان کی تکذیب کے قبیل سے ہو یا کفر وانکار کے قبیل سے ہو، لہٰذا وہ ان کو شدید عذاب دے گا۔

(ب) كَاَنْ کی تفسیر كَاَنَّهُمْ سے کیوں کی گئی ہے؟

كَاَنْ کی تفسیر كَاَنَّهُمْ سے کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ كَاَنْ مخففہ عن المثقلہ ہے اور کان کا اسم محذوف ہے اور وہ ھم ضمیر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حالِ مقدرہ اور متعلق الظرف کی وضاحت:

والجملة حال مقدرة: یہ ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے۔

سوال: یَتَعَارَفُوْنَ (یحشرون) کی ضمیر هم سے حال ہے، اور حال ذوالحال کا زمانہ ایک ہوتا ہے، حالاں کہ یہاں پر ایسا نہیں ہے؛ کیوں کہ حشر پہلے ہوگا اور تعارف بعد میں ہوگا۔

جواب: یہ حال، حالِ مقدرہ ہے، اور حالِ مقدرہ میں زمانہ کا ایک ہونا ضروری نہیں۔

متعلق الظرف: یا پھر یہاں پر یوم محذوف ہے تقدیری عبارت ہوگی:

یتعارفون یوم یحشرون۔

(ج) فذاك کے اضافہ کا مقصد:

فذاك بھی ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے۔

سوال: اِمَّا نُرِيَنَّكَ اور اَوْنَتَوَفَّيَنَّكَ یہ دونوں شرط ہیں اور ان کی جزا فالينا إلخ ہے، پس دونوں شرطوں کی جزا ایک ہوتی، حالاں کہ فسادِ معنیٰ کی وجہ سے اِمَّا نُرِيَنَّكَ کا ترتب درست نہیں فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ پر۔

جواب: اِمَّا نُرِيَنَّكَ کی جزاء فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ نہیں ہے؛ بلکہ اس کی جزا محذوف ہے اور وہ فَذَاكَ ہے۔

سوال نمبر ۱۳۱، جلالین: ص ۱۸۸ (امتحان سالانہ ۱۴۰۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَاِنَّ﴾ بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ ﴿كُلًّا لَّمَّا﴾ مَازَائِدَةٌ وَاللَّامُ مُوْطِئَةٌ لِقَسَمٍ مُقَدَّرٍ أَوْ فَارِقَةٌ وَفِي قِرَاءَةٍ بِتَشْدِيْدِ لَمَّا بِمَعْنَى إِلَّا فَإِنْ نَافِيَةٌ ﴿لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ﴾ أَيْ جَزَاءَهَا ﴿اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ﴾ وَلْيَسْتَقِمْ ﴿وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) لِيَسْتَقِمْ کے اضافہ کا مقصد بیان کریں، تَابَ کے کیا معنیٰ ہیں۔ (ج) تَطْغَوْا میں بظاہر مخاطب آپ ہیں، جب کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

طغیان آپ سے صادر نہیں ہوسکتا، اس کی مناسب توجیہ لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اور بے شک ان کا رب ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا (جب وہ اس کے در پر حاضر ہوں گے) ان تخفیف وتشدید کے ساتھ اور (لمّا) میں (مَا) زائد ہے اور (لام) قسم مقدر کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے اور (لام) فارقہ ہے اور ایک قرأت میں (لمّا) تشدید کے ساتھ (اِلّا) کے معنیٰ میں ہے اس صورت میں (ان) نافیہ ہوگا بالیقین وہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ اس سے باخبر ہیں، لہٰذا آپ حکم کے مطابق ثابت قدم رہیے اور وہ بھی ثابت قدم رہیں جو آپ کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور ظالموں کی طرف مت جھکنا۔

(ب) لِیَسْتَقِمْ کے اضافہ کا مقصد:

اِنْ مخففہ و مشددہ: (ان) مشددہ کی صورت میں حرفِ مشبہ بالفعل ہوگا اور (کلا) اس کے اسمیت کی وجہ سے منصوب ہوگا اور (انّ) کی خبر (لیوفینّھم إلخ) جملہ قسمیہ ہوگی اور اس صورت میں ترجمہ ہوگا (بے شک تمام مخلوق کو جمع کیا جائے گا اور ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اور (اِنْ) مخففہ کی صورت میں (اِنْ) نافیہ ہوگا (کلا) فعل محذوف (یری) کی وجہ سے منصوب ہوگا اور (لمّا) تشدید کے ساتھ (اِلّا) کے معنیٰ میں ہوگا اور اس صورت میں ترجمہ ہوگا نہیں تمام مخلوق جمع کیے جائیں گے؛ مگر یہ کہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

ان كُلًّا لَمَّا: اس میں کل چار قرأتیں ہیں: (۱) (انّ) اور (لمّا) دونوں مشددہ ہوں (۲) دونوں مخففہ ہوں (۳) (ان) مشددہ اور (لما) مخففہ (۴) (ان) مخففہ اور (لما) مشددہ ہو۔

ثَابَ کے معنیٰ:

ثَابَ یہاں پر (اَمن) کے معنیٰ میں ہے۔

(ج) تَطْغَوْا کی مناسب توجیہ:

اس میں گرچہ بظاہر خطاب آپ کو ہے؛ لیکن اصل خطاب مؤمنین سے ہے اور تعلیم کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کیا گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

سوال نمبر ۱۳۲، جلالین: ص ۱۹۱ - ۱۹۲ (امتحان سالانہ ۱۴۱۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ﴾ قَصَدَتْ مِنْهُ الْجِمَاعَ ﴿وَهَمَّ بِهَا﴾ قَصَدَ ذٰلِكَ ﴿لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُثِّلَ لَهُ يَعْقُوْبُ فَضَرَبَ صَدْرَه فَخَرَجَتْ شَهْوَتُه مِنْ أَنَامِلِهِ وَجَوَابُ لَوْلَا لَجَامَعَهَا ﴿كَذٰلِكَ﴾ أَرَيْنَاهُ الْبُرْهَانَ ﴿لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ﴾ اَلْخِيَانَةَ ﴿وَالْفَحْشَآءَ﴾ اَلزِّنَا ﴿اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾ فِي الطَّاعَةِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ اللَّامِ أَيْ الْمُخْتَارِيْنَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مذکورہ آیت میں یوسف علیہ السلام اور زلیخا دونوں کی طرف ھم کی اضافت کی گئی ہے کیا دونوں کے ھم میں فرق ہے؟ مع دلیل تحریر کریں۔ (ج) اگر ھم مذکورہ عصمتِ انبیاء کے خلاف ہے تو اس کا جواب تحریر کریں، نیز برھان ربّہ کی مراد تحریر کریں۔ (د) کیا ھم بھا کو لولا کا جواب بنا سکتے ہیں؟

(جواب) ترجمہ: اور وہ پختہ ارادہ کر چکی تھی یعنی اس سے زنا کا قصد کر چکی تھی یوسف بھی اس کا قصد کر لیتے اگر وہ اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یوسف کے سامنے یعقوب کی صورت کر دی گئی، (یعقوب نے) ان کے سینے پر ہاتھ مارا جس کی وجہ سے ان کی شہوت انگلیوں کے ذریعہ نکل گئی، اور لولا کا جواب لجامعھا محذوف ہے اور ہم نے برہان اس لیے دکھائی کہ ہم اس کو خیانت اور زنا سے باز رکھیں در حقیقت وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے، یعنی اطاعت گذاروں میں ایک قراءت میں (مخلصین) کے لام کے فتحہ کے ساتھ ہے، یعنی برگزیدہ بندوں میں۔

(ب) مذکورہ آیت میں دونوں کی طرف کی گئی هَمَّ میں فرق مع دلیل:

هَمَّ عربی زبان کا لفظ ہے جو دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے:

(۱) قصد و ارادہ اور عزم، زلیخا کے هَمَّ سے یہی معنیٰ مراد ہیں۔

(۲) دل میں محض وسوسہ اور خیال کا پیدا ہونا جو یوسفؑ کے هَمَّ سے مراد ہے۔

پس دونوں کے هَمَّ میں فرق ہو گیا، لہٰذا نتیجہ بھی الگ ہوگا کہ زلیخا کا هَمَّ معصیت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں داخل ہوگا اور یوسف علیہ السلام کا ھَمَّ معصیت میں داخل نہیں ہوگا۔

دلیل: دونوں ھَمَّ کے فرق کی دلیل یہ ہے کہ اگر دونوں ایک ہوتے تو الگ الگ بیان نہیں کیے جاتے؛ بلکہ ھَمَّا تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا جاتا۔

اسی طرح زلیخا کے ھَمَّ لقد لام اور قد کے ذریعہ تاکید ہے، جب کہ یوسف علیہ السلام کے ھَمَّ میں اس طرح کی تاکید نہیں ہے، پس دونوں ھَمَّ کا فرق سمجھ میں آ گیا۔

(ج) عصمتِ انبیاء کا جواب: معارف القرآن کی تفسیر کے مطابق ھَمَّ یوسف علیہ السلام، عصمتِ انبیاء کے خلاف نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ ایک طرح کا وسوسہ اور خیال تھا، کوئی قصد و ارادہ نہیں تھا اور نہ ہی ان سے اس کا وجود ہوا تھا؛ بلکہ یہ اس طریقہ سے ہے جیسا کہ روزہ دار کو روزے کی حالت میں پانی کی خواہش ہوتی ہے؛ لیکن وہ پیتا نہیں ہے، تو جس طرح اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح مذکورہ ھَمَّ معصیت میں داخل نہیں ہوگا، پس عصمتِ انبیاء کے خلاف بھی نہیں ہوا۔

برھان ربّہ کی مراد: اس میں کئی طرح کے اقوال موجود ہیں، ایک قول ابن عباسؓ کا ہے کہ گھر کی چھت پھٹی ہوئی تھی اور یوسفؑ نے یعقوبؑ کو دیکھا کہ وہ اپنی انگلیوں کو دانتوں میں دبائے ہوئے تھے۔

اسی طرح ایک روایت ہے جس کو مصنفؒ نے بیان کیا کہ ان کے سامنے یعقوبؑ نمودار ہوئے اور ان کے سینہ پر ہاتھ مارا جس سے ان کی شہوت انگلیوں کے پوروں کے راستے سے نکل گئی۔

(د) کیا ھَمَّ بِھَا کو لولا کا جواب بنا سکتے ہیں؟

ھَمَّ بِھَا کو لَوْلَا کا جواب بنانا صحیح ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یوسفؑ کو ھَمَّ ہوا ہی نہیں تھا، ہاں! اگر وہ برہان کو نہ دیکھتے تو ان کو ھم ہو جاتا۔

سوال نمبر ۱۳۳، جلالین: ص ۱۹۳ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ﴾ اَیْ اَلسَّاقِیْ ﴿قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا﴾ أَيْ عِنَبًا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) بتلایئے کہ فَتَیَانِ سے کون مراد ہیں؟

(ج) اور آیتِ مذکورہ واقعہ بالتفصیل لکھیے۔

(جواب) ترجمہ: چناں چہ یوسف علیہ السلام کو جیل میں ڈال دیا گیا، اور اس کے ساتھ دو اور نوجوان بھی جیل خانہ میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے جو کہ ساقی تھا کہا میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں۔

(ب) فَتَیَانِ سے کون مراد ہیں؟

حسن اتفاق کہ یوسف کے ساتھ اور دو نوجوان قید خانہ میں داخل ہوئے، یہ دونوں نوجوان شاہی دربار سے وابستہ تھے، ایک ان میں سے بادشاہ کا ساقی تھا، اور دوسرا شاہی باورچی خانہ کا ذمہ دار، جس زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا اس زمانہ کے فرعون کا نام ریان ابن الولید تھا، اور اس ساقی کا نام ابروہا ادبونا تھا اور دوسرے کا نام مخلب یا غالب تھا، نام کے بارے میں روایت مختلف ہیں۔

(ج) آیتِ مذکورہ واقعہ بالتفصیل: واقعہ یہ ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ مصر کے کچھ لوگوں نے جو بادشاہ سے کسی وجہ سے ناراض تھے بادشاہ کو راستہ سے ہٹانے کی سازش کی اور اس کا آلہ کار ان دونوں نوجوانوں کو بنایا ان کو یہ لالچ دیا کہ اگر تم بادشاہ کے کھانے یا پانی میں زہر ڈال کر بادشاہ کو ہلاک کردو گے تو تمہیں بہت سا مال دیں گے، یہ دونوں نوجوان اس پر آمادہ ہوگئے مگر بعد میں ساقی اس معاملہ سے الگ ہوگیا لیکن نان پز اس پر قائم رہا، اور بادشاہ کے کھانے میں اس نے زہر ملا دیا، جب کھانا بادشاہ کے سامنے آیا تو ساقی نے عرض کیا، کہ آپ اس کھانے کو نہ کھائیں، اس لیے کہ یہ کھانا زہر آلود ہے، اور خباز نے جب یہ صورت حال دیکھی تو کہا بادشاہ سلامت آپ یہ مشروب نہ پئیں اس لیے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، بادشاہ نے ساقی سے کہا تم اس مشروب کو پیؤ چناں چہ ساقی نے پی لیا، اور اس کو کوئی نقصان نہیں ہوا، اس کے بعد نانبائی پر سے کہا تم یہ کھانا کھاؤ اس نے انکار کردیا، وہ کھانا ایک جانور کو کھلا کر تجربہ کیا گیا چناں چہ وہ جانور مسموم کھانا کھا کر مرگیا، بادشاہ نے دونوں کو قید خانہ بھیج دیا ساقی کو ابتداءً شریک سازش ہونے کی وجہ سے اور خباز کو مجرم ہونے کی وجہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۳۴، جلالین: ص ۱۹۵ (امتحان سالانہ ۱۴۱۹ھ)

(الف) عبارت با عراب: ﴿وَ جَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ﴾ لِيَمْتَارُوْا لَمَّا بَلَغَهُمْ أَنَّ عَزِيْزَ مِصْرَ يُعْطِي الطَّعَامَ بِثَمَنِهِ ﴿فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ﴾ أَنَّهُمْ إِخْوَتُهُ ﴿وَ هُمْ لَهُ مُنْكِرُوْنَ﴾ لَايَعْرِفُوْنَهُ فَكَلَّمُوْهُ بِالْعِبْرَانِيَّةِ فَقَالَ كَالْمُنْكِرِ عَلَيْهِمْ مَا أَقْدَمَكُمْ بِلَادِيْ فَقَالُوْا لِلْمِيْرَةِ فَقَالَ لَعَلَّكُمْ عُيُوْنٌ قَالُوْا مَعَاذَ اللّٰهِ قَالَ فَمِنْ أَيْنَ أَنْتُمْ؟ قَالُوْا مِنْ بِلَادِ كَنْعَانَ وَأَبُوْنَا يَعْقُوْبُ نَبِيُّ اللّٰهِ قَالَ وَلَهُ أَوْلَادٌ غَيْرُكُمْ؟ قَالُوْا نَعَمْ كُنَّا اِثْنَيْ عَشَرَ فَذَهَبَ أَصْغَرُنَا هَلَكَ فِي الْبَرِيَّةِ وَكَانَ أَحَبَّنَا وَبَقِيَ شَقِيْقُهُ فَاحْتَبَسَهُ لِيَتَسَلّٰى بِهِ عَنْهُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا؛ لیکن ان کے بھائی ان کو کیوں پہچان نہ سکے، نیز بتائیں کہ برادرانِ یوسفؑ کے عزیزِ مصر کی طرف کتنے سفر ہوئے ہیں اور یہ کون سا سفر ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور یوسف کے بھائی غلّہ لینے کے لیے آئے جب ان کو یہ اطلاع پہنچی کہ عزیزِ مصر قیمتاً غلّہ دیتا ہے؛ چناں چہ جب بھائی یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یوسف نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا اور بھائی نے اَنجان بن کر ان سے معلوم کیا کہ میرے ملک میں آنے کا کیا سبب ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ غلّہ لینے کے لیے آئے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم جاسوس ہو وہ کہنے لگے اللہ کی پناہ پھر ان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ بلادِ کنعان سے اور ہمارے والد یعقوب علیہ السلام اللہ کی نبی ہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے معلوم کیا کہ کیا تمہارے علاوہ بھی ان کی کوئی اولاد ہے؟ جواب دیا کہ ہاں! ہم کل بارہ بھائی تھے، ہمارا چھوٹا بھائی تو جنگل میں گیا تھا، ہلاک ہو گیا وہ ہمارے والد کو ہم سب میں زیادہ پیارا تھا اور اس کا حقیقی بھائی موجود ہے اس کو ہمارے والد نے روک لیا ہے اپنے پاس؛ تاکہ اس سے تسلی حاصل کرے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مطلب: مذکورہ آیات کے اندر یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے کہ جب ان کے بھائیوں نے ان کو کنویں میں ڈال دیا اور ایک قافلہ نے ان کو ایک مصری شخص کے ہاتھوں بیچ دیا تو وہ عزیزِ مصر کے گھر پہنچ گئے اور ان کو خزانچی بنادیا گیا، پھر سارے علاقہ میں قحط پڑا، تو سب عزیزِ مصر کے پاس غلّہ لینے کے لیے پہنچے، ان میں یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی تھے، جب وہ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور ان کی اچھی خاصی مہمان نوازی کی، اور ان سے بہت کچھ دریافت کیا، ان کے بھائی ان سب سے ناآشنا تھے، اور ان کو کیا معلوم تھا کہ جس کو وہ کنویں میں ڈال آئے تھے وہ آج مصر کے تخت وتاج کا مالک ہوگا۔

(ج) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کو کیوں پہچان نہ سکے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور وہ نہ پہچان سکے اس کی وجہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وہ وعدہ ہے جو ان سے کنویں میں کیا گیا تھا کہ عنقریب وہ اپنے بھائیوں سے ملیں گے اور ان کو پہچان لیں گے؛ لیکن ان کے بھائی ان کو نہ پہچان سکیں گے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کی یہ ملاقات تقریباً چالیس سال کے بعد ہوئی؛ چوں کہ کنویں میں ڈالنے کا وقت یوسف علیہ السلام چھوٹے تھے؛ اس لیے چالیس سال کے بعد ان کی ہیئت میں کافی تبدیلی آگئی تھی جس کی وجہ سے ان کے بھائی ان کو نہ پہچان سکے، اور ان کے بھائی چوں کہ کنویں میں ڈالتے وقت بڑے ہی تھے اس لیے ان کی ہیئت میں زیادہ تبدیلی نہیں آئی جس کی وجہ سے یوسف علیہ السلام نے ان کو بآسانی پہچان لیا۔

برادرانِ یوسفؑ کے عزیزِ مصر کی طرف کتنے سفر ہوئے ہیں اور یہ سفر کونسا تھا؟

ان کے بھائیوں کے عزیزِ مصر کی طرف کل تین اسفار ہوئے، یہ پہلا سفر تھا۔

سوال نمبر ۱۳۵، جلالین: ص ۱۹۹ (امتحان داخلہ ۱۴۱۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿حَتّٰى﴾ غَايَةٌ لِمَا دَلَّ عَلَيْهِ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ إِلَّا رِجَالًا أَيْ فَتَرَاخٰى نَصْرُهُمْ حَتّٰى ﴿إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا﴾ أَيْقَنَ الرُّسُلُ ﴿أَنَّهُمْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

قَدْ كُذِبُوْا﴾ بِالتَّشْدِيْدِ تَكْذِيْبًا لَا إِيْمَانَ بَعْدَهٗ وَالتَّخْفِيْفِ أَیْ ظَنَّ الْأُمَمُ أَنَّ الرُّسُلَ أَخْلَفُوْا مَاوَعَدُوْا بِهٖ عَنِ النَّصْرِ ﴿جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ﴾ بِنُوْنَيْنِ مُشَدَّدًا وَمُخَفَّفًا وَبِنُوْنٍ مُشَدَّدًا مَاضٍ ﴿مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ الْمُشْرِكِيْنَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) حَتّٰی غَايَةٌ میں مفسر نے جو ترکیب بیان کی ہے اس کی وضاحت کریں۔ (ج) قَدْ كُذِبُوْا اور فَنُجِّیَ میں قرأتوں کا اختلاف بیان کریں اور نُنْجِیَ مجہول کی صورت میں نائب فاعل متعین کریں۔

(جواب) ترجمہ: حَتّٰی اس کی غایت کے لیے ہے جس پر وَمَا أَرْسَلْنَا إلخ دلالت کرتا ہے یعنی ان کی نصرت مؤخر ہوگئی یہاں تک کہ جب رسول نا اُمید ہونے لگے اور رسول نے یقین کرلیا کہ ان کو جھٹلایا گیا (کذبو) کے ذال کی تشدید کے ساتھ ایسی تکذیب کہ اس کے بعد ایمان کی توفیق نہیں اور ذال کی تخفیف کے ساتھ بھی یعنی اُمتوں نے گمان کرلیا کہ رسولوں نے اس نصرت کی وعدہ خلافی کی جس کا انہوں نے وعدہ کیا تھا تو ان کے پاس ہماری نصرت آ پہنچی تو جس کو ہم چاہتے ہیں نجات دیتے ہیں (ننجی) دونون اور جیم کی تشدید کے ساتھ ہے اور جیم کی تخفیف کے ساتھ بھی ہے اور ایک نون اور جیم مشدد کے ساتھ ماضی مجہول کا صیغہ اور ہمارا عذاب مشرکوں سے ہٹایا نہ جائے گا۔

(ب) حَتّٰی غَايَةٌ میں مفسر نے جو ترکیب بیان کی ہے اس کی وضاحت:

یعنی حتی یہاں پر تاخیرِ نصرت کو بتلا رہا ہے پس معنیٰ ہوں گے کہ ہم نے آپ سے پہلے نبی بنا کر نہیں بھیجا؛ مگر مردوں ہی کو جن کی طرف ہم وحی بھیجتے ہیں، پھر ان کی امتوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کی تکذیب کی جس پر اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں کی مدد و نصرت کی؛ مگر یہ نصرت تاخیر سے ہوئی۔

(ج) قَدْ كُذِبُوْا کی قرأتیں:

قَدْ كذبوا: میں دو قرأتیں ہیں:

(۱) ذال پر تشدید کے ساتھ معنیٰ ہوں گے کہ نبیوں نے جو اپنے اندازے سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

عذاب کا وقت مقرر کیا تھا بر وقت اس کے نہ آنے پر ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ کفار تو انکار کر ہی رہے ہیں اب جو مسلمان ہیں وہ بھی ہماری تکذیب نہ کر دیں۔

(۲) ذال کی تخفیف کے ساتھ، اس صورت میں معنیٰ ہوں گے کہ مذکورہ عذاب کی تاخیر کی وجہ سے نبیوں نے یہ خیال کیا اور مایوس ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا جو وقت ہم نے اپنے اندازے کے مطابق مقرر کیا تھا اس وقت میں عذاب آئے گا، اور وعدۂ الٰہی کا وقت مقرر کرنے میں ہم سے غلط فہمی ہوئی ہے جس سے مایوسی ہوئی ہے، اسی مایوسی کی حالت میں ان کو ہماری نصرت پہنچی۔

فَنُجِّيَ میں قراٗتوں کا اختلاف:

اس میں تین قراٗتیں ہیں:

(۱) دونون اور جیم کی تشدید کے ساتھ، اس صورت میں یہ بابِ تفعیل سے جمع متکلم معروف کا صیغہ ہوگا، ترجمہ ہوگا: ہم بچا لیتے ہیں۔

(۲) دونون اور جیم کی تخفیف کے ساتھ، اب بابِ افعال سے جمع متکلم ہوگا، ترجمہ ہوگا: ہم بچانے والے ہیں۔

(۳) ایک نون اور جیم کی تشدید کے ساتھ، اس صورت میں بابِ تفعیل کا ماضی مجہول واحد مذکر غائب کا صیغہ ہوگا، ترجمہ ہوگا: اس کو بچا لیا گیا۔

نُنْجِيَ مجہول کی صورت میں نائب فاعل:

اس صورت میں نائب فاعل مَنْ نَّشَآءُ ہوگا۔

سوال نمبر ۱۳۶، جلالین: ص ۲۰۲ (امتحان ششماہی ۱۴۱۰ھ)

(الف) عبارت با عراب: ﴿لَهٗ﴾ تَعَالٰى ﴿دَعْوَةُ الْحَقِّ﴾ أَيْ كَلِمَتُهٗ وَهِيَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ﴾ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ يَعْبُدُوْنَ ﴿مِنْ دُوْنِهٖ﴾ أَيْ غَيْرِهٖ وَهُمُ الْأَصْنَامُ ﴿لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ﴾ مِمَّا يَطْلُبُوْنَهٗ ﴿إِلَّا﴾ اِسْتِجَابَةً ﴿كَبَاسِطِ﴾ أَيْ كَاسْتِجَابَةِ بَاسِطٍ ﴿كَفَّيْهِ إِلَى الْمَآءِ﴾ عَلٰى شَفِيْرِ الْبِئْرِ يَدْعُوْهُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

﴿لِيَبْلُغَ فَاهُ﴾ بِارْتِفَاعِهِ مِنَ الْبِئْرِ إِلَيْهِ ﴿وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهِ﴾ أَيْ فَاهُ أَبَدًا فَكَذَالِكَ مَا هُمْ بِمُسْتَجِيْبِيْنَ لَهُمْ ﴿وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ عِبَادَتُهُمُ الْأَصْنَامَ أَوْ حَقِيْقَةُ الدُّعَاءِ ﴿إِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ ضِيَاعٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب بوضاحت تحریر کریں۔

(ج) نیز بتائیں کہ مفسر علام استجابة اور مستجابة باسط سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

(جواب) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ برحق ہے اور اس کا کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہے اور وہ ہستیاں جن کو پکارتے ہیں اس کے علاوہ تاء اور یاء دونوں کے ساتھ ہے (يَدْعُوْنَ) یعنی وہ ان کے بندگی کرتے ہیں اور وہ بت ہیں وہ ان کو کچھ بھی جواب نہیں دے سکتیں اس چیز کے بارے میں جس کو وہ طلب کرتے ہیں ان کو پکارنا قبولیت کے بارے میں ایسا ہے جیسا کہ کوئی پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر کنویں کے کنارے منڈیر پر کھڑے ہو کر پانی سے کہے کہ اے پانی تو کنویں سے نکل کر میرے منہ میں پہنچ جا حالاں کہ وہ پانی اس کے منہ میں کبھی نہیں پہنچنے والا اسی طرح وہ اصنام بھی انکی پکار کا جواب دینے والے نہیں ہیں اور کافروں کا بتوں کی بندگی کرنا یا حقیقتاً ان کو پکارنا اکارت محض ہے (یعنی تیرے بے ہدف ہے)

(ب) بوضاحت مطلب: اس سے پہلے کی آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت واحسان کو شمار فرمایا تھا اب اس کے بعد ذکر فرما رہے ہیں کہ پکارنا اور بندگی وعبادت بھی اسی کی کرنا چاہیے جو ہر قسم کے نفع وضرر کا مالک ہو عاجز کو پکارنے سے کیا حاصل؟ اللہ کے سوا کون ہے جس کے قبضہ میں دینا یا کسی دوسرے کا نفع وضرر ہو؟ غیر اللہ کو اور مجبور محض شخص کو اپنی مدد کے لیے پکارنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص کنویں کے کنارے پر بیٹھ جائے اور پیاس کی وجہ سے پانی کی طرف ہاتھ بڑھائے اور خوشامد کرے آ جا میری پیاس بجھا نا ظاہر ہے کہ قیامت تک اس کی فریاد پوری ہونے والی نہیں کیوں کہ پانی ایک جامد چیز ہے جو حس وحرکت سے عاری ہے اس طرح جو شخص ان بتوں سے خوشامد کرتا ہے اور ان سے پانی مرادیں مانگتا ہے جو حس وحرکت سے عاری ہے جو نفع وضرر کسی چیز کا بھی مالک نہیں تو کافروں کا پکارنا اور بتوں کو سجدہ کرنا اور ان کی خوشامد کرنا سب بے وقوفی اور گمراہی ہے سب ضائع ہو جائیں گے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) مفسر علام استجابة اور ستجابة باسط سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

مفسر علام نے (اِسْتِجَابَةٌ) اوّل سے جو بات بتائی ہے اس میں دو احتمال ہیں، اول: یہ کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کے جنس سے ہو جائے؛ اس لیے کہ اس سے مستثنیٰ متصل ہوگا جو کہ اصل ہے اور مستثنیٰ منہ استجابہ ہے جو کہ یَسْتَجِیْبُوْنَ سے مفہوم ہے کیوں کہ فعل کا مصدر پر دال ہونا ہے۔ اور دوسرا احتمال یہ کہ اگر (اِسْتِجَابَه) کو مقدر نہ مانا جائے تو تشبیہ العرض بالذات لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے اس لیے کہ استجابہ عرض ہے اور بَاسِطُ الْکَفِّ ذات ہے۔

(اِسْتِجَابَه بَاسِطٌ) دوم اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ استجابہ مصدر محذوف ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف ہے اور مطلب ہے کہ وہ اصنام جن کی کفار عبادت کرتے ہیں وہ نہ سمجھ سکتے ہیں جس طرح کے پانی نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ سن سکتا ہے اور نہ مراد پوری کرسکتا ہے۔

سوال نمبر ۷ ۱۳۳، جلالین: ص ۲۰۳ (امتحان داخلہ ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قُلْ﴾ لَهُمْ ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ﴾ إِضجلَالَهُ فَلَا تُغْنِي الْاٰيَاتُ عَنْهُ شَيْئًا ﴿وَ يَهْدِيْٓ إِلَيْهِ﴾ يُرْشِدُ إِلٰى دِيْنِهِ ﴿مَنْ اَنَابَ۝۲۷﴾ رَجَعَ إِلَيْهِ وَيُبْدَلُ مِنْ مَنْ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ﴾ تَسْكُنُ ﴿قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ أَيْ وَعْدِهِ ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۝۲۸﴾ أَيْ قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ مُبتَدَءٌ خَبَرُهُ ﴿طُوْبٰى﴾ مَصْدَرٌ مِنَ الطِّيْبِ أَوْ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ مَايَقْطَعُهَا ﴿لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ۝۲۹﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔ (ج) ذکر اللہ سے کیا مراد ہے؟ نیز بتائیں کہ امن اور اطمینان میں کیا فرق ہے؟ (د) فوائد تفسیریہ لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: ان سے کہہ دو کہ اللہ جس کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اس کو بے راہ کر دیتے ہیں نشانیاں (معجزات) اس کو کچھ فائدہ نہیں دیتے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کی اپنے دین کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور مِنْ سے الّذین اٰمنوا بدل ہے جو لوگ ایمان لائے ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے یعنی اس کے وعدہ سے اطمینان حاصل کرتے ہیں یاد رکھو کہ اللہ کے ذکر سے ہی مومنوں کے دلوں کو تسلی ہوتی ہے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کیے ان کے لیے خوش حالی ہے اور بہترین ٹھکانہ ہے الّذین اٰمنوا مبتدا ہے اور (طوبیٰ) اس کی خبر ہے (طوبیٰ) الطیب سے مصدر ہے یا جنت میں ایسا درخت ہے کہ سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلے گا تب بھی اس کی مسافت طے نہ کر سکے گا۔

(ب) مطلب: اس سے پہلے کفار کی خباثت اور ان کے معجزات کے مطالبہ کا ذکر ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو معجزات دکھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ ہٹ دھرم ہیں، وہ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کو کوئی معجزات اور نشانی راہِ راست پر نہیں لاسکتی اور اللہ جس کی ہدایت چاہتے ہیں اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور ہدایت یافتہ لوگ اللہ کے وعدہ سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں، پس جو نیک عمل بھی کرے تو ان کے لیے بہترین ٹھکانہ اور اچھا بدلہ ہے۔

(ج) ذکر اللہ سے کیا مراد ہے؟

اس سلسلے میں چند اقوال ہیں۔ مفسر نے جو قول بیان کیا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مؤمنین سے جنت کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس سے ان کے دل خوش ہوتے ہیں۔

اور ایک قول کے مطابق ذکر اللہ سے مراد ذکر و اذکار اور تسبیح وتہلیل ہے۔

اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد قرآنِ کریم ہے۔

امن اور اطمینان میں کیا فرق ہے؟ دونوں میں زیادہ فرق نہیں ہے، بس تعلق اور مکان کا فرق ہے کہ امن کا تعلق ظاہر سے ہوتا ہے اور دکھائی دیتا ہے اور اطمینان کا تعلق قلب سے ہوتا ہے۔

(د) فوائد تفسیریہ:

اضلالھم: مفعول کے محذوف ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ یشاء کا مفعول اضلالھم محذوف ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

يرشد إلى دينه: اس میں اشارہ اِس بات کی طرف ہے کہ الیہ میں ضمیر کا مرجع دین ہے۔

وعده: عام بول کر خاص مراد لیا گیا ہے؛ کیوں کہ ذکراللہ میں وعدہ و وعید دونوں شامل ہیں، پھر وعدہ نکال کر وعید کو خارج کر دیا گیا۔

قلوب المؤمنين: القلوب پر الف لام عہد کا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے کہ قلوب سے مراد مؤمنین کے قلوب ہیں۔

سوال نمبر ۱۳۸، جلالین: ص ۲۰۵ (امتحان سالانہ ۱۴۲۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ﴾ يَا مُحَمَّدُ ﴿لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ﴾ الْكُفْرِ ﴿اِلَى النُّوْرِ﴾ الْإِيْمَانِ ﴿بِاِذْنِ رَبِّهِمْ﴾ وَيُبْدَلُ مِنْ إِلَى النُّوْرِ ﴿اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ﴾ الْغَالِبِ ﴿الْحَمِيْدِ ۝﴾ الْمَحْمُوْدِ ﴿اللّٰهِ﴾ بِالْجَرِّ بَدَلٌ أَوْ عَطْفُ بَيَانٍ وَمَا بَعْدَهُ صِفَةٌ وَالرَّفْعُ مُبْتَدَءٌ خَبَرُهُ ﴿الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) بوضاحت مطلب تحریر کریں۔ (ج) کتابٌ مبتدا ہے یا خبر؟ جملہ کا دوسرا جز بھی متعین کیجیے۔ اللہ میں اعرابی احتمالات کتنے ہیں؟ بصورتِ مبتدا خبر کی تعیین کریں۔ (د) الظلمات الكفر والنور الإيمان میں مناسبت کیا ہے؟ العزيز الحميد، اسم فاعل کے معنیٰ میں ہے یا اسم مفعول کے؟

(جواب) ترجمہ: یہ عظیم الشان کتاب ہے اے محمد! اس کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو کفر کی ظلمتوں سے ان کے رب کے حکم سے ایمان کی روشنی کی طرف نکالیں اور إلى النور سے إلى صراط العزيز بدل ہے یعنی غالب اور قابلِ ستائش اللہ کے راستے کی طرف (اللہ) بالجر (العزیز) سے بدل یا عطف بیان ہے اور اس کا مابعد (یعني الذي له) اللہ کی صفت ہے اور اللہ کے رفع کی صورت میں اللہ مبتداء ہوگا اور الذي له اس کی خبر ہوگی وہ اللہ کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) بوضاحت مطلب:

شروع سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب کی فضیلت کو بیان کیا ہے کہ وہ اتنی عظیم الشان کتاب ہے کہ اس کے اُتارنے والے ہم ہیں اور جس پر وہ اُتاری گئی وہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے جو تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہے، اور اس کو اُتارنے کا مقصد بھی اتنا ارفع ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی مقصد نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ اس کو اُتارنے کا مقصد لوگوں کو کفر وشرک کے اندھیروں سے نکال کر ایمان ویقین کی روشنی کی طرف لانا ہے۔

(ج) کتابٌ مبتدا ہے یا خبر؟

کتاب خبر ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے ھٰذا اصل عبارت ہوگی: ھٰذا کتابٌ. اور اگر کوئی کہے کہ کتابٌ کو مبتدا بنا کر انزلناہ إلخ کو خبر بنا دیا جائے تو یہ درست نہیں؛ کیوں کہ کتابٌ نکرہ محضہ ہے جس کا مبتدا بننا درست نہیں۔

اللہ میں اعرابی احتمالات کتنے ہیں؟

اس میں دو طرح کے اعراب آسکتے ہیں:

(۱) خبر کے ساتھ، اس صورت میں یہ العزیز سے یا تو بدل ہوگا یا پھر عطفِ بیان ہوگا اور الذي له اللہ کی صفت ہوگی۔

(۲) رفع کے ساتھ، اس صورت میں اللہ خود مبتدا ہوگا اور الذي له الخ پورا جملہ اس کی خبر ہوگی۔

(د) الظلمات الکفر والنور الإیمان میں مناسبت کیا ہے؟

ان دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ کفر ظلمات تک پہنچنے کا ذریعہ ہے؛ کیوں کہ ظلمات سے مراد جہنم ہے اور کفر جہنم میں پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

العزیز الحمید، اسم فاعل کے معنیٰ میں ہے یا اسم مفعول کے؟

العزیز تو اسم فاعل کے معنیٰ میں ہے یعنی غالب اور الحمید اسم مفعول کے معنیٰ میں ہے یعنی قابلِ ستائش۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۳۹، جلالین: ص ۲۰۹ (امتحان داخلہ ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿رَبَّنَآ اِنِّيٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ﴾ أي بَعْضَهَا وَهُوَ إِسْمَاعِيْلُ مَعَ أُمِّهِ هَاجَرَ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ﴾ هُوَ مَكَّةُ ﴿عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ اَلَّذِيْ كَانَ قَبْلَ الطُّوْفَانِ ﴿رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً﴾ قُلُوْبًا ﴿مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ قَالَ أَفْئِدَةَ النَّاسِ لَحَنَّتْ إِلَيْهِ فَارِسُ وَالرُّوْمُ وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ ﴿وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ وَقَدْ فَعَلَ بِنَقْلِ الطَّائِفِ إِلَيْهِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ اور مفہوم فوائد تفسیریہ کی روشنی میں تحریر کریں۔ (ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کب مانگی تھی؟ (ج) رَبَّنَا منصوب کیوں ہے؟ لِيُقِيْمُوْا کس سے متعلق ہے۔

(جواب) ترجمہ: اے ہمارے پروردگار میں اپنی اولاد کو کہ وہ اسماعیل ہیں مع اس کی والدہ ہاجرہ کے بے آب وگیا وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس کہ وہ طوفان (نوح) سے پہلے گھر تھا بسا دیا ہے، اے ہمارے پروردگار یہ اس لیے کیا ہے، تاکہ وہ نماز قائم کریں تو کچھ لوگوں کے دلوں کو (اس گھر کی طرف) مائل ومشتاق کردیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام أفئدة الناس کہتے تو اس کی طرف فارس اور روم اور تمام لوگ مائل ہوجاتے، اور تو انھیں پھلوں (ہر قسم کی پیداوار) کی روزی عطا فرمایا کہ وہ تیرا شکر ادا کریں، اور خطہ طائف کو منتقل کر کے یہ دعاء قبول کرلی گئی۔

مفہوم اور تفسیری فوائد: رَبَّنَآ اِنِّيٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ الخ: قوله اَلَّذِيْ كَانَ قَبْلَ الطُّوْفَانِ یہ اضافہ اس سوال کا جواب ہے کہ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ فرمانا کیسے درست ہے جب کہ وہ (وادی غیر ذی زرع) میں کوئی بیت تھا ہی نہیں، جواب کا حاصل یہ ہے کہ بیت کہنا یا تو ما کان کے اعتبار سے ہے یا مَا يَكُوْنُ کے اعتبار سے، یعنی طوفان نوح سے پہلے وہاں بیت تھا اور آئندہ بھی موجود ہوگیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

قوله نَحْنُ، اَیْ تَشْتَاقُ وَتَمِیْلُ، قوله: أَفْئِدَةً النَّاسِ یعنی اگر بغیر من تبعیضیہ کے کہتے تو ہر انسان کی رغبت ہوتی۔

قوله: اسمعیل، اسحق: اسمٰعیل کا نام اسماعیل اس لیے ہوا کہ حضرت ابراہیم جب اللہ تعالیٰ سے اولاد کے لیے دعاء فرماتے، تو فرماتے تھے: اسمع یا ایل، اسمع امر، بمعنی سن اور ایل عبرانی میں اللہ کو کہتے ہیں، اب اسماعیل کا ترجمہ ہوا اے خدا تو سن اور جب اللہ نے حضرت ابراہیم کی دعاء سن لی اور فرزند عطا کر دیا تو اس کا نام اسمٰعیل رکھ دیا، اور اسحق کو عبرانی میں اضحاک کہتے ہیں، قوله! اجعل، اس میں اشارہ ہے کہ ومن ذریتی کا عطف اجعلنی کی ضمیر منصوب پر ہے۔

قوله: من یقیمها: یہ اشارہ ہے کہ اجعلنی کا مفعول ثانی محذوف ہے وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ الخ دعاء ابراہیمی کی تاثیر کس قدر عیاں ہے کہ مکہ جیسی بے آب وگیاہ سرزمین جہاں کوئی پھلدار درخت نہیں، دنیا بھر کے پھل اور میوے نہایت فراوانی کے ساتھ مہیا ہیں اور حج کے موقع پر بھی جب کہ لاکھوں افراد کا اضافہ اجتماع ہوتا ہے، پھلوں کی فراوانی میں کمی نہیں آتی، نہ صرف پھل بلکہ دنیا بھر کی مصنوعات مکہ میں بآسانی دستیاب ہوتی ہیں۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ: اس دعاء میں اپنے ساتھ اپنی اولاد کو بھی شریک فرمایا اور اپنے ساتھ اپنی اولاد کے لیے بھی نماز کی پابندی کی دعا کی، اور اپنی مغفرت اور اپنے والدین کے لیے بھی مغفرت کی دعاء فرمائی، حالاں کہ والد یعنی آذر کا کافر ہونا قرآن میں مذکور ہے ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت سے پہلے کی دعاء ہو، اور جب آذر کا عدو اللہ ہونا معلوم ہوگیا تو دعاء ترک کر دی۔

(ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کب مانگی تھی؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعاء انفاذ نار کے بعد مانگی تھی۔

(ج) رَبَّنَا منصوب کیوں ہے؟

رَبَّنَا منصوب اس لیے ہے کہ یہ ندا محذوف کی منادی ہے، اور منادی ہمیشہ اضافت کے ساتھ منصوب ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لِيُقِيْمُوْا کس سے متعلق ہے؟

لِيُقِيْمُوْا کا متعلق اَسْكَنْتُ فعل ہے۔

سوال نمبر ۱۴۰، جلالین: ص ۲۲۱ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ﴾ بَيَانٌ لِلْعِبْرَةِ ﴿مِمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ﴾ أَيِ الْأَنْعَامِ ﴿مِنْ﴾ لِلْإِبْتِدَاءِ مُتَعَلِّقَةٌ بِنُسْقِيْكُمْ ﴿بَيْنِ فَرْثٍ﴾ ثُفْلِ الْكَرِشِ ﴿وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا﴾ لَايَشُوْبُهٗ شَيْءٌ مِنَ الْفَرْثِ وَالدَّمِ مِنْ طَعْمٍ أَوْ لَوْنٍ أَوْ رِيْحٍ وَهُوَ بَيْنَهُمَا ﴿سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ۝۶۶﴾ سَهْلَ الْمُرُوْرِ فِيْ حَلْقِهِمْ لَايَغَصُّ بِهٖ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(ج) اس آیتِ کریمہ میں بُطُوْنِهٖ کی ضمیر کو مذکر ذکر کیا گیا ہے جب کہ سورۂ مؤمنون میں مؤنث ذکر کیا گیا ہے؛ حالاں کہ دونوں ضمیروں کا مرجع انعام ہے جو لفظ کے اعتبار سے مذکر ہے، آپ دونوں آیتوں کے درمیان تطبیق کی صورت نکالیں۔

(جواب) ترجمہ: اور واقعہ یہ ہے کہ چوپایوں میں (بھی) تمہارے لیے بڑی عبرت ہے چوپایوں کے پیٹ میں جو کچھ ہے ہم اسی گوبر یعنی معدہ کے فضلے اور خون کے درمیان سے صاف ستھرا اور خالص دودھ نکال کر تم کو پلاتے ہیں نُسْقِيْكُمْ ماقبل میں موجود لعبرۃ کا بیان ہے اور (من بین فرث) میں من ابتدائیہ ہے اور نسقیکم سے متعلق ہے لایشوبہ شیء إلخ یعنی ایسا خالص دودھ کہ اس میں نہ تو گوبر اور نہ خون کی آمیزش ہوتی ہے نہ رنگ میں نہ بو میں اور نہ مزہ میں جب کہ دودھ ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے اور ایسا دودھ جو پینے والوں کے لیے خوش گوار (خوش ذائقہ) ہے جو حلق میں بآسانی اُتر جاتا ہے حلق میں پھنستا نہیں ہے۔

(ب) مطلب: آیت وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ سے يَتَفَكَّرُوْنَ تک ربوبیت الٰہی کی نعمتوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی صنعت اور حکمت کی کرشمہ سازیوں پر بھی توجہ دلائی گئی ہے غرضیکہ ان آیات میں بحیثیت مجموعی ربوبیت رحمت اور حکمت سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

استدلال کیا گیا ہے کہا جاتا ہے کہ غذاؤں میں تین چیزیں سب سے زیادہ مفید اور لذیذ ہیں اوّل دودھ دوم پھلوں کا عرق یعنی جوس سوم شہد آخر دو کا تذکرہ تو آئندہ آیتوں میں ہے یہاں صرف دودھ کا ذکر ہے اور ہر شخص ان تینوں سے واقف ہے؛ لیکن یہ دودھ جو بچپن سے بڑھاپے تک تمہاری سب سے زیادہ دل پسند غذا ہوتی ہے یہ کس طرح اور کہاں سے پیدا ہوتا ہے تم نے کبھی غور کیا؟ اگر غور کرتے تو تمہاری فہم وعبرت کے لیے صرف یہی کافی تھا تو آج سن لو کہ یہ دودھ اس جسم میں بنتا ہے جس میں غلاظت بنتی ہے جو طرح طرح کے آلائشوں سے پُر ہے جس میں اگر بہنے والی چیز ہے تو وہ صرف خون ہے جسے تم کبھی ہونٹوں سے لگانا بھی گوارہ نہیں کرتے پھر دیکھو کہ دودھ اُترنے کی جگہ کہاں ہے؟ وہاں جس کے قریب بول وبراز کی جگہ ہے یعنی ایک ہی کارخانہ میں ایک ہی مادہ سے اور ایک ہی طرح کے حصۂ بدن سے ایک طرف تو غلاظت نکلتی اور بنتی ہے جسے تم دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تو دوسری طرف ایسا جوہر، غذاء لذیذ نکلتی اور بنتی ہے کہ جس کا ایک قطرہ بھی تم چھوڑنا گوارہ نہیں کرتے آخر کون ہے جس کی حکمت وقدرت نے یہ عجیب وغریب کارخانہ بنا دیا؟ کیا یہ ممکن ہے کہ قدرت کی یہ کارفرمائی، حکمت کی یہ صنعت طرازی، ربوبیت کی یہ چارہ سازی بغیر کسی قدیر وحکیم، رب العالمین، ہستی کے ظہور میں آ گئی ہو؟ نہیں بالکل نہیں۔

(ج) مسئلہ مذکورہ میں تطبیق:

سوال میں مذکور اعتراض کا جواب اِس طور پر دیا گیا ہے کہ لفظ انعام اگرچہ لفظ کے اعتبار سے مذکر ہے؛ لیکن معنیٰ کے اعتبار سے مؤنث ہے؛ کیوں کہ یہ جماعۃ الانعام کی تاویل میں بھی ہے، پس معنیٰ کی رعایت میں سورۂ مؤمنون میں اس کی ضمیر مؤنث لائی گئی ہے، اور یہاں پر لفظ کی رعایت میں ضمیر مذکر لائی گئی ہے۔

سوال نمبر ۱۴۱، جلالین: ص ۲۲۲ (امتحان داخلہ ۱۴۰۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ﴾ مُفَسِّرَةٌ اَوْ مَصْدَرِيَّةٌ ﴿اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا﴾ تَاوِيْ اِلَيْهَا ﴿وَ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

يَعْرِشُوْنَ﴿٦٨﴾ أَيِ النَّاسُ يَبْنُوْنَ لَكِ مِنَ الْأَمَاكِنِ وَإِلَّا لَمْ تَأْوِيْ إِلَيْهَا ﴿ثُمَّ كُلِيْ
مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ﴾ أُدْخُلِيْ ﴿سُبُلَ رَبِّكِ﴾ طُرُقَهُ فِيْ طَلَبِ الْمَرْعٰى ﴿ذُلُلًا
يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) وحی تو انبیاء پر نازل ہوتی ہے پھر یہاں نحل پر نازل ہونے کا کیا مطلب؟ (ج) ذُلُلًا حال ہے، آپ اس کے ذوالحال کو متعین کیجیے اور تمام احتمالات کو بیان کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں وحی کے ذریعہ یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں گھر بنائے یعنی چھتے بناؤ تا کہ اس میں پناہ لے سکے (أن) مفسرہ ہے یا مصدریہ اور درختوں پر بھی گھر بنائے اور ان ٹہنیوں میں بھی جن کو لوگ تیرے لیے ٹھکانے بناتے ہیں ورنہ تو تم اس میں پناہ نہیں لے سکتی تھی اور ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس اور اپنے رب کی آسان راہوں میں اپنی غذا کی جستجو کے لیے داخل ہو کر چلتی پھرتی رہ، اس کے پیٹ سے رنگ برنگ کا مشروب نکلتا ہے اس میں لوگوں کی بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔

(ب) وحی کی وضاحت: دراصل وحی سے مراد ایک تو وہی وحیٔ اصطلاحی ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، کسی اور پر وہ وحی نہیں آسکتی؛ البتہ یہاں پر جو وحی کا لفظ مذکور ہے اس سے مراد وحی کے لغوی معنیٰ ہیں کہ الہام وہدایت مراد ہے اور یہ غیر انبیاء پر بھی کی جا سکتی ہے۔

(ج) ذُلُلًا کے ذوالحال کی تفصیل:

اس کے ذوالحال میں دو احتمالات ہیں:

(۱) یا تو اس کا ذوالحال سبل ہے، پس مطلب ہوگا، کہ وہ راستے تمہارے لیے بالکل آسان کر دیے گئے ہیں، ان میں تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

(۲) یا پھر اس کا ذوالحال اسلکی کی ضمیر ہے، اب مطلب ہوگا کہ تو جس کام کے لیے پیدا کی گئی ہے اس کو تو بجا لاتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

سوال نمبر ۲۰ ۱۴۲، جلالین: ص ۲۲۵ (امتحان داخلہ ۱۴۰۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ﴾ أَفْسَدَتْ ﴿غَزْلَهَا﴾ مَا أَغْزَلَتْهُ ﴿مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ﴾ إِحْكَامٍ لَهُ وَبَرْمٍ ﴿أَنْكَاثًا﴾ حَالٌ جَمْعُ نِكْثٍ وَهِيَ إِمْرَأَةٌ حَمْقَاءُ كَانَتْ تَغْزِلُ طُوْلَ يَوْمِهَا ثُمَّ تَنْقُضُهُ ﴿تَتَّخِذُوْنَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُوْنَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبٰى مِنْ أُمَّةٍ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) پھر مطلب بیان کریں۔

(ج) یہ عورت کہاں کی تھی؟ غزل، برم، انکاث اور اربی کے لغوی معنی بیان کریں۔

(د) مفسر علام نے غزلها کے بعد مااغزلته کا اضافہ کیوں کیا ہے؟ اور (تَتَّخِذُوْنَ) ترکیب میں کیا واقع ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور تم اس عورت کی طرح مت ہو جاؤ کہ جس نے سوت کو مضبوط اور دہرا کرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے بعد ادھیڑ ڈالا (انکاثا) نکث کی جمع ہے اور حال واقع ہے۔ یہ واقعہ ایک پاگل عورت کا ہے، جو دن بھر سوت کاتا کرتی تھی اور پھر (شام کو) توڑ کر (خراب کر دیتی تھی) تم اپنی قسموں کو آپس میں فریب کا ذریعہ بناتے ہو تاکہ تم میں کی ایک جماعت دوسری جماعت سے بڑھ جائے۔

(ب) **مطلب:** مذکورہ آیت کے اندر عہد و پیان کی اہمیت کو بتلایا گیا ہے اور اس کو چھوٹی چھوٹی چیزوں کی وجہ سے توڑنے سے منع کیا گیا ہے کہ تم اس کو بالکل آسان مت سمجھو کہ جس طرح ایک عورت دن بھر سوت کاتتی تھی پھر شام کو اسے ادھیڑ کر خراب کر دیتی تھی، لہٰذا تم بھی اس کی طرح مت ہو جاؤ کہ معاہدہ کیا اور پھر اس کو توڑ دیا۔

اسی طرح تم قسموں کو آپس میں حیلہ سازی اور دغابازی کا ذریعہ مت بناؤ جس طرح کے زمانۂ جاہلیت میں ہوتا تھا کہ ایک جماعت کو طاقتور دیکھ کر اس سے معاہدہ کر لیا اور جب دوسری جماعت زیادہ طاقتور ہو گئی تو پہلی جماعت سے معاہدہ توڑ کر دوسری جماعت سے کر لیا، پس تم ان سب چیزوں سے بچو اور معاہدہ کی اچھی طرح پاسداری کرو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) یہ عورت کہاں کی تھی؟ اس عورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مکہ ہی کی رہنے والی تھی اور پورے دن سوت کات کر شام کو اُسے اُدھیڑ دیتی تھی۔

اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ کوئی عورت نہیں تھی؛ بلکہ اللہ نے محض مثال کی خاطر اسے فرض کیا۔

غزل، برم، انکاث اور اربی کے لغوی معنی:

غزل: یہ باب (ض) سے ہے بمعنی سوت کاتنا۔

برم: یہ (ن) سے ہے بمعنی مضبوط کرنا۔

انکاث: یہ نِکْثٌ کی جمع ہے بمعنی ٹکڑا ٹکڑا کیا ہوا، اُدھیڑا ہوا۔

اَرْبیٰ: یہ (ن) سے اسم تفضیل ہے، بمعنی زیادتی۔

(د) ما غزلته کا اضافہ کیوں کیا ہے؟

اس عبارت کے ذریعہ ایک سوال کا جواب مقصود ہے۔

سوال: غزلها مصدر ہے اور اس کی طرف نقض کی نسبت کی جارہی ہے اور یہ درست نہیں ہے۔

جواب: ما غزلته نکال کر مفسر نے اس کا جواب دیا ہے کہ غزلها مصدر یہاں پر مفعول کے معنی میں ہے یعنی ما غزلته جس کو اس نے کاتا، پس اب نسبت کرنا صحیح ہوگا۔

(تَتَّخِذُوْنَ) ترکیب میں کیا واقع ہے؟

یہ تَکُوْنُوْا کی ضمیر سے حال ہے۔

سوال نمبر ۱۴۳، جلالین: ص ۲۳۷ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ﴾ أَيْ مِنْ وَقْتِ زَوَالِهَا ﴿إِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ﴾ إِقْبَالِ ظُلْمَتِهِ أَيِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ﴿وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ﴾ صَلَاةَ الصُّبْحِ ﴿إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ تَشْهَدُهٗ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ﴾ فَصَلِّ ﴿بِهٖ﴾ بِالْقُرْاٰنِ ﴿نَافِلَةً

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

لَكَ﴾ فَرِيضَةً زَائِدَةً لَكَ دُوْنَ أُمَّتِكَ أَوْ فَضِيْلَةً عَلَي الصَّلَوَاتِ الْمَفْرُوْضَةِ ﴿عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ﴾ يُقِيْمَكَ ﴿رَبُّكَ﴾ فِي الْآخِرَةِ ﴿مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ يَحْمِدُكَ فِيْهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ وَهُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ فِي فَصْلِ الْقَضَاءِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔

(ج) مقامِ محمود سے کیا مراد ہے؟

(جواب) ترجمہ: سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی چھا جانے تک یعنی رات کی تاریکی کے آنے تک نماز قائم کرو یعنی ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء کی نماز اور فجر کا قرآن یعنی نماز فجر قائم کرو یقیناً فجر کی نماز (کا وقت) حاضری کا وقت ہے جس میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور رات کے کسی قدر حصے میں نماز تہجد قرآن کے ساتھ پڑھا کریں یہ آپ ہی کے لیے اضافی فریضہ ہے آپ کی امت کے لیے نہیں یا زائدہ ہے فرض نمازوں پر (یعنی نفل ہے) امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو آخرت میں مقام محمود پر فائز کرے گا کہ جہاں اولین و آخرین آپ کی ستائش کریں گے اور وہ مقام شفاعت ہے مقدمات کے فیصلہ کرنے میں۔

(ب) تفسیری فوائد کی وضاحت:

مِنْ وَقْتِ زَوَالِهَا اس میں اشارہ ہے کہ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ میں لام (من) کے معنی میں ہے اس لیے کہ وقت کے لیے نماز پڑھنے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

اِقْبَالُ ظُلْمَتِهٖ: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ (غَسَقَ اللَّيْل) سے غروب آفتاب مراد ہے جس میں نماز مغرب اور عشاء داخل ہے۔

صَلٰوةُ الصُّبْحِ: صلوۃ فجر کو قُرْآنَ الْفَجْرِ کہا گیا اس لیے کہ قرآن (یعنی قراءت) صلوۃ کا رکن ہے جس طرح سجدہ بول کر صلوۃ مراد ہوتی ہے رکن ہونے کی وجہ سے اسی طرح قرآن یعنی قراءت بول کر صلوۃ مراد لیا ہے۔

تَشْهَدُهُ مَلَائِكَةُ الخ: اس سے اشارہ ہے مشہود کی وجہ کی طرف کہ مشہود اس لیے کہا گیا کیوں کہ اس میں دن رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

فَصَل: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تہجد کے یہاں معنی نماز پڑھنے کے ہیں نہ کہ اور کوئی معنی، اس کا لغوی معنی ہے نماز کے لیے نیند کو ترک کرنا۔

بِالْقُرْآن: اس طرف اشارہ کیا کہ ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔

فَرِيْضَةً لَكَ دُوْنَ اُمَّتِكَ الخ: یعنی یا تو آپ پر تہجد کی نماز دیگر فرض نمازوں کی طرح فرض تھی اور آگے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ دیگر نمازوں کی طرح فرض تو نہیں تھی لیکن اس سے زائد نفل تھی جو ضروری تھی۔

(ج) مقامِ محمود سے کیا مراد ہے؟ مقامِ محمود سے مراد وہ مقام ہے جو آپ ﷺ کو فیصلہ کے وقت عطاء کیا جائے گا کہ سارے انبیاء جب شفاعت سے منع کردیں گے تو آپ ﷺ ہی کی ذاتِ اقدس شفاعت کرے گی۔

سوال نمبر ۱۴۴، جلالین: ص ۲۴۱ (امتحان داخلہ ۱۴۰۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اَلْحَمْدُ﴾ هُوَ الْوَصْفُ بِالْجَمِيْلِ ثَابِتٌ ﴿لِلّٰهِ﴾ تَعَالٰى وَهَلِ الْمُرَادُ الْإِعْلَامُ بِذٰلِكَ لِلْإِيْمَانِ بِهٖ أَوِ الثَّنَاءُ بِهٖ أَوْهُمَا اِحْتِمَالَاتٌ أَفْيَدُهَا اَلثَّالِثُ ﴿الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ﴾ مُحَمَّدٍ ﴿الْكِتٰبَ﴾ الْقُرْاٰنَ ﴿وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ﴾ أَيْ فِيْهِ ﴿عِوَجًا﴾ اِخْتِلَافًا وَتَنَاقُضًا وَالْجُمْلَةُ حَالٌ مِنَ الْكِتَابِ ﴿قَيِّمًا﴾ حَالٌ ثَانِيَةٌ مُؤَكِّدَةٌ ﴿لِيُنْذِرَ﴾ يُخَوِّفَ بِالْكِتَابِ الْكَافِرِيْنَ ﴿بَأْسًا﴾ عَذَابًا ﴿شَدِيْدًا﴾ مِنْ لَّدُنْهُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب بیان کریں۔

(ج) تفسیری فوائد لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: ہر قسم کی تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں، حمد صفات کمالیہ بیان کرنے کو کہتے ہیں آیا جملہ خبریہ کے استعمال سے ثبوت حمد پر ایمان کی خبر دینا مقصود ہے یا (انشاء) ثناء مقصود ہے یا دونوں مقصود ہیں یہ کل تین احتمالات ہیں ان میں تیسرا زیادہ مفید ہے، جس نے اپنے بندے محمد ﷺ پر کتاب قرآن نازل فرمائی اور اس میں کسی قسم کی کجی یعنی لفظی اختلاف اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معنوی تناقض نہیں رکھا اور جملہ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ کتابٌ سے حال ہے، اور حال یہ ہے کہ وہ بالکل سیدھی مستقیم ہے قیما کتاب سے حال ثانیہ ہے اور جملہ حال کی تاکید ہے تا کہ ڈرائے (اللہ) کتاب کے ذریعہ کافروں کو اپنے سخت عذاب سے جو کہ اس کی طرف سے ہے۔

(ب) مطلب: شروع سورت میں خدا نے اپنی تعریف کی ہے پھر قرآن کریم کی اہمیت کو بتلا کر محمد ﷺ پر ایمان لانے کو کہا گیا ہے کہ تمام تر تعریفیں خدا ہی کے لیے ہیں، جس نے اپنی مہتم بالشان کتاب کو نبی کریم ﷺ پر اُتارا جو خود تمام مخلوقات جن وانس اور فرشتوں میں سب سے افضل ہیں اور وہ کتاب جو آپ پر اُتاری گئی اس میں کسی طرح کوئی کجی اور کمی نہیں ہے، نہ ہی کوئی لفظی اختلاف ہے اور نہ ہی کوئی معنوی تناقض، وہ بالکل سیدھی اور مستقیم ہے، قیما کے بارے میں بعض حضرات نے کہا کہ یہ پہلے مضمون ہی کی تاکید کے لیے ہے؛ لیکن فراء اسکے الگ معنیٰ بیان کرتے ہیں؛ چناں چہ فرماتے فیما علی سائر الکتب السماویة. یعنی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق پر مہر لگانے والی کتاب۔

اور بعض حضرات نے فرمایا فیما بمصالح العباد یعنی بندوں کی تمام مصلحتوں کو پورا کرنے والی اور ان معاش ومعاد کو صحیح راہ کی طرف لے جانے والی۔

(ج) تفسیری فوائد:

هو الوصف بالجمیل: یہ حمد کی تعریف ہے کہ وہ زبان سے کسی کی اچھائی کو بیان کرنا ہے۔

ثابت: فعل کے بجائے اسم فاعل کو مقدر ماننے کی وجہ یہ بتلانا ہے کہ اللہ کی حمد ابدی اور ازلی ہے، کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے، اگر فعل کو استعمال کرتے تو چوں کہ فعل حدوث کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے ہمیشگی کا معنیٰ اس میں پیدا نہیں ہو پاتا۔

او هل المراد الاعلام: جملہ خبریہ سے جو حمد کی خبر دی گئی ہے اس سے تین باتیں مراد لی جاسکتی ہیں:

(ا) اس بات کی خبر دینا کہ اللہ کی حمد ازلی ہے، اس صورت میں لفظاً اور معناً دونوں اعتبار سے خبریہ ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) دوسرا انشاءِ حمد بھی ہوسکتا ہے، اس صورت میں لفظاً تو خبریہ ہوگا؛ مگر معناً انشائیہ ہوگا۔
(۳) یا پھر دونوں مقصود ہوں، اس کو مفسر نے او ھما سے بتلایا ہے یعنی اخبارِ حمد اور انشاءِ حمد، اس صورت میں خبریہ اور انشائیہ دونوں ہوگا، بس فرق اتنا ہے کہ خبر میں حقیقتاً ہوگا اور انشاء میں مجازاً، اور مقصود ہوگا حمد کے ثبوت پر ایمان کی خبر دینا، اور انشاءِ حمد کرنا۔

محمد: عبده کی ضمیر کا مرجع متعین کرنا مقصود ہے کہ اس کا مرجع آپ ﷺ کی ذاتِ مقدس ہے۔

فيه: یعنی له. فيه کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔

اختلافًا و تناقضا: تناقضا میں مضاف محذوف ہے، أي ذا تناقض. پھر یہ اختلافًا کی صفت ہے، پس عبارت ہوگی: اختلافًا ذا تناقض، مقصد یہ بتلانا ہے کہ قرآن میں نہ تو کہیں لفظاً کجی ہے اور نہ ہی کہیں معناً۔

مستقيمًا: قیماً کے دو معنیٰ کیے گئے ہیں: (۱) درست (۲) درست کرنے والا، مطلب ہوگا ایسی کتاب جو بندوں کی دنیوی اور اُخروی تمام تر معاملات کو درست کرنے والی ہو۔

حال ثانية مؤكدة: قيما یا تو الکتاب کی حال ثانیہ ہے، اگر الکتاب سے حال ثانیہ مراد لیں گے، تو اس صورت میں یہ حال مترادفہ کہلائے گا۔
یا پھر قیما (له) کی ضمیر سے حال ہے، اس صورت میں حال، حال متداخلہ کہلائے گا، پھر چوں کہ دوسرا حال پہلے حال کی تاکید کررہا ہے؛ اس لیے یہ حال مؤکدہ بھی کہلائے گا۔
عذابًا: یہ بأس کے معنیٰ کی تعیین ہے۔

سوال نمبر ۱۴۵، جلالین: ص ۲۴۱ (امتحان سالانہ ۱۴۰۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۝﴾ خَبَرُ كَانَ وَمَا قَبْلَهُ حَالٌ أَيْ كَانُوْا عَجَبًا دُوْنَ بَاقِي الْآيَاتِ أَوْ أَعْجَبَهَا لَيْسَ الْأَمْرُ كَذٰلِكَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) خَبَرُ کَانَ سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں اور لَيْسَ الْاَمْرُ الخ سے کس طرف اشارہ ہے۔ (د) اصحاب کہف اصحاف رقیم ہیں یا دیگر لوگ واضح طور پر لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے ہماری آیات (قدرت) میں کچھ زیادہ عجیب تھے عجبا کان کی خبر ہے اور اس کا ماقبل (یعنی من آیاتنا) کانوا کی ضمیر سے حال ہے یعنی وہ آیات قدرت میں عجیب تھے نہ کہ باقی آیات، یا عجائبات میں زیادہ عجیب تھے، حقیقت حال ایسی نہیں ہے۔

(ب) تفسیر: مذکورہ آیت میں اصحاب کہف کے واقعہ کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، تاکہ اجمال کے بعد تفصیل جاننے کا شوق پیدا ہو، چناں چہ فرمایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے ہماری قدرت کی نشانیوں میں کچھ زیادہ عجیب چیز ہے یا ہمارے اور عجائبات قدرت میں سب سے عجیب چیز ہے۔ یعنی عجائبات قدرت اور خدا کی حیرت انگیز نشانیاں تو ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں یہ بے ستون والا آسمان اور یہ عظیم کرہ ارض یہ فلک بوس پہاڑ یہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کیا کچھ کم عجائبات قدرت ہیں جو تم غار اور رقیم والوں کی داستان پوچھتے ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک اس واقعہ سے زیادہ حیرت زدہ اور کوئی نشانیاں نہیں ہیں حالاں کہ یہ واقعہ تو واقعات قدرت میں سے ایک معمولی واقعہ ہے۔

(ج) خَبَرُ كَانَ سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟

خَبَرُ كَانَ سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عجبا جو کہ کان کی خبر ہے وہ موصوف محذوف یعنی آیۃ کی صفت ہو کر کان کی خبر ہے اَیْ كَانُوْا آيَةً عَجَبًا.

لَيْسَ الْاَمْرُ الخ سے کس طرف اشارہ ہے؟

اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہود جو اصحاب کہف کے واقعہ کو بہت زیادہ قابل تعجب سمجھتے ہیں یہ واقعہ اتنا قابل تعجب نہیں بلکہ اس سے زیادہ تعجب کی چیز نشانیاں الٰہیہ میں موجود ہے اَمْ حسبت میں ام انکار کے لیے ہے یعنی تم تعجب مت کرو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) اصحابِ کہف اصحاف رقیم ہیں یا دیگر لوگ؟

اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں حضرت ابن عباس سے رقیم کی تفسیر میں جو معنی منقول ہیں اس سے یہی پتہ چلتا ہے غار میں رہنے کی وجہ سے اصحاب کہف کہلاتے ہیں اور چوں کہ ان کے نام وصفت وغیرہ کی تختی لکھ کر رکھ دی گئی تھی اس لیے اصحاب رقیم کہلاتے ہیں، اور بعض لوگوں نے اصحاب کہف اور اصحاف رقیم دونوں کو الگ الگ قرار دیا ہے اور اصحاب رقیم ان تین حضرات کو کہا گیا ہے جن کا واقعہ مشہور ہے اور امام بخاری نے بھی بیان کیا ہے۔

سوال نمبر ۱۴۶، جلالین: ص ۲۴۲ (امتحان سالانہ ۱۴۰۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖٓ﴾ أَيْ غَيْرِهٖ ﴿اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا﴾ أَيْ قَوْلاً ذَا شَطَطٍ ﴿هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ﴾ عَلٰى عِبَادَتِهِمْ ﴿بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ﴾ بِحُجَّةٍ ظَاهِرَةٍ ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ﴾ أَيْ لَا أَحَدٌ أَظْلَمُ ﴿مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ بِنِسْبَةِ الشَّرِيْكِ إِلَيْهِ تَعَالٰى:

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) فَقَالُوْا رَبُّنَا اصحاب کہف نے اس قول کو کس موقع پر کہا تھا؟ (ج) شَطَطًا کا لغوی معنی بتانے کے بعد بتائیں کہ قَوْلًا ذَا شَطَطٍ سے مفسر نے کیا بتایا ہے؟ (د) فمن اظلم کا معنی لا احد اظلم کس طرح ہو گیا؟

(جواب) ترجمہ: انہوں نے کہہ دیا کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار ہے ہم اس کو چھوڑ کر کسی غیر کی ہرگز بندگی نہیں کریں گے اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کی یعنی حد سے گذری ہوئی حرکت کی یہ ہماری قوم ہے جو معبود حقیقی کو چھوڑ کر دوسرے معبود ٹھہراتے ہیں وہ ان پر یعنی ان کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے یعنی کوئی کھلی اور واضح دلیل، اس سے بڑا ظالم کون ہوگا یعنی اس سے بڑا کوئی نہیں جو اللہ پر بہتان باندھے اس کی طرف شریک کی نسبت کرکے، وہ اس سے بلند و برتر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) فقالوا ربنا اصحاب کہف نے اس قول کو کس موقع پر کہا تھا؟

یہ اصحابِ کہف نے اس وقت کہا تھا جب دقیانوس بادشاہ نے ان کو اپنے دربار میں بلا کر بتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

(ج) شَطَطًا کا لغوی معنیٰ:

یہ دوباب سے آتا ہے (ن، ض) سے، اس کے معنیٰ حق سے دور ہونا، حد سے تجاوز کرنا۔

قولًا ذا شَطَطٍ سے مفسر نے کیا بتایا ہے؟

اس کو نکال کر مفسر نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ شططا یہ اصل میں ذا مصاف کا مضاف الیہ ہے، ذا مضاف محذوف ہے، اور شططا مصدریت کی بناء پر منصوب ہے۔ پھر یہ قولا موصوف محذوف کی صفت ہے۔

(د) فمن اظلم کا معنیٰ لا احد اظلم کس طرح ہو گیا؟

لا احد اظلم سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہاں پر فمن استفہام برائے نفی ہے یعنی اس سے بڑا کوئی ظالم نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۴۷، جلالین: ص ۲۴۲ (امتحان ششماہی ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَتَحْسَبُهُمْ﴾ لَوْ رَأَيْتَهُمْ ﴿أَيْقَاظًا﴾ لِأَنَّ أَعْيُنَهُمْ مَفْتُوحَةٌ ﴿وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ﴾ وَكَانُوْا إِذَا انْقَلَبُوْا انْقَلَبَ وَهُوَ مِثْلُهُمْ فِي النَّوْمِ وَالْيَقْظَةِ ﴿لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ﴾ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ ﴿مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آیت کی تشریح کریں۔

(ج) ایقاظ، رقود اور وصید کی لغوی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور اگر آپ ان کو دیکھیں تو بیدار محسوس کریں؛ اس لیے کہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، حالاں کہ وہ سور ہے ہیں اور ہم ان کو دائیں بائیں کروٹ بدلتے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رہتے ہیں، اور ان کا کتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے، اور جب اصحاب کہف کروٹ لیتے ہیں تو وہ بھی کروٹ لیتا ہے، یعنی نیند اور بیداری میں وہ کتا بھی انہیں کی طرح ہے اور اگر آپ ان کو جھانک کر دیکھیں تو وہاں سے اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوں اور آپ کے اوپر دہشت غالب ہو جائے۔

(ب) آیت کی تشریح: اصحابِ کہف کے بارے میں بتلایا جا رہا ہے کہ ان کو نیند کی حالت میں آپ یا کوئی بھی دیکھتا تو ان کو بیدار محسوس کرتا؛ کیوں کہ سوئے ہوئے ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، اسی طرح ہر چھ ماہ میں وہ کروٹ لیتے تھے، اسی طرح ان کا کتا جو غار کے دہلیز پہ تھا وہ بھی ان کے ساتھ کروٹ لیتا تھا، نیز آگے بتایا جا رہا ہے کہ ان میں اس قدر رعب تھا کہ اگر ان کو اس حالت میں دیکھ لیتے تو اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور آپ پر دہشت طاری ہو جاتی اور ان سب کو ان کی حفاظت کے لیے جمع کیا گیا تھا۔

(ج) ایقاظ، رقود اور وصید کی لغوی تحقیق:

ایقاظ: یہ جمع ہے، اس کا واحد یَقِظٌ ہے، سمع سے آتا ہے بمعنیٰ جاگنا۔

رقود: اس کا واحد رَقْدٌ آتا ہے، یہ نصر سے رَقْدٌ رُقَادٌ بمعنیٰ سونا۔

الوصید: یہ واحد ہے، اس کی جمع وُصُدٌ ہے بمعنیٰ چوکھٹ، دہلیز۔

سوال نمبر ۱۴۸، جلالین: ص ۲۴۳ (امتحان داخلہ ۱۴۳۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ﴾ أَيْ بَعْضُهُمْ ﴿خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ﴾ وَالْقَوْلَانِ نَصَارىٰ نَجْرَانَ ﴿رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ﴾ أَيِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ﴾ اَلْجُمْلَةُ مِنْ مُبْتَدَإٍ وَخَبَرٍ صِفَةُ سَبْعَةٍ بِزِيَادَةِ الْوَاوِ وَقِيْلَ تَاكِيْدٌ أَوْ دَلَالَةٌ عَلٰى لُصُوْقِ الصِّفَةِ بِالْمَوْصُوْفِ، وَوَصْفُ الْأَوَّلَيْنِ بِالرَّجْمِ دُوْنَ الثَّالِثِ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ مَرْضِيٌّ وَصَحِيْحٌ

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) سَيَقُوْلُوْنَ کی ضمیر کا مرجع متعین کرتے ہوئے تشریح کریں۔ (ج) الجملة من مبتدإ إلخ کی وضاحت کریں،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نیز بتلائیں کہ اصحاب کہف کس دین پر تھے؟

(جواب) ترجمہ: عنقریب لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض کہیں گے کہ وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا اور یہ دونوں قول نجران کے نصاریٰ کے ہیں اور یہ لوگ بلا تحقیق اٹکل سے ہانک رہے ہیں، اور مومنین کہیں گے سات تھے آٹھواں ان کا کتا تھا جملہ مبتداء اور خبر سے مل کر واؤ کی زیادتی کے ساتھ سَبْعَةٌ کی (بلا لحاظ تاکید) صفت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ واؤ زائدہ ہے تاکیدی معنیٰ کے ساتھ، صفت کے موصوف کے ساتھ لاحق ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور اوّل دونوں قولوں کا رجم بالغیب کے ساتھ متصف ہونا نہ کہ تیسرے کا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تیسرا قول ہی پسندیدہ اور صحیح ہے۔

(ب) سَيَقُوْلُوْنَ کی ضمیر کا مرجع اور تشریح:

آپ ﷺ کے زمانے سے بہت پہلے اصحابِ کہف کا واقعہ پیش آیا اور تین چیزوں سے متعلق سوال میں سے یہ ایک ہے اور باقی دو ذوالقرنین اور روح کے متعلق سوال تھا؛ چناں چہ قرآنِ کریم میں تینوں سوال اور اس کے جوابات اجمالاً و تفصیلاً مذکور ہیں، اصحابِ کہف کی تعداد میں اختلاف کرنے والوں میں دو احتمال ہیں:

(ا): یہ کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا اختلاف اصحابِ کہف کے زمانے میں ان کے نام ونسب کے بارے میں ہوا تھا۔

(۲) اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ سَيَقُوْلُوْنَ کی ضمیر نصاریٰ نجران کی طرف راجع ہے، جنہوں نے آپ ﷺ سے اصحابِ کہف کے بارے میں مناظرہ کیا تھا، ان کی تین جماعتیں تھیں، ایک ملکانیہ: ان کا قول تین کا تھا، ایک یعقوبیہ: ان کا قول پانچ کا تھا اور ایک نسطوریہ: ان کا قول سات تھا۔

لیکن مفسر اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ اوّل کے دونوں قول نصاریٰ نجران کے ہیں اور آخری قول مسلمانوں کا ہے اور رَجْمًا بِالْغَيْبِ کے اشارے سے تیسرا قول کا پسندیدہ اور صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) الجملة من مبتدإ إلخ کی وضاحت:

ثَامِنُهُمْ کَلْبُهُمْ: یہ دونوں مبتدا اور خبر ہیں، پھر پورا جملہ واؤ کی زیادتی کے ساتھ سبعة کی صفت ہے، لہٰذا اب وہ تاکید نہیں ہوگا اور بعض حضرات نے واؤ کو زائد مانا ہے، اس صورت میں یہ جملہ تاکید ہوگا اور تاکید او ردلالۃ میں او بمعنیٰ مع ہے یعنی تاکیدی معنیٰ کے ساتھ یہ جملہ صفت کے موصوف کے ساتھ لاحق ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اصحابِ کہف کس دین پر تھے؟ بعض حضرات نے کہا کہ یہ اصل دین مسیح کے پیروکار اور ماننے والے تھے اور بت پرستی کے خلاف تھے؛ لیکن بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا واقعہ ہے۔

سوال نمبر ۱۴۹، جلالین: ص ۲۴۵ (امتحان سالانہ ۱۴۰۳ھ)

(الف) عبارت با عراب: ﴿قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَ هُوَ يُحَاوِرُهُ﴾ يُجَاوِبُهُ ﴿أَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ﴾ لِأَنَّ آدَمَ خُلِقَ مِنْهُ ﴿ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ مَنِيٍّ ﴿ثُمَّ سَوّٰىكَ﴾ عَدَلَكَ وَصَيَّرَكَ ﴿رَجُلًا﴾ ﴿لٰكِنَّا﴾ أَصْلُهُ لٰكِنْ أَنَا ﴿هُوَ﴾ ضَمِيْرُ الشَّانِ يُفَسِّرُهُ الْجُمْلَةُ بَعْدَهُ وَالْمَعْنٰى أَنَا أَقُوْلُ ﴿اللّٰهُ رَبِّيْ وَ لَآ أُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ أَحَدًا﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آیت میں مذکور واقعہ کی تشریح کریں۔ (ج) هُوَ يُحَاوِرُهُ ترکیب میں کیا واقع ہے؟ اور لٰكِنَّا کی تعلیل لکھیں، نیز بتائیں کہ ان دونوں کا واقعہ بطور تمثیل ہے یا حقیقی اور واقعی؟

(جواب) ترجمہ: اس کے (مومن) ساتھی نے اس کی (ان کفریہ) باتوں کے جواب میں کہا کہ کیا تو اس ذات کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا اس لیے کہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے پھر تجھ کو نطفہ منی سے پیدا کیا اور پھر تجھ کو صحیح سالم یعنی (تجھ کو معتدل الاعضاء) مرد بنایا، لکنّا اس کی اصل لکن انا تھی، ھو ضمیر شان ہے اس کے بعد کا جملہ اس کی تفسیر کر رہا ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ میں کہتا ہوں (یعنی عقیدہ رکھتا ہوں) کہ میرا رب تو اللہ ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) آیت میں مذکور واقعہ کی تشریح: دو بھائی تھے، ان میں سے ایک مؤمن اور دوسرا کافر تھا، ان دونوں کے پاس آٹھ ہزار دینار مشترکہ تھے، بعض حضرات نے کہا کہ ان کے والد کے ترکہ میں سے آٹھ ہزار دینار ان کے حصے میں آئے تھے، پھر دونوں نے چار چار ہزار دینار آپس میں تقسیم کر لیے، پھر کافر بھائی نے ایک ہزار دینار کی زمین خریدی، جب مؤمن بھائی کو اس کا علم ہوا تو اس نے کہا یا اللہ! میرے بھائی نے ایک ہزار دینار کی زمین خریدی میں تجھ سے ایک ہزار دینار کے بدلے جنت میں زمین خریدتا ہوں یہ کہہ کر اس نے ایک ہزار دینار راہِ خدا میں صرف کر دیے، پھر اس کے کافر بھائی نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے شادی کی تو اس نے کہا یا اللہ! میرے بھائی نے ایک ہزار دینار صرف کر کے ایک عورت سے شادی کی، میں تجھ سے ایک ہزار دینار کے بدلے جنت کی حوریں خریدتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے ایک ہزار دینار پھر راہِ خدا میں صرف کر دیے، پھر اس کے کافر بھائی نے ایک ہزار دینار کے بدلے کچھ غلام اور گھریلو سامان خریدا، تو اس نے کہا یا اللہ! میں بھی ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں خدام اور سامان راحت خریدتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے ایک ہزار دینار پھر صدقہ کر دیے، کچھ دنوں کے بعد اس کے پاس کچھ باقی نہ رہا تو وہ اپنے بھائی کے پاس یہ سوچ کر گیا کہ وہ میری کچھ مدد کر دے گا، اس کے کافر بھائی نے اسے پہچان لیا اور کہا تیرا کیا حال ہے؟ مؤمن نے کہا مجھے حاجت شدیدہ پیش آئی ہے، مدد کے لیے تیرے پاس آیا ہوں، تو کافر بھائی نے اس سے اس کے مال کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے پوری صورتِ حال بیان کی، اس پر کافر بھائی نے کہا میں تجھے کچھ نہ دوں گا تو تو بڑا سخی ہے، پھر کافر بھائی نے مؤمن بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے باغ میں گھمایا تو ان کے بارے میں آیت نازل ہوئی: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا إلخ

(ج) هُوَ يُحَاوِرُهٗ ترکیب میں کیا واقع ہے؟

هُوَ مبتدا، يُحَاوِرُهٗ خبر، پھر پورا جملہ حال ہے۔

لٰكِنَّا کی تعلیل:

لٰكِنَّا اصل میں لٰكِنْ أَنَا تھا، ہمزہ کی حرکت نون کو دے دی اور ہمزہ کو حذف کر دیا، پھر نون کا نون میں ادغام کر دیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

ان دونوں کا واقعہ بطور تمثیل ہے یا حقیقی اور واقعی؟

اس سلسلے میں دونوں طرح کے اقوال ہیں، بعض حضرات تو اس کو بطور تمثیل مانتے ہیں اور بعض حضرات اس کے حقیقی ہونے کے قائل ہیں۔

سوال نمبر ۱۵۰، جلالین: ص ۲۴۷ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ﴾ لِمَحْذُوْفٍ أَيْ مَثَلًا مِنْ جِنْسِ كُلِّ مَثَلٍ لِيَتَّعِظُوْا ﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ خُصُوْمَةً فِي الْبَاطِلِ وَهُوَ تَمْيِيْزٌ مَنْقُوْلٌ مِنْ اِسْمِ كَانَ، الْمَعْنٰى كَانَ جَدْلُ الْإِنْسَانِ أَكْثَرَ شَيْءٍ فِيْهِ ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ وَهِيَ الْاِهْلَاكُ الْمُقَدَّرُ عَلَيْهِمْ ﴿اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا﴾ مُقَابَلَةً وَعِيَانًا وَهُوَ الْقَتْلُ يَوْمَ بَدْرٍ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِضَمَّتَيْنِ جَمْعُ قَبِيْلٍ أَيْ أَنْوَاعًا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) وضاحت کے ساتھ مطلب لکھیں۔ (ج) الانسان، الناس اور الھدی کا مصداق متعین کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین مختلف انداز سے بیان کیے ہیں من کل مثل موصوف محذوف مثلاً کی صفت ہے یعنی ہر قسم کی مثالیں تاکہ نصیحت حاصل کریں، اور انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے یعنی خصومت میں باطل طریقہ اختیار کرتا ہے جَدَلًا کَانَ کے اسم سے منقول ہو کر تمیز ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وَکَانَ جدل الإنسان أکثر شيء فيه. اور لوگوں کو ایمان لانے اور اپنے پروردگار سے معافی طلب کرنے سے ان کے پاس ہدایت پہنچنے کے بعد صرف اس انتظار نے روکا کہ ان کو بھی پہلی امتوں جیسا معاملہ پیش آجائے! یہ کہ عذاب ان کے روبرو آ کھڑا ہو اور وہ ہلاکت ہے جو ان کے حق میں مقدر ہو چکی ہے قُبُلًا بمعنی روبرو نظروں کے سامنے اور وہ عذاب یوم بدر میں قتل کی شکل میں پیش آیا اور ایک قرأت میں قُبُلًا قاف اور باء کے ضمہ کے ساتھ ہے جو کہ قبیل کی جمع ہے، انواع کے معنی میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) وضاحت کے ساتھ مطلب: اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں گمراہ لوگوں کے لیے کیسے کیسے قیمتی مضامین بیان فرمائے، مختلف قسم کی مثالوں اور عبرت آموز واقعات کے مضامین ذہن نشین کرانے کی کوشش کی؛ مگر جن لوگوں کی مت ماری گئی ہو ان کا کیا علاج ہے، غالباً اب صرف انہیں عذابِ الٰہی ہی کا انتظار ہے، جیسا کہ عذابِ الٰہی نے پہلی قوموں کو تباہ و برباد کر ڈالا، مذکورہ آیت میں تین باتوں کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے: (۱) انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے (۲) کفار کی حق سے بیزاری اور دین دشمنی کی وجہ سے ان سے حق بات سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لی گئی ہے، لہٰذا اب ان کے ایمان لانے کی اُمید نہ رکھی جائے (۳) اللہ تعالیٰ انسانوں کی حرکتوں پر فوراً گرفت نہیں کرتے؛ بلکہ ڈھیل پر ڈھیل دیتے ہیں، تاکہ انسان راہِ راست پر آجائے۔

(ج) الانسان، الناس اور الھدیٰ کا مصداق:

اَلْاِنْسَانُ سے کافر انسان مراد ہے اور الناس کا مصداق کفارِ مکہ ہیں، اور الھدیٰ سے مراد قرآنِ کریم ہے۔

سوال نمبر ۱۵۱، جلالین: ص ۲۴۷ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾ سُجُوْدِ اِنْحِنَاءٍ لَا وَضْعَ جَبْهَةٍ تَحِيَّةً لَهُ ﴿فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ﴾ قِيْلَ هُمْ نَوْعٌ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فَالْاِسْتِثْنَاءُ مُتَّصِلٌ وَقِيْلَ هُوَ مُنْقَطِعٌ وَاِبْلِيْسُ اَبُو الْجِنِّ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ذُكِرَتْ مَعَهُ بَعْدُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ لَا ذُرِّيَّةَ لَهُمْ ﴿فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) فوائدِ تفسیریہ کی وضاحت کریں۔ (د) غیر اللہ کا سجدہ ناجائز ہے تو پھر ابلیس کو سجدہ نہ کرنے پر ملعون کیوں قرار دیا گیا اور سجدۂ تعظیمی کا کیا حکم ہے؟ نیز بتائیں کہ اِذْ قُلْنَا میں اِذْ کون سا ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو یعنی آدم کی تعظیم کے لیے تم اس کے سامنے جھکو نہ یہ کہ زمین پر پیشانی رکھو؛ چناں چہ ابلیس کے علاوہ تمام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فرشتوں نے سجدہ کیا؛ کیوں کہ (ابلیس) جنات میں سے تھا کہا گیا ہے کہ جنات ملائکہ کی اقسام میں سے ایک قسم ہیں تو اس صورت میں مستثنیٰ متصل ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اِلَّا اِبْلِيْسَ مستثنیٰ منقطع ہے اور ابلیس جنات کا جدِاعلیٰ ہے اس کی ذرّیت بھی ہے جس کا ذکر بعد والی آیت میں آرہا ہے اور ملائکہ کی ذرّیت نہیں ہوتی، اسی سبب سے (یعنی جنی ہونے کی سبب سے) اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔

(ب) مطلب: ابلیس اپنی عبادت و بندگی کی بنیاد پر فرشتوں کی صف میں تو جا کھڑا ہوا تھا؛ لیکن اس کی اصل طبیعت نہیں گئی؛ چناں چہ جب اللہ رب العزت نے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا تو اس کی اصل طبیعت رنگ لائی کہ تکبر کر کے اللہ کی فرماں برداری سے بھاگ نکلا، آدم کے سامنے سر جھکانے میں کسرِ شان سمجھا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

(ج) فوائدِ تفسیریہ کی وضاحت:

سجود انحناء: اس اشکال کے جواب کی طرف اشارہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا تو کفر ہے، پھر حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم کیسے دیا گیا؟

جواب: یہ ہے کہ سجدۂ عبادت کفر ہے نہ کہ سجدۂ تعظیمی اور یہاں پر سجدۂ تعظیمی مراد ہے۔

قیل هم نوع من الملئكة: كان من الجنّ کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں کہ جن ملائکہ کی قسموں میں سے ایک قسم ہے؛ لیکن ملائکہ کی طرح معصوم نہیں؛ بلکہ خطاء کار ہیں، اس صورت میں مستثنیٰ متصل ہوگا اور كان من الجنّ صار من الجنّ کے معنیٰ میں ہوگا۔

قيل منقطع: اس سے دوسری تفسیر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ جن کا جدِاعلیٰ ہے نہ کہ ملائکہ کی ایک قسم اس صورت میں یہ مستثنیٰ منقطع ہوگا۔

و له ذرية: اس عبارت سے بھی یہی بتانا چاہتے ہیں کہ یہ فرشتوں میں سے نہیں تھا؛ کیونکہ اسکی ذرّیت ہے جیسا کہ آگے والی آیت میں مذکور ہے اور فرشتہ ذرّیت سے پاک ہیں۔

(د) غیر اللہ کا سجدہ ناجائز ہے تو پھر ابلیس کو سجدہ نہ کرنے پر ملعون کیوں قرار دیا گیا؟

غیر اللہ کو سجدہ کرنا اس وقت ناجائز ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہ دیا ہو، اور یہاں پر اللہ نے خود اس کا حکم دیا ہے تو کفر تو حکم کی مخالفت کرنے میں ہے نہ کہ حکم کو بجالانے میں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

سجدۂ تعظیمی کا کیا حکم ہے؟ سجدۂ تعظیمی پہلی شریعتوں میں جائز تھا؛ لیکن شریعتِ محمدی میں اس کی ممانعت ہے۔

اِذْقُلْنَا میں اِذْ کون سا ہے؟

اِذْقُلْنَا میں اِذْ ظرف ہے، ذٰلِكَ مقدر کا اور مطلب ہے: اذکر یا محمد لقومك وقت قولنا للملئكة الخ.

سوال نمبر ۱۵۲، جلالین: ص ۲۵۱ (امتحان داخلہ ۱۴۰۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ يَسْئَلُوْنَكَ﴾ أَيِ الْيَهُوْدُ ﴿عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ﴾ إِسْمُهُ إِسْكَنْدَرُ وَلَمْ يَكُنْ نَبِيًّا ﴿قُلْ سَاَتْلُوْا﴾ سَأَقُصُّ ﴿عَلَيْكُمْ مِّنْهُ﴾ مِنْ حَالِهِ ﴿ذِكْرًا﴾ خَبَرًا. ﴿اِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْاَرْضِ﴾ بِتَسْهِيْلِ السَّيْرِ فِيْهَا ﴿وَ اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ ﴿سَبَبًا﴾ طَرِيْقًا يُوْصِلُ إِلٰى مُرَادِهِ ﴿فَاَتْبَعَ سَبَبًا﴾ سَلَكَ طَرِيْقًا نَحْوَ الْمَغْرِبِ ﴿حَتّٰى إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ﴾ مَوْضِعَ غُرُوْبِهَا ﴿وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ﴾ ذَاتَ حَمَأَةٍ وَهِيَ الطِّيْنُ الْأَسْوَدُ وَ غُرُوْبُهَا فِي الْعَيْنِ فِيْ رَأْيِ الْعَيْنِ وَإِلَّا فَهِيَ أَعْظَمُ مِنَ الدُّنْيَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) وغروبها في العين سے مفسر علام کیا کہنا چاہتے ہیں؟ (ج) ذوالقرنین کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے بتائیں کہ کیا وہ نبی تھے، یا رسول تھے؟

(جواب) ترجمہ: یہود آپ سے ذوالقرنین کا واقعہ دریافت کرتے ہیں اس کا نام اسکندر ہے اور وہ نبی نہیں تھا، آپ کہہ دیجیے میں تم کو اس کا کچھ حال سناتا ہوں کہ زمین میں سفر آسان کر کے ہم نے اس کو زمین میں قدرت عطا فرمائی تھی اور ہم نے اس کو ہر قسم کے وسائل جن کی بادشاہوں کو ضرورت ہوتی ہے بخشے تھے ایسے وسائل کہ جن کے ذریعہ اس کو اپنے مقصد تک رسائی حاصل ہو سکے؛ چناں چہ وہ مغرب کی جانب ایک راستہ پر ہولیا یہاں تک کہ وہ انتہائے مغرب کو پہنچ گیا تو اس کو آفتاب ایک گدلے چشمہ میں ڈوبتا ہوا نظر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آیا کالی مٹی والے چشمہ میں (حَمِئَةٌ) کالی مٹی اور آفتاب کا چشمہ میں غروب ہونا یہ دیکھنے والے کی نظر میں محسوس ہوتا تھا؛ ورنہ آفتاب تو دنیا سے بہت بڑا ہے۔

(ب) وغروبها في العين سے مفسر علام کیا کہنا چاہتے ہیں؟

مفسر علام نے اِس عبارت سے ایک اشکال کا جواب دیا ہے۔

اشکال: سورج تو زمین سے تقریباً ساٹھ گنا بڑا ہے پھر وہ کیسے ایک چشمہ میں سما گیا؟

جواب: یہ کیفیت دیکھنے والے کے اعتبار سے بیان کی گئی ہے، حقیقت کے اعتبار سے نہیں۔

ذوالقرنین کا تعارف: اسکندر اور ذوالقرنین نام کے کئی بادشاہ دنیا میں گزرے ہیں، ذوالقرنین کے معنیٰ ہیں دو سینگوں والا، یہ لقب کیوں پڑا، اس میں اختلاف ہے، یہ لقب قرآن کا دیا ہوا نہیں ہے؛ بلکہ پہلے سے مشہور چلا آ رہا تھا؛ چناں چہ یہود نے اس نام سے سوال کیا، اس نام اور لقب کے دو بادشاہ زیادہ مشہور ہیں، ان میں سے ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر ہے جو نمرود کے بعد ہوا اور یہ موحد تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لایا تھا اور تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حج بھی کیا تھا، یہ بادشاہ (۲۰۰۰) قبل مسیح گزرا ہے، بعض حضرات اس کو یونانی کہتے ہیں؛ مگر صحیح یہ ہے کہ وہ فارسی تھا، اس کو یونانی زبان میں سائرس اور عربی زبان میں کیخسرو اور فارسی میں گورش کہتے ہیں، اور یہود اس کو خورس کہتے ہیں، یہ نہایت ہی خداترس اور عادل بادشاہ تھا، قرآنِ کریم میں جس ذوالقرنین کا ذکر ہے اس سے یہی مراد ہے۔

اور دوسرا اسکندر وہی ہے، ارسطو اس کا استاد تھا اور وہ اپنے استاد کی طرح مشرک اور انتہائی ظالم تھا؛ بلکہ خود کو ایک دیوتا کا مظہر کہتا تھا، اسی نے دارا کو شکست دی تھی، بعض حضرات نے قرآنی ذوالقرآن کا مصداق اس کو بھی قرار دیا تھا جو سراسر غلط ہے، قرآنی ذوالقرنین نے کافی لمبی عمر پائی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے اسرائیلی نبی دانیال علیہ السلام تک زندہ رہے، اسی نے بخت نصر کو شکست دے کر بنی اسرائیل کو اس کے قید سے آزاد کرایا، اور بیت المقدس کا جو سامان بخت نصر لوٹ کر لے گیا تھا اور بیت المقدس مسمار کر گیا تھا، سامان واپس دلایا اور بیت المقدس کو دوبارہ آباد کیا، گویا کہ یہی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

ذوالقرنین بنی اسرائیل کا نجات دہندہ ہے، اسی مناسبت سے یہود نے سوال کے لیے اسے منتخب کیا تھا۔

(ج) ذوالقرنین نبی تھے، یا رسول؟ اس کے نبی یا رسول ہونے میں علماء کا اختلاف ہے؛ البتہ نیک اور صالح ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

سوال نمبر ۱۵۳، جلالین: ص ۲۵۲ (امتحان ششماہی ۱۴۰۵ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿أَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ﴾ أَيْ مَلَائِكَتِيْ وَعِيْسٰى وَعُزَيْرًا ﴿مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ﴾ أَرْبَابًا مَفْعُوْلٌ ثَانٍ لِيَتَّخِذُوْا وَالْمَفْعُوْلُ الثَّانِيْ لِحَسِبَ مَحْذُوْفٌ اَلْمَعْنٰى أَظَنُّوْا أَنَّ الْاِتِّخَاذَ الْمَذْكُوْرَ لَا يُغْضِبُنِيْ وَلَا أُعَاقِبُهُمْ عَلَيْهِ كَلَّا ﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ هٰؤُلَاءِ وَغَيْرِهِمْ ﴿نُزُلًا﴾ أَيْ هِيَ مُعَدَّةٌ لَهُمْ كَالْمُنْزَلِ الْمُعَدِّ لِلضَّيْفِ ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا﴾ تَمْيِيْزٌ طَابَقَ الْمُمَيَّزَ.

(الف) عبارت پا اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کیجیے۔ (ب) أَفَحَسِبَ میں ہمزہ اور فاء کس غرض کے لیے ہیں؟ واضح کیجیے۔ (ج) حَسِبَ کے دونوں مفعولوں اور اس کا فاعل متعین کیجیے۔ (د) تمیز واحد ہوتی ہے مگر یہاں اعمالا جمع کیوں لائی گئی؟ وضاحت کیجیے۔

(جواب) ترجمہ: تو کیا یہ کافر یہ خیال کیے بیٹھے ہیں کہ وہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو یعنی میرے فرشتوں اور عیسی اور عزیر علیہ السلام کو کارساز یعنی رب بنالیں گے۔ اولیا، یتخذوا کا مفعول ثانی ہے، حَسِبَ کا مفعول ثانی محذوف ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کیا یہ کافر اتخاذ مذکور کے بارے میں سمجھتے ہیں کہ یہ بات مجھے غضبناک نہیں کرے گی؟ اور یہ کہ میں اس بات پر ان کو سزا نہ دوں گا؟ ہرگز ایسا نہ ہوگا، ہم نے تو ان کافروں کی ضیافت کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے، جس طرح دنیا میں مہمانوں کے لیے مہمان خانے تیار کیے جاتے ہیں آپ ان سے دریافت کیجیے کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل نقصان میں ہیں اَعْمَالًا تمیز ہے ممیز کے مطابق ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) اَفَحَسِبَ میں ہمزہ اور فاء کس غرض کے لیے ہیں؟

اَفَحَسِبَ میں ہمزہ فعل محذوف کے بدلے میں داخل ہے اور فاء عاطفہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ کَفَرُوْا فَحَسِبُوْا اور یہ استفہام توبیخی ہے۔

(ج) حَسِبَ کے دونوں مفعول اور اس کا فاعل متعین کیجیے:

حَسِبَ کا فاعل کفار ہے۔

مذکورہ جملہ یَتَّخِذُوْا یہ حَسِبَ کا مفعول بہ قائم مقام دو مفعولوں کے ہیں اور لفظ عِبَادِیْ، یَتَّخِذُوْا فعل کا مفعول اول ہے، اور اَوْلِیَآءَ مفعول ثانی ہے، گویا کہ حَسِبَ کا مفعول اول عِبَادِیْ اور مفعول ثانی اَوْلِیَآءَ ہوا ہے۔

(د) تمیز واحد ہوتی ہے مگر یہاں اعمالاً جمع کیوں لائی گئی؟

اَعْمَالًا یہ اَخْسَرِیْنَ سے تمیز واقع ہوا ہے قاعدہ کے مطابق تمیز واحد ہوتی ہے یہاں جمع لانے کی وجہ یہ ہے ایک یا تو مشاکلت کے طور پر ہے دوسرے یا انوع اعمال کا خیال کرتے ہوئے اعمال کو جمع لائی گئی ہے۔

سوال نمبر ۱۵۴، جلالین: ص ۲۵۳ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ﴾ مَفْعُوْلٌ رَحْمَةِ ﴿زَكَرِيَّا﴾ بَيَانٌ لَهٗ ﴿اِذْ﴾ مُتَعَلِّقٌ بِرَحْمَةِ ﴿نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً﴾ مُشْتَمِلًا عَلٰى دُعَاءٍ ﴿خَفِيًّا﴾ سِرًّا جَوْفَ اللَّيْلِ لِاَنَّهٗ اَسْرَعُ لِلْاِجَابَةِ ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ﴾ ضَعُفَ ﴿الْعَظْمُ﴾ جَمِيْعُهٗ ﴿مِنِّيْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) آیت پاک کے بعض کلمات کی ترکیبِ نحوی کی طرف شارح نے جو اشارات فرمائے ہیں ان کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: اپنے بندے زکریا پر تیرے رب کی رحمت کا تذکرہ ہے عبدہ رحمت کا مفعول ہے زَكَرِيَّا عَبْدَهٗ کا بیان ہے، جب کہ اس نے اپنے رب کی مخفی طور پر پکارا اذ رحمۃ سے متعلق ہے، یعنی ایسا پکارنا کہ جو رازداری پر مشتمل تھا رات کے درمیانی حصہ میں اس لیے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پہ (طریقہ) سریع القبول ہے عرض کیا اے میرے پروردگار میری تمام ہڈیاں کمزور ہو گئیں ہیں اور میرے سر میں بالوں کی سفیدی پھیل پڑی ہے شیبا فاعل سے منقول ہو کر تمیز ہے۔

(ب) ترکیب نحوی کی وضاحت: ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ: عَبْدَهٗ رحمت کا مفعول بہ ہے اور بعض حضرات نے ذکر کا مفعول لہ کہا ہے زَكَرِيَّا عَبْدَهٗ سے بدل یا عطف بیان ہے ذِكْرُ رَحْمَةِ میں ذکر مصدر اپنے مفعول کی جانب مضاف ہے اور مصدر کا فاعل محذوف ہے اَیْ ذِكْرُ اللّٰهِ رَحْمَةٌ اور رحمۃ مصدر کی اضافت رب کی جانب مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہے، اور جملہ ہو کر ہذا مبتدا محذوف کی خبر ہے، جیسا کہ مفسر علام نے ہذا محذوف مان کر اشارہ کر دیا ہے، اَیْ هٰذَا الْمَتْلُوْ (ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ) اور ایک ترکیب، یہ بھی ہو سکتی ہے کہ (ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ الخ) مبتداء ہے اور اس کی خبر مقدم محذوف ہے اَیْ فِيْمَا يُتْلٰى عَلَيْكَ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ اور ذکر رحمت کا مطلب رحمت کا معاملہ کرنا ہے نہ وہ ذکر جو نسیان کے مقابلہ میں ہے، اَنْ نَادٰى، رحمۃ کا عطف ظرف ہے اور بعض حضرات نے ذکرٌ کو ظرف قرار دیا ہے، مفسر علام نے اُذْكُرْ بعد متعلق برحمۃ کے اضافہ سے یہ بتا دیا کہ ان نادی اگرچہ ذکر کا بھی ظرف ہو سکتا ہے مگر مفسر کے نزدیک رحمۃ کا ظرف بنانا بہتر ہے اَیْ رَحْمَةُ اللّٰهِ اِيَّاهُ وَقْتَ اَنْ نَادَاهُ۔

شَيْبًا بوجہ تمیز منصوب ہے اور فاعل سے مفعول ہے تقدیر عبارت یہ ہے اِنْتَشَرَ الشَّيْبُ فِيْ شَعْرِهٖ (ض) شَيْبًا بوڑھا ہونا، بالوں کا سفید ہونا، بعض حضرات نے شَيْبًا کی مصدریت کی وجہ سے منصوب کہا ہے، بایں طور کہ اِشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا کے معنی میں ہے، لہٰذا اب عبارت ہو گی شَابَ شَيْبًا اور بعض حضرات نے حال ہونے کی وجہ سے منصوب کہا ہے اور شیبا بمعنی شائبا کہا ہے، (روح) مگر یہ دونوں قول مرجوح ہیں۔

سوال نمبر ۱۵۵، جلالین: ص ۲۵۴ (امتحان ششماہی ۱۴۲۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ﴾ اَلْقُرْاٰنِ ﴿مَرْيَمَ﴾ اَیْ خَبَرَهَا ﴿اِذِ﴾ حِيْنَ ﴿انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا﴾ أَيْ اِعْتَزَلَتْ فِيْ مَكَانٍ نَحْوِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

الشَّرْقِ مِنَ الدَّارِ ﴿فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا﴾ أَرْسَلَتْ سِتْرًا تَسْتَتِرُ بِهٖ لِتَفْلِيَ رَأْسَهَا أَوْ ثِيَابَهَا ﴿فَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهَا رُوْحَنَا﴾ جِبْرَئِيْلَ ﴿فَتَمَثَّلَ لَهَا﴾ بَعْدَ لُبْسِهَا ثِيَابَهَا ﴿بَشَرًا سَوِيًّا﴾ تَامَّ الْخَلْقِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب کی وضاحت کریں۔ (ج) تفسیری کلمات کے فوائد لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اور اے محمد ﷺ اس کتاب یعنی قرآن کریم میں مریم کا یعنی ان کے واقعہ کا ذکر کیجیے جب کہ وہ اپنے اہل خانہ سے الگ ہو کر ایک ایسے مکان میں جو شرقی جانب تھا، چلیں گئیں، یعنی دار بیت المقدس کے مشرقی جانب کسی جگہ تنہائی میں چلی گئیں اور اہل خانہ کی جانب سے پردہ ڈال لیا یعنی پردہ لٹکا لیا تا کہ آڑ ہو سکے اور اپنے سر یا کپڑوں میں جوں دیکھ نہ سکے تو ہم نے اس کے پاس اپنی روح یعنی جبرئیل کو بھیج دیا تو وہ ان کے سامنے ان کے کپڑے پہن لینے کے بعد مکمل مرد بن کر نمودار ہوا۔

(ب) مطلب کی وضاحت: یہاں سے دوسرا قصہ بیان کیا جا رہا ہے، اس سے قبل حضرت یحیٰ علیہ السلام کی ولادت کا تذکرہ تھا اور یہ قصہ حضرت یحیٰ علیہ السلام سے زیادہ عجیب ہے اس کے لیے بغیر مرد کے بچہ پیدا ہونا بانجھ عورت اور بوڑھے شوہر سے بچہ پیدا ہونے کی بنسبت کہیں زیادہ عجیب ہے یعنی انتہائی بڑھاپے میں بانجھ عورت سے بچہ پیدا ہونا عجیب ضرور ہے مگر بغیر شوہر کے بچہ کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر اس سے بھی زیادہ دلالت کرنے والا ہے، اور یہ قصہ اس وقت ہوا جب کہ حضرت مریم گھر سے الگ ہو کر ایک ایسے مکان میں جو کہ مشرق کی جانب تھا چلی گئیں یہ تنہائی یا تو حیض سے غسل کے لیے تھی اور یہی پہلا حیض تھا اور تیرہ برس کی عمر تھی یا پندرہ برس کی تھی یا یہ تنہائی کپڑے اور سر سے جوں دیکھنے کے لیے تھی یا عبادت کی غرض سے یکسوئی حاصل کرنے کے لیے تا کہ گوشۂ تنہائی میں یکسوئی اور دل جمعی کے ساتھ خدا کی عبادت کر سکے اور لوگوں کی نظر سے بچنے کے لیے ایک پردہ بھی ڈال لیا تھا تو اس حالت میں اللہ نے حضرت جبرئیل کو نوجوان خوبصورت مرد کی شکل میں ان کے پاس بھیج دیا ممکن ہے یہاں حضرت مریم کی تنہائی میں عفت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وپاکدامنی کا امتحان بھی مقصود ہو کہ ایسے زبردست دواعی ومحرکات کے باوجود ان کے جذبات عفت وتقوی کو ادنی سی جنبش نہ لاحق ہوئی۔

(ج) تفسیری کلمات کے فوائد:

(اَلْقُرْآنِ) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ (الکتاب) میں الف لام عہد کا ہے۔

خَبَرَهَا: اس میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔

اِعْتَزَلَتْ فِيْ مَكَانٍ: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مکان منصوب ہے، ظرفیت کی بناء پر، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوا اس لیے کہ (اِنْتَبَذَتْ) کا مطلب ہے (اَتَتْ مَكَانًا).

بَعْدَ لُبْسِهَا ثِيَابَهَا: یہ اس اشکال کا جواب ہے۔

اشکال: حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں عورت کھلے سر ہو رحمت کے فرشتے اس میں داخل نہیں ہوتے، تو مریم علیہا السلام اس جگہ برہنہ تھیں، جبرئیل علیہ السلام کیسے داخل ہو گئے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے برہنہ ہونے کے وقت نہیں داخل ہوئے؛ بلکہ ان کے کپڑے پہننے کے بعد داخل ہوئے۔

تَامَّ الْخَلْقِ: یعنی پورے طور پر آدمی کی شکل وصورت میں نہ کہ اپنی شکل یا کسی عیب کے ساتھ، لنگڑا، لولا، اندھا، بہرا، ہونے کی حالت میں تاکہ حضرت مریم کو ان سے انس ہو۔

سوال نمبر ۱۵۶، جلالین: ص ۲۵۵ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ هُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ﴾ كَانَتْ يَابِسَةً اَلْبَاءُ زَائِدَةٌ ﴿تُسٰقِطْ﴾ اَصْلُهٗ بِتَائَيْنِ قُلِبَتِ الثَّانِيَةُ سِيْنًا وَ اُدْغِمَتْ فِي السِّيْنِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِتَرْكِهَا ﴿عَلَيْكِ رُطَبًا﴾ تَمِيْزٌ ﴿جَنِيًّا﴾ صِفَتُهٗ ﴿فَكُلِيْ﴾ مِنَ الرُّطَبِ ﴿وَ اشْرَبِيْ﴾ مِنَ السَّرِيِّ ﴿وَ قَرِّيْ عَيْنًا﴾ بِالْوَلَدِ تَمِيْزٌ مُحَوَّلٌ مِنَ الْفَاعِلِ أَيْ لِتَقَرَّ عَيْنُكِ بِهٖ ﴿فَاِمَّا تَرَيِنَّ﴾ حُذِفَتْ مِنْهُ لَامُ الْفِعْلِ وَعَيْنُهٗ وَاُلْقِيَتْ حَرَكَتُهَا عَلَى الرَّاءِ وَكُسِرَتْ يَاءُ الضَّمِيْرِ لِاِلْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ ﴿مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا﴾ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا﴾ أَيْ إِمْسَاكًا عَنِ الْكَلَامِ فِيْ شَانِهٖ وَغَيْرِهٖ مَعَ الْأَنَاسِيِّ بِدَلِيْلِ ﴿فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(ج) صَوْمًا کی تفسیر میں اِمْسَاکًا بول کر مفسر نے کس طرف اشارہ کیا ہے اور اس طرح کی نذر ہماری شریعت میں مشروع ہے یا نہیں؟ دلیل کے ساتھ لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا حالاں کہ وہ درحت خشک تھا اور (بِجِذْعِ) میں باء زائدہ ہے تیرے سامنے تروتازہ پکی کھجوریں گرادے گا (رُطَبًا) تمیز ہے اور (جَنِيًّا) اس کی صفت ہے (تُسَاقِطْ) کی اصل دو تاء کے ساتھ ہے یعنی (تتساقط) دوسری تاء سین سے بدل دی گئی اور سین کا سین میں ادغام کردیا گیا اور ایک قرأت میں تاء کے ترک کے ساتھ ہے (یعنی تساقط) پھر پکی اور تازہ کھجوریں کھاؤ اور چشمہ کا پانی پیو اور بیٹے سے آنکھیں ٹھنڈی کرو (عینا) تمیز ہے اور فاعل سے منقول ہے یعنی تو اس بچے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر کے سکون حاصل کر، دوسرے بچوں کی طرف التفات نہ کر (فَاِمَّا) میں (اِنْ) شرطیہ کے نون کو (ما) زائدہ میں مدغم کردیا گیا ہے (تَرَيِنَّ) اس کا لام کلمہ اور عین کلمہ حذف کردیا ہے اور عین کلمہ کی حرکت نقل کر کے راء کو دے دی گئی اور یاء ضمیر کو التقاء ساکنین کی وجہ سے کسرہ دے دیا گیا اگر تو کسی بشر کو دیکھے اور وہ تیرے بچہ کے متعلق سوال کرے تو کہہ دینا کہ میں نے لوگوں سے کلام کرنے سے رحمٰن کے لیے سکوت کا روزہ رکھ لیا ہے اور سکوت کا روزہ رکھنے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول (فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا) ہے یعنی میں یہ خبر دینے کے بعد کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

(ب) مطلب: وہ مقام جہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کھجور کے نیچے تھیں وہ قدرے بلند تھا، تو فرشتہ نے پائے تانے کی جانب سے نیچے کھڑے ہو کر آواز دی کہ اے مریم! تم غمگین و پریشان مت ہو، خدا کی قدرت سے ہر قسم کا ظاہری و باطنی اطمینان حاصل کر، نیچے کی طرف دیکھ، اللہ نے پینے کے لیے نہر جاری کر رکھی ہے اور کھانے کے لیے اسی کھجور کے درخت کو ہلا جس کے سہارے تم ٹیک لگا کر بیٹھی ہو، مفسر علام نے ذکر کیا ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وہ درخت خشک تھا؛ لیکن خدا نے اپنی قدرت سے اس میں پھل لادیے تھے، کہ اس میں سے کھجوریں گریں گی جو کہ پکی اور تازہ ہیں اور چشمہ سے پانی پیو اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کرو اور آنکھ کو ٹھنڈی کرنے کی بات لڑکے سے ہے نہ کہ کھجور یا پانی سے یعنی تم اپنے لڑکے سے اطمینان حاصل کرو اور خوش ہو کہ تم کو ایک نبی کی ماں بنادیا تم بڑی خوش قسمت ہو۔

(ج) صَوْمًا کی تفسیر میں اِمْسَاکًا بول کر مفسر نے کس طرف اشارہ کیا ہے؟

صَوْمٌ کی تفسیر میں اِمْسَاکًا نکال کر بتایا کہ صوم کے یہاں وہ معنی نہیں جو ہمارے درمیان رائج و مشہور ہیں؛ بلکہ یہ صوم ان کی شریعت کے مطابق بولنے سے رُکنا ہے کہ یہ ان کی شریعت میں جائز تھا، اگر وہ ایسا روزہ رکھتے تھے تو اس روزہ کا پورا کرنا لازم ہوجاتا تھا اور صوم کے لغوی معنیٰ بھی رُکنے کے ہی ہیں۔

اس طرح کی نذر ہماری شریعت میں مشروع ہے یا نہیں مع دلیل:

اِس طرح کی نذر ہماری شریعت میں مشروع نہیں ہے، یہ حکم منسوخ ہے، اب تو صرف روزہ میں بُری بات، عیب جوئی اور فحشِ کلام سے رُکنے کا حکم ہے، قاعدہ ہے کہ سابقہ احکام کی اگر ہماری شریعت میں صراحتاً ممانعت آجائے تو عمل درست نہیں ہوتا اور اگر ممانعت بالکل بھی نہ ہو تو وہ مباحات میں شامل ہوتا ہے اور اگر اس کے کرنے کو صراحتاً کہا گیا ہو تو پھر وہ اپنی دلیل کے حساب سے واجب یا فرض، یا سنت مؤکدہ وغیرہ ہوگا اس روزہ سے صراحتاً ممانعت وارد ہے، ابوداؤد میں مرفوعاً منقول ہے: لایتم بعد احتلام ولا صمات یوم إلی اللیل یعنی بچہ بالغ ہونے کے بعد یتیم نہیں ہوتا یعنی اس پر یتیموں والے احکام جاری نہیں ہوتے اور صبح سے شام تک خاموش رہنا تو اسلام میں کوئی عبادت ہی نہیں۔ (معارف القرآن: ج/٦)

سوال نمبر ۱۵۷، جلالین: ص ۲۵٦ (امتحان سالانہ ۱۴۲۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ﴾ أي النَّصَارىٰ فِي عِيْسىٰ أَهُوَ اِبْنُ اللهِ أَوْ إِلٰهٌ مَعَهُ أَوْ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ﴿فَوَيْلٌ﴾ شِدَّةُ عَذَابٍ ﴿لِّلَّذِيْنَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ أَسْمِعْ بِهِمْ وَ أَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَأْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ﴾ مِنْ إِقَامَةِ الظَّاهِرِ مَقَامَ الْمُضْمَرِ ﴿الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ أَيْ بَيِّنٌ بِهِ صَمُّوْا عَنْ سِمَاعِ الْحَقِّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔
(ج) نصاریٰ کے مذکورہ فرقوں کی وضاحت کریں، اور بتائیں کہ مفسر نے من إقامة إلخ سے کس شبہ کو دور کیا ہے؟ (د) لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: پھر یہ فرقے آپس میں اختلاف کرنے لگے یعنی نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں کہ آیا وہ اللہ کے بیٹے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا خدا ہے یا وہ تین میں کا تیسرا ہے پس کافروں کے لیے (مذکورہ عقائد کی وجہ سے) بڑے دن کی حاضری کا سخت عذاب ہے یہ کیا خوب سننے والے اور کیا خوب دیکھنے والے ہوں گے جس دن (آخرت) میں ہمارے سامنے حاضر ہوں گے؛ لیکن آج دنیا میں یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں، ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھا گیا ہے اسی گمراہی کی وجہ سے دنیا میں حق بات سننے سے بہرے رہے۔

(ب) مطلب: اس سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ آپ لوگوں کے سامنے مریم کا ذکر کر کے بتا دیجیے کہ میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے، وہی بندگی کے لائق اور ایک خدا ہے، پس تم اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، جیسا کہ کچھ لوگوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور کچھ نے کہا وہ اللہ کے ساتھ دوسرے خدا ہیں، اور کچھ نے کہا وہ تین خداؤں میں تیسرا خدا ہے، پس جو لوگ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر توحید کا انکار کر رہے ہیں ان کے لیے بڑے دن کی حاضری کا سخت عذاب ہے، یعنی اس دن کی ہولناکی کا، آج دنیا میں سننا اور دیکھنا فائدہ مند ہے تو وہ اندھے بنے بیٹھے ہیں، اور بہرے بنے بیٹھے ہیں، اور جب قیامت کے دن سننا اور دیکھنا فائدہ مند نہیں ہوگا تو ان کی آنکھیں اور کان کھلے رہ جائیں گے۔

(ج) نصاریٰ کے مذکورہ فرقوں کی وضاحت: کل تین فرقے ہیں:

(۱) یعقوبیہ: ان کا ماننا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے ساتھ دوسرے خدا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہیں، وہ زمین پر تشریف لائے اور جسے زندہ کرنا چاہا اسے زندہ کیا اور جسے مارنا چاہا اسے مارا اور پھر آسمان پر واپس تشریف لے گئے۔

(۲) **نسطوریہ:** یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔

(۳) **ملکانیہ:** ان کا ماننا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تین خداؤں میں سے ایک ہیں، ایک تو اللہ تعالیٰ ہیں، دوسرے مریم علیہا السلام اور تیسرے عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

مفسر نے من إقامة إلخ سے کس شبہ کو دُور کیا ہے؟

شبہ: یہاں پر اسم ضمیر سے کام چل سکتا تھا؛ کیوں کہ مرجع ماقبل میں مذکور ہے، پھر کیوں اسم ظاہر لائے؟

جواب: یہاں پر اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو لا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا، اس طور پر کہ وہ سننے اور دیکھنے سے غافل رہے، گویا ان کے اعمالِ قبیحہ وشنیعہ پر دلالت کرنا مقصود ہے۔

(د) لغوی وصرفی تحقیق:

احزاب: حزب کی جمع ہے، بمعنی جماعت، گروہ۔

اسمع بهم: یہ فعل تعجب ہے، اسی طرح ابصر بھی فعل تعجب ہے، ترجمہ ہوگا: وہ لوگ کیا ہی خوب سننے والے اور کیا ہی خوب دیکھنے والے ہیں۔

سوال نمبر ۱۵۸، جلالین: ص ۲۵۸ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿إِلَّا﴾ لٰكِنْ ﴿مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا﴾ يَنْقُصُوْنَ شَيْئًا مِنْ ثَوَابِهِمْ ﴿جَنّٰتِ عَدْنٍ﴾ إِقَامَةٍ ﴿الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ﴾ أَيْ غَائِبِيْنَ عَنْهَا ﴿إِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ﴾ أَيْ مَوْعُوْدُهٗ ﴿مَأْتِيًّا﴾ بِمَعْنٰى آتِيًا وَأَصْلُهٗ مَأْتُوْيٌ أَوْ مَوْعُوْدُهٗ هُنَا الْجَنَّةُ يَأْتِيْهِ أَهْلُهٗ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) اِلَّا کی تفسیر لٰکِنْ سے کیوں کی گئی ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جَنّٰتِ عَدْنٍ ترکیب میں کیا واقع ہے؟ بِالْغَیْبِ کی تفسیر میں غَائِبِیْنَ عَنْهَا سے کیا بتلانا چاہتے ہیں۔

(جواب) ترجمہ: مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کرنے لگا سو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کا ذرا بھی نقصان نہ کیا جائے گا یعنی ان کے اجر وثواب میں (ذرہ برابر) کمی نہ کی جائے گی ہمیشہ قیام کی جنت میں وہ جنت کہ جس کا رحمن نے اپنے بندوں سے وعدہ کر رکھا ہے حال یہ ہے کہ ان بندوں نے اس جنت کو دیکھا نہیں ہے اور اس کے موعود (وعدہ کی ہوتی چیز) کو مَاتِیًّا بمعنی آتیا ہے اس کی اصل مَاْتوِی بھی یا اس کا موعود یہا جنت ہے یعنی جنت کے مستحق اس میں داخل ہوں گے۔

(ب) اِلَّا کی تفسیر لٰکِنْ سے کیوں کی گئی ہے؟

الا کی تفسیر لیکن سے کر کے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ یہاں مراد استثناء منقطع ہے اس لیے کہ مستثنیٰ (مومن) ہے اور مستثنیٰ منہ (الکفار) ہے۔

جَنّٰتِ عَدْنٍ ترکیب میں کیا واقع ہے؟

جنة عدن بدل اور مبدل منہ مل کر بدل البعض ہے۔

بِالْغَیْبِ کی تفسیر میں غَائِبِیْنَ عَنْهَا سے کیا بتلانا چاہتے ہیں؟

اس سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ بالغیب حال واقع ہے اور ذوالحال میں دو احتمال ہے، اول یہ کہ جنة کی ضمیر ذوالحال ہے دوم یہ کہ عبادة ذوالحال ہے پہلے کا مطلب یہ ہے کہ جس جنت کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے وہ جنت ان سے غائب ہے یہ اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے ہیں۔

دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ خود جنت سے غائب ہیں یہ جنت کو دیکھ نہیں سکتے۔

سوال نمبر ۱۵۹، جلالین: ص ۲۵۹ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ الْأَوْثَانَ ﴿اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا﴾ شُفَعَاءُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴿كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ﴾ أَيْ يَنْفُوْنَهَا ﴿وَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴿٨٢﴾ أَعْوَانًا وَ أَعْدَاءً ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّآ أَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ﴾ بِطَلَبِ الْعَذَابِ ﴿إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا﴿٨٤﴾ الْأَيَّامَ وَاللَّيَالِيَ أَوِ الْأَنْفَاسَ.

(الف) عبارت پراعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری فوائد کی تشریح کریں۔

(ج) إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ کی نحوی ترکیب کریں؟

(جواب) ترجمہ: اور انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنالیا؛ تا آں کہ ان کے لیے باعثِ عزت ہوں یعنی وہ (بت) اللہ کے پاس سفارش کریں، ہرگز ایسا نہیں ہوگا وہ معبودانِ (باطلہ) تو ان کی پوجا کے بھی منکر ہوجائیں گے یعنی ان کی پوجا کا انکار کردیں گے اور (اُلٹے) ان کے مخالف اور دشمن ہوجائیں گے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر مسلط کر رکھا ہے جو انہیں معصیت پر خوب اُکساتے ہیں تو آپ ان پر عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کیجیے، ہم تو خود ہی ان کے لیل ونہار یا سانس شمار کر رہے ہیں۔

(ب) تفسیری فوائد کی تشریح:

الْأَوْثَان: اس سے اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مفعول اوّل محذوف ہے اور وہ اَوْثَان ہے اور مفعولِ ثانی اٰلھۃ ہے۔

شفعاء عند اللّٰه: اس سے عِزًّا کے مفہوم کو واضح کرنا مقصود ہے۔

اعوانا اعداء: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ضدًّا یا تو اضداداً کے معنی میں ہے یا مصدر بمعنی جمع کے ہے۔

الأيّام والليالى: یہ نَعُدُّ لَهُمْ کی پہلی تفسیر ہے اور الانفاس سے دوسری تفسیر کی طرف اشارہ ہے۔

(ج) إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ کی نحوی ترکیب:

إنّما حرفِ تاکید، نَعُدُّ لَهُمْ فعل بافاعل و متعلق عدا مفعول مطلق اور کل مل کر فَلَاتَعْجَلْ کی علت اور اِتَّخَذُوا کی ضمیر کا مرجع کفارِ مکہ ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ١٦٠، جلالین: ص ٢٦٠ (امتحان داخلہ ١٤٤٠ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ﴾ بِإِيْمَانِهِمْ ﴿إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا﴾ وَ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ بِكُفْرِهِمْ ﴿إِلَى جَهَنَّمَ وِرْدًا﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ﴾ النَّاسُ ﴿الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾ قَالَ تَعَالَى لَهُمْ ﴿لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ﴾ مِنْ عَظْمِ هٰذَا الْقَوْلِ وَ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾ مِنْ أَجْلِ ﴿أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) عهد سے کیا مراد ہے؟ اور قَالُوْا کا فاعل کون ہے؟ واضح کریں۔ (ج): هٰذَا کی ترکیب میں کتنے احتمال ہیں واضح کریں اور مِنْ أَجْلِ کے اضافہ کا مقصد واضح کریں۔ (د) مذکورہ کلمات کی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: (اس دن کا بھی تذکرہ کیجیے) جس دن ہم متقیوں کو ان کے ایمان کی بدولت (بطورِ) مہمان سوار کر کے جمع کریں گے اور مجرمین کو ان کے کفر کے سبب سے سخت پیاس کی حالت میں دوزخ کی طرف ہانکیں گے، کسی شخص کو شفاعت کا اختیار نہ ہوگا، بجز اس شخص کے جس نے رحمٰن کے پاس سے اجازت لی ہو اور ان لوگوں نے (جن کا عقیدہ ہے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں) کہا کہ اللہ اولاد رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے یقیناً بڑی بھاری یعنی ناپسندیدہ بات کہی ہے قریب ہے کہ اس بات کی نحوست کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے پھٹ کر اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں، اس وجہ سے کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد قرار دی۔

(ب) عهد سے کیا مراد ہے؟

اس سے مراد لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کا اقرار ہے۔

قَالُوْا کا فاعل کون ہے؟

اس کے فاعل یہود و نصاریٰ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) هٰذا کی ترکیب میں کتنے احتمال ہیں؟

اس کی ترکیب میں کئی احتمالات ہیں، یا تو یہ مفعول مطلق ہے بغیر لفظِ تخرّ بمعنیٰ تہد ہے أي تهدُّ هٰذا یا پھر یہ الجبالُ سے حال ہے۔

مِنْ أَجْلِ کے اضافہ کا مقصد:

مِنْ أجْلِ کو مقدر مان کر مفسر نے اِس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اِنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا تنشق اور تخرّ کا مفعول لہٗ ہے اور محلًا نصب ہے، ان سے پہلے لام مقدر مان کر جملہ کو محلًا مجرور بھی مان سکتے ہیں اور محلًا مرفوع کی بھی گنجائش ہے اس صورت میں اَنْ مصدر یہ ہوگا اور تقدیری عبارت ہوگی: الموجِبُ لِذٰلِكَ دعاءهم للرحمٰن ولدا۔

(د) مذکورہ کلمات کی تحقیق:

وفدا: یہ جمع ہے اس کا واحد وافِدٌ ہے اور باب ضرب سے مصدر بھی ہوسکتا ہے۔

وردا: ورد کے معنیٰ پانی کے گھاٹ پر اُترنا، اس سے مراد پیاسے لوگ۔

تخر: ضرب سے فعل مضارع معروف واحد مؤنث غائب، اس کا مصدر خِرٌّ و خُرُوْرٌ ہے۔

هدّا: یہ باب ضرب سے مصدر ہے بمعنیٰ کسی چیز کا دھاکے سے گرنا۔

سوال نمبر ۱۶۱، جلالین: ص ۲۶۱ (امتحان ششماہی ۱۴۳۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی ۝ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ ثُعْبَانٌ عَظِیْمٌ ﴿تَسْعٰی ۝﴾ تَمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهَا سَرِیْعًا کَسُرْعَةِ الثُّعْبَانِ الصَّغِیْرِ اَلْمُسَمّٰی بِالْجَانِّ اَلْمُعَبَّرِ بِهٖ عَنْهَا فِيْ اٰیَةٍ اُخْرٰی ﴿ قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا﴾ مَنْصُوْبٌ بِنَزْعِ الْخَافِضِ أَيْ إِلٰی حَالَتِهَا ﴿الْاُوْلٰی ۝﴾ فَاَدْخَلَ یَدَهٗ فِيْ فِیْهَا فَعَادَتْ عَصًا وَتَبَیَّنَ اَنَّ مَوْضِعَ الْاِدْخَالِ مَوْضِعُ مَسْکِهَا بَیْنَ شُعْبَتَیْهَا وَاُرِیَ ذٰلِكَ السَّیِّدُ مُوْسٰی لِئَلَّا یَجْزَعَ إِذَا انْقَلَبَتْ حَیَّةً لَدٰی فِرْعَوْنَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔ (ج) حَیَّةٌ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جان، ثعبان سب اس قصے میں استعمال ہوئے ہیں، اس میں باہمی فرق بتا کر تطبیق کی صورت لکھیں۔(د) فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى کی نحوی ترکیب لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: ارشاد ہوا اے موسیٰ! اس (عصاء) کو زمین پر ڈال دے؛ چناں چہ اس کو ڈال دیا تو یکا یک وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا، بڑا اژدھا وہ اپنے پیٹ کے بل چھوٹے سانپ (سپولے) کے مانند دوڑتا تھا جس کو دوسری آیت میں جان کہا گیا ہے ارشاد ہوا اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں، ہم اس کو (پکڑتے ہی) اس کی پہلی صورت پر لوٹا دیں گے، سیرتھا حرفِ جار کو محذوف کرنے کی وجہ سے منصوب ہے، أي إلىٰ حالتها الأولىٰ؛ چناں چہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اس کے منہ میں داخل کر دیا تو وہ عصا بن گیا اور یہ بات ظاہر ہوگئی کہ (ہاتھ) داخل کرنے کی جگہ دونوں شاخوں کے درمیان پکڑنے کی جگہ تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ سب کچھ اس لیے دکھایا گیا تاکہ جب فرعون کے سامنے (یہ عصا) سانپ (کی شکل) میں تبدیل ہو جائے تو (موسیٰ علیہ السلام) خوف زدہ نہ ہوں۔

(ب) مطلب:

اس میں موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے عصاء کا ذکر ہے، جب ان کو کوہِ طور پر بلا کر نبوت سے سرفراز کیا گیا تو ان سے کہا گیا کہ جو لاٹھی آپ کے ہاتھ میں ہے اسے آپ زمین پر ڈال دیں؛ چناں چہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو اچانک وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا، جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر محسوس کرنے لگے تو ان سے کہا گیا آپ ڈریے نہیں، اسے ہاتھوں سے پکڑ لیں؛ تاکہ وہ دوبارہ عصا بن جائے؛ چناں چہ انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے منہ میں داخل کر دیا تو وہ عصا بن گیا اور یہ معجزہ کی عملی مشق تھی؛ تاکہ جب فرعون کے سامنے حاضر ہوں تو معجزہ کے وقت وہ خوف زدہ نہ ہوں۔

(ج) حَيَّةٌ، جان، ثعبان ان میں باہمی فرق اور تطبیق کی صورت:

حَيَّةٌ: یہ عام ہے اس کا اطلاق چھوٹے بڑے ہر قسم کے سانپ پر ہو سکتا ہے۔

جان: یہ خاص طور پر چھوٹے سانپ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ثعبان: یہ بڑے سانپ کو کہا جاتا ہے، جیسے: اژدھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تطبیق: اس کے لیے کہیں ثعبان، کہیں جان استعمال ہوا ہے اس کی دو وجہ ہوسکتی ہیں:
(۱) اس کے بڑے اور عظیم الجثۃ ہونے کے اعتبار سے اسے ثعبان کہا گیا ہے اور حرکت وسرعت کے اعتبار سے اسے جان کہا گیا۔
(۲) یا پھر وہ ابتداءً وہ چھوٹا رہتا تھا؛ اس لیے اسے جان کہا گیا اور بعد میں وہ بڑا اژدھے کے مانند ہوجاتا تھا؛ اس لیے اسے ثعبان سے تعبیر کیا گیا۔

(د) فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسۡعٰی کی نحوی ترکیب:

إذا مفاجاتیہ ہے یعنی مبتدا، حَیَّةٌ خبر اوّل، تَسۡعٰی خبر ثانی، یا پھر تسعی پورا جملہ حَیَّةٌ سے حال ہے یا صفت۔

سوال نمبر ۱۶۲، جلالین: ص ۲۶۲ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قَالَ قَدۡ اُوۡتِیۡتَ سُؤۡلَكَ یٰمُوۡسٰی﴾ مَنًّا عَلَیۡكَ ﴿وَلَقَدۡ مَنَنَّا عَلَیۡكَ مَرَّةً اُخۡرٰۤی﴾ اِذۡ﴾ لِلتَّعۡلِیۡلِ ﴿اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّكَ﴾ مَنَامًا أَوۡ إِلۡهَامًا لِمَا وَلَدَتۡكَ وَخَافَتۡ أَنۡ يَّقۡتُلَكَ فِرۡعَوۡنُ فِيۡ جُمۡلَةِ مَنۡ يُّوۡلَدُ ﴿مَا یُوۡحٰۤی﴾ فِيۡ أَمۡرِكَ وَيُبۡدَلُ مِنۡهُ ﴿اَنِ اقۡذِفِیۡهِ﴾ أَلۡقِيۡهِ ﴿فِی التَّابُوۡتِ فَاقۡذِفِیۡهِ﴾ بِالتَّابُوۡتِ ﴿فِی الۡیَمِّ﴾ بَحۡرِ النِّيۡلِ ﴿فَلۡیُلۡقِهِ الۡیَمُّ بِالسَّاحِلِ﴾ أَيۡ شَاطِئِهٖ وَالۡأَمۡرُ بِمَعۡنَى الۡخَبَرِ ﴿یَاۡخُذۡهُ عَدُوٌّ لِّیۡ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلۡقَیۡتُ﴾ بَعۡدَ أَنۡ أَخَذَكَ ﴿عَلَیۡكَ مَحَبَّةً مِّنِّیۡ﴾ لِتُحَبَّ فِي النَّاسِ فَأَحَبَّكَ فِرۡعَوۡنُ وَكُلُّ مَنۡ رَّآكَ ﴿وَلِتُصۡنَعَ عَلٰی عَیۡنِیۡ﴾ تُرَبّٰى عَلَيَّ وَحِفۡظِيۡ لَكَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ ومطلب لکھیں۔ (ب) اور نشان زدہ تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔ (ج) مختصراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قصہ لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: ہم نے تیری درخواست کو قبول فرمالیا اور اے موسیٰ اس کے علاوہ بھی ہم تجھ پر احسان کر چکے ہیں اذ تعلیلیہ ہے جب کہ ہم نے تیری ماں کو خواب میں یا الہام کے ذریعہ تیرے بارے میں وہ بات بتادی جو بذریعہ الہام بتانے کے لائق تھی جب کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تری ماں نے تجھ کو جنا تھا اور اس کو یہ خوف ہوا تھا کہ فرعون منجملہ (دیگر نومولود) بچوں کے تجھ کو قتل کر دے گا اور اَنِ اقْذِفِیْهِ فِي التَّابُوْتِ، مَا یُوْحٰی سے بدل ہے وہ یہ کہ ان کو تابوت میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دے، پھر دریا ان کو ساحل پر ڈال دے گا یعنی اپنے کنارے پر اور (فَلْیُلْقِهِ) امر بمعنی خبر ہے، آخر کار اس کو ایسا شخص پکڑ لے گا جو کہ میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی اور بعد اس کے کہ ان لوگوں نے تجھ کو پکڑ لیا میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی تا کہ تو لوگوں کے نزدیک محبوب ہو جائے اور پھر فرعون اور ہر وہ شخص جو تجھ کو دیکھے گا تجھ سے محبت کرنے لگے اور تا کہ تم میری نگرانی رعایت وحفاظت میں پرورش پاؤ۔

مطلب: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمتوں کو یاد دلا رہے ہیں جو شروع پیدائش سے اب تک زندگی کے ہر دور میں آپ پر مبذول ہوتی رہیں، اور مسلسل آزمائشوں کے درمیان قدرت حق نے کن حیرت انگیز طریقوں سے ان کی حفاظت فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو یاد دلانے کے لیے مرۃ اخری کا لفظ استعمال فرمایا ہے، اس سے پہلے جو نعمتیں شمار کرائی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اخری کا لفظ کبھی مطلقا دوسری کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور جب وحی بھیجی ہم نے آپ کی والدہ کے پاس ایک ایسے معاملہ میں کہ جو صرف وحی ہی سے معلوم ہو سکتا تھا، وہ یہ کہ فرعون سپاہی جو کہ اسرائیلی لڑکوں کو قتل کرنے پر مامور تھے ان سے بچانے کے لیے آپ کی والدہ کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ ان کو ایک تابوت میں بند کر کے دریا میں ڈال دیں اور ان کے ہلاک ہونے کا اندیشہ نہ کریں، ہم ان کی حفاظت کریں گے اور پھر آپ کے پاس ہی واپس پہنچا دیں گے ظاہر ہے کہ یہ باتیں عقل وقیاس کی نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور ان کی حفاظت کا ناقابل قیاس انتظام صرف اسی کی طرف سے بتلانے پر ہی معلوم ہو سکتا ہے۔

(ب) نشان زدہ تفسیری فوائد کی وضاحت:

سُؤْلَكَ سُؤْلٌ. بروزن فُعْلٌ جیسا کہ خُبْزٌ بمعنی مَخْبُوْزٌ فُعْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے کاف کی طرف مضاف ہے، بمعنی درخواست، تمنا، خواہش اِذَا اَوْحَیْنَا مَنَنَّا کا ظرف ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور اِذْ اَوْحَیْنَا مِن سے بدل ہوسکتا ہے اور اذ تعلیلیہ بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ مفسرؒ نے صراحت کی ہے مفسر کا مَنَنًا مًا اور اِلْهَامًا کا اضافہ کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ وحی رسالت نہیں تھی بلکہ وحی لغوی تھی۔

اِقْذِفِیْهِ قَذَفٌ، (ض) واحد مؤنث حاضر اس کے آخر میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول ہے (تو اس کو ڈال دے، رکھ دے) پھینک دے، اَلْیَمِّ اَلْبَحْر مراد دریائے نیل ہے یَأْخُذْهُ جواب امر ہے مِنِّیْ اَلْقَیْتُ کے متعلق ہے اور کَائِنَۃٌ محذوف کے متعلق ہوکر محبّۃ کی صفت بھی ہوسکتی ہے۔

قَوْلُهٗ: لِتُحَبَّ یہ اَلْقَیْتُ کی علت ہے اس کو محذوف اس لیے مانا کہ لِتَصْنَعَ کا عطف درست ہوجائے اَیْ لِتُحَبَّ وَتَصْنَعَ۔

(ج) مختصراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اس قوت نوزائیدہ بچہ تھے، صندوق میں رکھ کر صندوق کو دریا میں چھوڑ دیا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو بذریعہ الہام اس بات کا حکم دیا تھا کہ موسیٰ کو صندوق میں رکھ کر دریا میں چھوڑ دو اور دریا کو ہمارا حکم ہے کہ اسے بحفاظت تمام ایک خاص کنارہ پر لگائے گا جہاں سے اس کو وہ شخص اٹھالے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچہ کا بھی واقعہ یہ ہے کہ فرعون اس سال منجموں کے کہنے سے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو چن چن کر قتل کررہا تھا جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ان کی والدہ کو خوف ہوا کہ فرعون کے سپاہی خبر پائیں گے تو بچہ کو مار ڈالیں گے اور والدین کو بھی ستائیں گے کہ ظاہر کیوں نہیں کیا اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے یہ تدبیر الہام ہوئی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے صندوق نہر میں ڈال دیا، دریا کی ایک شاخ فرعون کے باغ میں گزرتی تھی، اس میں سے ہوکر صندوق کنارے جا لگا فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے جو نہایت پاک باز اسرائیلی خاتون تھیں بچہ کو اٹھا کر فرعون کے سامنے پیش کیا کہ آؤ ہم تم اسے بیٹا بنالیں فرعون کو بھی دیکھ کر محبت آئی وہ اس نے بیٹا بنانے سے انکار کیا جیسا کہ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے مگر آسیہ کی خاطر سے بیٹوں کی طرح پرورش کیا اور اس طرح حق تعالیٰ کی عجیب وغریب قدرت کا اظہار ہوا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تنبیہ: فرعون کو خدا کا دشمن اس لیے کہا کہ وہ حق کا دشمن تھا، اور خدا کے بالمقابل خدائی کا دعوی کرتا تھا، اور موسی کا دشمن اس لیے فرمایا کہ فی الحال تمام اسرائیلی بچوں کے ساتھ سخت دشمنی کر رہا تھا اور آئندہ چل کر خاص موسی علیہ السلام کے ساتھ اعلانیہ دشمنی کا اظہار کرنے والا تھا۔

سوال نمبر ۱۶۳، جلالین: ص ۲۶۶ (امتحان ششماہی ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قَالَ﴾ هَارُوْنُ ﴿يَبْنَؤُمَّ﴾ بِكَسْرِ الْمِيْمِ وَفَتْحِهَا أَرَادَ أُمِّيْ وَذِكْرُهَا أَعْطَفُ لِقَلْبِهِ ﴿لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَأْسِيْ اِنِّيْ خَشِيْتُ﴾ لَوْ اِتَّبَعْتُكَ وَلَا بُدَّ أَن يَّتَّبِعَنِيْ جَمْعٌ مِمَّنْ لَمْ يَعْبُدُوْا الْعِجْلَ ﴿اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ وَتَغْضِبَ عَلَيَّ ﴿وَلَمْ تَرْقُبْ﴾ تَنْتَظِرْ ﴿قَوْلِيْ﴾ فِيْمَا رَأَيْتَهُ فِيْ ذَالِكَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری عبارت کو پیش نظر رکھتے ہوئے آیت کریمہ کی تفسیر لکھیں۔ (ج) بتائیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے یَبْنَؤُمَّ کیوں کہا؟ یا اخی کیوں نہیں کہا؟ اور حضرت موسی علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کے ماں شریک بھائی تھے یا حقیقی؟

(جواب) ترجمہ: ہارون علیہ السلام نے کہا اے میرے ماں جائے بھائی میری ڈاڑھی نہ پکڑ یا ابن ام میم پر کسرہ اور فتحہ کے ساتھ ہے، اور یا اُمِّ کا ذکر کرنا یہ حضرت موسی علیہ السلام کے دل کو زیادہ مہربان کرنے والا ہے، میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑ مجھے تو یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ اگر میں آپ کے پیچھے چلا آتا تو ضروری بات تھی کہ ایک جماعت جس نے گوسالہ پرستی نہیں کی تھی میرے ساتھ آتی تو آپ کہتے ہیں کہ تو نے بنی اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیا اور آپ مجھ پر غصہ ہوتے اور تو نے میری بات کا لحاظ نہ رکھا اس معاملہ میں جو تو نے دیکھا (یعنی میں اصلاح کے لیے کہہ کر گیا تھا اور تو نے قوم میں تفریق ڈال دی)۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

(ب) تفسیر: حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر جب کتاب لانے کے لیے گئے تھے اس دوران بنی اسرائیل گمراہ ہو گئے تھے تو جب موسیٰ علیہ السلام واپس لوٹ کے قوم کی اس حالت کو دیکھا تو ہارون علیہ السلام پر اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا ہے کہ جب تم میرے نائب اور خلیفہ تھے تو تم نے ایسا کیوں ہونے دیا ان سے جہاد کیوں نہیں کیا تو ہارون علیہ السلام نے ادب واحترام کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو یا ابن امی سے خطاب فرمایا، اور کہا میں آپ کا بھائی ہوں کوئی دشمن تو نہیں ہوں، آپ پہلے میرا عذر سنیے اس کے بعد ہارون علیہ السلام نے عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ الخ مجھے یہ خطرہ ہو گیا کہ اگر آپ کی آمد سے پہلے ان لوگوں کے ساتھ مقابلہ وہ ومقاتلہ کرنے پر اقدام کرتا تو بنی اسرائیل سے تفرقات ہو کر خانہ جنگی کی شکل پیدا ہو جاتی اور آپ نے چلتے وقت مجھے یہ ہدایت فرمائی تھی اَخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ میں اس اصلاح کا مقتضا یہ سمجھا تھا کہ ان میں تفرقہ پیدا نہ ہونے دوں ممکن ہے کہ آپ واپس آنے کے بعد یہ سب سمجھ جائیں اور ایمان اور توحید پر واپس آجائیں۔

(ج) حضرت ہارونؑ نے يَبْنَؤُمَّ کیوں کہا؟ يَا أَخِيْ کیوں نہیں کہا؟

حضرت ہارون علیہ السلام نے ادب کی پوری رعایت رکھتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نرم کرنے کے لیے يَبْنَؤُمَّ سے خطاب فرمایا۔

حضرت موسیٰؑ حضرت ہارونؑ کے ماں شریک بھائی تھے یا حقیقی؟ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حقیقی بھائی نہیں تھے بلکہ ماں شریک بھائی تھے اس لیے موسیٰ علیہ السلام کو یا اخی سے خطاب نہیں کی۔

سوال نمبر ۱۶۴، جلالین: ص ۲۶۷ (امتحان ششماہی ۱۴۳۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ﴾ كَيْفَ تَكُوْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴿فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا﴾ بِأَنْ يُفَتِّتَهَا كَالرَّمَلِ السَّائِلِ ثُمَّ يُطَيِّرُهَا بِالرِّيَاحِ ﴿فَيَذَرُهَا قَاعًا﴾ مُنْبَسِطًا ﴿صَفْصَفًا﴾ مُسْتَوِيًا ﴿لَا تَرٰى

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فِيْهَا عِوَجًا﴾ اِنْخِفَاضًا ﴿وَّلَآ اَمْتًا﴾ اِرْتِفَاعًا ﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ﴾ إلى الْمَحْشَرِ بِصَوْتِهٖ وَهُوَ إِسْرَافِيْلُ يَقُوْلُ هَلُمُّوْا إِلَى عَرْضِ الرَّحْمٰنِ ﴿لَا عِوَجَ لَهٗ﴾ أَيْ لِاتِّبَاعِهِمْ ﴿وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) لَا عِوَجَ لَهٗ میں ضمیر مجرور کا مرجع کیا ہے؟ مفسر نے کیا اشارہ کیا ہے؟ نیز بتائیں کہ قَاعًا صَفْصَفًا ترکیب میں کیا واقع ہے؟ (د) مندرجہ ذیل کلمات کی لغوی صرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور آپ سے لوگ پہاڑوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا کیا ہوگا؟ آپ ان سے فرما دیجیے کہ میرا رب ان کو ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں اُڑا دے گا، اس طریقہ سے کہ (اوّلاً) ان کو ریگ رواں کے مانند ریزہ ریزہ کرے گا پھر ان کو ہوا کے ذریعہ اُڑا دے گا پھر زمین کو ایک ہموار میدان کر کے رکھ دے گا کہ اے مخاطب! تو اس میں نشیب و فراز نہ دیکھے گا، اس دن محشر کی جانب بلانے والے کی آواز کے پیچھے ہولیں گے اور وہ داعی اسرافیل ہیں کہیں گے رحمٰن کے سامنے پیش ہونے کے لیے آؤ، اس میں کوئی کجی نہ ہوگی یعنی ان کی اتباع میں اور تمام آوازیں رحمٰن کے سامنے پست ہو جائیں گی تو تو بجز پاؤں کی آہٹ کے کچھ نہ سنے گا۔

(ب) مطلب: بعض لوگ قیامت کا حال سن کر آپ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں کہ اس دن پہاڑوں کا کیا حال ہوگا، آپ فرما دیجیے کہ میرا رب ان کو ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں اُڑا دے گا، جن پہاڑوں کو تم مضبوط اور اور مستحکم سمجھتے ہو میرے رب کی قدرت کے سامنے ان کی کوئی حقیقت نہیں، رہی بات زمین کی تو، اس کو اس طرح ہموار اور صاف کر دے گا کہ اس میں کہیں نشیب و فراز نہ رہے گا، اور لوگ تمام کے تمام اسرافیل علیہ السلام کی آواز کے پیچھے چلیں گے، خوف و دہشت کے مارے سب کی آواز پست ہو جائے گی اور قدموں کی آہٹ کے علاوہ کچھ سنائی نہ دے گا، ایسی ہیبت اور ہولناکی کے وقت کسی کی شفاعت کام نہ آئے گی، سوائے اس کے کہ جس کو رب ذوالجلال نے شفاعت کی اجازت دے رکھی ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) لَا عِوَجَ لَهٗ میں ضمیر مجرور کا مرجع کیا ہے؟

اس کے اندر ضمیر کا مرجع یتّبعون کا مصدر یعنی اتباع ہے، مطلب ہوگا کہ اس داعی کی اتباع نہ کرنے پر کوئی قادر نہ ہوگا؛ بلکہ سب اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔

قَاعًا صَفْصَفًا ترکیب میں کیا واقع ہے؟

یہ ترکیب میں حال واقع ہے۔

(د) مندرجہ ذیل کلمات کی لغوی صرفی تحقیق:

یَنْسِفُهَا: یہ ضرب سے ہے، صیغہ واحد مذکر غائب، اس کا مصدر نَسْفٌ آتا ہے، بمعنی بکھیرنا۔

یذر: سمع سے ہے، بمعنی چھوڑنا، مصدر وَذْرٌ۔

قاعا: یہ واحد ہے اس کی جمع قِیَعٌ ہے، ہموار میدان۔

صَفْصَفًا: یہ واحد ہے، اس کی جمع صَفَاصِفٌ ہے بمعنی چٹیل میدان۔

امتا: ٹیلہ، بلندی کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

همسا: یہ ضرب سے ہے، بمعنی آہستہ چلنا، یہاں پاؤں کی آہٹ مراد ہے۔

سوال نمبر ۱۶۵، جلالین: ص ۲۶۸ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ﴾ اَيِ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُؤْمِنْ بِهٖ ﴿فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰى ضَيِّقَةٍ وَفُسِّرَتْ فِيْ حَدِيْثٍ بِعَذَابِ الْكَافِرِ فِيْ قَبْرِهٖ ﴿وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ اَعْمَى الْبَصَرِ اَوِ الْقَلْبِ ﴿قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا﴾ قَالَ الْاَمْرُ ﴿قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا﴾ تَرَكْتَهَا وَلَمْ تُؤْمِنْ بِهَا ﴿وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری جملوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مطلب تحریر کریں۔ (ج) مصدر بمعنی ضيقة سے کس شبہ کا ازالہ ہے؟ (د) اور تُنْسٰی میں نسیان سے کیا مراد ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(جواب) ترجمہ: اور جو شخص میری نصیحت سے اعراض کرے گا یعنی قرآن سے کہ اس پر ایمان نہ لائے گا تو اس کی زندگی تنگی میں رہے گی ضنکا ضیقۃ کے معنی میں مصدر ہے اس کی تفسیر حدیث شریف میں عذاب قبر سے کی گئی ہے یعنی کافر کا عذاب قبر سے اور قیامت کے دن ہم اس قرآن سے اعراض کرنے والے کو اندھا اٹھائیں گے یعنی آنکھوں یا دل کا اندھا تو وہ کہے گا کہ میرے رب آپ نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ میں تو آنکھوں والا تھا ارشاد ہوگا کہ معاملہ ایسا ہی ہوتا تھا ہماری آیات تمہارے پاس پہونچی تھیں مگر تم نے ان کو بھلا دیا ترک کر دیا اور ان پر ایمان نہیں لایا اور اسی طرح آج تم کو بھلا دیا جائے گا۔

(ب) تفسیری جملوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مطلب:

اس سے ماقبل حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ اجمالاً ذکر کیا گیا اب یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ جو اللہ کے ذکر یعنی قرآن کریم سے اعراض کرتا ہے، اس پر ایمان نہیں لاتا ہے اور اللہ کو بھلا دیتا ہے تو اس کی گذران اس پر تنگ کر دی جاتی ہے دیکھنے میں اگر چہ اس کے پاس بہت کچھ ہوتا ہے مگر اس کا دل قناعت وتوکل سے خالی ہونے کی وجہ سے اسے لگتا ہے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور حدیث میں مذکور ہے کہ اس شخص کے لیے یعنی جو ایمان نہ لائے اس کافر کے لیے قبر میں عذاب مراد ہے مَعِيشَةً ضَنْكًا سے، اور کل قیامت کے دن اس شخص کو اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کی بصارت وبصیرت سب گل ہو گی نہ وہ آنکھ ہی سے دیکھے گا اور نہ ہی دل اس کے کام آسکے گا اور نہ ہی کوئی حجت سمجھ میں آئے گی یہ ابتداء حشر میں ہوگا اس کے بعد آنکھیں کھول دی جائیں گی جیسا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ میں لکھا ہے، تو وہ کہے گا کہ اے پروردگار ہمیں اندھا کیوں کر دیا ہم تو صاحب بصارت تھے تو ان سے کہا جائے گا کہ تمہارے ساتھ ایسا ہی ہوگا کیوں کہ تم میری دلیلوں اور حجتوں سے دنیا میں اندھا بنے رہے ایمان نہیں لائے تو تمہیں یہاں پر بھی اندھا رکھا جائے گا، اور تمہیں بھلا دیا جائے گا جس طرح تم نے میری آیتوں کو بھلا دیا تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج)مصدر بمعنی ضیقة سے کس شبہ کا ازالہ ہے؟

اس سے ایک شبہ کا ازالہ مقصود ہے۔

شبہ: معیشة و ضنکا یہ دونوں موصوف صفت ہیں، پھر ان میں مطابقت کیوں نہیں پائی جارہی ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ضنکا مصدر ہے اور مصدر میں تذکیر و تانیث برابر ہوتی ہے، لہٰذا مطابقت موصوف صفت میں پائی گئی اور اعتراض رفع ہو گیا۔

(د)تُنْسٰی میں نسیان سے کیا مراد ہے؟

یہاں پر نسیان سے مراد ان کو جہنم میں چھوڑ دینا ہے، جس طرح انہوں نے دنیا میں قرآن کریم کو چھوڑ رکھا تھا۔

سوال نمبر ۱۶۶، جلالین: ص ۲۶۹ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اَفَلَمْ يَهْدِ﴾ يَتَبَيَّنَ ﴿لَهُمْ كَمْ﴾ خَبَرِيَّةٌ مَفْعُوْلٌ ﴿اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ﴾ أَيِ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ بِتَكْذِيْبِ الرُّسُلِ ﴿يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ﴾ فِيْ سَفَرِهِمْ إِلَى الشَّامِ وَغَيْرِهَا فَيَعْتَبِرُوْا وَمَاذُكِرَ مِنْ أَخْذِ إِهْلَاكٍ مِنْ فِعْلِهِ الْخَالِيْ عَنْ حَرْفٍ مَصْدَرِيٍّ لِرِعَايَةِ الْمَعْنٰى لَامَانِعَ مِنْهُ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھتے ہوئے بتائیں کہ لَهُمْ میں ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ (ج) يَمْشُوْنَ ترکیب میں کیا واقع ہے؟ اور مفسر نے يَهْدِ کے بعد يَتَبَيَّنَ اور وما ذكر من اخذ إلخ کیوں نکالا ہے؟

(جواب) ترجمہ: کیا ان (مکہ کے کافروں) کو اس سے بھی ہدایت نہیں ملی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی گزشتہ اُمتوں کو رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کر دیا، کم خبریہ ہے، اَهْلَكْنَا کا مفعول ہے، حال یہ ہے کہ ان کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ بھی شام وغیرہ کے سفر کے دوران چلتے پھرتے ہیں کہ اس سے عبرت حاصل کریں، (اَهْلَكْنَا) مذکور سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بغیر کسی حرف مصدر کے اہلاک مصدر مراد لینا معنیٰ کی رعایت کی وجہ سے ممنوع نہیں ہے اس (امر مذکور) میں عقلمندوں کے لیے کافی دلائل ہیں۔

(ب) مطلب:

اس میں استفہام تفریع وتوبیخ کے لیے ہے کہ کیا ان مکہ کے کافروں کو اس بات سے ہدایت نہیں ملتی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی اُمتوں کو رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کر دیا، پس ان کو پچھلی امتوں سے سبق لینا چاہیے اور آپ پر ایمان لانا چاہیے اور پچھلی قوموں میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کے کھنڈرات سے ان کا گزر بھی ہوتا ہے جب وہ ملکِ شام وغیرہ کی طرف سفر کرتے ہیں کہ ان کھنڈرات کو دیکھ کر ان ہلاک شدہ قوموں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے کہ ان کو کس طرح ان ہی کے مکانوں میں چلتے پھرتے ہلاک کر دیا گیا۔

لَهُمْ میں ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

اِس میں ضمیر کا مرجع کفارِ مکہ ہیں۔

(ج) يَمْشُوْنَ ترکیب میں کیا واقع ہے؟

یہ دراصل ترکیب میں حال واقع ہے اور اس کے ذوالحال میں اختلاف ہے، بعض اس کو قبلهم میں هم ضمیر سے حال قرار دیتے ہیں اور بعض اهلكنا کی ضمیر سے۔

يَهْدِ کے بعد يَتَبَيَّنَ اور وما ذكر من اخذ إلخ کیوں نکالا ہے؟

يَتَبَيَّنَ نکال کر يهد کے فعل لازم ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وماذکر إلخ: اس سے ایک اعتراض کا جواب مقصود ہے۔

اعتراض: اهلكنا سے إِهْلَاك مصدر مراد لینا کس طرح درست ہے جب کہ فعل پر کوئی ایسا حرف بھی داخل نہیں ہے جو اس کو مصدر کے معنیٰ میں کر سکے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ فعل کو مصدر کے معنیٰ میں کرنے کے لیے کسی ایسے حرف کا داخل ہونا جو اس کو مصدر کے معنیٰ میں کر دے ضروری نہیں ہے؛ بلکہ بعض دفعہ معنیٰ کی رعایت کے لیے بغیر حرفِ مصدری کے بھی مصدر مراد لیا جا سکتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۶۷، جلالین: ص ۲۷۱ (امتحان سالانہ ۱۴۰۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾ عَابِثِيْنَ ﴿لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا﴾ مَا يُلْهٰى بِهٖ مِنْ زَوْجَةٍ اَوْ وَلَدٍ ﴿لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ﴾ مِنْ عِنْدِنَا مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَالْمَلَائِكَةِ ﴿اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ذٰلِكَ لٰكِنَّا لَمْ نَفْعَلْهُ فَلَمْ نُرِدْهُ ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ﴾ يُذْهِبُهٗ ﴿فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ﴾ اَللّٰهُ بِهٖ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) اور بتائیں کہ لاعِبِیْنَ ترکیب میں کیا واقع ہے؟ مفسر علام فلم نردہ سے کیا بتانا چاہتے ہیں، نیز بتلائیں کہ مفسر نے آخر میں بہ کا اضافہ کیوں کیا؟

(جواب) ترجمہ: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے کھیلتے ہوئے نہیں بنایا یعنی بے فائدہ کام کرنے والے کے مانند نہیں بنایا، اور اگر ہم کو کھیل تماشہ کے طور پر بنانا مقصود ہوتا یعنی (کھلونا) جس سے تفریح طبع مقصود ہو مثلاً بیوی اور بچہ، تو اسے اپنے پاس ہی بنا لیتے یعنی (اس مقصد کے لیے اپنے پاس حور وملائکہ کا انتخاب کر لیتے، اگر ہم کو ایسا کرنا ہوتا لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا لہٰذا اس کا ارادہ بھی نہیں کیا، بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ بھیجہ نکال دیتا ہے، (یعنی نست ونابود کر دیتا ہے) تو وہ دفعۃً دم توڑ دیتا ہے، اور تمہارے لیے ہلاکت ان باتوں کی وجہ سے کہ جن کے ساتھ تم اللہ کو متصف کرتے ہو۔

(ب) تفسیر: ہم نے ساتوں آسمان، زمین اور اس کے مابین چیزوں کو محض تفریح اور کھیل کود کے لیے نہیں بنایا؛ بلکہ اس کی تخلیق میں بے شمار مصلحتیں اور حکمتیں ہیں، اگر ہم کو تفریحِ طبع مقصود ہوتی تو ہم اپنے پاس سے ہی کچھ چیزیں بنا لیتے، اتنی لمبی چوڑی کائنات کو بنانے کی کیا ضرورت تھی؛ بلکہ ہم نے ان کو کسی نہ کسی مقصد کے لیے پیدا کیا اور انہیں مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ یہاں جو حق وباطل کے درمیان معرکہ آرائی اور خیر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وشر کے درمیان تصادم ہے اس میں ہم حق اور خیر کو غالب اور باطل اور شر کو مغلوب کریں؛ چناں چہ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں جس سے باطل کا سر پاش پاش ہو کر بھیجہ نکل جاتا ہے اور چشم زدن میں باطل بے نام ونشان ونیست ونابود ہو جاتا ہے، پس دنیا محض کھیل تماشہ نہیں؛ بلکہ میدانِ کارزار ہے، جہاں حق وباطل کی جنگ ہوتی ہے، حق حملہ آور ہو کر باطل کے سر کو کچل دیتا ہے اور رب کی جانب جو بے سروپا باتیں منسوب کرتے ہو مثلاً یہ کہ یہ کائنات ایک کھیل ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب تمہاری ہلاکتوں کا باعث ہے؛ اس لیے کہ اسے کھیل تماشہ اور عبث سمجھنے کی وجہ سے تم حق سے گریز اور باطل کو اختیار کرنے میں کوئی تامل اور خوف محسوس نہیں کرتے جس کا نتیجہ بالآخر تمہاری ہلاکت اور بربادی ہے۔

(ج) لَاعِبِيْنَ ترکیب میں کیا واقع ہے؟

یہ خَلَقْنَا کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

مفسر علام فلم نر دہ سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

فلم نردہ: اس سے اِنْ كُنَّا فَاعِلِيْنَ میں اِنْ کے شرطیہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

مفسر نے آخر میں بہ کا اضافہ کیوں کیا؟ بہ کے اضافہ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ مِمَّا تَصِفُوْنَ میں مَا موصولہ ہے اور تصفون جملہ ہو کر اس کا صلہ ہے اور عائد محذوف ہے اور وہ بہ ہے۔

سوال نمبر ۱۶۸، جلالین: ص ۲۷۲ (امتحان سالانہ ۱۴۰۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا﴾ أَيْ سَدًّا بِمَعْنٰى مَسْدُوْدَةً ﴿فَفَتَقْنٰهُمَا﴾ أَيْ جَعَلْنَا السَّمَاءَ سَبْعًا وَالْأَرْضَ سَبْعًا أَوْفَتْقُ السَّمَاءِ إِنْ كَانَتْ لَاتُمْطِرُ فَأَمْطَرَتْ وَفَتْقُ الْأَرْضِ إِنْ كَانَتْ لَاتُنْبِتُ فَأَنْبَتَتْ ﴿وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ﴾ النَّازِلِ مِنَ السَّمَاءِ وَالنَّابِعِ مِنَ الْأَرْضِ ﴿كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ نَبَاتٍ وَغَيْرِهٖ ﴿اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ۝﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) فتق کی مفسر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

نے دو تفسیر کی ہیں آپ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کی روشنی میں واضح کریں کہ کون سی تفسیر راجح ہے؟

(جواب) ترجمہ: کیا کافر یہ نہیں جانتے کہ آسمان اور زمین (منہ) بند تھے رَتْقًا معنی سدًّا ہے اور سدًّا معنی مسدودۃ ہے، اور پھر ہم نے ان کو کھول دیا یعنی سات آسمان اور سات زمین بنا دیں یا فتقِ سماء کا مطلب یہ ہے کہ آسمان سے بارش نہیں ہوتی تھی پھر بارش ہونے لگی اور فتقِ ارض کا مطلب یہ ہے کہ زمین اُگاتی نہیں تھی پھر اُگانے لگی، اور پھر ہم نے آسمان سے برسنے والے اور زمین کے چشموں سے نکلنے والے پانی سے ہر جاندار کو بنایا، گھاس وغیرہ پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتے ہیں۔

(ب) مطلب: سب سے پہلے جان لینا چاہیے کہ یہاں رویت سے مطلق علم مراد ہے خواہ وہ آنکھوں سے ہو یا عقل واستدلال سے؛ کیوں کہ آئندہ آنے والے مضمون میں کچھ کا تعلق مشاہدہ سے ہے اور کچھ کا علمِ استدلالی سے، مذکورہ آیت میں دو لفظ استعمال ہوئے ہیں، ایک: رتق اور دوسرا فتق رتق کے معنی بند ہونا اور فتق کے معنی کھولنا اور پورے مجموعے کو رتق وفتق کہا جاتا ہے۔ اس کا ایک مفہوم کسی کے انتظام اور اس کے پورے اختیار کے ہیں، آیت کے الفاظ کا ترجمہ ہے: آسمان وزمین بند تھے، ہم نے ان کو کھول دیا، کھولنے اور بند ہونے سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں، جمہور صحابہؓ اور جمہور مفسرینؒ نے آسمان کے بند ہونے سے بارش کا نہ ہونا اور زمین کے بند ہونے سے پیداوار کا نہ ہونا مراد لیا ہے اور کھولنے سے ان دونوں کا جاری ہونا مراد لیا ہے۔

اور بعض مفسرین نے رتق وفتق سے یہ مطلب مراد لیا ہے کہ ابتداءً زمین وآسمان باہم ملے ہوئے تھے، ہم نے دونوں کو الگ کر دیا۔

(ج) فتق کی کون سی تفسیر راجح ہے؟

"وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" اس جملہ سے پہلی تفسیر کا راجح ہونا معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ ہر جاندار کی تخلیق میں پانی کا دخل ضرور ہے اور جاندار، ذی روح اہلِ تحقیق کے نزدیک صرف حیوانات ہی نہیں ہیں؛ بلکہ نباتات اور جمادات میں بھی روح محققین کے نزدیک ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ پانی کو ان سب چیزوں کی تخلیق وارتقاء میں بڑا دخل ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۶۹، جلالین: ص ۲۷۳ (امتحان سالانہ ۱۴۱۰ھ)

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ﴾ ذَوَاتِ الْعَدْلِ ﴿لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ أَيْ فِيْهِ ﴿فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا﴾ مِنْ نَقْصِ حَسَنَةٍ أَوْ زِيَادَةِ سَيِّئَةٍ ﴿وَ اِنْ كَانَ﴾ الْعَمَلُ ﴿مِثْقَالَ﴾ زِنَةَ ﴿حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا﴾ أَيْ بِمَوْزُوْنِهَا ﴿وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ مُحْصِيْنَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔ (ج) اور بتائیں کہ القسط ترکیب میں کیا واقع ہے؟ اور ذوات العدل سے تفسیر کیوں کی گئی ہے؟ اور کیا تمام انسانوں کے اعمال کا وزن ہوگا یا صرف اہلِ ایمان کا؟ (د) نیز تفسیری کلمات کی وضاحت بھی کریں؟

جواب ترجمہ: اور ہم قیامت کے دن درست میزانِ عدل قائم کریں گے، تو کسی پر اصلاً ظلم نہ کیا جائے گا، نیکیوں کو کم کر کے یا گناہوں میں اضافہ کر کے اور اگر عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو تو بھی ہم اس کو یعنی موزون کو حاضر کر دیں گے اور ہم ہر چیز کا حساب لینے والے کافی ہیں۔

(ب) مطلب: یعنی رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو تو بھی کسی کا عمل ہو عدل وانصاف کے ترازو میں تلے گا، ادھر اُدھر ضائع نہیں ہوگا، کسی پر ظلم وزیادتی نہیں کی جائے گی کہ اس کی نیکیوں میں سے کچھ کم کر دیا جائے یا اس کے گناہوں میں اضافہ کر دیا جائے؛ بلکہ ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلہ ملے گا، اور ہمارا حساب آخری اور فیصلہ کن ہوگا، جس کے بعد کوئی دوسرا حساب لینے والا نہیں ہوگا۔

(ج) القسط ترکیب میں کیا واقع ہے؟

القسط یہ موازین کی صفت ہے اور چوں کہ مصدر میں واحد اور جمع سب برابر ہوتا ہے؛ اس لیے بظاہر یہاں موصوف صفت میں مطابقت نہیں پائی جا رہی ہے، الموازین جمع ہے اور القسط واحد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ذوات العدل سے تفسیر کیوں کی گئی ہے؟

یہ اعتراض کو دفع کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔

اعتراض: القسط کا حمل الموازین پر ہے اور القسط مصدر ہے اور مصدر کا حمل ذات پر درست نہیں ہے، تو پھر یہاں کیسے مصدر کا حمل ذات پر کیا گیا ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مصدر کا حمل ذات پر نہیں ہے؛ بلکہ القسط کا مضاف محذوف ہے اور اصل عبارت ذو قسط ہے۔

کیا تمام انسانوں کے اعمال کا وزن ہوگا یا صرف اہلِ ایمان کے اعمال کا؟

اس سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ کافر و مسلم ہر ایک کے اعمال قیامت کے دن تولے جائیں گے، ایک مرتبہ مؤمنین و کافرین سب کا حساب ہوگا، اس وقت مسلمان اور کافر کے درمیان وزن ہوگا جس سے دونوں الگ اور جدا ہو جائیں گے، پھر مؤمنین کے اعمال الگ سے ایک مرتبہ اور تولے جائیں گے۔

(د) تفسیری کلمات کی وضاحت:

فيه: لیوم میں لام، فاء کے معنی میں ہے، اسی کی طرف اشارہ ہے۔

من نقص حسنة: یہ لا تظلم کی تفسیر ہے۔

العمل: کان کے بعد العمل نکال کر یہ بتلادیا کہ یہاں کان ناقصہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اور وہ العمل ہے۔

زنة: یعنی مثقال سے وزن مراد ہے۔

سوال نمبر ۱۷۰، جلالین: ص ۲۷۳ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ﴾ أَيِ التَّوْرَاةَ الْفَارِقَةُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ ﴿وَ ضِيَآءً﴾ بِهَا ﴿وَ ذِكْرًا﴾ اى عِظَةً بِهَا ﴿لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ﴿الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾ عَنِ النَّاسِ أَيْ فِي الْخَلَاءِ عَنْهُمْ ﴿وَ هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ﴾ أَيْ أَهْوَالُهَا ﴿مُشْفِقُوْنَ﴾ خَائِفُوْنَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مذکورہ آیت سے قبل کافر اور معاندت کی ذکر گذاری آپ معاونت اور اس کا پس منظر لکھیے۔ (ج) ضیاء وذکرا ترکیب میں صفت واقع ہوئی ہے آپ اس کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرقان یعنی تورات حق وباطل اور حلال وحرام کے درمیان فرق کرنے والی، اور ان پرہیزگاروں کے لیے نصیحت کی کتاب عطا فرمائی جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ لوگ قیامت یعنی اس کی ہولناکیوں سے بھی ڈرتے ہیں۔

(ب) پس منظر: مذکورہ آیت کے قبل آیتوں میں کافروں کی سرکشی کی وجہ بیان کی گئی ہے، چوں کہ ان کفار کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی مال ودولت عطا کیے، اور لمبی لمبی عمریں ان کے عیش وعشرت میں کوئی فرق نہیں آیا، تو یہ سمجھ بیٹھے کہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا، اور یہی دور چلتا رہے گا جس کی وجہ سے یہ غفلت کی نیند سوتے رہے، اور غفلت ہی ان کے جمود وسرکشی کی بنیاد بن گئی پھر انھیں تنبیہ کی گئی ہے کہ ہم نے ان کی کتنی بستیاں برباد کرادیں اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ اور فتح کی تو انھیں غفلت کی نیند سے بیدار کرنے اور ان کے جمود کو توڑنے کے لیے یہی کافی ہونا چاہیے تھا، لیکن انھیں اب بھی ہوش نہیں آیا، ان کی اس غفلت کو دیکھ کر ارشاد ہوا کہ کیا یہ اب بھی اپنے آپ کو غالب سمجھ رہے ہیں، نہیں ایسا نہیں، بلکہ یہ تو مغلوب اور ذلیل ہوچکے ہیں، ارشاد ہے کہ آپ تو ایک مبلغ کی حیثیت سے ان کو خدا تعالیٰ کے عذاب کی اطلاع دے رہے ہیں اور یہ مضمون بھی کوئی اپنی طرف سے نہیں لیکن اسے کیا کیا جائے کہ جو بہرے ہو رہے ہیں اور جن کے دل ودماغ پر مہر ہے انھیں خدا تعالیٰ کی باتیں بھی سودمند نہیں ہوتی اور ان کا حال یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے عذاب کا ہلکا سا بھی جھونکا لگ جائے تو گھبرا اٹھے اور واویلا کرنے لگیں، اور اسی وقت اپنے قصور کا اعتراف کرلیں، قیامت کے دن میزان عدل قائم کیا جائے گا، جس میں انسانوں کے چھوٹے بڑے اعمال وزن کرلیے جائیں گے، اس میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور نہ زیادتی، بلکہ انصاف کے ساتھ معاملہ ہوگا، نیز یہ میزان وغیرہ کا انتظام بھی محض لوگوں کے اطمینان کی خاطر کیا جائے گا، ورنہ خدا تعالیٰ تو بغیر آلات کے بھی حساب لے سکتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آیت سے اس مشرکانہ عقیدہ کی بھی تردید ہو جاتی ہے، جو کفارِ مکہ کا تھا کہ حساب وکتاب کے لیے ایک الگ دیوتا ہے۔

(ج) ضیاء وذکرا کی وضاحت:

ضِیَآءً وَّذِکْرًا ترکیب میں تورات کی صفات ہے، تورات کو فرقان اس وجہ سے کہا کہ وہ حق وباطل اور حلال وحرام کے اندر فرق کرنے والی ہے، اور تورات ہی کیا تمام آسمانی کتابوں کا وصف یہی ہے، اور یہ کتابیں خدا سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور روشنی کا کام دیتی ہے۔

سوال نمبر ۱۷۱، جلالین: ص ۲۷۳ (امتحان داخلہ ۱۴۲۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ﴾ أَيْ هُدَاهُ قَبْلَ بُلُوْغِهٖ ﴿وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ﴾ أَيْ بِأَنَّهٗ أَهْلٌ لِذٰلِكَ ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴾ أَيْ عَلٰى عِبَادَتِهَا ﴿قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ﴾ فَاقْتَدَیْنَاهُمْ ﴿قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔ (ج) اور بتائیں یہاں رشد کے کیا معنیٰ ہیں؟ اور مفسر علام نے البلوغ اور علی عبادتھا کیوں نکالا؟ (د) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوال تو مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ میں ما کے ساتھ کیا تھا، پھر کفار کا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا کے ذریعہ جواب دینا کیسے درست ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور ہم نے پہلے ہی ابراہیم کو یعنی سن بلوغ کے پہنچنے سے پہلے ہوشمندی عطا فرمائی تھی اور ہم اِس بات سے بخوبی واقف تھے کہ وہ اس کا اہل ہے، جب کہ اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا یہ مورتیاں (بت) جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟ یعنی ان کی بندگی میں لگے ہوئے ہو تو سب نے جواب دیا ہم نے اپنے آباء واجداد کو انہیں کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے، لہٰذا ہم نے ان ہی کی اقتداء اختیار کی ہے، تو ابراہیم علیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

السلام نے ان سے کہا پھر تو تم اور تمہارے آباء واجداد ان کی عبادت کرنے کی وجہ سے کھلی گمراہی میں ہو۔

(ب) **مطلب:** اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: یا تو ابراہیم علیہ السلام کو رشدت و ہدایت اور دانشمندی دینے کا واقعہ آپ ﷺ اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے پہلے کا ہے یا پھر مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا کیے جانے سے پہلے ہی ہوشمندی عطا کردی گئی تھی۔ اور ایک مطلب اور ہے جس کو صاحب جلالین نے اختیار کیا ہے کہ ان کو ہوشمندی سن بلوغ سے پہلے ہی عطاء کردی گئی تھی اور ہم اپنے علم ازلی کے اعتبار سے جانتے تھے کہ وہ اس کے اہل ہیں، جب کہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟ یعنی ان کی اصلیت وحقیقت کیا ہے؟ پتھر کی خود تراشیدہ مورتیاں کس طرح خدا بن گئیں؟ تو انہوں نے جواب دیا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا إلخ یعنی ہمارے پاس عقل وفطرت اور نقل معتمد بہ کی کوئی دلیل تو نہیں ہے؛ لیکن ہمارے لیے سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بہت پہلے سے ہمارے آباء واجداد انہیں کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں، پھر ہم اپنے بڑوں کا طریقہ کیسے چھوڑ دیں؟ اس کا جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیا کہ یہ دلیل تمہاری قابلِ اعتناء نہیں؛ البتہ اس سے تمہارے آباء واجداد کی بھی پول کھل گئی کہ وہ بھی تمہاری طرح کھلی گمراہی میں تھے۔

(ج) رشد کے کیا معنیٰ ہیں؟

اگر ماقبل کا مضاف الیہ البلوغ کو قرار دیا جائے تو رشد سے مراد ہوگا دین و دنیا کی زکاوت وذہانت اور اگر ماقبل کا مضاف الیہ موسیٰؑ وہارونؑ ہوں تو رشد سے مراد نبوت ہوگی۔

مفسر علام نے البلوغ اور علی عبادتها کیوں نکالا؟

اس کو نکال کر بتلا دیا کہ قبل کا مضاف الیہ محذوف ہے اور وہ البلوغ ہے۔

علی عبادتها نکالنے کی وجہ: اس سے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔

اعتراض: عاکف: اس کا صلہ علیٰ آتا ہے؛ لیکن یہاں پر لام آیا ہوا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر لام علیٰ کے معنیٰ میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کا جواب دینا کیسے درست ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ما کے ذریعہ سوال کر کے حقیقت و ماہیت دریافت کی تھی؛ لیکن چوں کہ ان کی قوم جانتی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان بتوں کی حقیقت معلوم ہے؛ اس لیے انہوں نے سوال کے مطابق جواب نہیں دیا؛ بلکہ مآل کے مطابق جواب دیا تو انہوں نے ما کے ذریعہ سوال کو ماهي، أي لاي شيء عبدتموها کے درجہ میں اُتارا تو اسی جواب کو دینا ضروری تھا، دوسری چیزوں کو بیان کرنا درست نہ تھا۔

سوال نمبر ۱۷۲، جلالین: ص ۲۷۴ (امتحان داخلہ ۱۴۳۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ﴾ فِيْهِ تَقْدِيْمُ جَوَابِ الشَّرْطِ وَفِيْمَا قَبْلَهُ تَعْرِيْضٌ لَهُمْ بِأَنَّ الصَّنَمَ الْمَعْلُوْمَ عِجْزُهُ عَنِ الْفِعْلِ لَا يَكُوْنُ إِلٰهًا ﴿فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تعریض کی تعریف کر کے اس موقع پر تعریض کے پائے جانے کی وضاحت کریں۔ (ج) بَلْ فَعَلَهٗ سے بظاہر حضرت ابراہیمؑ سے کذب کا صدور مفہوم ہوتا ہے جو نبی معصوم سے محال ہے، اس کا صحیح جواب تحریر کریں۔

(جواب) ترجمہ: کہا بلکہ ان کے اس بڑے (گرو) نے کی ہے، یہ حرکت کرنے والے کے بارے میں ان ہی سے معلوم کرلو، اگر یہ بول سکتے ہیں؟ اس میں جواب شرط مقدم ہے اور ماقبل میں مشرکین کے لیے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بت کا عاجز عن الفعل ہونا معلوم اور متعین ہے وہ معبود نہیں ہو سکتے؛ چناں چہ یہ لوگ سوچ میں پڑ گئے، اور اپنے دلوں میں کہنے لگے در حقیقت تم ہی ظالم ہو۔

(ب) تعریض کی تعریف: تعریض وہ کنایہ ہے جس میں کلام کو کسی ایک جانب مائل کر دیا جائے اور مراد دوسری جانب لی جائے، مثلاً کسی نقصان پہنچانے والے شخص سے کہا جائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور مقصد اس سے یہ بتلانا ہے کہ تم اچھے آدمی نہیں ہو؛ کیوں کہ تم لوگوں کو نفع نہیں پہنچاتے ہو۔

اس موقع پر تعریض کے پائے جانے کی وضاحت: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فعل کی نسبت کبیر کی طرف یہ بتلانے کا ارادہ کیا ہے کہ یہ بت عاجز و قاصر ہیں اور معبود کے لائق نہیں ہیں؛ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات صراحتاً نہیں کہی۔

(ج) بَلْ فَعَلَهُ سے کذب کے صدور کے مفہوم کا جواب:

اس کی صحیح توجیہ یہی ہے کہ ان کا قول اسناد مجازی کے قبیل سے ہے، اس طور پر کہ مشرکین بڑے بت کی رات دن پوجا کرتے تھے، تو گویا کہ بڑے بُت نے ہی بتوں کو توڑوانے پر آمادہ کیا، پس بڑا بُت ہی ان بتوں کو توڑنے کا سبب بنا، اسی سببیت کی وجہ سے توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کردی گئی۔

سوال نمبر ۱۷۳، جلالین: ص ۲۷۵ (امتحان داخلہ ۱۴۱۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ﴾ اذْكُرْ ﴿دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ﴾ أَيْ قِصَّتَهُمَا وَ يُبْدَلُ مِنْهَا ﴿اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ﴾ أَيْ رَاعَتْهُ لَيْلًا بِلَا رَاعٍ بِأَنْ اِنْفَلَتَتْ ﴿وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ۝﴾ فِيْهِ اِسْتِعْمَالُ ضَمِيْرِ الْجَمْعِ لِاثْنَيْنِ قَالَ دَاوٗدُ لِصَاحِبِ الْحَرْثِ رِقَابَ الْغَنَمِ وَقَالَ سُلَيْمَانُ يَنْتَفِعُ بِدَرِّهَا وَنَسْلِهَا وَصُوْفِهَا إِلٰى أَنْ يَعُوْدَ الْحَرْثُ كَمَا كَانَ بِإِصْلَاحِ صَاحِبِهَا فَيَرُدُّهَا إِلَيْهِ ﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ﴾۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) بوضاحت مطلب تحریر کریں۔ (ج) مذکورہ دونوں فیصلوں میں بظاہر تعارض ہے اس کو دفع کریں، نیز بتلائیں کہ ان حضرات کا فیصلہ اجتہادی تھا یا وحی الٰہی ہے؟ (د) آخر میں کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق بھی کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور داؤد و سلیمان یعنی ان کے قصہ کا ذکر کیجیے، وَاذْكُرْ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے اِذْ يَحْكُمَانِ بدل ہے، جب کہ وہ کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جب کہ ایک قوم کی بکریاں اس میں جا گھسیں تھیں یعنی چرواہے کے بغیر رات کو چر گئیں تھیں، اس طریقہ سے کہ اس میں پھیل گئیں تھیں اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے اس میں دو کے لیے جمع کی ضمیر کا استعمال ہوا ہے۔ داؤد علیہ السلام نے کھیتی والے کے لیے (نقصان) کے عوض بکریوں کا فیصلہ کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کھیتی والا بکریوں کے دودھ اور ان کی نسل اور ان کی اون سے فائدہ اُٹھائے یہاں تک کہ کھیتی بکریوں والے کی اصلاح سے اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آئے تو کھیتی کا مالک بکریاں بکریوں کے مالک کو واپس کردے تو ہم نے سلیمان علیہ السلام کو سمجھ عطا فرمائی۔

(ب) بوضاحت مطلب: مفسرین نے یہ قصہ اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک شخص کی بکریاں دوسرے شخص کے کھیت میں رات کے وقت جا گھسیں اور سارا کھیت چر کر صاف کر دیا جب داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ پہنچا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیت والے کے حوالے کیے جائیں، اس کے ذریعہ کھیت والے کے نقصان کی تلافی ہوجائے گی، اور انہوں نے شاید یہ فیصلہ اس لیے کیا کہ غالباً بکریوں کی قیمت کھیت کے نقصان کے برابر تھی، پھر وہ دنوں مدعی اور مدعیٰ علیہ معاملہ کو سلیمان علیہ السلام کے پاس لے کر گئے، تو انہوں نے فیصلہ سنایا کہ بکریوں والا تمام بکریاں کھیت والے کو دے دے اور کھیت والا بکریوں کے دودھ، ان کی نسل اور ان کی اون سے فائدہ اُٹھاتا رہے اور کھیت بکریوں والے کے حوالے کر دیا جائے، وہ اس میں کاشت کرے اور اس کو دوبارہ سابقہ حالت پر لے آئے، تو کھیت والے سے اپنی بکریاں لے لے، اور کھیت اس کے حوالے کردے؛ چناں چہ جب داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ سنایا تو ان کو فیصلہ پسند آیا اور انہوں نے فرمایا بس اب یہی فیصلہ رہنا چاہیے۔

(ج) مذکورہ دونوں فیصلوں میں تعارض کا دفعیہ: مجاہدؒ کا قول ہے کہ دونوں کا فیصلہ اپنی اپنی جگہ درست ہے؛ کیوں کہ داؤد علیہ السلام کا فیصلہ ضابطہ کا فیصلہ تھا اور سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ مقدمہ کا تو فیصلہ نہیں تھا؛ مگر انہوں نے فریقین میں اصلاح کی خاطر اس طرح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کا فیصلہ کیا اور قرآن میں وَالصُّلْحُ خَیْرٌ کا ارشاد وارد ہوا ہے۔

فیصلہ اجتہادی تھا یا وحی الٰہی ہے؟ یہ فیصلہ اجتہادی تھا، وحی الٰہی سے نہیں تھا۔

(د) آخر میں کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

زَرْعٌ: اس کی جمع زُرُوْعٌ ہے، کھیتی۔

نَفَشَتْ: باب ضرب سے واحد مؤنث غائب، بغیر چرواہے کے بکریوں کا رات کے وقت کھیتی کو چر کر خراب کر دینا۔

انفلتت: یہ انفعال سے بمعنی پھیل جانا، پورے کو شامل ہو جانا۔

رقاب: اس کا واحد رقبۃ ہے، بمعنی گردن، مالک بنا دینا۔

دَرٌّ: دودھ۔

صوف: اس کی جمع اَصْوَافٌ ہے، وہ بال جو بھیڑ بکریوں کے جسم میں ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۱۷۴، جلالین: ص ۲۷۶ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ﴾ اذْكُرْ ﴿إِسْمٰعِيْلَ وَإِدْرِيْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ۖ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ لَهَا ﴿وَ ذَا النُّوْنِ﴾ صَاحِبَ الْحُوْتِ وَهُوَ يُوْنُسُ بْنُ مَتّٰى وَيُبْدَلُ مِنْهُ ﴿اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا﴾ لِقَوْمِهٖ أَيْ غَضْبَانَ عَلَيْهِمْ مِمَّا قَاسٰى مِنْهُمْ وَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ﴾ أَيْ نَقْضِيَ عَلَيْهِ مَاقَضَيْنَا مِنْ حَبْسِهٖ فِيْ بَطْنِ الْحُوْتِ أَوْ نُضَيِّقَ عَلَيْهِ بِذٰلِكَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) ذوالکفل کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ وہ نبی تھے یا نہیں؟ واضح کریں۔ (د) مُغَاضِبًا کی تفسیر غضبان سے کیوں کی ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور اسماعیل و ادریس و ذوالکفل علیہم السلام کا تذکرہ کیجیے یہ سب صابرین میں سے تھے اور ہم نے ان سب حضرات کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا تھا اور ان میں اس کی صلاحیت تھی، اور ذوالنون یعنی مچھلی والے کا تذکرہ کیجیے اور وہ یونس بن متّٰی ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اور اِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا، ذا نون سے بدل ہے یعنی اس وقت کو یاد کرو کہ جب مچھلی والا اپنی قوم سے ان کی طرف سے تکلیف اُٹھانے کی وجہ سے ناراض ہو کر چل دیا؛ حالاں کہ اس کو جانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی تو اس نے یہ سمجھا کہ ہم بغیر اجازت کے چلے جانے پر داروگیر نہ کریں گے یعنی مچھلی کے پیٹ میں قید کرنے کا جو فیصلہ ہم نے کرلیا ہے وہ نہ کریں گے، یا اس کی وجہ سے ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔

(ب) تفسیر: اس سے پہلے کی آیتوں میں صبر ایوب کا ذکر تھا، اس کے ضمن میں چند دیگر انبیاء کے صبر کا بھی تذکرہ کر دیا؛ چناں چہ اسماعیل علیہ السلام کا خود کو بخوشی ذبح کے لیے پیش کر دینا، ایک بڑی آزمائش اور کڑا امتحان تھا؛ لیکن اس میں وہ سو فیصد کامیاب رہے اور تقریباً ایک سو تیس سال تک زندہ رہے۔

آگے ادریس علیہ السلام کا ذکر ہے، یہ حضرت نوح علیہ السلام کے جد امجد تھے اور آدم علیہ السلام کے انتقال سے سو سال پہلے پیدا ہوئے تھے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے وقت ان کی عمر سو سال تھی، حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے دو سو سال بعد آپ مبعوث ہوئے اور بعثت کے بعد ایک سو پچاس سال زندہ رہے، تقریباً آپ کی عمر ۴۵۰ سال ہوئی اور نوح علیہ السلام ان کے تقریباً ہزار سال بعد مبعوث ہوئے۔

پھر ذوالکفل کا ذکر ہے، ذوالکفل یہ لقب ہے اصل نام بشر ہے، کہا گیا ہے کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے صاحبزادے تھے، انہوں نے دن میں روزہ رکھنا، رات کو قیام کرنا اور کسی پر غصہ نہ کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیا تھا، اسی وجہ سے ان کو ذوالکفل کہا جانے لگا، اسی طرح ذوالنون یعنی مچھلی والے حضرت یونس ابن متی کا ذکر ہے، آپ نینوا نامی بستی کی جانب مبعوث ہوئے، ان کا قصہ بہت مشہور ہے۔

(ج) ذوالکفل کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ چوں کہ انہوں نے دن میں روزہ رکھنے کو اور پوری رات قیام کرنے کو اسی طرح لوگوں کے درمیان مقدمات کا فیصلہ کرنے اور ان پر غصہ نہ کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیا تھا؛ اس لیے ان کو ذوالکفل کہا جانے لگا۔

وہ نبی تھے یا نہیں؟ اس سلسلے میں دونوں طرح کے قول ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

صرف عبد صالح تھے نبی نہیں تھے؛ لیکن صحیح قول یہی ہے کہ وہ نبی تھے اور اس قول کی وجہ ترجیح یہ ہے کہ قرآن کریم میں ان کا ذکر نبیوں کے ساتھ ہوا ہے۔

(د) مُغَاضِبًا کی تفسیر غضبان سے کیوں کی ہے؟

اِس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ مُغَاضِبًا اگرچہ مفاعلت سے اسم فاعل ہے جس کی خاصیت مشارکت ہے؛ مگر یہاں اپنے باب کی خصوصیت مشارکت کے لیے نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۷۵، جلالین: ص ۲۷۷ (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَوْمَ﴾ مَنْصُوْبٌ بِأُذْكُرْ مُقَدَّرًا قَبْلَهُ ﴿نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ﴾ اِسْمُ مَلَكٍ ﴿لِلْكُتُبِ﴾ صَحِيْفَةِ ابْنِ اٰدَمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ وَاللَّامُ زَائِدَةٌ أَوِ السِّجِلِّ الصَّحِيْفَةِ وَالْكِتَابُ بِمَعْنٰى مَكْتُوْبٍ بِهٖ وَاللَّامُ بِمَعْنٰى عَلٰى وَفِيْ قِرَاءَةٍ لِلْكُتُبِ جَمْعًا ﴿كَمَا بَدَأْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ﴾ عَنْ عَدَمٍ ﴿نُّعِيْدُهٗ﴾ بَعْدَ اِعْدَامِهٖ فَالْكَافُ مُتَعَلِّقَةٌ بِنُعِيْدُ وَ ضَمِيْرُهٗ عَائِدٌ إِلٰى أَوَّلٍ وَمَامَصْدَرِيَّةٌ ﴿وَعْدًا عَلَيْنَا﴾ مَنْصُوْبٌ بِوَعَدْنَا وَهُوَ مُؤَكِّدٌ بِمَضْمُوْنِ مَّاقَبْلَهٗ ﴿اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ مَاوَعَدْنَا:

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح سجل نامی فرشتہ انسان کے مرنے کے بعد اس کے اعمال نامہ کو لپیٹ دیتا ہے اَلْكِتَاب میں لام زائدہ ہے یا سجل سے مراد صحیفہ ہے اور کتاب مکتوب بہ کے معنیٰ میں ہے اور لام بمعنیٰ علیٰ ہے اور ایک قراءت میں الکتب ہے جمع کے ساتھ جس طرح ہم اوّل دفعہ عدم سے وجود میں لائے (اسی طرح) اس کو معدوم کرنے کے بعد اس کا اعادہ کریں گے کاف نعید سے متعلق ہے اور اس کی ضمیر (اوّل) کی طرف راجع ہے اور ما مصدریہ ہے، ہمارے ذمہ ہے ہم اپنے وعدہ کو ضرور پورا کریں گے وَعْدًا اپنے ماقبل وَعَدْنَا محذوف کی وجہ سے منصوب ہے اور یہ اپنے ماقبل کے مضمون کی تاکید کررہا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(ب) تفسیری فوائد کی وضاحت:

اسم ملك: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ (طی) مصدر کی اضافت السجل کی طرف اضافت المصدر الی الفاعل کے قبیل سے ہے اور سجل وہ فرشتہ ہے جو تیسرے آسمان میں ہے اور جب نامۂ اعمال کو اس کی طرف اُٹھایا جاتا ہے تو وہ اس کو لپیٹ دیتا ہے۔

اوالسجل الصحيفة: اس سے السجل کی ایک دوسری تفسیر کی طرف اشارہ ہے کہ کتاب سے مراد صحیفہ ہے اب طی مصدر کی اضافت السجل کی طرف اضافت المصدر الی المفعول کے قبیل سے ہوگی۔

للكتُبُ جمعا: الکتاب کے اندر دو قرأتیں ہیں، ایک مفرد کی اور ایک جمع کی۔

عن عدم بعد اعدامه: یعنی جس طرح ہم نے آدم کی اولاد کو اوّل دفعہ پیٹ سے پیدا کیا اسی طرح ہم ان کو پھر سے عدم کرکے قیامت کے دن دوبارہ اُٹھائیں گے۔

منصوب بوعدنا: یعنی وعدا مفعول مطلق ہے اور اس کا فعل وعدنا محذوف ہے اور یہ اپنے ماقبل مضمون کی تاکید کررہا ہے یعنی ہم ضرور بالضرور اپنے وعدہ کو پورا کریں گے۔

سوال نمبر ۱۷۶، جلالین: ص ۲۷۹ (امتحان سالانہ ۱۴۲۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى﴾ مَعَهُ ﴿وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ۝﴾ لَهُ نُوْرٌ مَعَهُ ﴿ثَانِيَ عِطْفِهٖ﴾ حَالٌ أَيْ لَاوِيَ عُنُقِهٖ تَكَبُّرًا عَنِ الْإِيْمَانِ ﴿لِيُضِلَّ﴾ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّهَا ﴿عَنْ سَبِيْلِ اللهِ﴾ دِيْنِهٖ ﴿لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ﴾ عَذَابٌ فَقُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ ﴿وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ۝﴾ أَيِ الْإِحْرَاقُ بِالنَّارِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی اور یوم بدر سے کیا مراد ہے؟ یہ کس تاریخ اور کس سن میں واقع ہوا متعین کیجیے اور عِطْفٌ کا لغوی معنی بھی لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اور بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ کے بارے میں بدون واقفیت اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بدون دلیل کے جو اس کے پاس ہو اور بغیر کسی روشن کتاب کے جو اس کے لیے ہو اور اس کتاب کے ساتھ نور (وحی) ہو پہلوتہی کرتے ہوئے (یہ یُجَادِلُ) کی ضمیر سے حال ہے یعنی ایمان سے متکبرانہ طور پر گردن موڑتے ہوئے لِیُضِلَّ یاء کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ تا کہ اللہ کے راستے سے بہکادے ایسے شخص کے لیے دنیا میں رسوائی عذاب ہے چناں چہ یوم بدر میں قتل کیا گیا اور قیامت کے دن بھی ہم اسے جلنے یعنی آگ میں جلانے کا عذاب چکھائیں گے۔

(ب) یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟

یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔

یوم بدر سے کیا مراد ہے؟ اس سے مراد جنگ بدر ہے۔

یہ کس تاریخ اور کس سن میں واقع ہوا؟ بروز جمعہ ۱۷/ رمضان المبارک ۲ھ میں یہ واقعہ پیش آیا۔

عِطْفٌ کا لغوی معنی: اس کے معنی دائیں یا بائیں جانب کے ہے۔

سوال نمبر ۱۷۷، جلالین: ص ۲۷۹ (امتحان داخلہ ۱۴۴۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللهَ عَلَى حَرْفٍ﴾ أَيْ شَكٍّ فِي عِبَادَتِهِ شُبِّهَ بِالْحَالِ عَلَى حَرْفِ جَبَلٍ فِي عَدَمِ ثُبَاتِهِ ﴿فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرُ﴾ صِحَّةٌ وَسَلَامَةٌ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ ﴿اطْمَأَنَّ بِهِ ۚ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ﴾ مِحْنَةٌ وَسُقْمٌ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ ﴿انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ﴾ أَيْ رَجَعَ إِلَى الْكُفْرِ ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا﴾ بِفَوَاتِ مَا أَمَلَهُ مِنْهَا ﴿وَالْآخِرَةَ﴾ بِالْكُفْرِ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝١١﴾ اَلْبَيِّنُ ﴿يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝١٢﴾.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔ (ج) تفسیری فوائد قلمبند کریں۔ (د) شانِ نزول مختصراً تحریر کریں اور بتائیں کہ خیر کے مقابلہ میں شر کا لفظ کیوں نہیں کہا گیا؟

(جواب) ترجمہ: اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اللہ کی بندگی ایک کنارے پر کھڑے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہو کر کرتے ہیں یعنی اس کی عبادت تذبذب کے ساتھ کرتے ہیں شک کے ساتھ عبادت کرنے والے کی حالت کو عدم ثبات میں اس شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو پہاڑ کے کنارہ پر کھڑا ہو لہٰذا اگر اس کو کوئی خیر پہنچ گئی یعنی اس کی جان و مال میں صحت وسلامتی تو وہ دین پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی آفت یعنی اس کی جان و مال میں محنت اور مرض لاحق ہو گیا تو وہ منہ اٹھا کر چل دیتا ہے یعنی کفر کی جانب پلٹ جاتا ہے جس دنیا کے ملنے کی امید تھی اس کے نہ ملنے کی وجہ سے دنیا کا نقصان ہوا اور کفر کی وجہ سے آخرت کا نقصان ہوا یہی کھلا نقصان ہے اللہ کو چھوڑ کر بت کی بندگی کرتا ہے، اگر اس کی بندگی نہ کی جائے تو وہ اس کو نقصان نہیں پہنچ سکتا اور اس کی بندگی کرے تو اس کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا یہ بندگی انتہا درجہ کی حق سے گمراہی ہے۔

(ب) مطلب: مذکورہ آیت کے اندر ایسے شخص کی حالت کو بتایا گیا ہے جو محض دنیوی غرض کی وجہ سے دین اختیار کرتا ہے اور دین کے سلسلے میں وہ تذبذب میں رہتا ہے کہ اگر اس کو بھلائی پہنچی یعنی صحت وسلامتی تو وہ دین پر قائم رہتا ہے اور اگر اس کو نقصان پہنچا تو اپنے اصل دین یعنی کفر کی طرف لوٹ جاتا ہے، علی حرف کہہ کر ایسے لوگوں کی مثال اس شخص سے دی گئی ہے جو پہاڑ کے کنارے پر کھڑا ہو کہ اسے قرار وثبات نہیں ملتا، اسی طرح جو شخص دین کے بارے میں شک اور تذبذب کا شکار رہتا ہے اس کا حال بھی یہی ہے، ایسے شخص کو دین پر استقامت نصیب نہیں ہوتی اور دین و دنیا دونوں کا نقصان کر بیٹھتے ہیں کہ جس دنیا کی اُمید لگائے بیٹھا ہوتا ہے وہ جاتی رہتی ہے اور کفر کی وجہ سے اُخروی نعمتوں اور اس کے نوازشات سے محروم ہو جاتے ہیں۔

(ج) تفسیری فوائد:

أي شك في عبادته: یہ علی حرف کی تفسیر ہے یعنی عبادت میں کامل یقین نہیں رہتا۔

شبه بالحال: استعارہ تمثیلیہ کو بتلانا مقصود ہے جو شخص اسلام میں یقینِ کامل کے بغیر داخل ہو تو اس کی حالت تذبذب اور عدمِ ثبات میں اس شخص کی حالت کی طرح ہے جو کسی پہاڑ کے کنارے پر کھڑا ہو کہ ہر وقت اس کو بے اطمینانی کی کیفیت رہتی ہے۔

أي رجع إلى الكفر: اس کی پہلی حالت یعنی کفر کو بتلانا مقصود ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) **شانِ نزول:** بخاری اور ابن حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں مقیم ہونے کے بعد بعض ایسے لوگ بھی آکر مسلمان ہوجاتے تھے جن کے دل میں ایمان کی پختگی نہیں ہوتی تھی، اگر ایمان لانے کے بعد ان کی اولاد و مال میں اضافہ ہوجاتا تھا، تو کہتے تھے یہ دین اچھا ہے اور اگر اس کے برخلاف ان کو کوئی نقصان پہنچتا تو کہتے یہ برا دین ہے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

خیر کے مقابلہ میں شر کا لفظ کیوں نہیں کہا گیا؟ خیر کے مقابلے میں شر کو استعمال نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو طبیعت کو ناپسند ہو وہ فی نفسہ شر نہیں ہوتی؛ بلکہ بسا اوقات خیر بھی طبیعت پر گراں گزرتا ہے، جب کہ اس کے ساتھ رضا اور تسلیم ہو۔

سوال نمبر ۱۷۸، جلالین: ص ۲۸۰ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا﴾ وَهُمُ الْيَهُوْدُ ﴿وَالصّٰبِئِيْنَ﴾ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ ﴿وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا ۖ إِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ بِإِدْخَالِ الْمُؤْمِنِيْنَ الْجَنَّةَ وَغَيْرِهِمُ النَّارَ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ﴾ مِّنْ عَمَلِهِمْ ﴿شَهِيْدٌ﴾ عَالِمٌ بِهِ عِلْمَ مُشَاهَدَةٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آیت میں ذکر کیے گئے فرقوں کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مؤمنین اور وہ لوگ جنہوں نے یہودیت اختیار کی اور وہ یہود ہیں اور صائبین جو کہ یہود ہی کی ایک جماعت ہے اور نصاریٰ اور مجوسی اور مشرکین اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان قیامت کے روز مؤمنین کو جنت اور غیر مؤمنین کو جہنم میں داخل کر کے فیصلہ کردے گا، بیشک اللہ تعالیٰ ان کے اعمال میں سے ہر چیز سے واقف ہے یعنی اس کو علم مشاہدہ حاصل ہے۔

(ب) آیت میں ذکر کیے گئے فرقوں کی وضاحت:

یہود: یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کو ماننے والے ہیں اور غالباً حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے یہودا کے نام پر ان کو یہود کہا جانے لگا۔

نصاریٰ: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے ہیں، ان میں سے بعض ثالث ثلاثہ اور بعض عیسیٰ ابن اللہ کے قائل ہیں اور قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کی بنیاد پر غالباً ان کو نصاریٰ کہا جانے لگا۔

صابئین: جلال الدین محلی نے تو ان کو یہود میں شمار کیا ہے؛ لیکن سیوطیؒ نے سورۂ بقرہ میں ان کو فرقۂ نصاریٰ میں شمار کیا ہے۔

مجوسی: یہ آگ کو پوجنے والے لوگ ہیں، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سورج کی پوجا کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عالم دو چیزوں سے مرکب ہے، ایک نور اور دوسرے ظلمات، اور بعض لوگ ان کے بارے میں یہ بتلاتے ہیں کہ یہ ایسی قوم ہے جو نجاستوں کا استعمال کرتی ہے۔

مشرکین: یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے مخصوص صفات کے ساتھ دوسرے کو شریک کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۷۹، جلالین: ص ۲۸۰ (امتحان ششماہی ۱۴۳۵ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ﴾ يُشْقِهٖ ﴿فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾ مُسْعِدٍ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ مِنَ الْإِهَانَةِ وَالْإِكْرَامِ ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ﴾ اَلْمُؤْمِنُوْنَ خَصْمٌ وَالْكُفَّارُ الْخَمْسَةُ خَصْمٌ وَهُوَ يُطْلَقُ عَلَى الْوَاحِدِ وَالْجَمَاعَةِ ﴿اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ أَيْ فِيْ دِيْنِهٖ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آیت کا شانِ نزول تحریر کریں۔ (ج) الکفار الخمسة کو متعین کریں اور یطلق علی الواحد والجماعة کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور جس کو خدا ذلیل کرے شقی کردے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یعنی سعید کرنے والا نہیں اللہ تعالیٰ اہانت واکرام میں سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یہ دوفریق ہیں، مؤمنین ایک فریق ہے اور کفار خمسہ دوسرا فریق ہے اور خصم کا اطلاق واحد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے انہوں نے اپنے رب یعنی اس کے دین کے بارے میں جھگڑا کیا ہے۔

(ب) آیت کا شانِ نزول: اِس آیت کا نزول دوفریقوں کے بارے میں ہوا جو میدانِ بدر کے مبارزہ میں ایک دوسرے کے مقابل نبردآزما تھے، مسلمانوں میں سے حمزہؓ، علیؓ اور ابوعبیدہؓ اور کفار میں سے عتبہ ابن ربیعہ، شیبہ ابن ربیعہ اور ولید ابن عتبہ تھے، جن میں سے تینوں کافر مارے گئے، مسلمانوں میں علیؓ وحمزہؓ تو صحیح سالم تھے؛ البتہ ابوعبیدہؓ شدید زخمی ہوکر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں دم توڑا، یہ تو ایک مخصوص واقعہ کے تحت نازل ہوئی؛ مگر اس کا حکم ان کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ پوری امت کے لیے عام ہے خواہ کسی زمانے میں ہو۔

(ج) الکفار الخمسة کی تعیین:

اس سے مراد یہود، نصاری، صائبین، مجوس اور مشرکین ہیں۔

یطلق علی الواحد والجماعة کی وضاحت:

چوں کہ مسلمانوں کی فریق کے مقابل میں پانچ فریق تھے؛ لیکن ان کو بھی خصم سے تعبیر کیا گیا، اس کی وجہ بتلائی جارہی ہے کہ خصم کا اطلاق واحد اور جمع سب پر ہوتا ہے؛ کیوں کہ وہ مصدر ہے۔

سوال نمبر ۱۸۰، جلالین: ص ۲۸۱ (امتحان ششماہی ۱۴۳۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ اَذِّنْ﴾ نَادِ ﴿فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ فَنَادٰى عَلٰى جَبَلِ أَبِي قُبَيْسٍ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ بَنٰى بَيْتًا وَ أَوْجَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَأَجِيْبُوْا رَبَّكُمْ وَالْتَفَتَ بِوَجْهِهٖ يَمِيْنًا وَشِمَالًا وَشَرْقًا وَ غَرْبًا فَأَجَابَهُ مَنْ كُتِبَ لَهُ أَنْ يَحُجَّ مِنْ أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَ أَرْحَامِ الْأُمَّهَاتِ. لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ وَجَوَابُ الْأَمْرِ ﴿يَأْتُوْكَ رِجَالًا﴾ مُشَاةً جَمْعُ رَاجِلٍ كَقَائِمٍ وَ قِيَامٍ وَ رُكْبَانًا ﴿وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ﴾

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَيْ بَعِيْرٍ مَهْزُوْلٍ وَهُوَ يُطْلَقُ عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى ﴿يَأْتِيْنَ﴾ أَيِ الضَّوَامِرُ حَمْلًا عَلَى الْمَعْنٰى ﴿مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔
(ج) بتلائیں کہ مفسر علام نے حملا علی المعنی کا اضافہ کیوں کیا؟ (د) جب پہلے زمانے میں نشر واشاعت کے وسائل نہیں تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز ساری دنیا میں کس طرح پہنچ گئی؟

(جواب) ترجمہ: اور لوگوں میں حج کا اعلان کردے؛ چناں چہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) جبلِ ابی قبیس پر چڑھ کر اعلان فرمایا ''اے لوگو! تمہارے رب نے ایک گھر بنایا ہے اور تمہارے اوپر اس کا حج کرنا واجب کیا ہے، لہٰذا تم اپنے رب کی ندا پر لبیک کہو، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چہرے کو دائیں اور بائیں (اسی طرح) شرقاً وغرباً گھمایا؛ چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر مردوں کی پشت سے اور عورتوں کے ارحام سے ہر اُس شخص نے لبیک کہا کہ جس کی قسمت میں حج لکھا ہوا تھا: لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ... اور جوابِ امر ''يَأْتُوْكَ رِجَالًا'' ہے، رِجَالًا کے معنیٰ پیادہ پا کے ہیں اور رجال راجل کی جمع ہے جیسے قائم کی جمع قیام ہے چلے آئیں گے لوگ تیرے پاس پیدل اور سوار ہو کر دُبلے اونٹوں پر، ضامر دُبلے اونٹ کو کہتے ہیں، اس کا اطلاق نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے، آئیں گی وہ اونٹنیاں دُور دراز راستے سے، يَأْتِيْنَ بصیغۂ جمع ضامر کے معنیٰ کی رعایت کی وجہ سے لایا گیا ہے۔

(ب) مطلب: ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کی فرضیت کے اعلان کا حکم ہوا تو انہوں نے کہا یہاں تو ہر طرف جنگل ہے، آبادی تک میری آواز کیسے پہنچے گی، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کا کام صرف اعلان کرنا ہے، پوری دنیا میں پہنچانے اور پھیلانے کی ذمہ داری ہماری ہے؛ چناں چہ انہوں نے یا تو مقام ابراہیم پر یا پھر جبلِ ابی قبیس پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے رب نے اپنا ایک گھر بنایا ہے اور تم پر اس کا حج فرض کیا ہے، تم سب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

اس کے حکم کی تعمیل کرو، اور اعلان کرتے وقت انہوں نے اپنی اُنگلیاں کانوں میں ڈال کر دائیں بائیں مغرب ومشرق ہر طرف اپنا چہرا گھمایا۔

بطورِ معجزہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پوری دنیا میں پہنچادی؛ بلکہ ان تک بھی پہنچادی جو ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے تھے؛ بلکہ اصلاب آباء اور ارحام اُمہات میں تھے اور جس روح نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہا اور جتنی مرتبہ کہا وہ ضرور بیت اللہ حاضر ہوگا۔

(ج) مفسر علام نے حملا علی المعنی کا اضافہ کیوں کیا؟

حملا علی المعنی: اس کے ذریعہ ایک اعتراض کا دفع مقصود ہے۔

اعتراض: يَأْتُوكَ جمع کا صیغہ ہے جوکہ ضَامِرٍ کی صفت ہے اور ضَامِرٍ واحد ہے، تو اس کی صفت جمع کیسے ہوسکتی ہے؟ کیوں کہ موصوف صفت میں واحد جمع کے اعتبار سے مماثلت ضروری ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ صفت کو جمع معنیً کی رعایت کی وجہ سے لائے ہیں؛ کیوں کہ كُلُّ ضَامِرٍ ضَوَامِرٍ کے معنیٰ میں ہے، پس اعتراض ختم ہوگیا۔

(د) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز ساری دنیا میں کس طرح پہنچ گئی؟

اگر چہ اس وقت نشر واشاعت کے وسائل مہیا نہیں تھے؛ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے معجزے کے طور پر ان کی آواز کو پوری دنیا میں پھیلا دیا اور صرف دنیا میں ہی نہیں؛ بلکہ ان تک بھی پہنچادیا جو ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے؛ بلکہ اپنے آباء کی اصلاب اور اپنی امہات کے ارحام میں تھے۔

سوال نمبر ۱۸۱، جلالین: ص ۲۸۴ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ﴾ هِيَ مَا لَا يَحِلُّ إِنْتِهَاكُهُ ﴿فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ فِي الْاٰخِرَةِ ﴿وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ﴾ اَكْلًا بَعْدَ الذَّبْحِ ﴿اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ تَحْرِيْمُهٗ فِيْ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الْاٰيَةَ فَالْاِسْتِثْنَاءُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مُنْقَطِعٌ وَيَجُوْزُ أَنْ يَكُوْنَ مُتَّصِلًا وَالتَّحْرِيْمُ لِمَا عَرَضَ مِنَ الْمَيِّتِ وَنَحْوُهُ ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ أَيِ الشِّرْكَ فِيْ تَلْبِيَتِهِمْ أَوْ شَهَادَةَ الزُّوْرِ ﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آیتِ کریمہ کی تشریح کریں۔

(ج) فَالْاِسْتِثْنَاءُ مُنْقَطِعٌ إلخ کی توضیح کریں۔ (د) مفسر علام نے تَحْرِيْمُهُ کا اضافہ کیوں کیا ہے؟ اور حُنَفَاءَ ترکیب میں کیا واقع ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور جو شخص اللہ کے محترم چیزوں کی تعظیم کرے گا اور وہی وہ چیزیں ہیں کہ جن کی بے حرمتی جائز نہیں تو ان کی تعظیم اس کے حق میں اس کے رب کے نزدیک آخرت میں بہتر ہے اور تمہارے لیے جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد کھانا حلال کر دیا گیا ہے باستثناء ان جانوروں کے کہ جن کی حرمت تم کو حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ میں بتادی گئی ہے سو یہ مستثنیٰ منقطع ہے اور اس کا مستثنیٰ متصل ہونا بھی جائز ہے اور حرمت موت وغیرہ کے لاحق ہونے کی وجہ سے ہے سو تم گندگی سے جو کہ وہ بت ہیں کنارہ کش رہو اور جھوٹی بات سے بچتے رہو یعنی شرک فی التلبیہ سے یا جھوٹی گواہی سے بچتے رہو، اس طور سے کہ اللہ کی طرف جھکے رہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور جس شخص نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا پھر یا تو پرندے اس کو اُچک لیں گے یا ہوا اس کو دُور دراز جگہ پر ڈال دے گی۔

(ب) آیتِ کریمہ کی تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو محترم قرار دیا ہے جیسے کہ قربانی کا جانور، بیت اللہ، صفا مروہ، عرفات، مسجدیں اور قرآن پاک، ان کی تعظیم کرنا اور تکریم کرنا بڑی نیکی کی بات ہے جس کا انعام نہایت اچھا ہوگا، ہاں! اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ان جانوروں کے ذبح کرنے کا حکم دے تو یہ تعظیم حرمات کے خلاف نہیں ہے؛ کیوں کہ جس مالک نے ایک چیز کی حرمت بتلائی تھی اسی کی اجازت سے اور اسی کے نام پر وہ قربانی کی جاتی ہے اور جن جانوروں کا حرام ہونا جگہ جگہ بیان کیا جاتا ہے جیسے کہ سورۂ انعام میں ذکر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیا گیا ہے یعنی لحم خنزیر، دم وغیرہ وہ حلال نہیں ہے اور جو جانور کسی بت یا دیوی دیوتا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو وہ مردار کے حکم میں ہے ایسی شرکیات اور گندے کاموں سے بچتے رہنا ضروری ہے، اسی طرح جھوٹی گواہی دینا جھوٹی بات کہنا وغیرہ سے بچنا بھی ضروری ہے اور ہر طرف سے ہٹ کر اپنے آپ کو اللہ کے لیے خاص کر لینا چاہیے کہ اس میں شرک کا شائبہ نہ ہو آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی ایک حسی مثال کے ذریعہ قباحت ونقصان کو سمجھایا ہے کہ توحید نہایت اعلیٰ اور بلند چیز ہے ایسے بلند وبرتر مقام کو چھوڑ کر جب آدمی کسی مخلوق کے سامنے جھکتا ہے تو خود اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے، اپنے آپ کو توحید کی بلندی سے شرک کی پستی میں دھکیل دیتا ہے، ظاہر ہے کہ جب وہ اتنی اونچائی سے گرے گا تو بچ نہیں سکے گا؛ چناں چہ یا تو درندے یا مردار خور جانور اس کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا جائیں گے، یا شیطان لعین ایک تیز ہوا کے جھونکے کی طرح اسے اُڑا کر لے جائے گا ایسی گہرائی میں کہ جہاں اس کی ہڈی بھی دکھائی نہ دے گی یعنی شرک وکفر کی گہری کھائی میں پھینک دے گا۔

(ج) فَالْاِسْتِثْنَاءُ مُنْقَطِعٌ إلخ کی توضیح:

اس کی توضیح اس طرح ہے کہ إلا ما یتلی علیکم یہ مستثنیٰ منقطع ہے؛ اس لیے کہ مستثنیٰ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ (الآیة) ہے، جو کہ مستثنیٰ منہ (انعام) کے جنس سے نہیں ہے، لہٰذا یہ مستثنیٰ منقطع ہوا اور مستثنیٰ متصل بھی ہو سکتا ہے اس طور پر کہ (اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ) میں اس سے مراد وہ مردار ہو جو موت کی وجہ سے مر گیا ہو یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اس صورت میں چوں کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوگا تو یہ مستثنیٰ متصل ہو جائے گا۔

(د) مفسر علام نے تَحْرِیْمُه کا اضافہ کیوں کیا ہے؟

تحریمه کے اضافہ سے مفسر علام نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ "یُتْلٰی" کا نائب فاعل محذوف ہے اور وہ تَحْرِیْمُه ہے۔

حُنَفَاءَ ترکیب میں کیا واقع ہے؟

حُنَفَاءَ ترکیب میں اِجْتَنِبُوْا کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۸۲، جلالین: ص ۲۸۴ (امتحان داخلہ ۱۴۲۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ﴾ قِرَاءَتِهٖ مَالَيْسَ مِنَ الْقُرْاٰنِ مِمَّا يَرْضَاهُ الْمُرْسَلُ إِلَيْهِمْ وَقَدْ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سُوْرَةِ النَّجْمِ بِمَجْلِسٍ مِنْ قُرَيْشٍ بَعْدَ اَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى وَمَنَاتَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى بِاِلْقَاءِ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِهٖ مِنْ غَيْرِ عِلْمِهٖ تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَإِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مذکورہ تفسیر کی وضاحت کریں۔ (ج) اس تفسیر کے بارے میں جمہور مفسرین کی رائے لکھیں۔ (د) نبی اور رسول میں فرق واضح کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور ہم نے آپ کے قبل کوئی رسول یا کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب بھی اس نے کچھ پڑھا ہو اور شیطان نے اس کے پڑھنے میں ایسی چیز نہ ڈالی ہو جو قرآن نہیں ہے اور وہ ایسا شبہ ہو کہ جس سے مرسل الیہم خوش ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم میں قریش کی مجلس میں اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى کے بعد لاعلمی میں آپ کی زبان پر القاء شیطانی کی وجہ سے تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى پڑھا۔

(ب) مذکورہ تفسیر کی وضاحت: مفسرین کی ایک جماعت نے مذکورہ آیت کے شانِ نزول میں واقعہ غرانیق بیان کیا ہے۔ مختصراً یہ ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکینِ مکہ کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ نجم کا نزول ہوا اور دورانِ تلاوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر القاء شیطان کی وجہ سے اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ إلخ کے بعد تلك الغرانيق العلى إلخ جاری ہوگیا، جب قریش نے یہ کلمات سنے تو بہت خوش ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورت پڑھی اور اس کے بعد سجدہ کیا تو تمام لوگوں نے بھی سجدہ کیا، اس کے بعد مشرکین خوشی خوشی منتشر ہو گئے اور کہنے لگے آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

معبودوں کی ستائش فرمائی؛ چناں چہ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا آپ ﷺ نے یہ کیا کیا؟ آپ ﷺ نے تو لوگوں کو وہ سنا دیا جو آپ کے پاس اللہ کی طرف سے نہیں آیا، اس واقعہ سے آپ ﷺ کو سخت رنج ہوا اور آپ شدید خوف زدہ ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کے لیے مذکورہ آیت نازل فرمائی کہ یہ معاملات تنہا آپ کے ساتھ نہیں ہوا؛ بلکہ ہر رسول اور نبی کے ساتھ ہوا، لہٰذا رنجیدہ ہونے کی بات نہیں ہے۔

(ج) اس تفسیر کے بارے میں جمہور مفسرین کی رائے:

جمہور کے نزدیک یہ تفسیر کسی طرح بھی درست نہیں؛ کیوں کہ اس طرح کا واقعہ پیش ہی نہیں آیا اور اس کا بطلان کتاب اللہ سے بھی ہو رہا ہے، لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ. لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ. ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ اسی طرح وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. بعض مفسرین نے اس کو موضوع ملحدین اور زنادقہ کی ایجاد کردہ قرار دیا ہے۔

(د) نبی اور رسول میں فرق:

اس میں چند اقوال ہیں، مشہور اور واضح بات یہ ہے کہ نبی تو اس کو کہتے ہیں جس کو اللہ کی طرف سے منصب نبوت قوم کی اصلاح کے لیے عطاء کیا گیا ہو اور اس کو تبلیغ و رسالت کی ذمہ داری سونپی گئی ہو اور اس کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آئی ہو خواہ اس کو کوئی مستقل کتاب یا شریعت دی گئی ہو یا کسی پہلے نبی ہی کی کتاب اور شریعت کی تبلیغ کے لیے مامور ہو اور رسول وہ ہے جسے مستقل کتاب اور شریعت دی گئی ہو۔

سوال نمبر ۱۸۳، جلالین: ص ۲۸۹ (خود ساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا﴾ أَيْ أَقْوَامًا ﴿اٰخَرِيْنَ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا﴾ بِأَنْ يَمُوْتَ قَبْلَهُ ﴿وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ۝﴾ عَنْهُ ذُكِّرَ الضَّمِيْرُ بَعْدَ تَانِيْثِهِ رِعَايَةً لِلْمَعْنٰى ﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا﴾ بِالتَّنْوِيْنِ وَعَدَمِهِ ﴿كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ۝﴾.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب کی وضاحت کریں۔
(ج) تَسْبِقُ کا فاعل اور تَتْرَا کے لغوی معنیٰ اور نصب کی وجہ لکھیں۔ (د) ذکر الضمیر سے مفسر کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جواب) ترجمہ: پھر ہم نے ان کے بعد دوسری قوموں کو پیدا کیا اور کوئی امت اپنے وقتِ مقررہ سے نہ تو آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ پیچھے رہ سکتی ہے بایں طور کہ اپنے وقتِ مقررہ سے پہلے مر جائے یَسْتَأْخِرُوْنَ میں معنیٰ کی رعایت کی وجہ سے ضمیر کو مذکر لائے ہیں، مؤنث لانے کے بعد پھر ہم نے یکے بعد دیگرے اپنے رسول بھیجے تَتْرٰی تنوین اور بغیر تنوین دونوں کے ساتھ ہے جب کبھی کسی امت کے پاس رسول آیا انہوں نے اس کی تکذیب کی تو ہم نے ایک کو ایک کے پیچھے لگا دیا اور ہم نے ان کو داستان بنا دیا خدا کی مار ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لائے۔

(ب) مطلب کی وضاحت: اس سے پہلی آیتوں میں کچھ انبیاء خصوصاً نوح علیہ السلام کا ذکر تھا اب یہاں سے کچھ دیگر امتوں کا ذکر ہے اور اجمالاً بغیر تعین کے ذکر کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے بھی اپنے اپنے نبیوں کی تکذیب کی؛ چناں چہ وہ اپنے مقررہ وقت پر ہلاک ہو گئے کوئی بھی اپنے وقت مقررہ سے نہ آگے بڑھ سکا اور نہ پیچھے ہٹ سکا اور ان کو اللہ تعالیٰ نے قصۂ پارینہ بنا کر چھوڑ دیا، کہ محض ان کے قصے اور داستانیں رہ گئیں۔

(ج) تَسْبِقُ کا فاعل:

اس کا فاعل قوم ہے۔

تَتْرٰی کے لغوی معنیٰ اور نصب کی وجہ: اس کے معنیٰ لگاتار، پے در پے کے ہیں۔

تَتْرٰی یہ اَرْسَلْنَا کے مفعول سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

(د) ذکر الضمیر سے مفسر کیا کہنا چاہتے ہیں؟

اس سے ایک اشکال کا دفع مقصود ہے۔

اشکال: یَسْتَأْخِرُوْنَ میں ضمیر مذکر لائی گئی ہے، جبکہ اَجلها کے اندر ضمیر مؤنث ہے۔

جواب: اجلها کی ہاء ضمیر امۃ کی طرف راجع ہے اور امت سے مراد قوم ہے، جو کہ مذکر ہے، اسی وجہ سے یَسْتَأْخِرُوْنَ میں ضمیر مذکر لائے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۸۴، جلالین: ص ۲۹۴ (امتحان داخلہ ۱۴۲۷ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ بِهِمْ بِإِلْهَامِهِمُ التَّوْبَةَ فِيْهَا يَنْتَهِيْ فِسْقُهُمْ وَتُقْبَلُ شَهَادَتُهُمْ وَقِيْلَ لَاتُقْبَلُ رُجُوْعًا بِالْاِسْتِثْنَاءِ إِلَى الْجُمْلَةِ الْأَخِيْرَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) آیت میں کون سی حد و سزا کا بیان ہے؟ ایسے محدود شخص کی شہادت قبول ہونے میں ائمہ کرام کا جو اختلاف ہے اس کو مدلل لکھیں اور قِيْلَ لَاتُقْبَلُ سے کس کا قول بیان کیا گیا ہے؟ بوضاحت لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ان کو اَسّی کوڑے مارو اور کبھی بھی اس کی شہادت قبول نہ کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں؛ مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والے ان کے بہتان لگانے کو اور ان کے دل میں توبہ کا الہام کر کے رحمت کرنے والے ہیں سو اس توبہ کے ذریعہ ان کا فسق ختم ہوجائے گا اور ان کی شہادت قبول کی جائے گی اور کہا گیا ہے کہ قبول نہیں کی جائے گی استثناء کو جملہ اخیرہ (یعنی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ) کی طرف راجع کرتے ہوئے۔

(ب) تفسیر: اللہ تعالیٰ نے چار جرائم کی سزا خود مقرر کی ہے اور جس کی سزا خود خدا مقرر کرے اسے حدود کہتے ہیں ان چار میں سے ایک حد قذف بھی ہے زنا کی سزا اسلام میں تمام جرائم کی سزا سے سخت ہے اسی وجہ سے اس کے ثبوت کے شرائط بھی بہت سخت مقرر کیے گئے ہیں کہ اگر کوئی کسی عورت پر زنا کی تہمت لگاتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ چار گواہ لائے اس سے کم مقبول نہیں اگر شرائط میں کچھ کمی رہ گئی تو پھر تہمت لگانے والے کی خیر نہیں اس کو اَسّی کوڑے لگائے جائیں گے اور مزید اس کی گواہی کسی بھی معاملہ میں قبول نہیں کی جائے گی، تاحیات اگرچہ وہ توبہ ہی کیوں نہ کرلے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) آیت میں کون سی حد وسزا کا بیان ہے؟ آیتِ مذکورہ میں حدِّ قذف کا بیان ہے اس سلسلہ میں ائمہ کرام کا اختلاف یہ ہے کہ محدود فی القذف فاسق ہے اور اس کی گواہی تاحیات غیر مقبول ہے بالاجماع؛ مگر ہاں جب وہ توبہ کر لے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ سے اس کا فسق بھی ختم ہوجاتا ہے، للہٰذا اس کی گواہی مقبول ہوگی؛ لیکن احناف فرماتے ہیں کہ توبہ سے اس کا فسق ختم تو ہوجائے گا؛ لیکن اس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی تاحیات۔

محدود شخص کی شہادت قبول ہونے میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل:

دلیل شوافع: آیت میں جو استثناء ہے ماقبل کے دونوں جملوں یعنی لَاتُقْبَلُ لَهُمْ شَهَادَةً اور أُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہے۔

دلیل احناف: استثناء جملۂ اخیرہ یعنی أُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ کی طرف صرف راجع ہے نہ کہ لَاتُقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً کی طرف؛ چناں چہ پہلا حکم باقی رہا اور قِيْلَ لَاتُقْبَلُ سے احناف کے قول کے طرف ہی اشارہ ہے۔

قِيْلَ لَاتُقْبَلُ سے کس کا قول بیان کیا گیا ہے؟

قِيْلَ لَاتُقْبَلُ سے شوافع کا قول بیان کیا ہے۔

سوال نمبر ۱۸۵، جلالین: ص ۲۹۵ (امتحان سالانہ ۱۴۰۵ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۚ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) متعلقہ واقعہ پر روشنی ڈالیں۔

(ج) عُصْبَةٌ کا مصداق متعین کرتے ہوئے بتائیں کہ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ میں اس کو خیر کس اعتبار سے کہا گیا ہے، وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ کا مصداق بھی متعین کریں۔

(جواب) ترجمہ: بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے یہ بڑا بہتان باندھا ہے، تم ہی میں کی ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جماعت ہے، اے مؤمنو! تم اس بہتان کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو؛ بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے، ان میں سے ہر شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا کچھ اس نے کیا، اور اس شخص کے لیے جس نے ان میں سے (اس معاملہ میں) سب سے زیادہ حصہ لیا، اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔

(ب) متعلقہ واقعہ پر روشنی: یہ غزوۂ بنی مصطلق کا واقعہ ہے جو راجح قول کے مطابق ۲؍شعبان بروز دوشنبہ ۵ھ میں پیش آیا۔ غزوۂ بنی مصطلق کو غزوۂ بنی مریسیع بھی کہتے ہیں۔

اس غزوہ میں آپ ﷺ کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں، اور ایک روایت کے مطابق ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں، اس غزوہ میں بہت سارا مالِ غنیمت ہاتھ آیا تھا جس میں بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی صاحبزادی بھی قیدیوں میں سے تھیں، جس سے آپ ﷺ نے بعد میں نکاح کر لیا۔

غزوہ سے واپسی پر آپ ﷺ ایک منزل پر فروکش ہوئے اور کوچ کرنے سے پہلے آپ ﷺ نے لشکر میں اعلان کروادیا تاکہ لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہوجائیں؛ چناں چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی قضاء حاجت کے لیے لشکر سے دور چلی گئیں، وہاں سے جب واپس ہونے لگیں تو آپ ﷺ کا ہار ٹوٹ گیا، جو یمانی نگینوں کا تھا، ان کے جمع کرنے میں کچھ دیر لگ گئی، قافلہ تیار تھا اور حجاب کا حکم چوں کہ اس وقت تک نازل ہوچکا تھا، جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں سفر کر رہی تھیں اور ہودج پر پردے پڑے ہوئے تھے، ہودج برداروں نے یہ سوچ کر کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں موجود ہیں، ہودج کو اونٹ پر رکھ دیا اور اونٹ کو ہانک دیا؛ چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صغیر السن تھیں؛ اس لیے دبلی پتلی تھیں جس کی وجہ سے ہودج کے خالی ہونے کا علم، ہودج برداروں کو نہ ہوسکا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب ہار لے کر لشکر گاہ واپس آئیں تو دیکھا لشکر جاچکا ہے، اور وہاں کوئی نہ تھا، یہ خیال کر کے کہ جب آپ ﷺ اگلے مقام پر مجھے نہ پائیں گے تو اسی جگہ میری تلاش کے لیے کسی کو روانہ فرمائیں گے، اسی جگہ چادر لپیٹ کر لیٹ گئیں اور آپ رضی اللہ عنہا کو نیند آگئی، حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہا گری پڑی چیز کی خبر گیری کے لیے لشکر کے پیچھے رہا کرتے تھے، وہ صبح کے وقت اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ کوئی پڑا سو رہا ہے، جب قریب آکر دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہچان گئے، اور زور سے انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا، اس آواز سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی، اور آپ نے چادر سے منہ ڈھانپ لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نہ تو ان سے کوئی بات کی اور نہ ان سے کچھ سنا، سوائے اِنَّا لِلّٰہِ کے، حضرت صفوان نے اپنا اونٹ قریب لاکر بٹھادیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُس پر بیٹھ گئیں، تو حضرت صفوان اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیادہ پا روانہ ہو گئے اور ٹھیک دوپہر کے وقت قافلہ سے جا ملے، عبداللہ ابن ابی بڑا خبیث، بد باطن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن تھا، اسے ایک بات ہاتھ لگ گئی اور بد بخت نے واہی تباہی بکنا شروع کر دیا اور بعض بھولے بھالے مسلمان بھی منافقین سے متاثر ہو کر اس قسم کے افسوس ناک تذکرے کرنے لگے، تمام مسلمانوں کو اور خود آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان چرچوں سے بے حد صدمہ تھا، تقریباً ایک مہینے تک یہی چرچا رہا؛ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے بالکل بے خبر تھیں، اسی دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے اور مزاج پُرسی کر کے تشریف لے جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس تلطف اور شفقت میں کمی آنے کی وجہ سے جو سابقہ بیماریوں میں مبذول رہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل کو خلجان اور تردد تھا کہ کیا بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لاتے ہیں اور دوسروں سے میرا حال دریافت کر کے واپس تشریف لے جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے التفاتی کی وجہ سے ان کی تکلیف میں اور اضافہ ہو گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں اور اُمِ مسطح رضی اللہ عنہا قضاء حاجت کے لیے جنگل کی طرف چلیں، راستے میں اُمِ مسطح رضی اللہ عنہا کا پیر چادر میں اُلجھ گیا جس کی وجہ سے گر گئیں، اس وقت اُمِ مسطح رضی اللہ عنہا کے منہ سے نکلا، تعس مسطح. مسطح ہلاک ہو گیا، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ایسے شخص کو کیوں بُرا کہہ رہی ہیں جو بدریین میں سے ہیں، حضرت اُمِ مسطح نے کہا اے بھولی بھالی لڑکی! تجھ کو خبر نہیں کہ لوگ تیرے بارے میں کیا کیا باتیں کر رہے ہیں؟ اور پھر انہوں نے پورا قصہ سنایا، جس سے ان کے مرض میں اور شدت پیدا ہو گئی، رات دن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel NewMadarsa

روتی رہتی تھیں، پھر جب آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپ ﷺ سے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت چاہی تاکہ ماں باپ کے ذریعہ اس واقعہ کی تحقیق کریں، جب نزولِ وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا، حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ آپ کے اہل ہیں، جو آپ کی شایانِ شان اور منصب نبوت ورسالت کے مناسب ہیں، ان کی عصمت وعفت کا پوچھنا ہی کیا ہے، آپ کے حرم محترم کی طہارت ونزاہت تو اظہر من الشمس ہے، اس میں رائے مشورے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے رنج وغم کا خیال کر کے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں فرمائی، ان کے سوا اور بھی بہت سی عورتیں ہیں، آپ اگر گھر کی باندی سے دریافت فرمائیں تو وہ سچ سچ بتادیں گی، غرض کہ آپ ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور صورتِ حال معلوم کی، تو انہوں نے کہا: قسم اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوئی بات معیوب اور قابلِ گرفت نہیں دیکھی، الا یہ کہ وہ ایک کمسن لڑکی ہیں، آٹا گندھا ہوا چھوڑ کر سوجاتی ہیں، بکری کا بچہ آکر اُسے کھا جاتا ہے۔

آپ ﷺ بریرہ رضی اللہ عنہا کی بات سن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اوّل خدا کی حمد بیان فرمائی، اس کے بعد عبداللہ بن اُبی کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا: اے گروہِ مسلمین! کون ہے جو میری اس شخص کے مقابلے میں مدد کرے، جس نے مجھ کو میرے اہلِ بیت کے بارے میں ایذا پہنچائی، خدا کی قسم میں نے اپنے اہل سے سوائے نیکی اور پاک دامنی کے کچھ نہیں دیکھا اور علیٰ ہٰذا جس شخص کا ان لوگوں نے نام لیا ہے، اس سے بھی سوائے خیر کے کچھ نہیں دیکھا۔

آخر کار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں خود اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ کی یہ آیتیں: اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ اِلخ نازل فرمائی، جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فخر کیا کرتی تھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel - New Madarsa

(ج) عُصْبَةٌ کا مصداق:

اس کے مصداق حضرت حسان، حضرت مسطح اور عورتوں میں سے حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم ہیں۔

بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ میں اس کو خیر کس اعتبار سے کہا گیا ہے؟

خیر اِس طور پر ہے کہ اس کے ذریعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت ظاہر ہو گئی۔

وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ کا مصداق:

اس سے مراد عبداللہ ابن اُبی ہے جس نے آپ ﷺ کو ایذاء پہنچانے کی خاطر اس معاملہ کو طول دیا اور لوگوں میں غلط بیانی کے ساتھ پھیلایا۔

سوال نمبر ۱۸۶، جلالین: ص ۲۹۶ (امتحان ششماہی ۱۴۰۵ھ)

(الف) عبارت با عراب: ﴿وَ لَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ لِلْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ بَلٰى أَنَا أُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ وَرَجَعَ إِلٰى مِسْطَحٍ مَاكَانَ يُنْفِقُهُ عَلَيْهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آیت کی تفسیر لکھتے ہوئے ماقبل سے ربط واضح کریں۔ (ج) شان نزول بھی تحریر کریں۔ (د) خط کشیدہ کلمات کی لغوی صرفی تحقیق کرتے ہوئے بتائیں کہ (لَا يَأْتَلِ) کون سا صیغہ ہے؟ اور اس کا مشتق منہ کیا ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور قسم نہ کھائیں وہ لوگ جو تم میں سے فضل (مال) والے اور وسعت والے ہیں کہ وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیں گے ان کو چاہئے کہ وہ معاف کریں اور درگزر کا معاملہ کریں، کیا تم کو یہ بات پسند نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے قصور کو معاف کرے اور اللہ تعالیٰ مومنین کے لیے غفور الرحیم ہے تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائیں چناں چہ مسطح پر جو خرچ کرتے تھے وہ جاری کر دیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) آیت کی تفسیر: یعنی تم میں سے جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت وبرتری دی ان کے لیے یہ زیبا نہیں کہ وہ کسی کی امداد نہ کرنے پر قسم کھائیں بلکہ ان کا ظرف بڑا اور ان کے خلاف بہت وسیع ہونے چاہیے، بڑی جواں مردی تو یہ ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے اور محتاج رشتہ داروں اور خدا کے لیے وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دست کشی نہ ہوا جائے اگر قسم کھالی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو بلکہ اس کا کفارہ ادا کرو اور ان کی امداد جاری کردو اس سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا کیا تمہیں یہ پسند نہیں یعنی تمہیں ہی اختیار کرنی چاہیے گویا کہ ان مذکورہ آیتوں میں (تَخَلَّقُوْ بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ) کی تعلیم دی گئی ہے حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے اس آیت کو سنا تو فوراً بول اٹھے (بَلٰی اَنَا اُحِبُّ الخ) اس کے بعد اس صحابی کی امداد بدستور جاری کردی ایک روایت میں ہے کہ پہلے سے دوگنا کردیا۔

ماقبل سے ربط: ماقبل میں حضرت عائشہ پر لگائے گئے الزام کا ذکر ہوا اور اس الزام میں ایک صحابی جن کو حضرت ابوبکر کی طرف سے امداد ملتا تھا شامل تھے اور چوں کہ الزام حضرت ابوبکر کی لخت جگر اور آپ علیہ السلام کی چہیتی زوجہ پر لگا تھا اس لیے حضرت ابوبکر نے ان کی اس شمولیت سے دل برداشتہ ہوکر قسم کھائی تھی کہ وہ آئندہ ان کو امداد فراہم نہیں کریں گے تو اس آیت میں اسی قسم کا ذکر اور اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف ممانعت نازل ہوئی۔

(ج) شانِ نزول: حضرت عائشہ پر اُٹھائے گئے طوفان میں بعض پکے مسلمان بھی شامل ہوگئے تھے اپنی نادانی کی وجہ سے، انہیں میں سے ایک حضرت مسطح بھی تھے خود ایک مفلس مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے قصہ افک سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کی امداد اور خبر گیری کیا کرتے تھے چناں چہ وہ واقعہ افک میں منافقین کے ساتھ ہوگئے تھے اپنی نادانی کی وجہ سے جب یہ طوفان رکا اور حضرت عائشہ کی برأت آسمان سے نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر نے قسم کھالی کہ وہ مسطح کی اب مدد نہ کریں گے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

الفضل: مصدر بمعنی بھلائی، زیادتی، احسان، مراد مالداری اور بزرگی، باب (ن)۔

السعة: مصدر بمعنی کشادگی۔

القربیٰ: رشتہ، رشتہ داری، آپس داری۔

وَالْيَعْفُوْا: فعل امر صیغہ جمع مذکر غائب باب (ن) سے مصدر عفوا معاف کرنا۔

وَالْيَصْفَحُوْا: فعل امر صیغہ جمع مذکر غائب باب (فتح) مصدر (صحفا) درگزر کرنا۔

ینفق: فعل مضارع واحد مذکر غائب (ضرب) مصدر (نفقا) خرچ کرنا۔

(لَا يَاْتَلِ) کون سا صیغہ ہے؟ اس کا مشتق منہ کیا ہے؟

لَا يَاْتَلِ: باب افتعال سے فعل نہی ہے صیغہ واحد مذکر غائب، مصدر ائتلاء اور مشتق منہ ألی وایلاء.

سوال نمبر ۱۸۷، جلالین: ص ۲۹۸ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ﴾ بِالزِّنَا ﴿الْمُحْصَنٰتِ﴾ اَلْعَفَائِفَ ﴿الْغٰفِلٰتِ﴾ عَنِ الْفَوَاحِشِ بِأَنْ لَا يَقَعُ فِيْ قُلُوْبِهِنَّ فِعْلُهَا ﴿الْمُؤْمِنٰتِ﴾ بِاللهِ وَرَسُوْلِهِ ﴿لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ﴾ نَاصَبَهُ الْاِسْتِقْرَارُ الَّذِيْ تَعَلَّقَ بِهٖ لَهُمْ ﴿تَشْهَدُ﴾ اَلْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّةِ ﴿عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾۔

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آیت کے ہر ہر جز کی الگ الگ تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ یہ نَاصَبَهُ الخ سے حضرت کیا کہنا چاہتے ہیں۔ (ج) آیت کریمہ میں عام مومنات کا ذکر ہے یا صرف ازواج مطہرات کا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کیا رائے ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور جو لوگ ایسی عورتوں کی زنا کی تہمت لگاتے ہیں جو پاکدامن ہیں اور فحش باتوں سے بے خبر ہیں بایں طور کہ ان کے دل میں کبھی فواحش کے کرنے کا خیال بھی نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آ تا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والی ہیں تو ایسے لوگوں پر دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے، اور ان لوگوں کے لیے اس دن بڑا عذاب ہوگا، جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کے اعمال گواہی دیں گے، یوم کا ناصب اِسْتَقَر (فعل محذوف) ہے جس سے لَهُمْ متعلق ہے یَشْهَدُ تا اور یا دونوں کے ساتھ ہے۔

(ب) آیت کے ہر ہر جز کی الگ الگ تشریح: اس آیت میں بظاہر مذکور وہ مضمون بیان ہوا ہے جو اس سے پہلی آیات قذف میں آچکا ہے، لیکن درحقیقت ان دونوں میں ایک بڑا فرق ہے، کیوں کہ آیات حد قذف کے آخر میں توبہ کرنے والوں کا استثناء اور ان کے لیے مغفرت کا وعدہ ہے، اس آیت میں ایسا نہیں بلکہ دنیا و آخرت کی لعنت اور عذاب عظیم بلا استثناء مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے حضرت صدیقہ عائشہؓ پر تہمت لگائی اور پھر اس سے توبہ نہیں کی حتی کہ قرآن کریم میں ان کی براءت نازل ہونے کے بعد بھی وہ اپنے افتراء پر قائم رہے اور تہمت کا چرچا کرتے رہے۔

ظاہر ہوتا ہے کہ قذف محصنات مطلقاً مہلکات میں سے ہے، پھر ان میں سے بھی ازواج مطہرات بالخصوص ام المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کا قذف تو کس درجہ گناہ ہوگا، علماء نے تصریح کی ہے ان آیت کے نزول کے بعد جو شخص عائشہ صدیقہ یا ازواج مطہرات میں سے کسی کو متہم کرے وہ کافر مکذب قرآن اور دائرہ اسلام میں سے خارج ہے، اور طبرانی کی ایک حدیث میں ہے، قذف المحصنۃ یہدم عمل ماۃ سنۃ محصنۃ پر تہمت لگانا سو برس کے عمل کو ڈھا دیتا ہے۔

نَاصَبَهُ الخ سے حضرت کیا کہنا چاہتے ہیں؟

نَاصَبَهُ لاکر مفسر علام یہ کہنا چاہتے ہیں کہ لفظ یوم کو نصب دینے والا فعل محذوف ہے اور وہ ہے اِسْتِقْرَارٌ مصدر سے اِسْتَقَرَّ تقدیری عبارت یہ ہوگی وعذاب عظیم استقرلھم یوم تشھد علیھم الی اخرہ مفسر علام کا نَاصَبَهُ لانے کا مراد یہی ہے جو واضح ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(ج) آیتِ کریمہ میں عام مومنات کا ذکر ہے یا صرف ازواج مطہرات کا؟

یہ آیت کریمہ میں عام مؤمنات کا ذکر ہے، ازواج مطہرات کے ذکر سے عام مؤمنات کو تعلیم دینا مقصد ہے۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی کیا رائے ہے؟ جب عبداللہ ابن عباس سے اس آیت کے سلسلے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ازواج مطہرات پر قذف لگانا تمام انواع کفر سے سخت گناہ ہے، یہی ان کی رائے ہے۔

سوال نمبر ۱۸۸، جلالین: ص ۲۹۸ (امتحان ششماہی ۱۴۰۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ﴾ أَيْ إِمَائِكُمْ ﴿عَلَى الْبِغَآءِ﴾ أَيِ الزِّنَا ﴿اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا﴾ تَعَفُّفًا عَنْهُ هٰذِهِ الْإِرَادَةُ مَحَلُّ الْاِكْرَاهِ فَلَامَفْهُوْمَ لِلشَّرْطِ ﴿لِتَبْتَغُوْا﴾ بِالْاِكْرَاهِ ﴿عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ نَزَلَتْ فِيْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ أُبَيٍّ كَانَ يُكْرِهُ جَوَارِيَ لَهُ عَلَى الْكَسْبِ بِالزِّنَا ﴿وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔
(ج) شانِ نزول بیان کریں۔ (د) محل الاکراہ فلا مفہوم کی وضاحت کریں۔

جواب) ترجمہ: اور اپنی لونڈیوں کو یعنی باندیوں کو زناء پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں یعنی زنا سے بچنا چاہیں اور یہ یعنی ارادہ تحصن ہی محل اکراہ ہے، لہٰذا شرط کے مفہوم مخالف کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ تاکہ تم اکراہ کے ذریعہ کچھ دنیوی فائدہ حاصل کرو، یہ آیت عبداللہ بن اُبی کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ اپنی باندیوں کو زنا کے ذریعہ کسب کرنے پر مجبور کرتا تھا اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا، تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد ان کو بخشنے والا مہربان ہے۔

(ب) مطلب: مذکورہ آیت میں کچھ احکام بتلائے گئے ہیں کہ تم اپنی باندیوں کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

مجبور کر کے نہ زنا کراؤ اور نہ اس کے ذریعہ مال حاصل کرو، زمانۂ جاہلیت میں بہت سے لوگ باندیوں کو اس کام کے لیے استعمال کرتے تھے، اسلام نے جب زنا پر سخت سزائیں جاری کیں، آزاد و غلام سب کو اس کا پابند کیا تو ضروری تھا کہ جاہلیت کے اس رسم کو مٹانے کے لیے خاص احکام اُتارے۔

(ج) شانِ نزول: امام مسلم اور ابوداؤد رحمہا اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن اُبی کے پاس دو باندیاں تھیں ایک کا نام مسیکہ تھا اور دوسرے کا نام اُمیمہ وہ بدکاری کو ناپسند کرتی تھیں اور عبداللہ بن اُبی ان کو زنا کے ذریعہ کسب کرنے پر مجبور کرتا تھا تو ان دونوں نے آپ ﷺ سے اس کی شکایت کی تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

کہا گیا ہے کہ اس لعین عبداللہ بن اُبی کے پاس چھ باندیاں تھیں: معاذہ، مسیکہ، اُمیمہ، عمرہ، اروٰی، قتیلہ، عبداللہ بن اُبی ان کو زنا پر مجبور کرتا تھا اور ان کے اوپر مال کی کچھ مقدار لازم کر دی تھی، ان میں سے دو نے آں حضور ﷺ سے شکایت کی، تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(د) محل الاکراہ فلا مفہوم کی وضاحت:

یہ ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض: اِنْ اَرَدْنَ اِلخ حرفِ شرط سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر باندیاں پاکدامن رہنا چاہیں تو ان کو زنا پر مجبور نہ کیا جائے؛ البتہ اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو ان کو زنا پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اجبار کی ضرورت جب ہی پڑے گی جب وہ پاک دامن رہنا چاہیں، اگر وہ پاکدامن رہنا نہ چاہیں تو اجبار کی کیا ضرورت؟ وہ خود اپنی مرضی سے فعل زنا میں مشغول ہو جائیں گی۔

پس یہاں مفہومِ مخالف کا اعتبار نہیں ہے کہ اگر وہ زنا کرنا چاہیں تو ان کو مجبور کیا جائے گا؛ بلکہ اَرَدْنَ کا ذکر محض ان کی عادت کی محافظت کے لیے کیا ہے؛ کیوں کہ شانِ نزول کے وقت باندیاں پاکدامنی کا ارادہ رکھتی تھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۸۹، جلالین: ص ۲۹۹ (امتحان سالانہ ۱۴۰۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا﴾ مِمَّا حَسِبَهُ ﴿وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ﴾ عَمَلِهِ ﴿فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ﴾ أَيْ أَنَّهُ جَازَاهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا ﴿وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ﴾ الْمَوْجُ ﴿مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آپ آیت میں بیان کردہ مثالوں کو واضح کریں۔ (ج) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ دونوں کی نحوی ترکیب کریں۔ (د) مذکورہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت کہ اس کو پیاسا شخص پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا جس کو وہ پانی سمجھتا تھا اور اللہ کو اپنے اعمال کے پاس پایا کہ اس نے اس کا فوراً حساب چکا دیا یعنی اللہ نے اس کافر کے عمل کا جزاء دنیا ہی میں پوری پوری دے دی اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والا ہے یا کافروں کے اعمالِ سیئہ کی مثال ایسی ہے کہ گہرے سمندر کی تاریکی جس کو ایک بڑی موج نے ڈھانپ لیا ہو اور اس موج کے اوپر ایک اور موج ہو اور دوسرے موج کے اوپر بادل ہو یہ تاریکیاں تہہ بہ تہہ بہت سی تاریکیاں ہیں۔ (دریا کی تاریکی موج اوّل کی تاریکی موج ثانی کی تاریکی پھر اس کے اوپر بادل کی تاریکی)۔

(ب) آیت میں بیان کردہ مثالوں کی وضاحت: آیتِ کریمہ میں بتلایا گیا ہے کہ کافر دو قسم کے ہیں، ایک: وہ جو اپنے خیال وعقیدہ کے اعتبار سے کچھ اچھے کام کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد یہ کام آئیں گے؛ حالاں کہ اگر کوئی کام اچھا بھی ہو تو کفر کی نحوست کی وجہ سے عنداللہ مقبول ومعتبر نہیں، اور ان فریب خوردہ کافروں کی مثال ایسے ہی سمجھو جیسے کہ سخت دوپہر کے وقت چلچلاتی دھوپ میں جنگل وبیابان کے اندر ایک پیاسے کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دور میں پانی دکھائی دیتا ہے اور وہ شدتِ پیاس کی وجہ سے وہاں پہنچتا ہے؛ لیکن جب قریب پہنچتا ہے تو اس کو وہاں پانی نہیں؛ بلکہ ریت ملتی ہے، پیاس تو نہیں بجھتی، ہاں! سانس اور زندگی کا چراغ ضرور بجھتا نظر آتا ہے اسی طرح لوگ اعمالِ خیر کو کارآمد سمجھتے ہیں؛ لیکن جب ان کو اس کی سخت ضرورت ہوگی اللہ کے پاس پہنچے گے تو وہاں اعمالِ خیر کو تو نہیں پائیں گے؛ مگر وہاں خدا کو ضرور پائیں گے جو حساب لے گا۔

اور کافروں کی دوسری قسم وہ ہے جو سر سے پاؤں تک دنیا کی عیش وعشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں کفر وعصیان کے سمندر میں غوطے کھا رہے ہیں اعمالِ خیر نہ کرتے ہیں اور نہ اس کو کارآمد سمجھتے ہیں، ان کی مثال اس طرح ہے کہ ان کے پاس روشنی کی اتنی بھی چمک نہیں جتنی کہ چمکتی ہوئی ریت سے دھوکہ کھانے والے کو نظر آتی تھی یہ لوگ خالص اندھیروں میں ہیں اور تہ بہ تہ ظلمات میں بند ہیں کسی طرف سے روشنی کی شعاع اپنے طرف نہیں آنے دیتے کافروں کی اس قسم کو قرآن میں کَظُلُمَاتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(ج) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ دونوں کی نحوی ترکیب:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا موصول صلہ سے مل کر مبتداء اوّل ہے اور اَعْمَالُهُمْ مبتداء ثانی ہے اور كَسَرَابٍ كَائِنٌ سے متعلق ہو کر مبتداء ثانی کی خبر مبتداء ثانی اپنی خبر سے مل کر مبتداء اوّل کی خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اور یہ بھی درست ہے کہ اَعْمَالُهُمْ، وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے بدل الاشتمال ہو اور كَسَرَابٍ، اَلَّذِيْنَ کی خبر ہو۔

(د) مذکورہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

قِيْعَةٌ: واحد معنی چٹیل میدان۔ ظَمْاٰنُ: پیاسا یہ فُعلان کے وزن پر صفتِ مشبہ ہے باب (سمع) سے استعمال ہوتا ہے اس کی جمع ظِمَاءٌ ہے جو فِعَالٌ کے وزن پر ہے۔

بَحْرٍ لُّجِّيٍّ: گہرا سمندر، گہرا دریا، بحر (ج) بُحُوْرٌ، ابحرٌ، لُجِّيٌّ، بہت پانی والا، پانی سے بھرا ہوا، اس میں یاء نسبتی ہے یہ لُجّ کی طرف منسوب ہے۔

موجٌ: جمع اَمْوَاجٌ پانی کی لہر۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۹۰، جلالین: ص ۳۰۱ (امتحان داخلہ ۱۴۰۵ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ مِنَ الْعَبِيْدِ وَالْإِمَاءِ ﴿وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ﴾ مِنَ الْأَحْرَارِ وَعَرَفُوْا أَمْرَ النِّسَاءِ ﴿ثَلٰثَ مَرّٰتٍ﴾ فِيْ ثَلٰثَةِ أَوْقَاتٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول تحریر کریں۔

(ج) ثلث منصوب کیوں ہے؟ اور وہ تین اوقات کیا ہیں؟ اور خاص کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کہ یہ امر وجوبی ہے یا استحبابی؟

(جواب) ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے مملوکوں کو یعنی غلام اور باندیوں کو اور ان کو جو تم میں سے حد بلوغ کو نہیں پہنچے آزادوں میں سے؛ مگر عورتوں کے معاملے سے واقف ہوگئے ہیں تین مرتبہ یعنی تین اوقات میں اجازت لینی چاہیے۔

(ب) شانِ نزول: مذکورہ آیت کے شانِ نزول میں متعدد واقعات کو ذکر کیا گیا ہے:

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک انصاری لڑکے کو جس کا مدلج بن عمر نام تھا، دوپہر کے وقت عمر ابن خطاب کے پاس بھیجا؛ تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا لائے، لڑکا گھر میں اچانک داخل ہوگیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسی حالت میں دیکھ لیا جس کو دیکھنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پسند نہیں کرتے تھے، تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) کہا گیا ہے کہ یہ اسماء بنت مرشد کے بارے میں نازل ہوئی، اس کا ایک بالغ غلام تھا، وہ ایک روز اسماء کے پاس اچانک چلا گیا، جس کو اسماء نے ناپسند کیا، اسماء نے اس واقعہ کا ذکر آپ ﷺ سے کیا تو آیتِ مذکورہ نازل ہوئی۔

(ج) ثلث منصوب کیوں ہے؟

یا تو ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے اور عبارت ہوگی: ثلث اوقات یا پھر مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو یعنی ثلث استیذانات.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تین اوقات کیا ہیں؟

فجر سے پہلے، دوپہر میں آرام کے وقت اور عشاء کے بعد سونے کے وقت۔

خاص کرنے کی وجہ کیا ہے؟ چوں کہ ان تینوں وقتوں میں بے پردگی کا امکان زیادہ ہے، اس وجہ سے تینوں کو خاص کیا؛ چناں چہ فجر سے پہلے چوں کہ وہ سوکر اُٹھنے کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت بدن پر کپڑے کم رہتے ہیں، یا رات کے کپڑے اُتار کر دن کے کپڑے پہنے جاتے ہیں؛ اس لیے اس وقت بے پردگی کا امکان زیادہ ہے، اس طرح دوپہر میں عموماً لوگ گرمی کی وجہ سے کپڑے اُتار کر سوتے ہیں اور ایسے ہی عشاء کے بعد کہ آدمی سونے کے لیے کم کپڑے پہنتا ہے؛ تاکہ آرام سے نیند آسکے؛ اس لیے ان تینوں وقتوں میں گھر کے مرد غلام اور مراہق بچوں کے لیے اجازت لینی ضروری ہے۔

یہ امر وجوبی ہے یا استحبابی؟ اس کے وجوبی اور استحبابی ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض وجوبی کے قائل ہیں اور بعض استحبابی کے۔

سوال نمبر ۱۹۱، جلالین: ص ۳۰۸ (امتحان داخلہ ۱۴۰۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا﴾ بِمَعْنَى قَائِمِيْنَ ﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا﴾ عَلَى عِيَالِهِمْ بِفَتْحِ أَوَّلِهِ وَضَمِّهِ: أَيْ يُضَيِّقُوْا ﴿وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾﴾ وَسَطًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔

(ج) پھر آیت میں مذکورہ صفات کی تشریح کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور جو لوگ راتوں کو اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ و قیام یعنی نماز میں لگے رہتے ہیں، اور وہ جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھ، بے شک اس کا عذاب پوری تباہی ہے، اور بے شک وہ جہنم برا ٹھکانہ اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

برا مقام ہے، اور وہ لوگ جب اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس افراط کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے، لم یقتروا میں یاء کے فتح اور ضمہ دونوں کے ساتھ۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:

یَبِیْتُوْنَ: یہ جمع مذکر غائب مضارع معروف کا صیغہ ہے، از باب (ض، س) بَیْتًا، بَیَاتًا، بَیْتُوْتَۃً، مَبِیْتًا، مَبَاتاً بمعنی شب باشی کرنا کسی کے پاس رات میں آنا۔

سُجَّدًا: یہ جمع ہے ساجد صفت کی اور جمع سَوَاجِد از باب (ن) سجودا بمعنی فروتنی سے جھکنا، عبادت کے لیے زمین پر پیشانی کو رکھنا۔

قِیَامًا: یہ مصدر ہے از باب (ن) کا اور وزن قَوْمًا، قَوْمَۃً قَامَۃً بمعنی کھڑا ہونا، ٹھہرنا، از باب تفعیل، تَقْوِیْمًا، بمعنی سیدھا کرنا۔

اصْرِفْ: یہ واحد مذکر امر حاضر کا صیغہ ہے، از باب (ض) صَرْفًا بمعنی پھیرنا، ہٹانا، دفع کرنا، واپس کرنا، از باب (ن) صَرِیْفًا بمعنی دانت پیسنا، از باب تفعیل تَصْرِیْفًا بمعنی تبدیل کرنا۔

غَرَامًا: یہ مصدر ہے بمعنی عذاب ہلاکت، از باب (س) غُرْمًا غَرَامَۃً مَغْرَمًا بمعنی قرض وغیرہ ادا کرنا، بصلہ فی نقصان اٹھانا۔

سَاءَتْ: یہ افعال ذمیمہ میں سے ہیں، سُوْءٌ، سَوْءٌ، از باب (ن) سَوْءًا، سَوَاءً، بمعنی برا ہونا قبیح ہونا۔

مُسْتَقَرًّا: یہ واحد اسم ظرف کا صیغہ ہے، مَوْضِعُ الْاِسْتِقْرَارِ مَکَانًا لِلْاِسْتِقْرَارِ، از باب (س، ض) قَرَارًا، قُرُوْرًا، تَقْرَارًا، تَقِرَّۃً، بمعنی قرار پکڑنا، ثابت رہنا، ٹھہرنا۔

مُقَامًا: یہ واحد اسم ظرف کا صیغہ ہے، بمعنی ٹھہرنے کی جگہ۔

اَنْفَقُوْا: یہ جمع مذکر غائب ماضی معروف کا صیغہ ہے، از باب (ن) نَفَاقًا، (س) نَفَقًا، بمعنی ختم ہونا، کم ہونا، از باب (افعال) اِنْفَاقًا بمعنی توشہ ختم ہونا، محتاج کرنا، خرچ کرنا۔

عِیَالٌ: یہ عَیِّل کی جمع ہے، بمعنی اولاد۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

لَمْ يُسْرِفُوْا: یہ جمع مذکر غائب مضارع نفی بلم کا صیغہ ہے، از باب (س) سَرَفًا بمعنی بیکار چھوڑنا، جاہل ہونا، خطا کرنا، از باب (افعال) اِسْرَافًا. فضول خرچی کرنا۔

لَمْ يَقْتُرُوْا: یہ جمع مذکر غائب مضارع نفی بلم کا صیغہ ہے۔ از باب (ن، ض) قَتْرًا. قُتُوْرًا. بمعنی روزی کا تنگ ہونا، از باب (افعال، وتفعیل) بمعنی نان ونفقہ میں تنگی کرنا۔

يُضَيِّقُوْا: یہ جمع مذکر غائب مضارع معروف کا صیغہ ہے، از باب (ض) ضِيقًا. ضَيْقًا. بمعنی تنگ ہونا، از باب (افعال، وتفعیل) بمعنی بخل کرنا، تنگ کرنا، سختی کیا جانا، محتاج ہونا۔

قَوَامًا: یہ مصدر ہے بمعنی اعتدال، گزارہ، زندگی۔

وَسَطًا: یہ مصدر ہے از باب (ض) وَسَطًا سِطَةً وَسَاطَةً بمعنی بیچ میں بیٹھنا، متوسط ہونا، از باب (تفعیل) بیچ میں کرنا، دو ٹکڑے کرنا۔

(ج) آیت میں مذکورہ صفات کی تشریح:

اس سے پہلی آیت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مطیع اور فرمان بردار بندوں کے اوصاف بیان شروع کئے ہیں، ان اوصاف میں سے ایک وصف یہ بھی ہے، جو اس آیت مذکورہ میں بیان کیا جا رہا ہے، وہ یہ ہے کہ ان کی راتیں خدا کی عبادت اور اس کی اطاعت میں بسر ہوتی ہے، کسی غلط کام میں ان کے اوقات ضائع نہیں ہوتے، اسی درجہ طاعت وعبادت کے باوجود ان کی خشیت قلب کی کیفیت یہ رہتی ہے کہ ہر وقت اس کی دعا کرتے رہتے ہیں کہ خدایا جہنم سے دور رکھو، وہ تو بہت ہی بڑا ٹھکانہ ہے۔

ان کا ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ خرچ واخراجات میں اعتدال ومیانہ روی سے کام لیتے ہیں، نہ تو اسراف ہی کرتے ہیں اور نہ بخل۔ یعنی نہ تو اپنی ضروری اخراجات اور طاعت وعبادت کے موقع پر خرچ کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں اور نہ ہی افراط سے کام لے کر کسی غلط مصرف میں خرچ کرتے ہیں، اور غیر ضروری کاموں میں لٹاتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ جو افراط وتفریط سے بچتا ہے وہ کبھی فقیر ومحتاج نہیں ہوتا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۱۹۲، جلالین: ص ۳۱۳ (امتحان داخلہ ۱۴۰۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ أَيْ غَيْرِهِ مِنَ الْأَصْنَامِ ﴿هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ﴾ بِدَفْعِ الْعَذَابِ عَنْكُمْ ﴿أَوْ يَنْتَصِرُوْنَ۝﴾ بِدَفْعِهِ عَنْ أَنْفُسِهِمْ لَا ﴿فَكُبْكِبُوْا﴾ أُلْقُوْا ﴿فِيْهَا هُمْ وَ الْغَاوٗنَ۝ وَ جُنُوْدُ إِبْلِيْسَ﴾ أَتْبَاعُهُ وَمَنْ أَطَاعَهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ﴿أَجْمَعُوْنَ۝﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) بوضاحت مطلب لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اور اُن سے پوچھ گچھ ہوگی کہ جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کیا کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ یعنی اللہ کے علاوہ بتوں کی کیا وہ تم سے عذاب دفع کر کے تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا خود اپنا ہی دفاع کر سکتے ہیں نہیں، پس وہ اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر اور اس کے متبعین اور جن وانس میں سے جس نے اس کی اطاعت کی ہوگی سب کو جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیا جائے گا۔

(ب) مطلب: اِس سے قبل آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے متقین کی نیکی اور اس کے بدلے میں ان کو جنت عطا کرنے کا ذکر فرمایا اور ان کے داخلِ جنت ہونے سے پیش تر جنت سے محظوظ ہونے کا ذکر فرمایا کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت کو تمام تر آرائش وزیبائش کے ساتھ جنتیوں کے قریب کر دیں گے جس سے وہ داخل ہونے سے قبل ہی محظوظ ہوں گے اور اسی طرح کل قیامت کے دن جہنم کو جہنمیوں کے روبرو کر دیں گے تاکہ وہ جہنم میں داخل ہونے سے پہلے ہی لرزنے لگیں اور خوف سے بدحواس ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ ان معبودانِ باطلہ کے پجاریوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمائیں گے کہ کہاں ہیں تمہارے معبود، جن کی تم دنیا میں عبادت کیا کرتے تھے ان کو مدد کے لیے پکارو، دیکھو کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں؟ وہ تو اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے تمہیں تو دنیا میں ہی اس سے باخبر کر دیا گیا تھا؛ لیکن تم نہیں مانے؛ چناں چہ تم سب لوگ جہنم کی ہوا کھاؤ۔ اور ان معبودانِ باطلہ اور ان کے متبعین کو جہنم میں اوندھے منہ پھینک دیا جائے گا وہ اس میں ہمیشہ ہمیش کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لیے جلتے رہیں گے؛ چناں چہ اس سے انسان کو باخبر ہوجانا چاہیے اور ایمان قبول کرکے ان معبودانِ باطلہ سے منہ موڑ لینا چاہیے۔ ایسے معبودوں کی عبادت سے کیا فائدہ جو آڑے وقت کام نہ آسکیں؛ بلکہ اتنے عاجز ہوں کہ وہ خود بھی اپنی مدد نہ کرسکیں یعنی جو خود عاجز ہوں وہ دوسروں کا معبود کیسے بن سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۹۳، جلالین: ص ۳۱۷ (امتحان سالانہ ۱۴۰۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْ﴾ أَيْ بِأَنْ ﴿بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ﴾ أَيْ مُوْسٰى ﴿وَ مَنْ حَوْلَهَا﴾ أَيِ الْمَلَائِكَةُ أَوِ الْعَكْسُ وَبَارَكَ يَتَعَدّٰى بِنَفْسِهٖ وَبِالْحَرْفِ وَيُقَدَّرُ بَعْدَ فِيْ مَكَانٍ ﴿وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾ مِنْ جُمْلَةِ مَا نُوْدِيَ وَمَعْنَاهُ تَنْزِيْهُ اللّٰهِ مِنَ السُّوْءِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیے۔ (ج) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔ (د) جب حضرت موسیٰؑ آگ میں نہیں تھے تو مَنْ فِي النَّارِ سے ان کو مراد لینا کیسے درست ہے؟

(جواب) ترجمہ: جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی بابرکت ہے وہ جو اس آگ میں ہے یعنی موسیٰ اور وہ بھی جو اس کے پاس ہے یعنی ملائکہ یا اس کے برعکس اور بارك متعدی بنفسہ ہے اور متعدی بالحرف بھی اور فی کے بعد لفظ (مکان) محذوف ہے اور اللہ رب العالمین پاک ہے یہ جملہ بھی من جملہ ان جملوں کے ہے جن کے ذریعہ ندا دی گئی اس جملہ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ عیب سے پاک ہے۔

(ب) مطلب لکھ: یہاں حضرت موسیٰ کے مدین سے واپسی پر وادی طویٰ میں آگ لینے کے لیے جانے کا واقعہ اور نبوت ملنے کا واقعہ ہے چناں چہ جب حضرت موسیٰ وادی طویٰ میں آگ لینے کے لیے پہونچے تو معلوم ہوا کہ یہ دنیاوی آگ کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ نورانی آگ ہے جس کے اندر نورِ الٰہی ظاہر ہو رہا تھا یا اس کی بجلی چمک رہی تھی پھر آپ کو ندا دی گئی ان بورك الخ مٰنی زمین کا یہ ٹکڑا مبارک اور آگ میں جو کچھ ہے وہ بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : NewMadarsa

مبارک اور اس کے اندر یا اس کے آس پاس جو ہستیاں ہیں وہ بھی مبارک مثلا فرشتہ یا خود حضرت موسی علیہ السلام تقریبا یہ باتیں حضرت موسی کو مانوس کرنے کے لیے بطور اعزاز واکرام فرمایا گیا پھر اس کے بعد سبحان اللہ رب العالمین فرما کر اس اشکال کو دور کر دیا کہ جب اللہ تعالیٰ مکان جہت، جسم، صورت اور رنگ وغیرہ سے پاک ہے تو آگ میں تجلی کا کیا مطلب؟ تو جواب دیا کہ اللہ کی ذات پاک آگ میں حلول کر آئی اس کی مادی مثال یہ ہے کہ آفتاب قلعی دار آئینہ میں متجلی ہوتا ہے لیکن کون احمق کہہ سکتا ہے کہ اتنا بڑا کرہ شمس چھوٹے سے آئینہ میں سما گیا۔

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت:

اَیْ بِاَنْ: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان نودی میں ان مصدریہ ہے نہ کہ ان تفسیریہ۔

اَیْ مُوْسٰی: یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مَنْ فِی النَّارِ سے مراد حضرت موسی علیہ السلام ہیں نہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ۔

اَیْ اَلْمَلَائِکَۃُ: اس کا مطلب یہ ہے کہ مَنْ فِی النَّارِ سے مراد حضرت موسی علیہ السلام ہیں اور مَنْ حَوْلَہ سے ملائکہ۔

اَوِ الْعَکْسِ: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مَنْ فِی النَّارِ سے حق تعالیٰ شانہ یا اس کا نور مراد ہے، اور مَنْ حَوْلَہٗ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ مراد ہیں۔

بَارَكَ یَتَعَدّیٰ بِنَفْسِهٖ اَوْ بِالْحَرْفِ: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ بارک متعدی بنفسہ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہ آیت کریمہ میں استعمال ہوا ہے، اور حرف یعنی لام، فی، علی کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے۔

وَیُقَدَّرُ بَعْدَ (فِیْ) مَکَانٌ: یعنی اللہ تعالیٰ کے قول مَنْ فِی النَّارِ کی تقدیری عبارت مَنْ فِیْ مَکَانِ النَّارِ ہے۔

مَنْ جُمْلَةِ مَا نُوْدِیَ: مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی نداء دی گئی اس میں جملہ تنزیہیہ بھی ہے یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(د) مَنْ فِي النَّارِ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مراد لینا کیسے درست ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ وہ آگ میں نہیں تھے لیکن آگ کے قریب تو تھے جیسا کہ جب کوئی شخص منزل کے قریب ہوتا ہے حالاں کہ وہ منزل تک پہنچا نہیں ہے اس کے بارے میں کہہ دیا جاتا ہے بَلَغَ فُلَانٌ الْمَنْزِلَ.

سوال نمبر ۱۹۴، جلالین: ص ۳۱۹ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ﴾ أَيْ بِلْقِيْسَ وَقَوْمِهَا ﴿ثُمَّ تَوَلَّ﴾ اِنْصَرِفْ ﴿عَنْهُمْ﴾ وَقِفْ قَرِيْبًا مِنْهُمْ ﴿فَانْظُرْ مَا ذَا يَرْجِعُوْنَ﴾ يَرُدُّوْنَ مِنَ الْجَوَابِ فَأَخَذَهُ وَأَتَاهَا وَحَوْلَهَا جُنْدُهَا فَأَلْقَاهُ فِيْ حُجْرِهَا فَلَمَّا رَأَتْهُ اِرْتَعَتْ وَخَضَعَتْ خَوْفًا ثُمَّ ﴿قَالَتْ﴾ لِأَشْرَافِ قَوْمِهَا ﴿يٰاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) متعلقہ واقعہ پر روشنی ڈالیں۔ (د) مذکورہ آیت میں جوامر کے صیغے ہیں ان کا باب لکھیں، نیز ان کا مخاطب کون ہے واضح کریں؟

(جواب) ترجمہ: میرا یہ خط لے جاؤ اور ان یعنی بلقیس اور اس کی قوم کو پہنچا دو پھر ان کے پاس سے ہٹ جانا اور ان کے قریب ہی کھڑے ہو جانا اور دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؛ چناں چہ اس نے وہ خط لیا اور بلقیس کے پاس آیا، حال یہ کہ بلقیس کے اردگرد لشکر تھا؛ چناں چہ ہدہد نے وہ خط بلقیس کی گود میں ڈال دیا جب بلقیس نے وہ خط دیکھا تو وہ لرزہ براندام ہو گئی اور عاجزی کرنے لگی اپنی قوم کے شرفاء سے کہنے لگی: اے سردارو! میری طرف ایک باوقعت خط ڈالا گیا ہے۔

(ب) تفسیر: جب ہدہد نے سارا ماجرا سنایا تو سلیمان علیہ السلام نے ایک خط ہدہد کے حوالے کیا اور کہا اس کو بلقیس کے پاس پہنچا دو، اور اس کا جواب لے کر آنا؛ چناں چہ ہدہد نے وہ خط لیا اور بلقیس کی گود میں ڈال دیا جب کہ وہ لشکر میں گھری ہوئی تھی، جب اس نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وہ خط دیکھا تو خوف کے مارے اس کی حالت بدتر ہوگئی اور وہ لرزہ براندام ہوگئی اور قوم کے سرداروں سے کہنے لگی: میرے پاس ایک باوقعت خط آیا ہے۔

(ج) متعلقہ واقعہ پر روشنی:

ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سب کی حاضری لی، تو ہدہد کو غائب پایا، انہوں نے کہا جب وہ حاضر ہوجائے تو میں اس کو سخت سزا دوں گا؛ مگر یہ کہ وہ عجیب خبر لے آئے، چناں چہ جب ہدہد نے ملکہ سباء بلقیس اور ان کے سورج پوجنے کی خبر دی تو سلیمان علیہ السلام نے اس کو معاف کردیا اور اس کے ذریعہ ملکہ سباء کے پاس اسلام لانے سے متعلق خط بھیجا؛ چناں چہ وہ حاضر خدمت ہوئی اور اسلام لے آئی اور آپ علیہ السلام کی زوجیت میں بھی رہی۔

(د) مذکورہ آیت میں جوامر کے صیغے ہیں ان کا باب:

اَلْقِهْ: یہ باب افعال سے آتا ہے بمعنیٰ ڈالنا، اس کا مخاطب ہدہد ہے۔

تَوَلَّ: باب تفعل سے ہٹنا، اس کا بھی مخاطب ہدہد ہے۔

سوال نمبر ۱۹۵، جلالین: ص ۳۲۱ (امتحان داخلہ ۱۴۰۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قِيلَ لَهَا﴾ أَيْضًا ﴿ادْخُلِي الصَّرْحَ﴾ هُوَ سَطْحٌ مِنْ زُجَاجٍ أَبْيَضَ شَفَّافٍ تَحْتَهُ مَاءٌ جَارٍ فِيهِ سَمَكٌ إِصْطَعَنَهُ سُلَيْمَانُ لِمَا قِيلَ لَهُ إِنَّ سَاقَيْهَا وَرِجْلَيْهَا كَقَدَمَيْ حِمَارٍ ﴿فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً﴾ مِنَ الْمَاءِ ﴿وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا﴾ لِتَخُوضَهُ وَكَانَ سُلَيْمَانُ عَلَى سَرِيرِهِ فِي صَدْرِ الصَّرْحِ فَرَأَى سَاقَيْهَا وَقَدَمَيْهَا حِسَانًا ﴿قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِيرَ﴾ وَدَعَاهَا إِلَى الْإِسْلَامِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) متعلقہ واقعہ پر روشنی ڈالیے۔ (ج) مِنْ قَوَارِيرَ ترکیب میں کیا واقع ہے؟ (د) مذکورہ کلمات کی لغوی صرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: بلقیس سے یہ بات بھی کہی گئی کہ محل میں تشریف لے چلیے (اور) وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

صاف شفاف شیشہ کی سطح (فرش) تھی جس کے نیچے پانی بہہ رہا تھا، اس میں مچھلیاں بھی تھیں حضرت سلیمان نے اس کو اس لیے بنوایا تھا کیوں کہ آپ سے کہا گیا تھا کہ اس کی دونوں پنڈلیاں اور دونوں پیر گدھے کے پیر جیسے ہیں جب بلقیس نے محل کو دیکھا تو یہ سمجھ کر کہ یہ گہرا پانی ہے اپنی پنڈلیوں پر سے کپڑا ہٹا دیا تا کہ اس میں داخل ہو جائے اور سلیمان علیہ السلام محل کے سامنے تخت پر تشریف فرما تھے؛ چناں چہ اس کی پنڈلیوں اور قدموں کو خوبصورت پایا تو حضرت سلیمان نے اس سے کہا یہ تو چکنے چمکدار شیشہ کا محل ہے اور بلقیس کو اسلام کی دعوت دی۔

(ب) متعلقہ واقعہ پر روشنی: جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو بذریعہ ہدہد قوم سباء کی گمراہی کا علم ہوا پھر آپ نے ہدہد کی معرفت قوم سباء کو دعوتِ اسلام دی پھر ان لوگوں نے مشورہ کر کے اس دعوت کو مان لینے میں ہی خیر سمجھی اور انہوں نے اپنے ملک سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سفر کیا پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے سفر کی خبر پا کر آصف بن برخیا کے ذریعہ بلقیس کے تخت کو منگوالیا اور اس کی ذہانت کو پرکھنے کے لیے اس میں تبدیلی کی اور پھر بلقیس کے آنے کے بعد اس سے دریافت کیا کہ یہ تمہارا تخت ہے تو اس نے عقلمندی سے جواب دیا، اور کہا کہ اسی جیسا ہے (كَأَنَّهُ هُوَ) گویا کہ یہی ہے اور کہا کہ ہم تو اس معجزہ کو دیکھنے سے پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں (اس جملہ کا یہ ترجمہ اکثر مفسرین کی رائے کے اعتبار سے ہے؛ ورنہ دیگر مفسرین اور خود علامہ محلّی نے اس جملہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ مجھے علم دیا گیا ہے اس سے قبل) چناں چہ اسلام لے آئی اور ایک قول کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس سے شادی کرنی تھی؛ لیکن آپ کو خبر پہنچی کہ اس کی پنڈلی اور پیر گدھے کی طرح ہیں تو آپ نے اس کو دیکھنے کے لیے شیشہ کا محل بنوایا اور نیچے پانی جاری کر دیا؛ تا کہ خبر کی تصدیق ہو جائے؛ چناں چہ جب بلقیس محل میں داخل ہونے کے لیے اس پر پہنچی تو اپنے پائینچے اٹھا لیے، لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کے پیر دیکھ لیے اور خبر کی تکذیب ہوگئی؛ لیکن ایک دوسرے قول کے مطابق اس شیشہ والی عمارت کا مقصد محض بلقیس پر اپنی حکومت کی عظمت بٹھانا تھا، پھر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

آپ نے بلقیس سے شادی کرلی اور بلقیس کو اس کی حکومت پر برقرار رکھا اور آپ اس کے پاس ہر مہینہ ایک مرتبہ تشریف لے جاتے اور تین دن قیام فرماتے تھے۔

یہاں یہ اعتراض نہ ہونا چاہیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تو پوری دنیا پر حکومت کی دعا مانگی تھی اور جب بلقیس حکومت کررہی تھی تو آپ کی پوری دنیا پر حکومت کہاں ہوئی؟ اس لیے کہ بلقیس کا اپنے علاقہ پر حکومت کرنا، کسی گورنر کا خلیفہ اور بادشاہ کے تحت حکومت کرنے کی طرح ہے۔

(ج) مِنْ قَوَارِيْرَ ترکیب میں کیا واقع ہے؟

اِس کی ترکیب اِس طرح ہے کہ یہ ماقبل میں واقع صَرْحٌ کی صفت ثانی ہے اور مُمَرَّدٌ صفتِ اوّل ہے۔

(د) مذکورہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

الصَّرْحُ: جمع صُرُوحٌ معنیٰ محل۔

لُجَّةٌ: جمع لُجٌّ، لُجَجٌ اور لجٌ معنیٰ گہرا پانی، پانی کی بڑی مقدار۔

مُمَرَّدٌ: تَمَرَّدٌ مصدر سے اسم مفعول واحد مذکر، معنیٰ ہموار اور چکنا کیا ہوا۔

قَوَارِيْرَ: واحد قَارُوْرَةٌ معنیٰ شیشہ، یا شیشہ کی بوتل۔

سوال نمبر ۱۹۶، جلالین: ص ۳۲۲ (امتحان داخلہ ۱۴۳۵ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قُلِ﴾ يَا مُحَمَّدُ ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ عَلٰى هَلَاكِ الْكُفَّارِ الْأُمَمِ الْخَالِيَةِ ﴿وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى﴾ هُمْ ﴿آٰللّٰهُ﴾ بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَالِ الثَّانِيَةِ أَلِفًا وَتَسْهِيْلِهَا وَإِدْخَالِ أَلِفٍ بَيْنَ الْمُسَهَّلَةِ وَالْأُخْرٰى وَتَرْكُهُ ﴿خَيْرٌ﴾ لِمَنْ يَعْبُدُهُ ﴿أَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ أَيْ أَهْلُ مَكَّةَ بِهِ الْآلِهَةَ خَيْرٌ لِعَابِدِيْهَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھتے ہوئے بتائیے کہ اِصْطَفٰى کے بعد هُمْ مقدر ماننے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(جواب) ترجمہ: اے محمد کہہ دیجیے سابق قوموں کے ہلاک کرنے پر سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اور اس برگزیدہ بندوں پر سلام ہے، کیا اللہ بہتر ہے اس کے لیے جو اس کی بندگی کرتا ہے یا وہ جس کو یہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں آللّٰہُ خَیْرٌ میں دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے کو الف سے بدل کر اور مسہلہ اور محققہ کے درمیان الف داخل کر کے اور اس کو ترک کر کے یُشْرِکُوْنَ یا اور تاء کے ساتھ یعنی اہل مکہ اللہ بہتر ہے؟ یا وہ چیزیں جن کو تم اس کے ساتھ معبود ہونے کی حیثیت سے شریک کرتے ہو اپنے عابدین کے لیے بہتر ہیں۔

(ب) مطلب: اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اس سورۃ میں مذکورہ تمام قصص سے فارغ ہو کر آگے آللّٰہُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِکُوْنَ سے توحید کا بیان شروع ہو رہی ہے اور یہ الفاظ یعنی قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی بطور خطبہ کے تعلیم فرمائیں جو بیان شروع کرنے سے قبل ہونا چاہیے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں اللہ کی تعریف اور پیغمبر پر سلام بھیج کر اگلی بات شروع کرنی لوگوں کو سکھلا دی اور بعض مفسرین کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے جو کمالات واحسانات اوپر بضمن قصص میں مذکور ہوئے ہیں ان پر پیغمبر کو حکم ہوا کہ اللہ کی حمد وثنا کریں اور شکر بجالائیں اور اس کے مقبول بندوں پر جن میں سے بعضوں کا اوپر نام لیا گیا ہے، سلام بھیجیں۔

توحید کا بیان: یہاں سے توحید کا وعظ شروع کیا گیا ہے، یعنی قصص مذکورہ بالا سن کر اور دلائل تکونیہ وتنزلیہ میں غور کر کے تم ہی بتلاؤ کہ ایک خدائے وحدہ لاشریک لہ کا ماننا بہتر ہے اور نافع اور معقول ہے یا اس کی خدائی میں اس کی عاجز ترین مخلوق کو شریک ٹھہرانا، یہ مسئلہ اب کچھ ایسا مشکل تو نہیں رہا جس کا فیصلہ کرنے میں کچھ وقت ہو یا دیر لگے، تاہم مزید تذکیر اور تنبیہ کی غرض سے آگے اللہ تعالیٰ کی بعض شئون وصفات بیان کی جاتی ہے جو توحید پر دال ہے۔

اِصْطَفٰی کے بعد ھُمْ مقدر ماننے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟ مذکورہ آیت میں لفظ اصْطَفٰی عام ہے جو صلہ ہے الذین اسم موصول کا اس عمومیت کو مزید تاکید دینے کے لیے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

ھُمْ ضمیر کو لایا گیا ہے، اور اس عمومیت کے سلسلے میں مفسرین حضرات نے مختلف رائے پیش کی ہے بعض کہتے ہیں ھُمْ سے مراد انبیاء اور مرسلین ہے اور بعض کہتے ہیں ھُمْ سے مراد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعض کہتے ہیں ھُمْ سے مراد امت مسلمہ ہیں اور بعض کے نزدیک تمام مؤمنین مراد ہیں، اس لیے تفسیر کرتے ہوئے ھُمْ ضمیر کو مقدر ماننے کی ضرورت پیش آئی۔

سوال نمبر ۱۹۷، جلالین: ص ۳۳۵ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ لَا تَدْعُ﴾ تَعْبُدْ ﴿مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ إِلَّا إِيَّاهُ ﴿لَهُ الْحُكْمُ﴾ اَلْقَضَاءُ النَّافِذُ ﴿وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝﴾ بِالنُّشُوْرِ مِنَ الْقُبُوْرِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(ج) اور بتائیے کہ لَاتَدْعُ کی تفسیر لاتعبد سے کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اسی طرح اِلَّا وَجْهَهٗ کی تفسیر اِلَّا اِيَّاهُ سے کیوں کی؟

(جواب) ترجمہ: اور اللہ کے ساتھ کسی اور کی بندگی نہ کیجیے، بجز اللہ کے کوئی اور معبود نہیں، اس کی ذات کے سوا ہر شئ فنا ہونے والی ہے، اسی ذات کا فیصلہ نافذ ہونے والا ہے اور قبروں سے زندہ کرنے کے بعد تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

(ب) مطلب: گرچہ آیت میں مخاطب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے؛ مگر اس کے ذریعہ امت کو بتلایا جارہا ہے کہ اللہ کے سوائے کسی اور کی عبادت مت کرو، وہی معبود برحق ہے، باقی ساری چیزیں ایک دن فنا ہونے والی ہیں، بس اس کی ذات ہمیشہ رہے گی، اس کی ذات نہ کل معدوم تھی اور نہ کبھی ختم ہونے والی ہے اور مرنے کے بعد اس کی عدالت میں سب کو حاضر ہونا ہے، جہاں صرف اس کا حکم چلے گا۔

(ج) لَاتَدْعُ کی تفسیر لاتعبد سے کرنے کی کیا وجہ ہے؟

مصنفؒ نے لَاتَدْعُ کی تفسیر لَاتَعْبُدْ سے کر کے خوارج کی تردید کی ہے، خوارج کا ماننا ہے کہ طلب خواہ زندہ سے ہو یا مردہ سے سب مشرک ہے اور یہ ان کی جہالت ہے؛

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کیوں کہ مؤثر بالذات سمجھ کر غیر اللہ سے مانگنا تو شرک ہے؛ البتہ اسباب کے درجے میں طلب کرنا اور مدد چاہنا شرک نہیں ہے۔

إِلَّا وَجْهَهٗ کی تفسیر إلَّا إِیَّاہُ سے کیوں کی؟

اس کی تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مراد إلا ذاته ہے، اس کے علاوہ ساری چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں، صرف اللہ کی ذات باقی رہنے والی ہے، اللہ کا وجود ذاتی ہے۔

سوال نمبر ۱۹۸، جلالین: ص ۳۳۸ (امتحان سالانہ ۱۴۲۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ﴾ أي أَصْنَامًا يَرْجُوْنَ نَفْعَهَا ﴿كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا﴾ لِنَفْسِهَا تَاوِيْ إِلَيْهِ ﴿وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ﴾ لَايَدْفَعُ عَنْهَا حَرًّا وَلَابَرْدًا كَذٰلِكَ الْأَصْنَامُ لَاتَنْفَعُ عَابِدِيهَا ﴿لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾﴾ ذٰلِكَ مَاعَبَدُوْهَا ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا﴾ بِمَعْنَى الَّذِيْ ﴿يَدْعُوْنَ﴾ يَعْبُدُوْنَ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ ﴿مِنْ دُوْنِهٖ﴾ غَيْرِهٖ ﴿مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ فِيْ مُلْكِهٖ ﴿الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾﴾ غَيْرِهٖ فِيْ صُنْعِهٖ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) آیت قرآنیہ میں تشبیہ مذکور، تشبیہ کی کون سی قسم سے ہے مشبہ، مشبہ بہ اور وجہِ شبہ متعین کریں اور ذٰلِكَ کے بعد مَاعَبَدُوْهَا سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

(جواب) ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز تجویز کر رکھے ہیں یعنی بت جن سے نفع کی اُمید رکھتے ہیں ان کی مثال مکڑی کے جالے جیسی ہے جس نے اپنے لیے ایک گھر بنایا جس میں وہ ٹھکانا حاصل کرتی ہے بلاشبہ تمام گھروں میں مکڑی کا گھر سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے وہ گھر اس سے نہ گرمی دفع کر سکتا ہے اور نہ سردی اسی طرح بت ہیں کہ اپنی پوجا پاٹ کرنے والوں کو نفع نہیں پہنچا سکتے اگر یہ لوگ اس کو جان لیتے تو ان بتوں کی بندگی نہ کرتے اللہ تعالیٰ بلاشبہ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے اس کے سوا جس کی بندگی کرتے ہیں یاء اور تاء کے ساتھ وہ اپنے ملک میں غالب ہے اور اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) تفسیر: کفار کی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کی بتوں سے جو نفع کی اُمیدیں وابستہ ہیں یہ لاحاصل ہے اسی طرح جس طرح کہ مکڑی کا جالا مکڑی کے لیے نفع بخش نہیں؛ اس لیے کہ گھر ہوتا ہے جان و مال کی حفاظت کے لیے اور بچاؤ کے لیے اور مکڑی کا جالا دامن کے جھٹکے سے ٹوٹ جاتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ اِلخ سے اللہ پاک بتانا چاہتے ہیں کہ ممکن تھا کہ سننے والا اس بات پر تعجب کرے کہ سب کو ایک ہی ذیل میں کھینچ دیا کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا؛ کیوں کہ بعض لوگ بت کو پوجتے ہیں تو بعض آگ پانی کو بعض اولیاء انبیاء یا فرشتوں کو تو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اللہ کو سب معلوم ہے اگر کوئی ایک بھی ان میں سے مستقل قدرت پر اختیار رکھتا تو اللہ تعالیٰ سب کی ایک قلم نفی نہ کرتے۔

(ج) آیتِ قرآنیہ میں تشبیہ مذکور، تشبیہ کی کون سی قسم سے ہے؟

آیتِ قرآنیہ میں تشبیہ مذکور تشبیہ مجمل کے قبیل سے ہے مشبہ کفار کے معبود ہیں، مشبہ بہ مکڑی کا گھر ہے اور وجہ شبہ نفع کا نہ پہنچانا ہے۔

ذٰلِکَ کے بعد مَا عَبَدُوْهَا سے کیا بتانا چاہتے ہیں؟

ذٰلِکَ کے بعد مَا عَبَدُوْهَا سے اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لو کا جواب یعنی جزاء محذوف ہے۔

سوال نمبر ۱۹۹، جلالین: ص ۳۳۹ (امتحان داخلہ سنہ ۱۴۱۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ لَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ﴾ أَيْ بِالْمُجَادَلَةِ الَّتِيْ ﴿هِيَ اَحْسَنُ﴾ كَالدُّعَاءِ إِلَى اللّٰهِ بِآيَاتِهِ وَالتَّنْبِيهِ عَلٰى حُجَجِهِ ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾ بِأَنْ حَارَبُوْا وَأَبَوْا أَنْ يَقِرُّوْا بِالْجِزْيَةِ فَجَادِلُوْهُمْ بِالسَّيْفِ حَتّٰى يُسْلِمُوْا أَوْ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھتے ہوئے بتائیے کہ جزیہ کیا ہے؟ اور اس کی سالانہ اور ماہانہ مقدار کیا ہے؟ (ج) تفسیری کلمات کی تشریح کیجیے؟

(جواب) ترجمہ: تم اہل کتاب کے ساتھ بجز مہذب طریقہ کے مجادلہ مت کرو مثلاً اللہ کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

طرف کی آیات کے ذریعہ دعوت دو اور اس کے دلائل سے تنبیہ کرو مگر ان کے ساتھ جو ان میں سے زیادتی کریں بایں طور کہ محاربہ کریں اور جزیہ دینے سے انکار کریں تو ایسے لوگوں سے جہاد بالسیف کرو حتی کہ اسلام قبول کریں یا جزیہ دینا منظور کریں۔

(ب) مطلب: یعنی تم کفار کی طرح اہل کتاب سے مناظرہ یا بحث مباحثہ نہ کرو، کیوں کہ کفار کا دین تو سرے سے غلط ہے اس لیے ان سے مناظرہ کرنے میں ان کی باتوں کو جڑ ہی سے غلط ٹھہراتی جاتی ہے، لیکن چوں کہ اہل کتاب کا دین سرے سے غلط نہیں ہے اس لیے ان سے مناظرہ کرنے میں ان کی باتوں کو سرے سے غلط مت ٹھہراؤ بلکہ نرمی متانت خیر خواہی اور صبر و تحمل سے واجبی بات ان کو سمجھاؤ البتہ جو ان میں سے صریح بے انصافی عناد پر تک جائیں نہ جزیہ ہی دے بلکہ الٹا قتال کرے تو پھر ان سے مناظرہ بالسیف کرو گردنیں ماردو پھر ان کو تو اللہ کے یہاں عذاب ملنا ہی ہے۔ اس سے علماء نے نکالا ہے کہ بحث و مباحثہ اور مناظرہ میں مدمقابل کی علمی و دینی حیثیت کا خیال رکھو جوش مناظرہ میں صداقت اور اخلاق کی حد سے نہ نکلو اور جہاں جتنی سچائی ہو اس کا اعتراف کرو۔

جزیہ کیا ہے؟

جزیہ کی تعریف: جزیہ ایک متعین رقم ہے جو سالانہ ایسے غیر مسلموں سے لی جاتی ہے جو کسی اسلامی مملکت میں رہائش پذیر ہوں اس کے بدلے ان کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری اسلامی مملکت کی ہوتی ہے۔

اس کی سالانہ اور ماہانہ مقدار کیا ہے؟

جزیہ کی مقدار: اگر باہمی مصالحت اور رضامندی سے ہو تو شرعاً اس کی کوئی تحدید نہیں جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اہل بحران کے ساتھ کیا، لیکن اگر مسلمانوں نے کسی ملک کو جنگ کے ذریعہ فتح کیا اور وہاں کے باشندوں کو ان کی جائداد پر برقرار رکھا اور وہ اسلامی مملکت کی رعیت بن کر رہنے کو تیار ہو گئے تو ان کی جزیہ کی مقدار وہ ہوگی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے عہد خلافت میں نافذ فرمائی کہ مالداروں سے چار درہم ماہوار اور متوسط الحال سے اس کا نصف ماہوار اور تندرست غریب جو محنت و مزدوری پر قادر ہوں ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سے صرف ایک درہم ماہوار اور جو بالکل مفلس اور اپاہج ہوں ان سے کچھ نہ لیا جائے گا اسی طرح عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور تارک الدنیا راہبوں سے بھی کچھ نہ لیا جائے گا۔

(ج) تفسیری کلمات کی تشریح:

اَیِ الْمُجَادَلَة: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اَحْسَن جو کہ صفت ہے اس کا موصوف محذوف ہے اور وہ مُجَادَلَةٌ ہے کَالدُّعَاءِ الخ. بِأَنْ حَارَبُوا یہ ظلموا کی تفسیر اور اس کی صورت ہے کہ جو ظلم یعنی محاربہ وغیرہ کرے ان سے قتال کرو۔

سوال نمبر ۲۰۰، جلالین: ص ۳۴۸ (خود ساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ مَتٰی تَقُوْمُ ﴿وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ﴾ بِوَقْتٍ یَعْلَمُهٗ ﴿وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ﴾ ذَکَرٌ اَمْ اُنْثٰی وَلَا یَعْلَمُ وَاحِدًا مِنَ الثَّلٰثَةِ غَیْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ غَدًا﴾ مِنْ خَیْرٍ اَوْ شَرٍّ وَیَعْلَمُهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ﴾ بِکُلِّ شَیْءٍ ﴿خَبِیْرٌ﴾ بِبَاطِنِهٖ کَظَاهِرِهٖ رَوَی الْبُخَارِیُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ حَدِیْثُ مَفَاتِحِ الْغَیْبِ خَمْسَةٌ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ اِلٰی اٰخِرِ السُّوْرَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(ج) ان پانچ ہی کی تخصیص کیوں ہے جب کہ کل مغیبات کا علم اللہ کے ساتھ خاص ہے؟ عِلْمُ الْقِیَامَةِ کو عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ سے بیان فرما کر اسلوبِ کلام کے بدلنے کی کیا وجہ ہے؟ وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: بلاشبہ اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم کہ کب واقع ہوگی اور وہی بارش نازل کرتا ہے اس وقت میں جس کو وہ جانتا ہے اور اس کو بھی جانتا ہے جو رحمِ مادر میں ہوتا ہے آیا لڑکا ہے یا لڑکی؟ اور تینوں میں سے ایک کو بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا خیر یا شر اللہ اس کو جانتا ہے اور نہ کسی کو یہ معلوم کہ وہ کہاں مرے گا اور اللہ کو معلوم ہے بلاشبہ اللہ کو ہر شئی کا علم ہے اور وہ ہر شئی کے باطن سے اسی طرح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

واقف ہے جس طرح ظاہر ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے مَفَاتِحَ الْغَيْبِ خَمْسَةٌ والی حدیث نقل کی ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ إلیٰ آخر السورة.

(ب) مطلب: یعنی قیامت کے وقوع کا یقینی علم کسی کو نہیں نہ کسی فرشتے کو نہ کسی نبیٔ مرسل کو، بارش کا معاملہ بھی اسی طرح ہے، آثار وعلامات سے تخمینہ تو لگایا جاسکتا ہے؛ مگر یہ تخمینے کبھی صحیح ثابت ہوتے ہیں کبھی غلط، حتیٰ کہ محکمۂ موسمیات کے اعلانات بھی بعض دفعہ صحیح ثابت نہیں ہوتے ہیں، جس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ بارش کا صحیح وحتمی علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، اور رحم مادر میں مشینی ذرائع سے جنسیت کا ناقص اندازہ تو شاید ممکن ہو کہ بچہ ہے یا بچی؛ لیکن رحمِ مادر میں نشو ونما پانے والا بچہ نیک بخت ہے یا بد بخت، ناقص ہوگا یا کامل، خوبصورت ہوگا یا بدصورت ان باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، اسی طرح انسان کل کیا کرے گا خواہ دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا، آنے والے کل کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم کہ کل کا دن آئے گا بھی یا اس سے پہلے وہ لقمۂ اجل بن جائے گا، اسی طرح کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ اسے موت کہاں آئے گی، گھر میں یا گھر سے باہر، اپنے وطن میں یا وطن سے باہر، جوانی میں یا بڑھاپے میں، یہ سب باتیں کسی کو یقینی طور پر معلوم نہیں، یہ تمام باتیں غیب کی ہیں جو پردۂ غیب میں رہتی ہیں۔

(ج) ان پانچ ہی کی تخصیص کیوں ہے؟ اِس آیتِ کریمہ میں پانچ چیزوں کے علم کا حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا ان پانچ چیزوں کے خاص اہتمام کو بتلانے کے لیے ہے، اور تخصیص واہتمام کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر جن غیب کی چیزوں کو انسان معلوم کرنے کا شائق ہوتا ہے وہ یہی پانچ چیزیں ہیں نیز علمِ غیب کا دعویٰ کرنے والے نجومی وغیرہ جن چیزوں کی خبریں وغیرہ بتایا کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ اپنا عالم الغیب ہونا ثابت کرتے ہیں وہ یہی پانچ چیزیں ہیں۔ (معارف القرآن: ج۷)

اسلوبِ کلام کے بدلنے کی کیا وجہ ہے؟ علمِ قیامت کو عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ کے ذریعہ بیان فرمایا اس اسلوبِ کلام کے بدلنے کو بلاغت کی اصطلاح میں تفنن کہتے ہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں یہی تفنن کا طریقہ اور طرز استعمال کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ آخری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دو چیزیں آئندہ کل میں انسان کیا کرے گا اور یہ کہ وہ کس زمین میں مرے گا یہ دونوں تو خود انسان کی ذات کے متعلق علم ہے، ان میں احتمال کرسکتا تھا کہ انسان ان کے علم کے حاصل کرنے میں تگ و دو کرے؛ اس لیے ان دونوں میں خصوصیت کے ساتھ غیر اللہ کو منفی کر کے بیان کیا گیا ہے جس سے پہلی تین چیزوں کا علم غیر اللہ کے لیے نہ ہونا بدرجۂ اولیٰ ثابت ہو گیا کہ جب انسان خود اپنے حالات و اعمال کو اور ان کے انتہا یعنی موت اور اس کی جگہ کو نہیں جانتا ہے تو آسمان سے اُترنے اور برسنے والی پانی اور آسمان و زمین کے ٹوٹنے پھوٹنے اور رحم مادر میں چھپا ہوا بچہ کا علم کیسے جانے گا جو کہ بعید بھی ہے، تاریکی میں مخفی بھی ہے۔

سوال نمبر ۲۰۱، جلالین: ص ۳۵۲ (امتحان داخلہ ۱۴۱۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ يَسْتَأْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ﴾ فِي الرُّجُوْعِ ﴿يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ﴾ غَيْرُ حَصِيْنَةٍ نَخْشٰى عَلَيْهَا قَالَ تَعَالٰى ﴿وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ﴾ مَا ﴿يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا﴾ مِنَ الْقِتَالِ ﴿وَ لَوْ دُخِلَتْ﴾ أَيِ الْمَدِيْنَةُ ﴿عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا﴾ نَوَاحِيْهَا ﴿ثُمَّ سُئِلُوا﴾ أَيْ سَأَلَهُمُ الدَّاخِلُوْنَ ﴿الْفِتْنَةَ﴾ اَلشِّرْكَ ﴿لَاٰتَوْهَا﴾.

(الف) عبارت با اعراب نقل کر کے ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول لکھ کر تمام ضمیروں کے مراجع ظاہر کرتے ہوئے تفسیر کریں، نیز اِلَّا فِرَارًا کا مستثنیٰ منہ بتائیں۔

(جواب) ترجمہ: اور ان میں سے بعض لوگ نبی سے یہ کہہ کر واپس لوٹنے کی اجازت طلب کر رہے تھے کہ ہمارے گھر خالی یعنی غیر محفوظ ہیں ہمیں اپنے گھروں کے بارے میں (دشمن) کا اندیشہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، حالاں کہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں، ان کا ارادہ قتال سے بھاگ کھڑے ہونے کا تھا، اور اگر مدینہ ان کے اوپر اطراف (مدینہ) سے لشکر چڑھا دیئے جائیں پھر ان سے داخل ہونے والے فتنہ شرک کا مطالبہ کریں تو یہ اس کو منظور کر لیں۔

(ب) شانِ نزول: غزوہ خندق کے موقع پر تمام قبیلہ مل کر مدینہ میں حملہ کرنے کا عہد کیا اور اس غرض سے تمام قبیلوں کو اس میں شامل کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی اور ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

میں بنی نضیر جو یہودیوں کا بہت بڑا قبیلہ تھا، وہ بھی شامل ہو گیا جو کہ آپ علیہ السلام مدینہ تشریف لانے کے بعد ان سے معاہدہ کئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد شکنی کر کے کفار مکہ سے جا ملے جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد بن عبادہ اور عبداللہ بن رواحہ کو تحقیق حال کے لیے روانہ فرمایا، اور یہ حکم دیا کہ اگر خبر صحیح نکلے تو وہاں سے واپس آ کر اس خبر کو ایسے مبہم الفاظ میں بیان کرنا کہ لوگ سمجھ نہ سکیں اور اگر خبر غلط ہو تو پھر علی الاعلان بیان کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں، یہ لوگ کعب بن اسد کے پاس گئے، اور اس کو معاہدہ یاد دلایا، کعب نے کہا کیسا معاہدہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا ان سے کوئی معاہدہ نہیں، جب یہ لوگ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، غضل وقارۃ یعنی جس طرح غضل وقارۃ نے اصحاب رجیع یعنی خبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ غداری کی تھی اس طرح انھوں نے بھی غداری کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ بنی قریظہ کی غداری کی خبر صحیح ہے، مسلمانوں کے لیے یہ وقت بڑے ابتلاء و آزمائش کا تھا، ابتلاء کی کسوٹی پر نفاق و اخلاق کسا جا رہا تھا، اس کسوٹی نے کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا، چناں چہ منافقین نے حیلے اور بہانے شروع کیے، اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے گھر پست دیوار ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ ہیں بچوں اور عورتوں کی حفاظت ضروری ہے، اس لیے ہم اجازت چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اسی صورت میں حال کو بیان کرتے ہوئے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا۔

تمام ضمیروں کے مراجع ظاہر کرتے ہوئے تفسیر: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی اس حالت کی منظر کشی کی ہے، جو غزوہ خندق میں واقع ہوئی تھی، بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس حیلے بہانے کو ذکر کیے ہیں جس کی تفسیر یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے ارادہ سے تمام صحابہ کو لے کر ساری تیاریاں کرنے لگے اس غرض سے مدینہ کے باہر سے خندق کھدوائے دوسری طرف کفار مکہ تمام قبیلوں کو لے کر جنگ کی ساری تیاریاں مکمل کر چکے تھے، اور مدینہ کے اندر سے یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد شکنی کر کے ان سے جا ملے اس صورت حال کو دیکھ کر منافقین جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شامل تھے گھبرانے لگے اور خوف زدہ ہو گئے، طرح طرح کے حیلے بہانے بنانے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لگے یعنی اگر سارے عرب ہمارے دشمن ہوئے ہیں تو ہم کو رہنے کا ٹھکانا کہاں سب لشکر سے جدا ہو کر لوٹ چلو، اور حضرت لشکر کے ساتھ باہر کھڑے تھے شہر میں مضبوط حویلیوں کے تا کے بند کر کے زنانے ان میں رکھ دئے تھے، یہ بہانہ کرنے لگے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں کہیں چور گھس کر لوٹ نہ لے، اور یہ محض جھوٹ بات بنائی تھی، کہ بہانہ کر کے میدان سے بھاگ جائیں، چناں چہ جو اجازت لینے آیا آپ اجازت دیتے رہے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تین سو نفوس قدسیہ آپ کے ساتھ باقی رہ گئے۔

اِلَّا فِرَارًا کا مستثنیٰ منہ:

اِلَّا فِرَارًا کا مستثنیٰ منہ مقدر ہے عام ضابطہ یہ ہے کہ اگر مستثنیٰ منہ کلام نافیہ میں واقع ہو تو اس کو مستثنیٰ مفرغ کہا جاتا ہے، اور مستثنیٰ منہ کو مقدر مانا جاتا ہے، اور وہ ہے شَیْئًا لیکن اس طرح کے جملہ میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ یہاں اِلَّا حصر کے لیے ہے اور اس کے مابعد فِرَارًا کو مفعول بہ مانا جائے گا، اور یہی اصل ہے۔

سوال نمبر ۲۰۲، جلالین: ص ۳۵۵ (امتحان ششماہی ۱۴۰۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ﴾ بِالْإِسْلَامِ ﴿وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ﴾ بِالْاِعْتَاقِ اللّٰهِ وَهُوَ زَیْدُ بْنُ حَارِثَةَ ﴿اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ﴾ فِیْ أَمْرِ طَلَاقِهَا ﴿وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ﴾ مُظْهِرُهٗ مِنْ مَحَبَّتِهَا وَأَنْ لَوْ فَارَقَهَا زَیْدٌ تَزَوَّجْتَهَا ﴿وَ تَخْشَی النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تشریح کریں۔ (ج) حضرت زید بن حارثہؓ کے مختصر احوال سپرد قلم کریں۔

(جواب) ترجمہ: جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے کہ جس پر اللہ نے اسلام کے ذریعہ انعام فرمایا اور آزاد کر کے آپ نے بھی اس پر احسان فرمایا وہ زید بن حارثہ ہیں کہ اپنی بیوی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اس کے طلاق کے معاملہ میں خدا سے ڈر اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپاتے پھرتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: NewMadarsa

والا تھا اور وہ زینب کی محبت تھی اور یہ کہ اگر زید اس کو طلاق دے دیں تو اس سے نکاح کرلوں اور آپ لوگوں کے (طعن) سے ڈر رہے تھے، اور ڈرنا تو آپ کے لیے ہر چیز میں خدا ہی سے سزاوار ہے۔

(ب) **تشریح:** ماقبل میں آیتِ کریمہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی زوجۂ محترمہ حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کا تذکرہ تھا، اب یہاں سے ان کی ازدواجی زندگی کے سلسلہ میں کچھ تذکرہ اِس طور پر ہے کہ ان دونوں کی زندگی خوشگوار نہ تھی، ہمیشہ آپس میں جھگڑا ہوتا رہتا تھا، نسب کے عدمِ موافقت کی بناء پر یعنی عدمِ کفو کی وجہ سے جس سے حضرت زید تنگ آ کر طلاق کی اجازت مانگا کرتے تھے اور آپ ان کو سمجھاتے کہ تم طلاق دینے میں جلد بازی مت کرو اور اللہ سے ڈرو، حضرت زید پر اللہ کا احسان یہ تھا کہ اس نے ان کو ایمان کی توفیق عطا کی اور آپ علیہ السلام کا احسان یہ تھا کہ انہوں نے ان کو آزاد فرما کر اپنا متبنّٰی بنالیا تھا اور چوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی یہ بتلادیا تھا کہ حضرت زید ان کو طلاق دیں گے اور آپ ان سے نکاح فرمائیں گے اور اس طرح زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم کا خاتمہ ہوگا، رسم یہ کہ متبنّٰی حقیقی بیٹے کی طرح ہوتا ہے اور اس کی بیوی حقیقی بہو کی طرح ہوتی ہے؛ چناں چہ آپ کو یہ معلوم تھا پھر بھی آپ اِس بات کو دل میں چھپائے ہوئے تھے اور طلاق سے روکتے تھے اور اِس بات کا اندیشہ کرتے تھے کہ لوگ کہیں گے اپنی بہو سے نکاح کرلیا، جو کہ ایک طبعی چیز ہے، پھر بھی آپ کو اس پر تنبیہ ہوئی کہ آپ کو ہر چیز میں صرف اللہ سے اندیشہ کرنا چاہیے۔

(ج) **حضرت زید بن حارثہؓ کے مختصر احوال:** حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اگرچہ آزاد عربی النسل تھے؛ لیکن ان پر غلامیت کا دھبّہ لگ چکا تھا، اس طور پر کہ آپ کو ڈاکوؤں نے اُٹھا کر بازارِ عرب میں فروخت کردیا تھا اور آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام نے حضرت خدیجہ کے لیے خریدا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ علیہ السلام کو ہبہ کردیا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کردیا تھا اور اپنا متبنّٰی بیٹا بنالیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تربیت کی، ادھر ان کے والد اپنے بیٹے کے گم ہو جانے پر بہت پریشان تھے اور ہر طرف تلاش کرتے تھے؛ چناں چہ یہ لوگ اس پر مطلع ہو گئے کہ میرا لڑکا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہے تو وہ لوگ آپ علیہ السلام کے پاس آئے اور واقعہ بیان کیا پھر ان کو اپنے ساتھ لے جانے کی درخواست کی اور کہا کہ آپ جتنی قیمت چاہیں ہم سے لے لیں؛ لیکن میرے بیٹے کو چھوڑ دیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کوئی قیمت نہیں لوں گا آپ اپنے بیٹے سے پوچھ لیں اگر وہ تیار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے کو تو مفت میں لے جائیں اور اگر نہ جانا چاہے تو میں کچھ نہیں کر سکتا ہوں؛ چناں چہ جب ان کے رشتہ داروں نے ان سے گھر جانے کے لیے کہا تو انہوں نے گھر جانے سے انکار کر دیا اور آپ کے پاس ہی رہنے کو پسند کیا باوجودے کہ وہ اس وقت بہت چھوٹے تھے؛ چناں چہ جب جوان ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ان کی شادی کے لیے اپنی پھوپی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کو منتخب فرما کر پیغامِ نکاح دیا؛ لیکن چوں کہ ان پر غلامیت کا دھبہ لگ چکا تھا؛ اس لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی نے انکار کر دیا؛ لیکن پھر قرآن کی آیت نازل ہوئی تو وہ نکاح پر راضی ہو گئے؛ لیکن آخرکار طلاق کی نوبت آ گئی، پھر آپ نے دوسرا نکاح اُمِّ ایمن سے کر دیا جن سے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، آپ علیہ السلام ان دونوں سے بے حد محبت فرماتے تھے اور آپ علیہ السلام کے زمانہ میں ہی حضرت زید کی شہادت غزوۂ موتہ میں ہو گئی۔

سوال نمبر ۲۰۳، جلالین: ص ۳۵۶ (امتحان ششماہی ۱۴۱۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلَّآ أَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾ فِي الدُّخُوْلِ بِالدُّعَاءِ ﴿إِلٰى طَعَامٍ﴾ فَتَدْخُلُوْا ﴿غَيْرَ نٰظِرِيْنَ﴾ مُنْتَظِرِيْنَ ﴿إِنٰىهُ﴾ نَضَجَهٗ مَصْدَرٌ أَنِيَ يَأْنِيْ ﴿وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا﴾ تَمْكُثُوْا ﴿وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب اور شانِ نزول

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لکھیں۔ (ج) اناہ کی لغوی صرفی تحقیق کر کے بتائیں کہ یہ لفظ ترکیب میں کیا واقع ہے؟

(جواب) ترجمہ: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بغیر بلائے مت جایا کرو؛ مگر یہ کہ تم کو کھانے کے لیے دعوت کے طور پر آنے کی اجازت دیدی جائے تو اس طرح داخل ہو سکتے ہو کہ کھانے کی تیاری کے منتظر نہ رہو، اِنی أَنِي يَأْنِي کا مصدر ہے، لیکن جب تم کو بلایا جائے تب جایا کرو پھر جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور آپس میں باتوں میں دلچسپی لے کر بیٹھے نہ رہا کرو۔

(ب) مطلب اور شانِ نزول: اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر حضرت زینب بنت جحش کے ولیمے میں صحابہ کرام تشریف لائے جن میں سے بعض کھانے کے بعد بھی بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہے جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوئی، تاہم حیا و اخلاق کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جانے کے لیے نہیں فرمایا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری کی روایت میں واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے، حضرت انس فرماتے ہیں کہ چوں کہ اس واقعہ کے وقت خود موجود تھا اس لیے آیت حجاب کی حقیقت سے میں زیادہ واقف ہوں، جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد حرم نبوی میں داخل ہوئیں تو آپ نے ولیمے کی دعوت کی، کھانے کے بعد کچھ لوگ وہیں جم کر باتیں کرنے لگے، ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہیں تشریف رکھتے تھے، اور حضرت زینب بھی اس جگہ پر موجود تھیں جو حیاء کی وجہ سے دیوار کی طرف اپنا رخ پھیرے ہوئے بیٹھی تھیں، یہ نزول حجاب سے پہلے کی بات ہے کہ جب زنانہ مکانوں میں مردوں کے داخل ہونے پر پابندی نہیں تھی بلکہ دعوت وغیرہ کا انتظام زنانہ خانہ میں ہی ہوتا تھا، ان لوگوں کے اس طرح دیر تک بیٹھنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوئی آپ ان لوگوں کو اٹھنے کا اشارہ دینے کے طور پر باہر نکلے اور حضرت عائشہ کے گھر تک تشریف لے گئے یہ خیال کر کے کہ اب شاید لوگ چلے گئے ہوں گے واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ حضرات بیٹھے ہوئے ہیں آپ کو اس کا بہت احساس ہوا، تھوڑی دیر گھر میں قیام کرنے کے بعد پھر باہر تشریف لے گئے، کچھ دیر کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو وہ حضرات بدستور ڈٹے ہوئے تھے، جب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ان حضرات کو احساس ہوا تو اٹھ کر چلے گئے، اس واقعہ کے کچھ ہی دیر بعد مذکورہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے پڑھ کر سنائی، چناں چہ اس آیت میں دعوت کے آداب بتلائے گئے ہیں، ایک تو یہ کہ اس وقت جاؤ کھانا تیار ہو چکا ہو، پہلے ہی جا کر دھرنا مار کر نہ بیٹھ جاؤ، دوسرے یہ کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو چلے جایا کرو۔

(ج) اناہ کی لغوی صرفی تحقیق:

اِنَاہُ، اٰنِیَۃٌ کی جمع ہے اس کی اور جمع اَوَانٍ اَلْاَوَانِیْ اس کا معنی برتن ہے۔

اناہ انٰی یانی فعل کا مصدر ہے بروزن رمی یرمی معنی ہے پکنا، تیار ہونا از باب ضرب یضرب انی بالکسر مصدر سماعی ہے اور انی بالفتح مصدر قیاسی ہے۔

یہ لفظ ترکیب میں کیا واقع ہے؟

اِنَاہُ ترکیب میں ناظرین اسم فاعل سے مفعول بہ واقع ہوا ہے۔

سوال نمبر ۲۰۴، جلالین: ص ۳۶۰ (امتحان سالانہ ۱۴۰۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ﴾ قَبِيْلَةٌ سُمِّيَتْ بِاسْمِ جَدٍّ لَهُمْ مِنَ الْعَرَبِ ﴿فِيْ مَسْكَنِهِمْ﴾ بِالْيَمَنِ ﴿اٰيَةٌ﴾ دَالَّةٌ عَلٰى قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿جَنَّتٰنِ﴾ بَدَلٌ ﴿عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ ﴿كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ﴾ عَلٰى مَا رَزَقَكُمْ مِنَ النِّعْمَةِ فِيْ أَرْضِ سَبَاءٍ ﴿بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ﴾ لَيْسَ فِيْهَا سَبَاخٌ وَلَا بَعُوْضَةٌ وَلَا ذُبَابَةٌ وَغَيْرُهَا وَاللّٰهُ ﴿وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ﴾ ﴿فَاَعْرَضُوْا﴾ عَنْ شُكْرِهٖ وَكَفَرُوْا ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ﴾ فَأَغْرَقْنَا جَنَّتَيْهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ ﴿وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ﴾

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) فوائد تفسیریہ لکھیں۔ (د) مختصراً (سیلِ عرم) کا قصہ لکھتے ہوئے بتائیں کہ یہ (سد) کس نے بنائی تھی؟ اور یہ واقعہ کس نبی کے زمانہ کا ہے؟

(جواب) ترجمہ: قوم سبا کے لیے ملک یمن میں ان کی بستیوں کے اندر اللہ کی قدرت پر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دلالت کرنے والی نشانیاں موجود تھیں سبا ایک قبلیہ کا نام ہے ان کے عربی جداعلی کے نام پر رکھا گیا ہے ان کے دائیں اور بائیں دو دو یہ باغ تھے، (جنتان، اٰیۃ) سے بدل ہے، اور ان سے کہا گیا اپنے رب کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور ملک سبا میں تم دی گئی نعمتوں کا شکر ادا کرو یہ عمدہ شہر ہے یعنی اس میں نہ زمین میں شور ہے اور نہ مچھر نہ مکھی وغیرہ، اور بخشنے والا رب ہے لیکن انہوں نے اس کے شکر سے اعراض کیا اور ناشکری کی تو ہم نے ان پر بند کا پانی بھیج دیا چناں چہ اس پانی نے ان کے دونوں باغوں کو اور ان کے اموال کو غرق کر دیا اور ہم نے اس دونوں باغوں کے عوض ایسے دو باغ دیئے جن کے پھل بدمزہ کڑوے کسیلے تھے اور بکثرت جھاؤ کے درخت اور کچھ جنگلی بیریاں۔

(ب) مطلب: یعنی قوم سبا کے جو دو باغ تھے جن باغوں کے دو طویل سلسلے دائیں اور بائیں میلوں تک چلے گئے تھے جن میں قسم قسم کے میوے اور نہایت خوبصورت درخت اور چھوارے کے نہایت بلند درخت لگے ہوئے تھے، اور ان درختوں سے نہایت شیریں خوشبو پھیلا کرتی تھی، گویا کہ اللہ کی یہ نشانیاں زبان حال سے کہہ رہی تھی، کہ اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے لطف اندوز ہو اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرو، کفر اور عصیان اختیار کر کے ناشکرے مت بنو، اگر وہ سمجھتے تو خدا کی رحمت وقدرت کی یہی نشانیاں ان کے یمان لانے اور شکر گزار بندے کے لیے کافی تھا، لیکن ایسی وسیع نعمتوں اور انبیاء علیہم السلام کے تنبیہات کے باوجود انہوں نے اللہ کے احکام سے روگردانی اور سرکشی کی تو اللہ نے ان پر سیل عرم چھوڑ دیا جس کی وجہ سے پورا کا پورا شہر تباہ و برباد ہو گیا اور پھل دار درخت کی جگہ ایسے خاردار درخت اگ آئے کہ اول تو ان پر پھل ہی نہیں لگتا تھا، اور اگر کسی میں لگتا بھی تو نہایت کڑوا کسیلا اور بدمزہ جنہیں کوئی کھا ہی نہیں سکتا تھا۔

(ج) فوائد تفسیریہ:

سُمِّيَتْ بِاسْمِ جَدٍّ لَهُمْ مِنَ الْعَرَبِ یعنی سبا ایک قبیلہ کا نام ہے جو ان کے جداعلی کے نام پر رکھا گیا ہے اور وہ جداعلی سبا بن یشجب ابن یعرب بن قحطان ہے، (یمن) یہ قبیلہ ملک یمن میں آباد تھا اس کے صنعاء کے درمیان تین دن کا فاصلہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

دَالَّةٌ عَلٰى قُدْرَةِ اللهِ تَعَالٰى: یعنی جب عقل مند آدمی اس میں غور کرے گا اور اللہ کی قدرت پر اس کے ذریعہ استدلال کرے گا تو اس کو ایمان لانا آسان ہو جائے گا۔

قِيْلَ لَهُمْ: اس بات کر طرف اشارہ ہے کہ آگے کا جملہ مقولہ ہے اور قول محذوف ہے۔

أَرْضٍ سَبَاءٍ: اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ (بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ) محذوف کی خبر ہے اور وہ کلام مستانف ہے۔

سَبَاخٌ: سبخة کی جمع معنی نمکین زمین۔

(د) مختصراً (سیلِ عرم) کا قصہ:

واقعہ یہ ہے کہ جب خدا نے اس قوم کو سزا دینے کا ارادہ کیا فرمایا تو اس نے عظیم الشان بند (ڈیم) پر اندھے چوہے مسلط کر دئے جنہوں نے اس کی بنیادیں کھوکھلی کر دی جب بارش اور سیلاب کا وقت آیا تو پانی کے دباؤ سے بند ٹوٹ گیا اور پورا شہر غرق ہو گیا۔

یہ (سد) کس نے بنائی تھی؟ اس بند کو ملکہ بلقیس نے بنوایا تھا۔

یہ واقعہ کس نبی کے زمانہ کا ہے؟ یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا ہے۔

سوال نمبر ۲۰۵، جلالین: ص ۳۶۶ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ تَعْلَمُ ﴿اَنَّ اللهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا﴾ فِيْهِ اِلْتِفَاتٌ عَنِ الْغَيْبَةِ ﴿بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا﴾ كَاَخْضَرَ وَاَحْمَرَ وَاَصْفَرَ وَغَيْرِهَا ﴿وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ﴾ جَمْعُ جُدَّةٍ طَرِيْقٌ فِي الْجَبَلِ وَغَيْرِهٖ ﴿بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا﴾ بِالشِّدَّةِ وَالضُّعْفِ ﴿وَ غَرَابِيْبُ سُوْدٌ﴾ عَطْفٌ عَلٰى جُدَدٍ اَيْ صُخُوْرٌ شَدِيْدَةُ السَّوَادِ يُقَالُ كَثِيْرًا اَسْوَدُ غِرْبِيْبٌ وَقَلِيْلًا غِرْبِيْبٌ اَسْوَدُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب قلم بند کریں۔ (ج) مفسر علام يقال كثيرا إلخ سے کیا بتلانا چاہتے ہیں؟ اور التفات کی تعریف کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(جواب) ترجمہ: اے مخاطب! کیا تم نے اِس بات پر نظر نہیں کی یعنی کیا تم نے نہیں جانا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ مختلف رنگوں کے پھل پیدا کیے اس میں غیبت سے تکلم کی جانب التفات ہے جیسا کہ سبزہ اور سرخ زرد وغیرہ اور پہاڑوں میں بھی مختلف رنگوں کی دھاریاں ہیں جُدَدٌ یہ جُدَّۃٌ کی جمع ہے پہاڑی راستہ وغیرہ کو کہتے ہیں (مثلاً) سفید و سرخ اور وہ تیز و ہلکا ہونے کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ بھی اس کا عطف جُدَدٌ پر ہے یعنی نہایت تیز رنگ کی چٹانیں کثیر الاستعمال اَسْوَدُ غِرْبِیْبٌ ہے اور غِرْبِیْبٌ اَسْوَدُ قلیل الاستعمال ہے۔

(ب) مطلب: سابقہ آیات میں اللہ رب العزت نے لوگوں کے احوال کے مختلف ہونے کو بیان فرمایا اور اس کی مثالیں بھی دیں (وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ، وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ) مذکورہ آیات میں انہیں کی مزید توضیح ہے کہ یہ اختلاف مخلوقات میں تو ایک خلقی امر ہے؛ بلکہ یہ تفاوت تو نباتات و جمادات تک میں موجود ہے یعنی جس طرح مومن و کافر، صالح و فاسق دونوں قسم کے لوگ دنیا میں موجود ہیں، اسی طرح دیگر مخلوقات میں بھی اختلاف ہے، پھل کہ اس کے رنگ بھی مختلف ہیں اور ذائقہ اور بُو بھی مختلف ہوتی ہے؛ بلکہ خدا کی قدرت دیکھئے کہ ایک ہی پھل کے بعض جز کا مزہ الگ اور بعض کا الگ ہوتا ہے، مثلاً اگر مغز شیریں تو بیج تلخ اور اگر بیج شیریں ہے تو چھلکا اور مغز بدمزہ جب کہ سب کو خوراک ایک ہی زمین، ایک ہی پانی، ایک ہی ہوا، ایک ہی سورج کی گرمی اور ایک ہی چاند کی روشنی سے حاصل ہوتی ہے اور ایک ہی تنے اور شاخوں کے ذریعہ پہنچتی ہے، اس کے باوجود اس قدر فرق یہ ایک ہی قادرِ مطلق کی قدرت نہیں تو اور کیا ہے، اسی طرح پہاڑ اور اس کے راستے اور خطوط کہ اس میں بھی رنگ وغیرہ کے اعتبار سے اختلاف ہے، مثلاً کوئی سفید ہے تو کوئی سرخ، کوئی ہلکے رنگ میں ہے تو کوئی گہرے رنگ میں۔

(جُدَّۃٌ کی جمع جُدَدٌ ہے) راستے یا نالے کو کہتے ہیں۔ (غَرَابِیْبٌ یہ غِرْبِیْبٌ کی جمع ہے) اور (سُوْدٌ یہ اَسْوَدٌ) کی جمع ہے جب گہرے سیاہ رنگ کو بتانا ہوتا ہے تو اسود کے ساتھ غربیب کا لفظ ملا کر (اسود غربیب) کہتے ہیں جیسا کہ (الاحمر القانی) سخت سرخی کو بتانے کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لیے استعمال کرتے ہیں، تو اسی طرح چٹانیں بھی مختلف رنگوں کی ہوتی ہیں؛ بلکہ ایک ہی پتھر میں کئی رنگ ہوتے ہیں۔

(ج) مفسر علام یقال کثیرا إلخ سے کیا بتلانا چاہتے ہیں؟

مفسر علام اس عبارت کو ذکر فرما کر أَسْوَدُ غِرْبِیبٌ کے کثیر الاستعمال کو بتانا چاہتے ہیں یعنی موصوف کو مقدم اور صفت کو مؤخر کر کے استعمال کرنا کثیر اور عام ہے، برخلاف اس کے کہ موصوف کو مؤخر اور صفت کو مقدم کر کے استعمال کرنا شاذ و نادر ہے۔

التفات کی تعریف:

الالتفات هو نقل الكلام من حالة التكلّم أو الخطاب أو الغيبة إلى حالة أخرىٰ من ذٰلك أي من الثلاث (دروس البلاغ: ص ٦٦) اور اس التفات میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان بڑھا ہوا ہے، پیدا کرنے میں پانی نازل کرنے کے بالمقابل، کیوں کہ یہ (خلق) انوکھی صنعت ہے جو قدرتِ الٰہیہ کے کمال پر دال ہے: اس لیے اس کو خدا نے متکلم کے صیغہ کے ساتھ اور ماقبل کو غائب کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

سوال نمبر ۲۰۶، جلالین: ص ۳۷۵ (امتحان داخلہ ۱۴۱۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿أَذٰلِكَ﴾ الْمَذْكُورُ لَهُمْ ﴿خَيْرٌ نُّزُلًا﴾ وَهُوَ مَا يُعَدُّ لِلنَّازِلِ مِنْ ضَيْفٍ وَغَيْرِهِ ﴿أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ﴾ الْمُعَدَّةُ لِأَهْلِ النَّارِ وَهِيَ مِنْ أَخْبَثِ الشَّجَرِ الْمُرِّ بِتِهَامَةَ يُنْبِتُهَا اللّٰهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿إِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِينَ ۝ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيٓ أَصْلِ الْجَحِيمِ﴾ أَيْ قَعْرِ جَهَنَّمَ وَأَغْصَانُهَا تَرْتَفِعُ إِلٰى دَرَكَاتِهَا ﴿طَلْعُهَا﴾ الْمُشَبَّهُ بِطَلْعِ النَّخْلِ ﴿كَأَنَّهٗ رُءُوسُ الشَّيٰطِينِ﴾ أَيِ الْحَيَّاتِ الْقَبِيحَةِ الْمَنْظَرِ ﴿فَإِنَّهُمْ﴾ أَيِ الْكُفَّارُ ﴿لَاٰكِلُونَ مِنْهَا﴾ مَعَ قُبْحِهَا لِشِدَّةِ جُوعِهِمْ ﴿فَمَالِـُٔونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ۝ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ﴾ يُفِيدُ أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ مِنْهَا لِشُرْبِ الْحَمِيمِ وَإِنَّهُ خَارِجُهَا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری عبارت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تشریح لکھیں۔ (ج) آئندہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: بھلا یہ نعمتیں جو مذکور ہوئیں جنتیوں کے لیے مہمانی کے اعتبار سے بہتر ہیں (نُزُل) اس چیز کو کہتے ہیں جو آنے والے مہمان کے لیے تیار کی جائے یا تھوہڑ کا درخت؟ جو جہنمیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے وہ خبیث ترین تلخ درخت ہے جس کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں پیدا فرمائیں گے، ہم نے اس درخت کو اہلِ مکہ میں سے کافروں کے لیے موجب آزمائش بنادیا وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں پیدا ہوگا اور اس کی شاخیں دوزخ کے ہر طبقہ میں پہنچتی ہوں گی، اس کے خوشے جو کہ کھجور کے خوشے کے مشابہ ہوں گے گویا کہ وہ شیاطین کے سر ہیں یعنی قبیح المنظر سانپوں کے سر ہیں، سو وہ یعنی کافر اس کی قباحت کے باوجود شدتِ بھوک کی وجہ سے اس کو کھائیں گے اور اس سے پیٹ بھریں گے، پھر ان کو اس کے کھانے کے بعد کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا، پھر ان کا آخری ٹھکانہ یقیناً جہنم ہوگا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو گرم پانی پینے کے لیے (وسطِ) جہنم سے نکالا جائے گا اور وہ گرم پانی جہنم سے باہر ہوگا۔

(ب) تفسیری عبارت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تشریح: اوپر جنتیوں کی مہمان نوازی کا ذکر تھا، اب یہاں سے دوزخیوں کی مہمانی کا حال سنایا جارہا ہے؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے تھوڑے تھوڑے حالات بیان فرمانے کے بعد ان کا موازنہ کرنے کی دعوت دی ہے کہ غور کرو کہ ان میں سے کون سی حالت بہتر اور اچھی ہے جیسا کہ فرمایا: اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ یعنی جنت کی جن نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا وہ بہتر ہیں یا زقوم کا درخت؟ جو دوزخیوں کو کھلایا جائے گا۔ زقوم اس درخت کا نام ہے جو بدمزہ اور کڑوا ہوتا ہے جو بطورِ خاص جہنمیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے اور اللہ پاک اس کو جہنم میں پیدا فرمائیں گے، یہ اللہ کی قدرت کا ایک نمونہ ہوگا، فرماتے ہیں کہ اس درخت کا تذکرہ کرکے ہم آزمائش کرنا چاہتے ہیں کہ کون اس پر ایمان لاتا ہے اور کون اس کا مذاق اُڑاتا ہے؛ چناں چہ کفارِ عرب اس امتحان میں ناکام رہے، انھوں نے بجائے اس کے کہ وہ اس عذاب سے ڈر کر ایمان لاتے، تمسخر اور استہزاء کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

رویہ اختیار کیا۔ وہ درخت ایسا ہے جو جہنم کی گہرائی سے نکلے گا جس کی شاخیں دوزخ کے ہر طبقہ میں پہنچی ہوئی ہوں گی، اور وہ کھجور کے خوشہ کے مشابہ ہوں گے، اس آیت میں زقوم کو شیاطین کے سروں سے تشبیہ دی ہے، بعض مفسرین نے یہاں پر شیاطین کا ترجمہ سانپوں سے کیا ہے اور مفسر علام نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے یعنی زقوم کا درخت سانپ کے پھن کے مشابہ ہوتا ہے؛ لیکن کافر اس درخت کی قباحت کے باوجود بھوک کی وجہ سے اس کو کھائیں گے اور پیٹ بھریں گے اور جب وہ گلے میں اٹک جائے گا تو پانی مانگیں گے تو پینے کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی دیا جائے گا، جو قریب لاتے ہی چہرے کو جھلسا دے گا اور پھر پینے کے بعد وہ پیٹ کے اندر موجود انتڑیوں کو بھی باہر کر دے گا یہ پانی ان کو جہنم کے باہر سے لا کر دیا جائے گا۔

(ج) آئندہ کلمات کی لغوی تحقیق:

نُزُلًا: مہمان نوازی، ضیافت، مہمان نوازی کا کھانا، جمع أَنْزَالٌ.

فِتْنَةٌ: آزمائش، امتحان، جمع فِتَنٌ.

مَالِئُوْنَ: بھرنے والے، مَلْأٌ مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر سالم واحد مَالِئٌ ہے۔

مَشُوْبًا: آمیزش، ملاوٹ، باب (نصر) سے مصدر ہے۔

حَمِيْمٌ: کھولتا ہوا پانی (حَمٌّ) مصدر سے فعیل کے وزن پر صفتِ مشبہ ہے، گرم پانی، اس کے معنی جگری دوست کے بھی آتے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں دوسری جگہ استعمال ہے۔

سوال نمبر ۲۰۷، جلالین: ص ۳۸۱ (امتحان داخلہ ۱۴۱۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ﴾ أَيِ الْقُوَّةِ فِي الْعِبَادَةِ. كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَيَقُوْمُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَنَامُ ثُلُثَهُ وَيَقُوْمُ سُدُسَهُ ﴿إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ رَجَّاعٌ إِلَى مَرْضَاةِ اللهِ ﴿إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ﴾ بِتَسْبِيْحِهِ ﴿بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ﴾ وَ﴿وَ﴾ سَخَّرْنَا ﴿الطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً﴾ مَجْمُوْعَةً إِلَيْهِ تُسَبِّحُ مَعَهُ ﴿كُلٌّ﴾ مِنَ الْجِبَالِ وَالطَّيْرِ ﴿لَّهُ أَوَّابٌ﴾ رَجَّاعٌ إِلَى طَاعَتِهِ بِالتَّسْبِيْحِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔
(ج) حضرت داؤد علیہ السلام کی مختصر سیرت بھی تحریر کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور ہمارے بندے داؤد کو جو عبادت میں بڑے قوی تھے، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے آدھی رات قیام کرتے اور رات کا تہائی حصہ سوتے اور رات کا چھٹا حصہ قیام کرتے یقیناوہ اللہ کی مرضیات کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے، ہم نے پہاڑوں کو اس کے تابع کر رکھا تھا، کہ اس کے ساتھ شام کو اور اشراق کے وقت تسبیح خوانی کرتے تھے، اور پرندوں کو اس کے تابع کر دیا تھا، اس کے ساتھ جمع ہو کر سب کے سب تسبیح پڑھتے اور پہاڑوں اور پرندوں میں سے سب کے سب تسبیح خوانی میں اس کے زیر فرماں تھے۔

(ب) مطلب:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ الخ:

قوله ذَا الْأَيْدِ :أَيَدَ، يَأْيِدُ بمعنی ہاتھ کی جمع نہیں ہے، بلکہ آدَ، يَئِيْدُ کا مصدر ہے، قوت وشدت کے معنیٰ میں ہے، اسی سے تائید بمعنی تقویت ہے یہاں دینی قوت اور صلاحیت مراد ہے، کفار کی تکذیب واستہزاء سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو صدمہ ہوتا تھا، اسے دور کر کے تسلی دینے کے لیے عموماً اللہ تعالیٰ نے پچھلے انبیاء علیہم السلام کے واقعات ذکر کیے ہیں جن میں سے پہلا واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کے قصے کے بارے میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اِس جگہ ان کو داؤد علیہ السلام کا قصہ یاد دلوایا کہ انھوں نے بھی طالوت کے عہد حکومت میں بہت صبر کیا، آخر حکومت ان کو ملی، اور جالوت وغیرہ مخالفین کو جہاد سے زیر کیا یہ وہی نقشہ ہوا ہمارے پیغمبر کا۔ اور جب صبح و شام حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح پڑھتے، پہاڑ اور پرندے بھی سب ان کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام نے تین دن کی باری لگا رکھی تھی، ایک دن دربار اور فصل خصومات کا دن اپنے اہل وعیال کے پاس رہنے کا، اور ایک دن خالص اللہ کی عبادت کا اس دن خلوت میں رہتے تھے، دربان یا کسی کو آنے نہ دیتے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) **حضرت داؤد علیہ السلام کی مختصر سیرت:** حضرت داؤد علیہ السلام کی سوانح حیات یہ ہے کہ آپ بنی اسرائیل کے ایک طاقتور بادشاہ اور نبی تھے طالوت کی طرف سے جالوت سے لڑے آپ جالوت کو قتل کر دیے اور اللہ نے آپ کو بادشاہی اور نبوت عطا کی آپ کا مکمل نام داؤد بن یسا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بیت المقدس یعنی فلسطین کی طرف مبعوث فرمایا اور آپ پر اپنی کتاب زبور نازل فرما کر اپنا رسول بنایا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے نہایت پر تاثیر آواز لحن داؤدی بخشی تھی اور پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا تھا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ تسبیح پڑھیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک خاص علم عطا کیا تھا، قرآن نے آپ کو خلیفہ الارض بھی کہا ہے، آپ سے قبل یہ اعزاز صرف آدم کو حاصل تھا، قرآن مجید کی سورۃ بقرہ، نساء، مائدہ، انعام، اسراء، انبیاء، اور سباء، میں آپ کا ذکر ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا ذریعہ معاش: حضرت داؤد علیہ السلام نے باوجود یہ کہ ایک عظیم سلطنت کے بادشاہ تھے مگر ساری عمر وہ اپنے ہاتھ کی دست کاری کی کمائی سے اپنے خورد ونوش کا سامان کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا، کہ آپ لوہے کو ہاتھ میں لیتے تو وہ موم کی طرح نرم ہو جایا کرتا تھا، اور آپ اس سے زرہیں بنایا کرتے تھے، اور ان کو فروخت کر کے اس رقم کو اپنا ذریعہ معاش بنائے ہوئے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پرندوں کی بولی سکھا دی تھی، آپ نے بنی اسرائیل پر چالیس برس حکومت کی اور کہن سالی میں وفات پا کر آپ اسرائیل کے شہر ''صیہون'' میں دفن ہوئے۔

سوال نمبر ۲۰۸، جلالین: ص ۳۸۲ (خود ساختہ)

(الف) **عبارت باعراب:** ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ﴾ اِبْتَلَيْنَاهُ بِسَلْبِ مُلْكِهٖ وَذٰلِكَ لِتَزَوُّجِهٖ بِامْرَأَةٍ هَوِيَهَا وَكَانَتْ تَعْبُدُ الصَّنَمَ فِيْ دَارِهٖ مِنْ غَيْرِ عِلْمِهٖ وَكَانَ مُلْكُهٗ فِيْ خَاتَمِهٖ فَنَزَعَهٗ مَرَّةً عِنْدَ إِرَادَةِ الْخَلَاءِ وَوَضَعَهٗ عِنْدَ اِمْرَأَتِهٖ عَلٰى عَادَتِهٖ فَجَاءَهَا جِنِّيٌّ فِيْ صُوْرَةِ سُلَيْمَانَ فَأَخَذَهٗ مِنْهَا ﴿وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا﴾ جَلَسَ عَلٰى كُرْسِيِّ سُلَيْمَانَ وَعَكَفَتْ عَلَيْهِ الطَّيْرُ وَغَيْرُهَا فَخَرَجَ سُلَيْمَانُ فِيْ غَيْرِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

هَيْئَتِهِ فَرَآهُ عَلَى كُرْسِيِّهِ وَقَالَ لِلنَّاسِ أَنَا سُلَيْمَانُ فَأَنْكَرُوهُ ﴿ثُمَّ أَنَابَ﴾
(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مذکورہ آیت کی صحیح تفسیر کریں۔ (ج) مصنف کی تفسیر سے آپ متفق ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

(جواب) ترجمہ: اور ہم نے سلیمان کی آزمائش کی یعنی ان سے ان کی حکومت لے کر آزمایا اور یہ آزمائش اس عورت سے نکاح کی وجہ سے کی جس سے ان کو محبت تھی، اور وہ عورت حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھر میں ان کی لاعلمی میں بت پرستی کرتی تھی، اور ان کی حکومت ان کی انگوٹھی کے زیر اثر تھی، چناں چہ ایک روز بیت الخلاء کے ارادہ سے اس انگوٹھی کو اتار کر اپنی ایک بیوی کو اپنی عادت کے مطابق دیدی، تو ایک جن سلیمان کی صورت میں اس کے پاس آیا اور اس انگوٹھی کو اس سے لے لیا اور ہم نے اس کی کرسی پر ایک دھڑ ڈال دیا، جو کہ سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر بیٹھ گیا اور اس کے اوپر پرندہ وغیرہ سایہ فگن ہو گئے، چناں چہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی ہیئت معتادہ کے برخلاف نکلے تو اس جنی کو اپنی کرسی پر دیکھا تو انہوں نے لوگوں سے کہا کہ میں سلیمان ہوں لیکن لوگوں نے ان کو نہ پہنچانا پھر سلیمان واپس اپنی حکومت پر گئے۔

(ب) مذکورہ آیت کی صحیح تفسیر: اس آیت میں باری تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک آزمائش کا تذکرہ فرمایا ہے اس سلسلے میں صرف اتنا ذکر کیا گیا ہے، کہ اس آزمائش کے درمیان کوئی دھڑ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر ڈال دیا گیا تھا یہ آزمائش کیا تھی؟ کرسی پر کب ڈالا تھا اور گیا جسم کس چیز کا تھا اور اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کی کوئی تفصیل قرآن کریم یا مستند احادیث میں نہیں ملتی، البتہ بعض مفسرین نے صحیح حدیث سے ایک واقعہ کو اس آیت پر چسپاں کیا ہے، اور یہ ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک مرتبہ کہا کہ میں آج کی رات تمام بیویوں سے ہمبستری کروں گا، تاکہ ان سے شہسوار اور مجاہدین پیدا ہوں، اور راہ خدا میں جہاد کریں لیکن اس پر ان شاء اللہ نہیں کہا، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بیوی کے علاوہ اور بیوی حاملہ نہ ہوئی اور حاملہ بیوی نے بھی جو بچہ جنا وہ ناقص یعنی ادھورا تھا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) مصنف کی تفسیر سے آپ متفق ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

مصنفؒ کی ذکر کردہ تفسیر سے ہم متفق نہیں ہیں؛ کیوں کہ یہ اسرائیلی روایات میں سے ہے، ابن کثیرؒ نے اس قسم کی تمام روایات کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے اور فرمایا کہ اہلِ کتاب کی ایک جماعت سلیمان علیہ السلام کو نہیں مانتی، ظاہر یہی ہے کہ یہ جھوٹے قصے ان ہی لوگوں کے گھڑے ہوئے ہیں، لہٰذا اس قسم کی روایات کو اس آیت کی تفسیر کہنا درست نہیں ہے۔

سوال نمبر ۲۰۹، جلالین: ص ۳۸۴ (امتحان سالانہ ۱۴۰۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ﴾ مُسْتَانِفٌ ﴿لَشَرَّ مَاٰبٍ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ﴿۵۶﴾﴾ اَلْفِرَاشُ ﴿هٰذَا﴾ أَيِ الْعَذَابُ الْمَفْهُوْمُ مِمَّا بَعْدَهُ ﴿فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ غَسَّاقٌ﴿۵۷﴾﴾ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ ﴿وَّ اٰخَرُ﴾ بِالْجَمْعِ وَالْاِفْرَادِ ﴿مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ﴿۵۸﴾﴾ يُقَالُ لَهُمْ عِنْدَ دُخُوْلِهِمُ النَّارَ بِأَتْبَاعِهِمْ ﴿هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ﴿۵۹﴾﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب کی وضاحت کریں۔
(ج) غَسَّاقٌ کا مصداق اور شَكْلِهٖ اور اَزْوَاجٌ کی مراد لکھیں۔ (د) مندرجہ ذیل کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اور سرکشوں کے لیے بُرا ٹھکانہ ہے یہ جملہ مستانفہ ہے یہ جہنم ہے جس میں وہ داخل ہوں گے کیا ہی بُرا بچھونا ہے یہ عذاب جو مابعد سے مفہوم ہے کھولتا ہوا پانی پیپ ہے (غَسَّاقٌ) سین کی تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے، اسے چکھو (اس کے علاوہ) مختلف اصناف ہیں یعنی ان کا عذاب مختلف انواع و اقسام کا ہوگا (اٰخَرُ) جمع و افراد کے ساتھ ہے (یعنی اٰخَرُ و اُخَرُ) جب وہ اپنے متبعین کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا یہ ایک قوم ہے جو تمہارے ہمراہ جہنم میں داخل ہو رہی ہے، ان کے لیے کوئی خوش آمدید نہیں، یہی تو جہنم میں جانے والے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مطلب کی وضاحت: اس سے پہلے مؤمنین کے انعام کا ذکر تھا، ان کو ملنے والا انعام بشکلِ جنت ہوگا۔ اب یہاں سے ان کے مقابلہ میں نافرمان شریر لوگوں اوران کو ملنے والے عذاب وعقاب کا تذکرہ ہے، جس کوازسرِنو بیان کیا جارہا ہے کہ ان نافرمانوں کے لیے بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے اور وہ جہنم ہے جس میں ان کو داخل کیا جائے گا، اس میں آرام نام کی کوئی چیز نہیں، وہاں کا بچھونا بھی آگ اور اوڑھنا بھی آگ، ہرچیز آگ کی ہوگی، ان کو پینے کے لیے گرم کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا، اس کے علاوہ مختلف قسموں کی سزائیں ان کے لیے تیار کی گئی ہیں، ان کے لیے اس میں کوئی خوشی نہیں، وہ تو آگ میں دھکیل دیے جائیں گے؛ تاکہ وہ اس میں جلتے رہیں، پھر اگر وہ مومن ہے توسزا بھگت کر جنت میں آئے گا اور اگر کافر ہے تو ہمیشہ کے لیے جہنم اس کا ٹھکانہ ہوگا۔

(ج) غَسَّاقٌ کا مصداق اور شَکْلِهٖ اور اَزْوَاجٌ کی مراد:

غَسَّاقٌ: اِس کے بارے میں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے دوزخیوں کے زخموں کی پیپ اوران کی آلائش مراد ہے جس میں سانپ، بچھو کا زہر ملا ہوگا۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ غَسَّاقٌ حد سے زیادہ ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں جس کے پینے سے سخت اذیت ہوگی، گویا کہ یہ حمیم کی پوری ضد ہے واللہ اعلم۔

(د) مندرجہ ذیل کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

طَاغِیْنَ: طغیان مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر سالم حالتِ جرم میں ہے۔ واحد طاغ جو اصل میں طَاغِیٌ تھا، بمعنی سرکش لوگ۔

مُسْتَانِفٌ: بابِ استفعال سے اسم فاعل ازسرِنو کسی کام کو کرنا مادّہ أنُفٌ ہے۔

مَآبٍ: اسمِ ظرف، اب اوبًا (ن) لوٹنے کی جگہ۔

یَصْلَوْنَهَا: (باب سمع) سے فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب، مصدر صَلًی اور صِلًی ہے، داخل ہونا۔

مِهَادٌ: جمعہ مُهُدٌ، مُهُدٌ، اَمْهِدَةٌ از باب (نصر) ٹھکانہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

فَلْيَذُوْقُوْا: جمع مذکر غائب (باب نصر) سے ذَاقَ ذَوْقًا چکھنا۔

حَمِيْمٌ: جمع حَمَائِمُ کھولتا ہوا گرم پانی۔

غَسَّاقٌ: پیپ۔

أَزْوَاجٌ: واحد زَوْجٌ بمعنی قسم قسم کی چیزیں۔

فَوْجٌ: جمع أَفْوَاجٌ لشکر، گروہ۔

مُقْتَحِمٌ: اقتحام سے اسم فاعل واحد مذکر گھسنے والا۔

سوال نمبر ۲۱۰، جلالین: ص ۳۸۹

(امتحان سالانہ ۱۴۰۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَيُنَجِّي اللّٰهُ﴾ مِنْ جَهَنَّمَ ﴿الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ اَلشِّرْكَ ﴿بِمَفَازَتِهِمْ﴾ أَيْ بِمَكَانِ فَوْزِهِمْ مِنَ الْجَنَّةِ بِأَنْ يَّجْعَلُوْا فِيْهِ ﴿لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝﴾ مُتَصَرِّفٌ فِيْهِ كَيْفَ يَشَاءُ ﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ أَيْ مَفَاتِيْحُ خَزَائِنِهَا مِنَ الْمَطَرِ وَالنَّبَاتِ وَغَيْرِهِمَا ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ اَلْقُرْاٰنِ ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝﴾ مُتَّصِلٌ بِقَوْلِهٖ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اَلْخ وَمَا بَيْنَهُمَا اِعْتِرَاضٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) اعتراض کا مطلب لکھ کر بتائیں کہ اس سے کون سا جملہ مراد ہے، نیز مَفَازَۃٌ اور مَقَالِیْدُ کی لغوی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور جس لوگوں نے شرک سے اجتناب کیا تو اللہ تعالیٰ ان کو مقام کامیابی میں (دخول) کے سبب جہنم سے بچالے گا اور وہ (مقام) جنت ہے اور اگر (مفازۃ) کو مصدر میمی اور باء کو سببیہ مانا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب ہونے کے سبب جہنم سے بچالے گا بایں طور کے ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا، انہیں تکلیف چھو بھی نہیں سکے گی، اور نہ وہ کسی طرح غمگین ہوں گے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے یعنی اس میں جس طرح چاہے تصرف کرے وہ ہے آسمانوں اور زمینوں کی کنجیوں کا مالک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہے یعنی آسمانوں اور زمینوں کے خزانوں کا مالک ہے وہ پانی اور نباتات وغیرہ ہیں اور جس نے بھی اللہ کی آیتوں یعنی قرآن کا انکار کیا وہی خسارہ میں ہے اس جملہ کا تعلق اللہ کے قول (وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا) سے ہے اور ان دونوں کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔

(ب) **تفسیر:** یعنی اللہ تعالیٰ متقین کو ان کے ازلی فوز و سعادت کے بدولت کامیابی کے اس بلند مقام پر پہنچائے گا جہاں ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ اور ہر طرح کے فکر و غم سے آزاد ہوں، ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا اور پیدا کرنے کے بعد اس کی بقاء اور حفاظت کا ذمہ بھی وہی ہے اور زمین و آسمان کی تمام چیزوں میں تصرف و اقتداء بھی اسی کو حاصل ہے کیوں کہ سب خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں پھر ایسے خدا کو چھوڑ کر آدمی کہاں جائے انسان کو چاہیے کہ وہ صرف اسی کے غضب سے ڈرے اور اسی کی رحمت کا امیدوار ہو کفر و ایمان اور جنت و دوزخ سب اسی کے زیر تصرف ہیں۔

(ج) **اعتراض کا مطلب اور اس سے مراد:** اعتراض کا مطلب یہ ہے کہ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ کا تعلق یعنی عطف وَيُنَجِّي الَّذِيْنَ الخ سے ہے اور اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ درمیان میں جملہ معترضہ ہے، اور اس سے یہی جملہ مراد ہے۔

مَفَازَاةٌ اور مَقَالِيْدُ کی لغوی تحقیق:

مَفَازَاة: جمعہ مَفَاوِزُ بمعنیٰ کامیابی و نجات۔

مَقَالِيْد: واحد مِقْلَادٌ و مِقْلِيْدٌ ہے بمعنیٰ: کنجی، چابی۔

سوال نمبر ۲۱۱، جلالین: ص ۳۹۰ (خودساختہ)

(الف) **عبارت باعراب:** ﴿قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَأْمُرُوْنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ۝۶۴﴾ غَيْرَ مَنْصُوْبٌ بِاَعْبُدُ الْمَعْمُوْلِ لِتَأْمُرُوْنِّيْ بِتَقْدِيْرِ اَنْ بِنُوْنٍ وَاحِدَةٍ وَ بِنُوْنَيْنِ وَادْغَامٍ و فَكٍّ ﴿وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ وَاللّٰهِ ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ﴾ يَامُحَمَّد فَرْضًا ﴿لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ﴾ وَحْدَهٗ ﴿فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ۝۶۶﴾.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) غیر منصوب إلخ سے جو ترکیب مذکور ہے اور بنون واحدۃ إلخ سے جو اختلاف ذکر کیا گیا ہے اس کی وضاحت کریں۔ (د) نیز بتائیں کہ لَئِنْ سے پہلے وَاللّٰہ کا اضافہ کیوں کیا گیا ہے؟

(جواب) ترجمہ: آپ کہہ دیجیے اے جاہلو! پھر بھی تم مجھ سے غیر اللہ کی عبادت کرنے کو کہتے ہو غیر تأمرونّی کے معمول اَعْبُدُ کے ذریعہ منصوب ہے أَنْ کی تقدیر کے ساتھ ایک نون اور دونوں نوں اور ادغام اور بدونِ ادغام کے، یقیناً تیری طرف اور ان نبیوں کی طرف جو تجھ سے پہلے گزر چکے ہیں یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ واللہ! اگر بالفرض اے محمدؐ! تو بھی شرک کرے گا تو بلاشبہ تیرا عمل بھی ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا؛ بل کہ تو اللہ وحدہٗ کی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے رہ۔

(ب) مطلب: یعنی انتہائی نادانی اور حماقت و جہالت یہ ہے کہ آدمی خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرے اور پیغمبر خدا سے معاذ اللہ یہ طمع رکھے کہ وہ اس کے راستے پر آجائیں گے، اس آیت میں کفار کی اس دعوت کا جواب ہے جو وہ آپ ﷺ کو دیا کرتے تھے، کہ ان کے آبائی دین بت پرستی کو اختیار کرلیں اور بتوں کی مذمت چھوڑ دیں؛ اس لیے کہ وہ کہتے تھے کہ اگر ہماری دیوی دیوتاؤں کو غصہ آگیا تو وہ آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے، یا پاگل بنا دیں گے؛ لیکن ان کم عقلوں کو یہ پتہ نہیں کہ ہر نبی کو بذریعہ وحی بتلایا گیا ہے کہ آخرت میں مشرک کے تمام اعمال اکارت اور برباد ہیں اور مشرک کا انجام خالص حرمان و خسران کے سوا کچھ نہیں، لہٰذا ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر ایک خدائے قدوس کی عبادت کرے اور اس کا شکر گزار اور وفادار بندہ بنے۔

(ج) غیر منصوب إلخ سے ترکیب کی وضاحت:

مطلب یہ ہے کہ اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَاْمُرُوْنِّیْ کی اصل اتامرونني بأن اعبد اللّٰہ تھا۔ اعبد کے مفعول غیر اللہ کو اعبد کے عامل تامرونني پر مقدم کر دیا اور ان کو حذف کر دیا اور مضارع کو رفع دے دیا اور اَنْ کے معمول کو اَنْ پر مقدم کرنا جائز ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بنون واحدۃ إلخ سے جو اختلاف ذکر کیا گیا ہے اس کی وضاحت:

بنونٍ واحدۃٍ یعنی نونِ خفیفہ صرف یاء کے فتحہ کے ساتھ نہ کہ اس کے علاوہ، یہ نافع کی قرأت ہے۔

بنونین: یعنی پہلے نون کے فتحہ کے ساتھ اور دوسرے کے کسرہ کے ساتھ اور بیاء کے سکون کے ساتھ یہ ابن عامر کی قرأت ہے۔

بادغام: اس کا مطلب یہ ہے کہ یاء میں سکون اور فتحہ دونوں جائز ہیں۔

فک: اس کا مطلب یہ ہے کہ یاء میں صرف سکون جائز ہے نہ کہ اس کے علاوہ۔

(د) لَئِنْ سے پہلے وَاللّٰہِ کا اضافہ کیوں کیا گیا ہے؟

لَئِنْ سے پہلے وَاللّٰہِ کا اضافہ اس لیے کیا گیا ہے؛ تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ لَئِنْ میں لام قسمیہ ہے۔

سوال نمبر ۲۱۲، جلالین: ص ۳۹۱ (امتحان ششماہی ۱۴۳۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ﴾ إِقَامَةٍ ﴿الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَ مَنْ صَلَحَ﴾ عَطْفٌ عَلٰى هُمْ فِيْ وَ اَدْخِلْهُمْ أَوْ فِيْ وَعَدْتَّهُمْ ﴿مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ فِيْ صُنْعِهٖ ﴿وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ﴾ أَيْ عَذَابَهَا ﴿وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ﴾ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴿فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر مع فوائدِ تفسیر لکھیں۔

(ج) وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ کی نحوی ترکیب کر کے بتائیں کہ هُمْ ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

(جواب) ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! تو ان کو ہمیشگی کی جنت میں داخل فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ داداؤں کو اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں (مَنْ صَلَحَ کا عطف (اَدْخِلْهُمْ) کے هُمْ پر ہے یا (وَعَدْتَّهُمْ) کے هُمْ پر ہے بلاشبہ تو اپنی صنعت میں غالب باحکمت ہے اور تو ان کو برائیں یعنی ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

کے عذاب سے محفوظ رکھ اور جس کو تو نے قیامت کے دن برائیوں کے عذاب سے بچالیا، بے شک تو نے اس پر رحمت کردی اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

(ب) تفسیر مع فوائدِ تفسیر:

یعنی اگرچہ بہشت ہر کسی کو اپنے عمل سے ملتی ہے (جیسا کہ یہاں بھی وَمَنْ صَلَحَ کی قید سے ظاہر ہے) بدونِ ایمان وصلاح کے بیوی، بیٹا، اور ماں باپ کام نہیں آتے؛ لیکن تیری حکمتیں ایسی بھی ہیں کہ ایک سبب سے کتنوں کو ان کے عملوں سے زیادہ اعلیٰ درجہ پر پہنچادے (وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآءِهِمْ) یعنی اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کفر کے علاوہ حالت پر مرے ہیں تو اس میں اہلِ فترۃ اور اہلِ جنون داخل ہوں گے۔

وَاَزْوَاجِهِمْ: أَيْ زَوْجَاتِهِمْ اس لیے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب مومن جنت میں داخل ہوگا تو کہے گا: أَيْنَ أَبِيْ وَأُمِّي؟ أَيْنَ وَالِدِی؟ أَيْنَ زَوْجَتِيْ؟ تو جواب میں ان سے کہا جائے گا کہ انہوں نے تو تمہارے جیسا عمل نہیں کیا تو وہ کہے گا کہ میں اپنے لیے بھی عمل کرتا تھا اور ان کے لیے بھی، تو کہا جائے گا کہ ان کو جنت میں داخل کردو، پھر جب وہ اپنے اہل کے ساتھ جنت میں جمع ہوگا تو ان کی خوشی مکمل ہوگئی۔

وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ: یعنی حشر میں ان کو کوئی برائی مثلاً گھبراہٹ اور پریشانی وغیرہ لاحق نہ ہو اور یہ عظیم الشان کامیابی صرف تیری مہربانی سے ہی ہوسکتی ہے جس کو تیری یہ مہربانی مل گئی وہ کامیاب وکامران ہوگیا۔

أَيْ عَذَابَهَا: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ السیئات کا مضاف محذوف ہے۔

(ج) وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ کی نحوی ترکیب:

واوَ عاطفہ، قِ فعلِ امر حاضر، أَنْتَ ضمیر فاعل، هُمْ مفعول اوّل اور اَلسَّيِّئَاتِ مفعول ثانی۔

هُمْ ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

هُمْ کی ضمیر کا مرجع اٰباء، أَزْوَاج اور ذُرِّيَة ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

سوال نمبر ۲۱۳، جلالین: ص ۳۹۳ (امتحان ششماہی ۱۴۱۴ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا﴾ بِنَاءً عَالِيًا ﴿لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ﴾ طُرُقَهَا الْمُوْصِلَةَ إِلَيْهَا ﴿فَاَطَّلِعَ﴾ بِالرَّفْعِ عَطْفًا عَلٰى أَبْلُغُ وَبِالنَّصْبِ جَوَابًا لِابْنِ ﴿اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ﴾ أَيْ مُوْسٰى ﴿كَاذِبًا﴾ فِيْ أَنَّ لَهٗ إِلٰهًا غَيْرِيْ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذٰلِكَ تَمْوِيْهًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب) مطلب تحریر کیجیے۔ (ج) متعلقہ واقعہ پر روشنی ڈالیے۔ (د) بتائیں کہ تَمْوِيْهًا کا تعلق کس سے ہے؟ اور اَطَّلِعَ کی دونوں ترکیبوں کو واضح کیجیے۔

(جواب) ترجمہ: فرعون نے کہا اے ہامان تو میرے لیے ایک بلند عمارت بنا شاید کہ میں راہوں پر پہنچ جاؤں یعنی آسمان کی راہوں پر جو آسمان تک پہنچانے والی ہو، اور موسی کے معبود کو جھانک کر دیکھ لوں (اَطَّلِعَ) کے رفع کے ساتھ پر اَبْلُغ پر عطف کرتے ہوئے اور نصب کے ساتھ (لابن) فعل امر کا جواب ہونے کی وجہ سے اور میں تو موسی کو اس بات میں جھوٹا سمجھتا ہوں کہ اس کا میرے علاوہ کوئی معبود ہے یہ بات فرعون نے تلبیس کے طور پر کہی (یعنی لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لیے)۔

(ب) مطلب: صرح کے معنی بلند و بالا عمارت کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جب فرعون کا بحث و مباحثہ حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ ہوا اور تمام تر دلائل سے وہ عاجز ہو گیا تو اس نے اپنے وزیر ہامان کو حکم دیا کہ ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کرائی جائے تاکہ میں اس میں چڑھ کر آسمان میں جھانک کر دیکھ لوں کہ موسی کا خدا ہے بھی یا نہیں، غالباً وہ حضرت موسی علیہ السلام کی باتوں اور دلیلوں سے اندازہ لگایا ہوگا کہ موسی کا خدا آسمان میں ہے اسی لیے اس نے عمارت بنا کر آسمان میں جھانکنے کی بات کہی یا اس وجہ سے عمارت بنا کر آسمان میں جانے کی بات کہی کیوں کہ وہ خود خدا کہتا تھا اور اس نے سونچا ہوگا کہ زمین پر تو میرے سواء اور کوئی خدا نہیں لہٰذا جو موسی کہہ رہے ہیں وہ آسمان پر ہی ہوگا ہو سکتا ہے موسی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

زمین کی نہیں بلکہ آسمان کی باتیں کر رہے ہوں لیکن میں تو اس کو بھی محض جھوٹ ہی سمجھا ہوں خدا تو آسمان پر بھی نہیں ہوگا، یہ باتیں فرعون نے اپنی قوم کو محض دھوکہ دینے اور بے قوف بنانے کے لیے کہی تھی جیسا کہ حضرت نے کہا ہے کہ فرعون نے حقیقت میں یہ حکم دیا تھا، تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ فرعون دلائل الہیہ کے آگے پاگل ہو گیا تھا اسی لیے اس نے بیوقوف والی بات کہی کہ عمارت بناؤ میں آسمان پر چڑھوں گا سچ بات اور مقولہ مبنی بر حقیقت ہے کہ (جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کو پر لگ جاتے ہیں)۔

(ج) متعلقہ واقعہ پر روشنی: واقعہ اس طور پر ہے کہ جب خدا نے آپ کو نبوت اور معجزہ دے کر فرعون کے پاس بھیجا اور اس پر تمام حجت کا حکم دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو ایمان کی دعوت دی اور معجزات پیش کیے اور خدا واحد کے وجود پر اور اس کے معبود ہونے پر اور اپنے نبی ہونے پر دلیلوں کو پیش کیا یہاں تک کہ فرعون ہر طرح سے عاجز ہو گیا تو اس نے اپنی قوم کو دھوکہ دینے کے لیے اور آپ پر تمسخر کے لیے اپنے وزیر کو عمارت بنانے کا حکم دیا تا کہ اپنی شکست سے ملی خجالت و شرمندگی اور حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے ہوئی مرعوب قوم کے رعب کو دور کیا جائے۔

(د) تَمْوِيْهًا کا تعلق کس سے ہے؟

مفسر علام کا قول (تَمْوِيْهًا) کا تعلق فرعون کے قول (يَا هَامَانُ) سے ہے۔

اَطَّلِعَ کی دونوں ترکیبوں کی وضاحت:

رفع کی صورت میں (اَبْلُغُ) مرفوع پر عطف ہوگا، اور نصب کی صورت میں (ابن) فعل امر کا جواب واقع ہوگا اور اس سے قبل (أن) مقدر ماننا ہوگا یعنی (اَنْ اَطَّلِعَ) جیسا کہ ترجمہ سے واضح ہے۔

سوال نمبر ۲۱۴، جلالین: ص ۳۹۶ (امتحان ششماہی ۱۴۱۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا﴾ شُرَكَاءَ ﴿ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾ جَمْعُ عَالَمٍ ﴿وَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جَعَلَ﴾ مُسْتَأْنِفٌ وَلَايَجُوْزُ عَطْفُهُ عَلٰى صِلَةِ اَلَّذِيْ ﴿فِيْهَا رَوَاسِيَ﴾ جِبَالًا ثَوَابِتَ ﴿مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) بتائیے کہ جَعَلَ کا عطف اَلَّذِیْ کے صلہ پر کیوں نہیں ہوسکتا؟ اور سَوَاءً کیوں منصوب ہے؟ اور اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ کی نحوی ترکیب بھی لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم اس (اللہ) کا انکار کرتے ہو اور اس کے شریک ٹھہراتے ہو جس نے زمین دو روز میں پیدا کردی، تمام جہانوں کا مالک وہی ہے عَالَمِیْنَ یہ عَالَمٌ کی جمع ہے اور اس نے زمین میں اس کے اوپر جمے رہنے والے پہاڑ رکھ دیے یہ جملہ مستانفہ ہے، اس کا عطف اَلَّذِيْ کے صلہ پر جائز نہیں اور اس میں برکت دی اور اس میں روزی کی تجویز بھی کردی (مکمل) چار دن میں معلوم کرنے والوں کے لیے۔

(ب) مطلب: مذکورہ آیت میں کافروں پر تعجب کیا گیا ہے کہ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ یہ لوگ رب العالمین کی وحدانیت اور اس کی صفاتِ کمالیہ کا انکار کرتے ہیں اور دوسری چیزوں کو اس کے برابر قرار دیتے ہیں جو ذرّہ برابر اختیار نہیں رکھتا جب کہ رب العالمین کو ہر چیز پر قدرت ہے اس کی ذات تو ایسی ہے جس نے دو دن میں زمین کو وجود میں لایا اور اس میں اونچے اونچے پہاڑ نصب کردیے اور اس میں برکتیں یعنی درخت، پھل، میوے، غلّے وغیرہ حیوانات کی غذا کے لیے پیدا فرمادیے؛ تاکہ ان سے لوگ فائدہ اُٹھائیں اور خدا کا گن گائیں اور یہ تمام امر رب العالمین نے بغیر کسر اور کمی بیشی کے صرف چار دن میں مکمل فرمادیا، یہ دن کا بیان کرنا اور تفصیل ذکر کرنا ان لوگوں کے لیے ہے جو اس کو پوچھتے ہیں یا پوچھنے کا ارادہ رکھتے ہیں؛ تاکہ انہیں خدا کی قدرتِ کاملہ کا علم ہو اور وہ اس خدائے واحد کی عبادت کرے اور ایمان لائے۔

(ج) جَعَلَ کا عطف اَلَّذِیْ کے صلہ پر کیوں نہیں ہوسکتا؟

جَعَلَ کا عطف اَلَّذِيْ کے صلہ پر اس لیے نہیں ہوسکتا ہے کہ اگر جَعَلَ کا عطف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

اَلَّذِي کے صلہ خَلَقَ پر کیا گیا تو اَلَّذِی موصول کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے یہ جزءِ صلہ ہوگا اور یہ جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ وَيَجْعَلُوْنَ لَهٗ إلخ جملہ معترضہ ہے اور قاعدہ ہے کہ صلہ کے تمام ہونے سے پہلے درمیانِ صلہ میں اجنبی چیزوں کے ذریعہ فصل درست نہیں ہے۔

سَوَآءً کیوں منصوب ہے؟

سَوَاءً فعل محذوف استوت کا مصدر بلفظہٖ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ کی نحوی ترکیب:

أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ کی ترکیب اِس طرح ہے کہ اس میں ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے، اِنَّ اور لام تاکید کے لیے ہے اور رہا ہمزہ کا مقدم ہونا تو وہ اس لیے ہے؛ کیوں کہ وہ صدارتِ کلام کو چاہتا ہے؛ اس لیے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔ اور کم یہ اِنَّ کا اسم ہے اور لام برائے تاکید ہے اور تَكْفُرُوْنَ جملہ ہو کر اِنَّ کی خبر ہے۔

سوال نمبر ۲۱۵، جلالین: ص ۴۰۲ (امتحان ششماہی ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا﴾ هُوَ أَوَّلُ أَنْبِيَاءِ الشَّرِيْعَةِ ﴿وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ هٰذَا هُوَ الْمَشْرُوْعُ الْمُوْصٰى بِهٖ وَالْمُوْحٰى إِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ التَّوْحِيْدُ ﴿كَبُرَ﴾ عَظُمَ ﴿عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ﴾ مِنَ التَّوْحِيْدِ ﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ﴾ إِلَى التَّوْحِيْدِ ﴿مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾﴾ يُقْبِلُ عَلٰى طَاعَتِهٖ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری فوائد لکھیں۔ (ج) أوّل أنبياء الشريعة کی مراد سمجھائیں، نیز يَجْتَبِيْ، يَهْدِيْ اور يُنِيْبُ کی مراد اور تفسیر بھی لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا اور وہ (نوح) انبیاءِ شریعت میں سے اوّل نبی ہیں اور جو (دین) ہم نے بذریعہ وحی آپ کی طرف بھیجا ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں اختلاف نہ کرنا یہی وہ مشروع جس کا تاکیدی حکم دیا گیا اور جس کی محمد ﷺ کی طرف وحی کی گئی اور جس چیز کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں وہ توحید ہے وہ تو ان مشرکوں پر گراں گزرتی ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے توحید کے لیے منتخب کرلیتا ہے اور جو شخص اس کی اطاعت کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ اس کی اپنی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

(ب) تفسیری فوائد: هٰذا هو المشروع والموصٰى: اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ إلخ میں اَنْ تفسیریہ ہے أي کے معنیٰ میں اور بعض نے ان کو مصدریہ بھی مانا ہے۔

والموصٰى إلى محمد وهو التوحيد: یعنی تمام انبیاء کی شریعت ایک ہی ہوتی ہے، بس فرق صرف جزوی احکام کا ہوتا ہے، تمام انبیاء کا مشن صرف توحید کا پیغام پہنچانا ہی تھا۔

من التوحيد: یہ مَاتَدْعُوْنَ میں مَا کا بیان ہے یعنی توحید کی طرف بلاتے ہیں۔

إِلَى التَّوْحِيْدِ: اشارہ ہے کہ (ہٗ) ضمیر کا مرجع توحید ہے۔ يقبل على طاعته اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ينيب، إلى کے صلہ کے ساتھ جھکنے، مائل ہونے کے معنیٰ میں ہے۔

(ج) أوّل أنبياء الشريعة کی مراد:

سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام میں اُصول وعقائد میں تمام انبیاء شریک ہیں؛ مگر چوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں شرک وکفر انسانوں میں نہیں تھا، کفر وشرک کا مقابلہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں شروع ہوا تھا، اس لحاظ سے حضرت نوح پہلے پیغمبر ہیں؛ اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام ہی سب سے پہلے شریعت کے احکام لے کر مبعوث ہوئے، حضرت آدم علیہ السلام احکام لے کر نہیں؛ بلکہ وہ زرعی اور معاشی مصلحتوں کو لے کر نازل ہوئے تھے اور توحید کو لے کر۔

يَجْتَبِيْ، يَهْدِيْ اور يُنِيْبُ کی مراد اور تفسیر:

يَجْتَبِيْ: یہ اِجْتِبَاءٌ سے منتخب کرنے کے معنیٰ میں ہے اور مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت چاہتا ہے اس کو عطا کردیتا ہے، اگرچہ وہ اس کی طلب میں نہ ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

يَهْدِیْ: ہدایت سے اراءۃ الطریق کے معنیٰ میں ہے۔

ینیب: اس کی تفسیر یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف راغب رہتا ہے اور اس کی رضاء کو تلاش کرتا ہے اور کوشش میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی ہدایت دیتے ہیں اور راہ یاب کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۲۱۶، جلالین: ص ۴۲۳ (امتحان داخلہ ۱۴۳۷ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾ قَضَيْنَا بِفَتْحِ مَكَّةَ وَغَيْرِهَا فِي الْمُسْتَقْبَلِ عَنْوَةً بِجِهَادِكَ ﴿فَتْحًا مُّبِينًا﴾ بَيِّنًا ظَاهِرًا ﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللهُ﴾ بِجِهَادِكَ ﴿مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ مِنْهُ لِتَرْغِيبِ أُمَّتِكَ فِي الْجِهَادِ وَهُوَ مُؤَوَّلٌ لِعِصْمَةِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِالدَّلِيلِ الْعَقْلِيِّ الْقَاطِعِ مِنَ الذُّنُوبِ وَاللَّامُ لِلْعِلَّةِ الْغَائِيَّةِ فَمَدْخُولُهَا مُسَبَّبٌ لَا سَبَبٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔ (د) اس آیتِ کریمہ کی کیا تاویل کی گئی ہے؟ علت غائیہ کسے کہتے ہیں؟ نیز بتائیں فَمَدْخُولُهَا مُسَبَّبٌ الخ سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟

(جواب) ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کی یعنی آپ کے جہاد کے ذریعہ ہم نے بزور شمشیر مستقبل میں مکہ وغیرہ کی فتح کا فیصلہ کر دیا تاکہ تیری امت کو جہاد میں رغبت ہو اور مذکورہ آیت مؤول ہے انبیاء کے گناہوں سے دلیل عقلی وقطعی سے معصوم ہونے کی وجہ اور لام علت غائیہ کے لیے ہے لہٰذا اس کا مدخول مسبب ہے نہ کہ سبب۔

(ب) مطلب: مذکورہ آیت کریمہ میں صلح حدیبیہ اور اس کے فتح مبین ہونے کا ذکر ہے صلح حدیبیہ جن شروط پر ہوا تھا اس سے تمام صحابہ غمگین تھے اور مزید یہ سورت نازل ہوئی تو وہ اس صلح کے ظاہر دیکھ کر اور بھی متعجب ہوئے لیکن صحابہ خود فرماتے ہیں کہ اصل فتح مبین فتح مکہ نہیں؛ بل کہ صلح حدیبیہ ہے کیوں کہ اسی صلح کے نتیجہ میں یہ ہوا کہ صحابہ کی تعداد اس وقت ڈیڑھ ہزار تھی لیکن فتح مکہ کے وقت دس ہزار ہو چکی تھی اور یہ اصلاً صرف فتح مکہ کا نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

بلکہ اس کے بعد تمام فتوحات کا کلید اور دیباچہ تھا کیوں کہ جب جنگ وجدال سے تمام لوگوں کو یکسو ہو کر مسلمانوں سے ملنے کا موقع ملا تو انہیں ٹھنڈے دماغ سے اسلام کو سمجھنے میں دیر نہ لگی اور وہ اسلام میں داخل ہوتے گئے اور اس زمانہ میں اتنے مسلمان ہوئے کہ اس سے پہلے اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے اور جس طرح سلاطین عالم کسی بہت بڑے فتح اور جنرل کو اعزاز واکرام سے نوازتے ہیں اسی طرح خدا نے آپ کو خطابوں سے نوازا؛ چناں چہ فرمایا اس میں اول (لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ).

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت:

بَيِّنًا ظَاهِرًا: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مبین ابان سے لازم ہے نہ کہ متعدی

قَضَيْنَا بِفَتْحِ مَكَّةَ یہ ایک اشکال کا جواب ہے۔

اشکال: یہ آیت نازل ہوئی ہے صلح حدیبیہ سے لوٹنے کے وقت اور صلح حدیبیہ ۶ھ میں ہوئی ہے، اور مکہ ۸ھ میں فتح ہوا پھر اس فتح مکہ کو ماضی کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کرنا کیسے درست ہے؟

جواب: یہ ہے کہ ماضی سے تعبیر کرنا قضاء ازلی کے اعتبار سے ہے یعنی ہم نے ازل میں ہی آپ کے لیے فتح مبین کر دیا، عَنْوَةً یعنی فتح مکہ بزور شمشیر ہوا ہے یہ امام صاحب کا مذہب ہے اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ صلح سے فتح ہوا۔

بِجِهَادِكَ: اس سے ایک سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں:

سوال: یہ کہ فتح مکہ باری تعالیٰ کا فعل ہے اور مغفرت کا تعلق آپ کی ذات سے ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ فتح جو کہ باری تعالیٰ کا فعل ہے یہ آپ کی مغفرت کی علت ہے اور یہ درست نہیں اس لیے کہ ایک کا فعل دوسرے کی علت نہیں بن سکتا ہے لہٰذا فتح مکہ پر آپ کی مغفرت کا مرتب ہونا بھی درست نہیں۔

جواب: مفسر نے (بِجِهَادِكَ) کے ذریعہ دیا کہ بِجِهَادِكَ کا تعلق فتح مکہ کے ساتھ ہے، یعنی فتح تو باری تعالیٰ نے ہی فرمائی مگر اس کا ظاہری سبب اور ذریعہ آپ کا جہاد بنا، اس طرح آپ کی مغفرت کا فتح مکہ پر مرتب ہونا درست ہو گیا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لِتَرْغِیْبَ أُمَّتِكَ: یہ جہاد پر مغفرت کے مرتب ہونے کی علت ہے کہ مغفرت کی خواہاں آپ کی امت اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

(د) اس آیتِ کریمہ کی کیا تاویل کی گئی ہے؟

اس میں تین تاویل کی گئی ہیں:

(۱) خطاب اگرچہ آپ کو ہے لیکن مراد امت ہیں۔

(۲) ذنوب سے مراد حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّاٰةُ الْمُقَرَّبِيْنَ کے قاعدے سے خلاف اولی مراد ہے، اور اس کا نبی سے صدور ہوسکتا ہے۔

(۳) مغفرات سے مراد ستر وحجاب ہے پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اور آپ کے صدورِ ذنوب کے درمیان ستر وحجاب حائل کر دیا؛ تاکہ آپ سے گناہ کا صدور ہی نہ ہو۔

علت غائیہ کسے کہتے ہیں؟ علت غائیہ وہ علت ہے جس کے لیے معلول کا وجود ہو مثلاً قلم کاپی پر لکھنے کے لیے یعنی لکھنا قلم کاپی کے لیے علت غائیہ ہے کیوں کہ ان دونوں کا وجود لکھنے کے لیے ہوا ہے۔

فَمَدْخُوْلُهَا مُسَبَّبٌ الخ سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟ اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ (لِيَغْفِرَ) میں لام علت غائبہ کا ہے نہ کہ باعث کا یعنی مغفرت مسبب ہے نہ کہ سبب، سبب فتح ہے اور مسبب مغفرت ہے نہ کہ اس کے برعکس یعنی بذریعہ جہاد فتح مکہ مغفرت کا سبب ہے نہ کہ مغفرت فتح مکہ کا سبب۔

سوال نمبر ۲۱۷، جلالین: ص ۴۲۳ (امتحان داخلہ ۱۴۲۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ﴾ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ ﴿إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللهَ﴾ هُوَ نَحْوُ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ ﴿يَدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ الَّتِيْ بَايَعُوْا بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ تَعَالٰى مُطَّلِعٌ عَلٰى مُبَايَعَتِهِمْ فَيُجَازِيْهِمْ عَلَيْهَا ﴿فَمَنْ نَّكَثَ﴾ نَقَضَ الْبَيْعَةَ ﴿فَاِنَّمَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

يَنْكُثُ﴾ يَرْجِعُ وَبَالُ نَقْضِهِ ﴿عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ﴾ بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ ﴿اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) فوائدِ تفسیریہ کی وضاحت کریں۔ (د) بیعت کسے کہتے ہیں؟ اور یہ بیعت کہاں ہوئی اور کیوں ہوئی؟ مختصراً واقعہ لکھیں اور بتائیں کہ یَدُ اللّٰہِ سے کیا مراد ہے؟

(جواب) ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ آپ سے حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کر رہے ہیں یقیناً وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں اور یہ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ کے مانند ہے اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے جس پر مومنین نے بیعت کی تھی آپ علیہ السلام سے، یعنی اللہ تعالیٰ ان کی بیعت کی اس کارروائی سے باخبر ہے سو وہ ان کو اس پر اجر دے گا تو جو شخص عہد شکنی کرے گا یعنی بیعت توڑے گا اس کی عہد شکنی کا وبال اسی پر پڑے گا یعنی اس کی عہد شکنی اسی کی طرف لوٹے گی اور جو شخص اس کو پورا کرے گا جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اجرِ عظیم عطاء کرے گا فَسَيُؤْتِيْهِ یاء اور تاء دونوں کے ساتھ ہے۔

(ب) مطلب: ماقبل میں صلح حدیبیہ کا ذکر تھا، یہاں سے بیعتِ رضوان کا ذکر ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پر صحابہ کرام سے لی تھی، اس میں اختلاف ہے کہ کس چیز کے لیے تھی، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس پر لی تھی کہ ہم جان دے دیں گے؛ مگر پیچھے نہیں ہٹیں گے اور بعض نے کہا ہے کہ عدمِ فرار اور کمالِ ثبات پر تھی (دونوں تقریباً ایک ہی ہیں) یعنی لوگوں کا نبی علیہ السلام کے ہاتھ پر ہاتھ ڈال کر بیعت کرنا گویا کہ اللہ سے بیعت کرنا ہے؛ کیوں کہ نبی حقیقت میں خدا ہی کی طرف سے بیعت لیتا ہے اور اسی کے احکام کی تاکید و تعمیل پر بیعت کرواتا ہے؛ چناں چہ جب بیعت خدا سے ہوتی ہے تو لامحالہ خدائی نصرت و مدد اس کے ساتھ ہوتی ہے، پس جو شخص اس بیعت کو توڑے گا وہ خود ہی اپنے حق میں نقصان کرے گا اور اس کا وبال اس پر ہوگا اور اگر ایفاءِ عہد کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم عطاء کریں گے۔

(ج) فوائدِ تفسیریہ کی وضاحت: بیعة الرّضوان بالحدیبیة: اس سے یہ بتانا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

چاہتے ہیں کہ آیت میں جس بیعت کا ذکر ہو رہا ہے وہ مشہور بیعت، بیعتِ رضوان ہے جو مقامِ حدیبیہ میں پیش آئی۔

هو نحو من يطع الله إلخ: اس سے بتانا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اعضاء وجوارح سے پاک ہے اور آیت میں جو اللہ سے بیعت کا ذکر ہے اس سے مطلب اس کے نبی سے بیعت ہے کہ جس طرح جو نبی کی اطاعت کرے گا گویا کہ وہ خدا کی اطاعت کرے گا۔

التي يبيايعوا انها النبي: اس سے بھی یہی بتلانا مقصود ہے کہ یہاں جو آیت کے ظاہر سے سمجھ میں آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے جب کہ وہ اس سے پاک ہے تو اسی کو فرمایا کہ وہ ہاتھ جس پر مومنین بیعت کر رہے تھے وہ نبی علیہ السلام کا ہاتھ تھا اور مومنین کے ہاتھوں پر اللہ کے ہاتھ ہونے کا مطلب اس بیعت کی کارروائی سے باخبر ہونا ہے۔

نقض البيعت: اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہاں پر نکث کا مفعول محذوف ہے اور وہ بیعت ہے بالياء والنون اس سے اشارہ ہے کہ یہاں پر دیگر اور قرأتیں بھی ہیں، ایک غائب کے صیغہ کے ساتھ ایک متکلم کے صیغہ کے ساتھ۔

(د) بیعت کسے کہتے ہیں؟ بیعت اصل میں اس عقد کو کہتے ہیں جس کو انسان اپنے نفس پر کرتا ہے امام کی اطاعت کرنے کے سلسلے میں اور اس بات کو پورا کرنے کے لیے جس کا اس نے اپنے اوپر اس بیعت میں التزام کیا ہے۔

یہ بیعت کہاں ہوئی اور کیوں ہوئی؟ یہ بیعت مقامِ حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے ہوئی، جو کیکر کا تھا، اکثر مفسرین کی رائے کے مطابق۔

مختصراً واقعہ لکھیں: جب آپ علیہ السلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش سے بات کرنے کے لیے روانہ کیا تھا بطورِ قاصد کے، تو آپ کو غلط خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے، تو آپ ﷺ نے ان کے لیے قتال پر بیعت لی جس میں تمام مسلمان شریک ہوئے، سوائے جد بن قیس کے۔

يَدُ اللهِ سے کیا مراد ہے؟ اِس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اس بیعت کے تمام احوال سے باخبر ہونا اور اس کی مدد کا مسلمانوں کے ساتھ شامل ہونا مراد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

سوال نمبر ۲۱۸، جلالین: ص ۴۲۵ (امتحان ششماہی ۱۴۳۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ﴾ بِالْحُدَيْبِيَّةِ ﴿مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ فَإِنَّ ثَمَانِيْنَ مِنْهُمْ طَافُوْا بِعَسْكَرِكُمْ لِيُصِيْبُوْا مِنْكُمْ. فَأُخِذُوْا وَأُتِيَ بِهِمْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَفَا عَنْهُمْ وَخَلّٰى سَبِيْلَهُمْ فَكَانَ ذٰلِكَ سَبَبُ الصُّلْحِ ﴿وَكَانَ اللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا﴾ أَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ضمائر کے مرجع کی تعیین کے ساتھ ترجمہ کریں۔
(ب) آیتِ کریمہ کا شان نزول لکھ کر، صلح حدیبیہ کا پس منظر اور اس کی شرائط تحریر کریں۔
(ج) لم یزل الخ کا تفسیری فائدہ لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: اور وہ وہی ہے کہ جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے عین مکہ حدیبیہ میں روک لیا، اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غلبہ دے دیا، بایں طور کہ ان میں سے ۸۰/اسی نے تمہارے لشکر کو گھیر لیا، تا کہ وہ تم پر (حملہ آور ہوں) ٹوٹ پڑیں، مگر وہ گرفتار کر لئے گئے، اور ان کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو آپ نے ان کو معاف کر دیا، اور ان کو رہا کر دیا اور یہی بات صلح کا سبب ہوئی، اور تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے، یعنی وہ اس صفت کے ساتھ ہمیشہ متصف ہے۔

(ب) آیتِ کریمہ کا شان نزول: ائمہ محدثین کی ایک جماعت مثلاً ابوداؤد نسائی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ جب ذی قعدہ ۶ ھ میں حدیبیہ سے واپس ہو رہے تھے، قریش مکہ سے مصالحت و معاہدہ کرنے کے بعد تو آں حضرت ﷺ پر آثار وحی شروع ہوئے، آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے آج کی رات مجھ پر ایک سورت نازل فرمائی ہے، جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے، اور وہ سورۃ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ہے۔

امام احمدؒ نے بروایت مجمع بن جاریہؒ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی کے وقت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

یہ سورت مقام کراع الغمیم کے نزدیک نازل ہوئی، جس کو آپ نے اپنی ناقہ پر سوار چلتے چلتے صحابہ کو تلاوت کر کے سنایا، بہر حال ان روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فتح حدیبیہ سے واپسی پر دوران سفر نازل ہوئی ہے۔

صلح حدیبیہ کا پس منظر: واقعہ حدیبیہ احادیث میں جس طرح ذکر فرمایا گیا اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ کی ابتداء میں خواب دیکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں امن امان کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں، اور آپ نے عمرہ کیا کچھ نے حلق کیا اور کچھ نے قصر کیا۔

آپ نے یہ خواب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بیان کیا، آپ نے اس خواب کو بیان فرماتے ہوئے کوئی مدت متعین نہیں فرمائی تھی کہ کون سی سال کے بارے میں دیکھا ہے کہ عمرہ کر کے واپس ہو رہے ہیں، مگر شدت شوق میں یہی خیال کیا کہ اسی سال عمرہ اور حرم مکہ میں داخل ہونا نصیب ہوگا، اور آپ نے بھی یہی قصہ فرمایا کہ عمرہ کے لیے روانگی ہو جائے تو چودہ سو یا پندرہ سو صحابہ کی جماعت لے کر آپ ذی قعدہ ۶ھ میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے، اور ہدی (قربانی کا جانور) بھی آپ نے ساتھ لے لیا جو حرم میں ذبح کیا جاتا، قریش مکہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اہل مکہ کو جمع کیا، اور طے کیا کسی طرح بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے، حالاں کہ خود قریش کے لوگ حرم بیت اللہ کا بہت احترام کرتے تھے، اور یہ ناجائز سمجھتے تھے کہ کسی کو بھی بیت اللہ کے طواف اور عمرہ سے روکا جائے، حتی کہ دشمن کو بھی نہ روکتے تھے مقام حدیبیہ پہنچ کر آپ کی ناقہ بیٹھنے لگی، لوگ اس کو چوکا مارتے اور کوشش کرتے رہے تا کہ یہ اٹھ کر چلنے لگے، مگر وہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتی، آپ نے فرمایا: حَبِسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ. یعنی اللہ تعالیٰ کے تکوینی حکم سے یہ ناقہ رکی ہے، اور آپ نے اس سلسلے میں یہ بھی فرمایا خدا کی قسم اہل مکہ مجھ سے جس بات کا بھی مطالبہ کریں گے جس میں حرمات اللہ کی تعظیم قائم رہے، اور شعار اللہ کی بے حرمتی نہ ہو، تو میں ضرور اس کو منظور کر لوں گا، کیوں کہ آپ سمجھتے تھے کہ اس مرحلہ میں اہل مکہ ضرور کچھ نہ کچھ اپنی منوائیں گے اور دباؤ بھی ڈالیں گے، الغرض آپ نے وہی قیام فرمایا اسی کو آج

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

کل شمسیر کہتے ہیں آپ نے اہل مکہ کی طرف قاصد روانہ فرمایا کہ ہم لوگ لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے، ہم تو صرف عمرہ کی غرض سے آئے ہیں، ہم کو مکہ میں آنے دو ہم عمرہ ادا کرتے واپس چلے جائیں گے، قریش مکہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، انتظار کے بعد آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہی پیغام دے کر بھیجا اور ساتھ ہی ان مظلوم اور مغلوب مسلمان عورتوں اور مردوں کو جو کفار مکہ کی قید و بند میں تھے یہ بشارت بھی بھیجی کہ عنقریب اللہ کے فضل سے اسلام کا غلبہ ہوگا، اور مکہ میں کامیابی اور غلبہ کے ساتھ اسلام داخل ہوگا، حضرت عثمان کو واپسی میں دیر ہوئی کفار مکہ ان کو روک لیا۔ ادھر یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے اس وقت آپ کو یہ خیال ہوا کہ شاید آپ لڑائی اور مقابلہ کی نوبت آئے گی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بیعت کی دعوت دی کہ آپ کے دست مبارک پر جہاد کی بیعت کریں۔

قریش مکہ کو جب معلوم ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا، اور کچھ روساء مکہ کا وفد آپ کے پاس صلح کی غرض سے آیا اور گفتگو کے بعد صلح نامہ تحریر کر کے اس پر طرفین کے دستخطوں کا معاملہ طے پایا۔

اس کی شرائط: شرائط صلح کے بارے میں باہم بحث و تمحیص بھی ہوئی اور بعض شرائط صلح میں مسلمانوں کو اپنی مغلوبی اور پستی کا حساس ہو کر جوش اور ولولہ بھی آ رہا تھا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوحی الٰہی حضرات صحابہ کو تسلی دی، اور فرمایا کوئی حرج نہیں ان باتوں کو مان لو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر مسلمانوں نے صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے وہ شرائط صلح مان لیں، اور صلح نامہ تیار ہوگیا، کفار کی طرف سے جو شرائط تھیں وہ یہ ہے کہ:

(۱) مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

(۲) اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

(۳) ہتھیار لگا کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں وہ بھی نیام میں، اور نیام بھی جلبان (تھیلا وغیرہ) میں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۴) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

(۵) کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے، لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔

(ج) لم یزل الخ کا تفسیری فائدہ:

لَمْ يَزَلْ یہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی بلم کا صیغہ ہے، اس کا ربط ماقبل وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا جملہ سے ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس صفت کے ساتھ متصف ہے، اور تَعْمَلُوْنَ میں بالیاء اور بالتاء دونوں قرأت صحیح ہے۔

سوال نمبر ۲۱۹، جلالین: ص ۴۲۵ (امتحان سالانہ ۱۴۰۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ﴾ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ خُرُوْجِهٖ أَنَّهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ اٰمِنِيْنَ وَيَحْلِقُوْنَ وَيُقَصِّرُوْنَ فَأَخْبَرَ بِذٰلِكَ أَصْحَابَهُ فَفَرِحُوْا فَلَمَّا خَرَجُوْا مَعَهُ وَصَدَّهُمُ الْكُفَّارُ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَرَجَعُوْا وَشَقَّ عَلَيْهِمْ ذٰلِكَ وَرَابَ بَعْضُ الْمُنَافِقِيْنَ نَزَلَتْ وَقَوْلُهُ بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقٌ بِصَدَقَ أَوْ حَالٌ مِنَ الرُّؤْيَا وَمَابَعْدَهَا تَفْسِيْرٌ لَهَا ﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) صلح حدیبیہ کا واقعہ تحریر کرنے کے بعد تفسیری فوائد کی وضاحت کریں۔ (د) صلح حدیبیہ سے اسلام کو کیا فائدہ ہوا؟ (ہ) فَتْحًا قَرِيْبًا سے کون سی فتح مراد ہے؟ اور عمرۃ القضاء کب واقع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ہوا؟ نیز بتائیں کہ جب خواب یقینی ہے تو ان شاء اللہ کیوں کہا؟

(جواب) ترجمہ: بلاشبہ اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو واقعہ کے مطابق ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے سال حدیبیہ کی طرف نکلنے سے پہلے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ امن وامان کے ساتھ مکہ میں داخل ہو رہے ہیں، اور اپنے سروں کا بعض حلق کرا رہے ہیں اور بعض قصر کرا رہے ہیں، آپ ﷺ نے خواب کی اطلاع اپنے صحابہ کو دی، آپ کے صحابہ بہت خوش ہوئے؛ چناں چہ جب آپ کے صحابہ آپ کے ساتھ نکلے اور کافروں نے ان کو مقامِ حدیبیہ میں روکا اور وہ واپس ہوئے تو واپسی پر ان پر گراں گزرا، جس سے بعض منافقین نے شک کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس کا قول بِالْحَقِّ. صدق سے متعلق ہے یا رُویا سے حال ہے اور رویا کا مابعد اس رویا کی تفسیر ہے تم لوگ مسجد حرام میں ان شاء اللہ امن وامان کے ساتھ ضرور داخل ہو گے، ان شاء اللہ تبرکاً ہے اپنے سروں کا حلق کرواؤ گے، کوئی خوف نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کو جس خبر کا علم ہے تم اس کو نہیں جانتے اس سے پہلے ایک قریبی فتح دے دی۔

(ب) مطلب: ابتدائے سورت میں ذکر ہو چکا کہ آپ علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ آپ سفر عمرہ فرما رہے ہیں اور اتفاق سے آپ کا ارادہ اسی سال عمرہ کرنے کا ہو گیا؛ لیکن مذکورہ واقعہ پیش آیا اور تمام صحابہ کرام کو واپس آنا پڑا، صحابہ کرامؓ نے آپ کے ارادۂ سفر سے سمجھا کہ آپ کا خواب اسی سال کا ہے؛ لیکن جب بغیر عمرہ کے واپسی ہوئی تو صحابہ نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے تو کہا تھا کہ ہم عمرہ کریں گے، تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں نے کہا تھا کہ اسی سال کریں گے؟ منافقین نے کہا کہ نبی کا خواب تو برحق اور سچا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ خواب حق ہے ضرور پورا ہوگا، بے شک اللہ اپنے نبی کو سچا خواب دکھلاتا ہے اور یہ جو واقعہ پیش آیا یہ سب اللہ کے علم محیط کے تحت پیش آیا وہ جانتا تھا کہ خواب کی تعبیر ایک سال بعد ظاہر کرنے میں کتنے سارے فوائد ہیں جن کی تمہیں خبر نہیں، اس لیے اس سال خواب کی تعبیر ظاہر نہ کی اور تعبیر سے پہلے لگے ہاتھوں ایک اور فتح عنایت کر دی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) **صلح حدیبیہ کا واقعہ:** ۶ھ میں آپ علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ آپ تمام صحابہؓ کے ساتھ مسجد حرام میں بے خوف وخطر اطمینان سے عمرہ کر رہے ہیں اور بعض سر منڈا کر اور بعض صرف بال کتروا کر حلال ہو رہے ہیں، تو آپ نے صحابہ سے واقعہ بیان کیا؛ لیکن خواب میں وقت متعین نہیں کیا گیا تھا کہ یہ واقعہ کس سال پیش آئے گا؛ چناں چہ آپ نے اسی سال عمرہ کا ارادہ فرمایا اور تمام صحابہ کو لے کر عمرہ کے لیے روانہ ہو گئے اور ساتھ میں ہدی بھی لے لی؛ لیکن جب آپ مقامِ حدیبیہ میں پہونچے تو کفار مکہ نے عمرہ کرنے سے روک دیا اور اس بات پر صلح کی گئی کہ آپ مع صحابہ کے آئندہ سال تشریف لائیں تین دن کے لیے؛ لیکن اپنے ساتھ سوائے ایک ایک تلوار کے اور کوئی آلاتِ حرب نہ لائیں؛ چناں چہ صلح ہو گئی اور آپ نے وہیں پہ تمام صحابہ کو حلق کا حکم دیا پھر ہدی کو ذبح فرما کر واپس ہوئے۔

تفسیری فوائد کی وضاحت: بِالْحَقِّ مُتَعَلِّقٌ إلخ: یہ مصدر محذوف کی صفت ہو کر یا تو ماقبل میں مذکور صَدَقَ سے متعلق ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے: صَدَقَ مُلْتَبِسًا بِالْحَقِّ یا پھر ماقبل میں مذکور الرُّؤْيَا سے حال واقع ہے اور مابعد جملہ تدخلن الرویا کی تفسیر ہے۔

(د) **صلح حدیبیہ سے اسلام کو کیا فائدہ ہوا؟** صلح حدیبیہ سے اسلام کو بے شمار فائدے ہوئے، مثلاً اس صلح سے کفار کو اسلام کے سمجھنے کا موقع ملا جس سے وہ مسلمان ہونے لگے، یہی وجہ ہے کہ صلح کے وقت مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار کی تھی؛ لیکن فتح مکہ کے وقت ان کی تعداد دس ہزار ہو گئی، اسی درمیان خالد بن ولیدؓ اور اسی طرح اور دیگر بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔

اسی طرح اس صلح کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ کے لیے اس کے بعد بڑی بڑی فتوحات کے دروازے کھول دیے گئے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس صلح کو فتوحات کی کلید کہا ہے یعنی فتوحات کے دروازے کی چابی۔

(ہ) **فَتْحًا قَرِيبًا سے کون سی فتح مراد ہے؟**

فتح قریب سے فتح خیبر مراد ہے۔

عمرۃ القضاء کب واقع ہوا؟ عمرۃ القضاء ۷ھ میں ہوا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

جب خواب یقینی ہے تو ان شاء اللہ کیوں کہا؟ إِنْ شَاءَ اللهُ: ابن کثیرؒ کے نزدیک تحقیق وتوکید کے لیے، اور سیبویہ کے نزدیک اس قسم کے موقع میں قطعی طور پر ایک چیز کا بتلانا کسی مصلحت سے مقصود نہیں ہوتا اور کرنا منظور ہوتا ہے، وہاں یہ عنوان اختیار کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۲۲۰، جلالین: ص ۴۲۷ (امتحان ششماہی ۱۴۳۷ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اَلْآيَةُ نَزَلَتْ فِيْ قَضِيَّةٍ هِيَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ حِمَارًا وَمَرَّ عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ فَبَالَ الْحِمَارُ فَسَدَّ ابْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ فَقَالَ ابْنُ رَوَاحَةَ وَاللّٰهِ لَبَوْلُ حِمَارِهٖ أَطْيَبُ رِيْحًا مِنْ مِسْكِكَ فَكَانَ بَيْنَ قَوْمَيْهِمَا ضَرْبٌ بِالْأَيْدِيْ وَالنِّعَالِ وَالسَّعَفِ ﴿اقْتَتَلُوْا﴾ جُمِعَ نَظَرًا إِلَى الْمَعْنٰى لِأَنَّ كُلَّ طَائِفَةٍ جَمَاعَةٌ وَقُرِئَ اِقْتَتَلَتَا ﴿فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ ثُنِّيَ نَظَرًا إِلَى اللَّفْظِ ﴿فَاِنْۢ بَغَتْ﴾ تَعَدَّتْ ﴿اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ﴾ تَرْجِعَ ﴿اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ اَلْحَقِّ ﴿فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ﴾ بِالْإِنْصَافِ ﴿وَاَقْسِطُوْا﴾ اِعْدِلُوْا ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(ج) شانِ نزول لکھیں۔ (د) جُمِعَ نَظَرًا إِلَى الْمَعْنٰى سے کس اشکال کا جواب دیا گیا ہے؟ اشکال وجواب دونوں کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور اگر مؤمنین کی دو جماعتیں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو، یہ آیت ایک واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے واقعہ یہ ہے کہ ایک روز آپ ﷺ حمار پر سوار ہوئے اور آپ کا گزر عبداللہ بن اُبی کے پاس سے ہوا تو حمار نے پیشاب کر دیا جس کی وجہ سے عبداللہ بن اُبی نے اپنی ناک دبائی، تو ابن رواحہ رضی اللہ عنہ بولے واللہ! آپ ﷺ کے حمار کا پیشاب تیری مشک سے زیادہ خوشبودار ہے تو ان دونوں قوموں کے درمیان ہاتھا پائی ہوگئی اور جوتے ڈنڈے چلنے لگے طَائِفَةٌ کی طرف نظر کرتے ہوئے اقْتَتَلُوا کو جمع لائے ہیں؛ اس لیے کہ ہر طَائِفَةٌ ایک جماعت ہوتی ہے اور اقتتلتا بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

پڑھا گیا ہے اور بَيْنَهُمَا کو لفظ کی رعایت کرتے ہوئے تثنیہ لایا گیا ہے پھر اگر ان دونوں جماعتوں میں سے ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو سب اس جماعت سے جو زیادتی کرتی ہے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، جب لوٹ آئے تو انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کرو، بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(ب) مطلب: یعنی اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو پوری کوشش کرو کہ اختلاف رفع ہوجائے اس میں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق اگر دوسرے پر چڑھتا چلا جائے اور ظلم و زیادتی ہی پر کمر باندھ لے تو یکسو ہوکر بیٹھے نہ رہو؛ بلکہ جس فریق کی زیادتی ہو سب مسلمان مل کر اس سے لڑائی کرو یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہوکر اپنی زیادتی سے باز آجائے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہوکر صلح کے لیے اپنے آپ کو پیش کردے، اس وقت چاہیے کہ مسلمان دونوں فریقوں کے درمیان مساوات و انصاف کے ساتھ صلح اور میل ملاپ کرادیں کسی ایک کی طرف داری میں جادۂ حق سے اِدھر اُدھر نہ جھکیں۔

(ج) شانِ نزول: ایک روز آپ ﷺ حمار پر سوار ہوکر عبداللہ بن اُبی کے پاس سے گزرے تو حمار نے پیشاب کردیا جس کی وجہ سے عبداللہ بن اُبی نے ناگواری ظاہر کرنے کے لیے اپنی ناک دبائی، تو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ بولے کہ خدا کی قسم! آپ کے حمار کا پیشاب تیری مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اس کی وجہ سے دونوں کے درمیان جھگڑے شروع ہوگئے اور مار پیٹ بھی ہوئی اور معاملہ طول پکڑا اور لاٹھی ڈنڈے بھی برسے جس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

(د) جُمِعَ نَظْرًا إِلَى الْمَعْنٰى سے دیے گئے اشکال کا جواب:

اشکال: یہ ہے کہ اقتتلوا جمع کا صیغہ ہے؛ حالاں کہ اس کی ضمیر طَائِفَتَانِ تثنیہ کی طرف لوٹ رہی ہے، لہٰذا ضمیر اور مرجع کے درمیان مطابقت نہیں؟

جواب: یہ ہے کہ طائفتان کے معنیٰ کی طرف نظر کرتے ہوئے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے؛ اس لیے کہ ہر طائفہ بہت سے افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۲۲۱، جلالین: ص ۴۳۱ (امتحان داخلہ ۱۴۳۸ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَاسْتَمِعْ﴾ يَا مُخَاطَبُ مَقُوْلِي ﴿يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ﴾ هُوَ إِسْرَافِيْلُ ﴿مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ﴾ مِنَ السَّمَاءِ وَهُوَ صَخْرَةُ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ أَقْرَبُ مَوْضِعٍ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ يَقُوْلُ أَيَّتُهَا الْعِظَامُ الْبَالِيَةُ وَالْأَوْصَالُ الْمُتَقَطِّعَةُ وَاللُّحُوْمُ الْمُتَمَزِّقَةُ وَالشُّعُوْرُ الْمُتَفَرِّقَةُ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُنَّ أَنْ تَجْتَمِعْنَ لِفَصْلِ الْقَضَاءِ ﴿يَوْمَ﴾ بَدَلٌ مِنْ يَوْمٍ قَبْلَهُ ﴿يَسْمَعُوْنَ﴾ اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ ﴿الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ﴾ بِالْبَعْثِ وَهِيَ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ مِنْ إِسْرَافِيْلَ ﴿ذٰلِكَ﴾ يَوْمُ النِّدَاءِ وَالسَّمَاعِ ﴿يَوْمُ الْخُرُوْجِ﴾ مِنَ الْقُبُوْرِ وَنَاصِبُ يَوْمَ يُنَادِي مُقَدَّرٌ أَيْ يَعْلَمُوْنَ عَاقِبَةَ تَكْذِيْبِهِمْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) یوم منصوب کیوں ہے؟ اور نفخۂ اولیٰ کا بھی تذکرہ کیجیے۔

(جواب) ترجمہ: اور اے مخاطب! میری بات سن جس دن ایک پکارنے والا اور وہ اسرافیل ہیں آسمان سے قریبی مکان سے پکارے گا اور وہ بیت المقدس کا صخرہ (بڑا پتھر) ہے صخرۃ زمین سے آسمان کی طرف قریب ترین مقام ہے، وہ پکارنے والا کہے گا اے بوسیدہ ہڈیوں اور اکھڑے ہوئے جوڑو اور پارہ پارہ گوشتو اور بکھرے ہوئے بالوں، اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ مقدمہ کے فیصلہ کے لیے جمع ہو جاؤ جس دن بعث کے لیے پکار کو پوری مخلوق سن لے گی (یوم اپنے ماقبل کے یوم سے بدل ہے) اور یہ اسرافیل کا نفخۂ ثانیہ ہوگا، وہ نداء اور سماع کا دن قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا اور یوم کا ناصب (ینادی) مقدر ہے یعنی وہ اپنی تکذیب کے انجام کو جان لیں گے۔

(ب) مطلب: آیت مذکورہ میں نفخۂ ثانیہ کا ذکر ہے، جب نفخۂ اولیٰ ہو چکا ہوگا اور تمام انسان مر چکے ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیلؑ بیت المقدس کے صخرہ پر کھڑے ہو کر ساری دنیا کے مردوں کو خطاب کریں گے اور کہیں گے اے گلی سڑی ہڈیوں،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

ریزہ ریزہ ہونے والی کھالوں اور بکھر جانے والے بالوں، سن لو تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حساب و کتاب کے لیے میدانِ حشر میں جمع ہونے کا حکم ہے؛ چناں چہ تمام مردے اپنی اپنی قبروں سے برہنہ حالت میں اُٹھ کھڑے ہوں گے اور سب میدانِ قیامت کی طرف چل پڑیں گے۔

(ج) یوم منصوب کیوں ہے؟

یوما کے منصوب ہونے کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں، اوّل: یہ کہ اذکر فعل محذوف ناصب ہو۔ دوم: یہ کہ سابقہ آیت میں ظلام ناصب ہو، مفسر علام نے دوسری صورت کو اختیار کیا ہے۔

نفخۂ اولیٰ کا تذکرہ: نفخۂ اولیٰ دنیا ہی میں پیش آئے گا، جس سے تمام انسان مرجائیں گے، پھر اس کے بعد نفخۂ ثانیہ ہوگا۔

سوال نمبر ۲۲۲، جلالین: ص ۴۳۵ (امتحان سالانہ ۱۴۲۲ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔
(ج) دیگر آیات میں صبر کی بہت فضیلت آئی ہے، اس آیت میں صبر و عدمِ صبر کو یکساں قرار دیا گیا ہے اس تعارض کو رفع کریں۔ (د) مندرجہ ذیل کلمات کی لغوی صرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: بلاشبہ تیرے رب کا عذاب نازل ہونے والا ہے، اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، جس دن آسمان تھرتھرانے لگے گا، اور پہاڑ چلنے لگیں گے پس ہلاکت ہے اس دن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

تکذیب کرنے والوں کے لیے جو کہ گمراہی میں بھٹک رہے ہیں جس دن وہ دھکے دے کر نارِ جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تم کو سوجھتا نہیں ہے دوزخ میں داخل ہو جاؤ اس پر صبر کرو یا نہ کرو دونوں برابر ہے۔

(ب) مطلب: یعنی یہ تمام چیزیں جن کی قسم کھائی شہادت دیتی ہیں کہ خدا بہت بری قدرت وعظمت والا ہے، پھر اس کی نافرمانی کرنے پر عذاب کیوں نہیں آئے گا اور کس کی طاقت ہے جو اس کے بھیجے ہوئے عذاب کو اُلٹا واپس کر سکے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ آسمان لرز کر کپکپا کر پھٹ پڑے گا اور پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ کر روئی کے گالوں کی طرح اُڑتے پھریں گے سو جو آج کھیل کود میں مشغول ہو کر طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں اور آخرت کی تکذیب کرتے ہیں ان کے لیے اس روز سخت خرابی اور تباہی ہے فرشتے ان کو سخت ذلت کے ساتھ دھکیلتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور وہاں پہونچا کر کہا جائے گا یہ وہ آگ حاضر ہے جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے، تم دنیا میں انبیاء کو جادوگر اور ان کی وحی کو جادو کہا کرتے تھے، ذرا اب بتلاؤ یہ دوزخ جس کی خبر انبیاء نے دی تھی کیا واقعی جادو یا نظر بندی ہے یا جیسے دنیا میں تمہیں سوجھتا نہیں تھا، اب بھی نہیں سوجھتا اور دوزخ میں پڑ کر گھبراؤ اور چلاؤ گے تب بھی کوئی فریاد کو پہونچنے والا نہیں اور بفرض محال اگر صبر کر کے چپ رہو تب بھی تم پر کوئی رحم کھانے والا نہیں، غرض دونوں حالتیں برابر ہیں۔

(ج) اس آیت میں صبر وعدم صبر کو یکساں قرار دیا گیا ہے اس تعارض کا دفعیہ:

دوسری آیتوں میں جو صبر کی فضیلت آئی ہے وہ دنیا کے صبر کے متعلق ہے جو کہ نفع بخش ہے؛ کیوں کہ دار العمل دنیا ہے اور آیت مذکورہ میں جس صبر کا ذکر ہے وہ آخرت کے متعلق ہے جو کہ ان کے لیے نفع بخش نہیں، لہٰذا اب کوئی تضاد نہیں رہا۔

(د) مندرجہ ذیل کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

تَمُوْرُ: فعل مضارع معروف واحد مؤنث غائب مصدر مَوْرٌ حرکت کرنا باب (ن)۔

تَسِیْرُ: فعل مضارع معروف واحد مؤنث غائب مصدر سَیْرٌ چلنا (ض)۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

وَیْلٌ: کلمہ زجرو توبیخ، کلمہ تعجب، معنیٰ ہلاکت۔

یَدْعُوْنَ: فعل مضارع مجہول جمع مذکر غائب مصدر (دَعٌّ) دھکیلنا (باب ن)۔

اِصْلَوْهَا: فعل امر جمع مذکر حاضر مصدر صَلْیٌ داخل ہونا (س)۔

سوال نمبر ۲۲۳، جلالین: ص ۴۳۵ (خود ساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِيْمٍ ۝۱۷ فٰكِهِيْنَ﴾ مُتَلَذِّذِيْنَ ﴿بِمَآ﴾ مَصْدَرِيَّةٌ ﴿اٰتٰهُمْ﴾ أَعْطَاهُمْ ﴿رَبُّهُمْ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۱۸﴾ عَطْفٌ عَلٰى اٰتَاهُمْ أَيْ بِإِتْيَانِهِمْ وَ وِقَايَتِهِمْ وَيُقَالُ لَهُمْ ﴿كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا﴾ حَالٌ أَيْ مُتَهَنِّئِيْنَ ﴿بِمَا﴾ اَلْبَاءُ سَبَبِيَّةٌ ﴿كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۹ مُتَّكِـِٕيْنَ﴾ حَالٌ مِنَ الضَّمِيْرِ الْمُسْتَتِرِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فِيْ جَنَّاتٍ ﴿عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ﴾ بَعْضُهَا إِلٰى جَنْبِ بَعْضٍ ﴿وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝۲۰﴾۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔ (ج) فَاكِهِيْنَ، هَنِيْئًا، سُرُرٌ، مَصْفُوْفَةٍ، حُوْرٌ، عِيْنٌ، کی لغوی تشریح کریں۔

(جواب) ترجمہ: متقی لوگ بلاشبہ باغوں میں اور سامان عیش میں ہوں گے مزے لے رہے ہوں گے لطف اٹھا رہے ہوں گے ان چیزوں سے جو ان کے رب نے عطا کی ہوگی اور ان کا پروردگار ان کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے گا (وَوَقٰهُمْ) کا عطف اٰتَاهُم پر ہے یعنی ان کو دینے سے اور حفاظت کرنے سے، اور ان سے کہا جائے گا خوب کھاؤ و پیو مزے کے ساتھ (هَنِيْئًا) حال ہے معنی میں مُتَهَنِّئِيْن کے ہے۔ اپنے اعمال کے سبب وہ برابر بچھے ہوئے تختوں پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے (مُتَّكِئِيْن) اللہ تعالیٰ کے قول فی جنت میں ضمیر مستتر سے حال ہے اور ان کا بڑی خوبصورت آنکھوں والی حوروں سے جوڑا لگا دیں گے۔

(ب) مطلب: یہ ہے کہ قیامت کے واقعہ کو مان کر تقوی اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ طرح طرح کے انعامات سے نوازیں گے یعنی جو دنیا میں اللہ سے ڈرتے تھے وہ جنت میں بالکل مامون اور بے فکر ہوں گے، ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان ان کے لیے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

حاضر رہیں گے، اور یہی انعام کیا کم ہے کہ دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا، اور اہل جنتوں کی مجلس اس طرح ہوں گی کہ سب جنتی بادشاہوں کی طرح اپنے اپنے تخت پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے اور ان کی ترتیب نہایت قرینہ سے ہوگی۔

(ج) فَاكِهِينَ، هَنِيْئًا، سُرُرٌ، مَصْفُوفَةٍ، حُوْرٌ، عِيْنٌ، کی لغوی تشریح:

(۱) فٰكِهِيْنَ: اسم فاعل فَاكِهٌ کی جمع مذکر کا صیغہ ہے بمعنیٰ کھانے کی کسی چیز کی لذت لینا، مراد ہے جنتی نعمتوں سے متلذذ ہونا۔

(۲) هَنِيْئًا: یہ هَنَا، يَهْنِئُ هَنِيْئٌ سے مشتق ہے ایسے کھانے کو کہتے ہیں جس کو کھانے کے بعد انسان آسودہ ہو جاتا ہے، اس سے مراد ایسے کھانے جو بغیر کسی مشقت کے ملتے ہیں۔

(۳) سُرُرٌ: یہ سَرِيْرٌ کی جمع ہے اس کا اور جمع ہے سَرَائِرُ سُرُرٌ ایسی تخت شاہی کو کہتے ہیں جس پر بادشاہ اپنے شان و شوکت کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔

(۴) مَصْفُوْفَةٌ: صَفَّ يَصِفُّ سے مشتق ہے صف بندی ہونا، صف بندی ہو کے ایک دوسرے کے پہلو میں بیٹھنا۔

(۵) حُوْرٌ: یہ اَحْوَرُ کی جمع ہے، حَوْرَاءُ اس کا مؤنث ہے، اور جمع حَوْرَوَاتٌ، حور کہتے ہیں آنکھوں کی سفیدی میں انتہائی سفید ہونا، ساتھ ساتھ سیاہی کا بھی۔

(۶) عِيْنٌ: یہ اَعْيَنُ کی جمع ہے، اور اس کا مؤنث عَيْنَاءُ ہے، اور جمع اَعْيَانٌ ہے، معنیٰ ہے بڑی بڑی آنکھوں والا ہونا۔

سوال نمبر ۲۲۴، جلالین: ص ۴۴۰ (امتحان داخلہ ۱۴۳۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ﴾ وَ هُوَ إِسْرَافِيْلُ وَ نَاصِبُ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ بَعْدُ ﴿إِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ﴾ بِضَمِّ الْكَافِ وَسُكُوْنِهَا أَيْ مُنْكَرٍ ﴿خَاشِعًا﴾ ذَلِيْلًا وَ فِيْ قِرَاءَةٍ خُشَّعًا بِضَمِّ الْخَاءِ وَفَتْحِ الشِّيْنِ مُشَدَّدَةً ﴿أَبْصَارُهُمْ﴾ حَالٌ مِنْ فَاعِلِ ﴿يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ﴾ لَا يَدْرُوْنَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

أَيْنَ يَذْهَبُونَ مِنَ الْخَوْفِ وَالْحَيْرَةِ ﴿مُهْطِعِيْنَ إِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں اور بتائیں کہ مُهْطِعِيْنَ ترکیب میں کیا واقع ہے؟ (ج) آئندہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: جس دن ایک پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف پکارے گا وہ اسرافیل ہیں اور يَوْمَ کا ناصب بعد میں آنے والا يَخْرُجُوْنَ ہے اور نُكُرٍ یہ کاف کے ضمہ اور سکون کے ساتھ ہے یعنی منکر ناپسندیدہ شئ یہ لوگ ذلت کے ساتھ نظر نیچی کیے ہوئے قبروں سے تیزی سے نکل پڑیں گے اور ایک قرأت میں خُشَّعًا خا کے ضمہ اور شین مشددہ کے فتحہ کے ساتھ ہے اور خُشَّعًا یخرجون کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہے گویا کہ وہ پھیلی ہوئی (منتشر) ٹڈیاں ہیں وہ خوف اور حیرت کی وجہ سے یہ بھی نہیں سمجھ رہے ہوں کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور تیزی سے گردن اُٹھائے ہوئے داعی کی طرف نکل پڑیں گے، ان میں سے کافر کہیں گے یہ سخت دن ہے۔

(ب) مطلب: فرماتے ہیں کہ اس دن کو یاد کرو جس دن میدانِ محشر کی طرف حساب دینے کے لیے اسرافیل علیہ السلام آواز لگائیں گے اور اس وقت حال یہ ہوگا کہ خوف وہیبت کے مارے ذلت وندامت کے ساتھ آنکھیں جھکائے ہوئے ہوں گے پھر تمام کے تمام لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکل کر ٹڈی کی طرح پھیل پڑیں گے اور خداوندِ قدوس کی عدالت میں حاضری دینے کے لیے تیزی سے دوڑتے ہوں گے اور اس دن کے حولناک منظر اور شدت اور اپنے جرائم کو تصور کر کے کہیں گے کہ یہ دن بڑا سخت آیا ہے۔

مُهْطِعِيْنَ ترکیب میں کیا واقع ہے؟

مُهْطِعِيْنَ ترکیب میں يَخْرُجُوْنَ کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

(ج) آئندہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

شَيْءٍ نُكُرًا: ناگوار چیز، ناپسندیدہ شئ، انجام چیز، شَيْءٌ (ج) أَشْيَاءُ. نُكُرٌ (ج) أَنْكَارٌ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خُشَّعًا: (واحد) خَاشِعٌ اور مصدر خُشُوعٌ: عاجزی کرنا، ناگاہ پست ہونا، پست کرنا۔
اَحْدَاثٌ: واحد حَدَثٌ معنی قبریں۔
جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ: پھیلی ہوئی ٹڈی، جَرَادَةٌ (ج) جَرَادٌ. ٹڈی، منتشر انتشار مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر ہے باب (افتعال) سے مستعمل ہے۔
مُهْطِعِيْنَ: دوڑنے والے، اِهْطَاعٌ مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر سالم ہے، اس کا واحد مُهْطِعٌ بابِ (افعال) سے مستعمل ہے۔

سوال نمبر ۲۲۵، جلالین: ص ۴۴۰ (امتحان داخلہ ۱۴۲۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ﴾ قَبْلَ قُرَيْشٍ ﴿قَوْمُ نُوْحٍ﴾ تَانِيْثُ الْفِعْلِ لِمَعْنٰى قَوْمٍ ﴿فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا﴾ نُوْحًا ﴿وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ﴾ أَيِ انْتَهَرُوْهُ بِالسَّبِّ وَغَيْرِهٖ ﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ﴾ بِالْفَتْحِ أَيْ بِأَنِّيْ ﴿مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝ فَفَتَحْنَآ﴾ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ ﴿اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝﴾ مُنْصَبٍّ اِنْصِبَابًا شَدِيْدًا ﴿وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا﴾ تَنْبَعُ ﴿فَالْتَقَى الْمَآءُ﴾ مَاءُ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ﴿عَلٰٓى اَمْرٍ﴾ حَالٍ ﴿قَدْ قُدِرَ ۝﴾ بِهٖ فِي الْأَزَلِ وَهُوَ هَلَاكُهُمْ غَرْقًا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) مندرجہ ذیل کلمات کی لغوی صرفی تحقیق کریں اور بتائیں کہ کذب کو مؤنث کیوں لایا گیا ہے؟

(جواب) ترجمہ: ان سے پہلے یعنی قریش سے پہلے قومِ نوح نے بھی ہمارے بندے نوح کو جھٹلایا تھا اور مجنون کہہ کر جھڑک دیا تھا فعل کو قوم کے معنٰی کے اعتبار سے مؤنث لایا گیا ہے، یعنی گالی وغیرہ دے کر ڈانٹ دیا تھا، تو اس نے اپنے رب سے دعاء کی (اَنِّیْ) فتحہ کے ساتھ یعنی (بِأَنِّیْ) ہے میں بے بس ہوں تو میری مدد کر، ہم نے آسمان کے دروازے کو زوردار (بہنے والے) پانی کے لیے کھول دیا فَفَتَحْنَا تاء کی تخفیف اور شدید کے ساتھ ہے، پس ہم نے زمین کے چشموں کو جاری کر دیا تو زمین سے چشمے اُبل پڑے، پھر پانی مل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گیا یعنی آسمان وزمین کا پانی اس حالت پر ہو گیا کہ جس حالت پر ازل میں مقدر کر دیا گیا تھا اور وہ حالت ان کا غرق ہو کر ہلاک ہونا ہے۔

(ب) مطلب: اس میں قومِ نوح کا ذکر ہے کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلا دیا، کہنے لگے کہ اے نوح! تم اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو تم کو سنگسار کر دیا جائے گا، گویا انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو دھمکیاں دیں اور مجنون و دیوانہ کہا، جب سیکڑوں برس سمجھانے کے بعد بھی کوئی ایمان نہیں لایا اور کسی کا دل نہیں پسیجا تو حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا کی اور کہا اے میرے پروردگار! میں ان سے عاجز آ چکا ہوں، ہدایت وفہمائش کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی، اب آپ اپنے دین اور پیغمبر کا بدلہ لیجیے اور زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑیے، پھر کیا تھا اللہ نے اپنے نبی کی بات سن لی اور اس قدر پانی برسایا کہ گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور نیچے سے زمین کے پردے پھٹ گئے، اتنا پانی اُبلا گویا ساری زمین چشموں کا مجموعہ بن کر رہ گئی پھر اوپر اور نیچے کا یہ سب پانی مل کر اس کام کے لیے اکٹھا ہو گیا جو پہلے اللہ کی بارگاہ میں مقرر ہو چکا تھا یعنی قومِ نوح کی ہلاکت اور غرقابی۔

(ج) مندرجہ ذیل کلمات کی لغوی صرفی تحقیق:

مَجْنُوْنٌ: دیوانہ، پاگل، بے وقوف۔ جمع مجانین۔

انتھروا: فعل ماضی جمع مذکر غائب، کسی کو خوب جھڑکنا، انتھر فلانا (افتعال)۔

مُنْهَمِرٌ: اِنْهِمَارٌ مصدر سے اسم فاعل اور واحد مذکر ہے بہت برسنے والا (انفعال)۔

مُنْصَبٌّ: انصباب مصدر سے اسم فاعل اور واحد مذکر۔ بہنے والا (انفعال)۔

قُدِرَ: فعل ماضی مجہول واحد مذکر غائب، مقدر کرنا (ض)

کذب کو مؤنث کیوں لایا گیا ہے؟

کذّبت کو مؤنث قوم کے معنیٰ کے لحاظ سے لایا گیا ہے یعنی قوم امة کے معنیٰ میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۲۲۶، جلالین: ص ۴۴۳ (خودساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ۝ وَ الْاَرْضَ وَ ضَعَهَا﴾ اَثْبَتَهَا ﴿لِلْاَنَامِ۝﴾ لِلْخَلْقِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ وَ غَيْرِهِمَا ﴿فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَ النَّخْلُ﴾ اَلْمَعْهُوْدُ ﴿ذَاتُ الْاَكْمَامِ۝﴾ أَوْعِيَةُ طَلْعِهَا ﴿وَ الْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ﴾ اَلتِّبْنِ ﴿وَ الرَّيْحَانُ۝﴾ اَلْوَرَقُ الْمَشْمُوْمُ ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔
(ج) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ إلخ کا سورت میں کتنی بار اعادہ کیا گیا ہے؟ اور اس میں کیا حکمت ہے؟
پھر لَا تُخْسِرُوْا، اِكْمَامِ، اَلْحَبُّ اور اَلْعَصْفِ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کمی نہ کرو اور مخلوق یعنی جن وانس وغیرہ کے لیے زمین بچھادی جن میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جو معلوم ہیں جن کے (پھلوں) پر غلاف ہوتا ہے اکمام شگوفہ کا غلاف، اور غلّہ بھوسے والے اور پتوں والے خوشبودار پھل پیدا کیے تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہوگے۔

(ب) مطلب: اوپر سے دو چیزوں کے جوڑے بیان ہوتے چلے آرہے تھے، لہٰذا یہاں بھی آسمان کی بلندی کے ساتھ زمین کی پستی کا ذکر ہے اور درمیان میں میزان یعنی ترازو کا ذکر شاید اس لیے ہو کہ عموماً ترازو سے ناپنے کے وقت آسمان وزمین کے درمیان معلق رکھنا پڑتا ہے، اس صورت میں میزان سے ظاہری اور حسی میزان مراد ہوگا اور چوں کہ اس کے ساتھ بہت سارے معاملات اور حقوق کی درستگی معلق ہے؛ اس لیے متنبہ کردیا کہ وضع میزان کی غرض برابری کرنے سے قائم ہوگی، اس طور پر کہ نہ لیتے وقت کمی کرو اور نہ دیتے وقت؛ بلکہ برابری کرو۔ اکثر اسلاف نے یہاں پر وضع میزان سے عدل کا قائم کرنا مراد لیا ہے، یعنی حق تعالیٰ نے آسمان وزمین تک ہر چیز کو حق اور عدل کی بنیاد پر اعلیٰ درجہ کے توازن کے ساتھ قائم کیا ہے، اگر عدل وحق ملحوظ نہ رہے تو دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا، لہٰذا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

بندوں کو بھی چاہیے کہ عدل وحق پر قائم رہیں اور اسی طرح ہم نے زمین کو اپنی مخلوق کے لیے بنایا کہ وہ اس پر آرام سے چلیں، پھریں اور اسی طرح زمین میں اور دیگر فوائد ہیں مثلاً میوہ، پھل فروٹ اور اسی طرح غلّہ، اناج جس سے انسان اپنی غذائیات حاصل کرتا ہے اور اسی طرح بعض وہ چیزیں جو کھانے کے کام تو نہیں آتیں؛ لیکن ان سے خوشبو حاصل کی جاتی ہے اور وہ بھی انسان کے فائدے کے لیے ہیں؛ چناں چہ اے جن وانس اوپر ذکر کردہ اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، کیا یہ اس قابل ہیں کہ ان کو جھٹلایا جائے؟

(ج) فَبِأَيِّ الْآءِ إلخ کا سورت میں کتنی بار اعادہ کیا گیا ہے اور کیوں؟

اس آیت کو ۳۱ مرتبہ ذکر کیا گیا ہے، اس بات کو بتلانے کے لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے مذکورہ بڑی بڑی نعمتوں کا بندوں پر احسان کرنے والے ہیں جو ناقابلِ فراموش ہے کمیت کے اعتبار سے بھی اور کیفیت کے اعتبار سے بھی۔

لَاتُخْسِرُوْا، اِکْمَام، اَلْحَبُّ اور اَلْعَصْفِ کی لغوی وصرفی تحقیق:

لَاتُخْسِرُوْا: باب افعال جمع مذکر حاضر فعل نہی گھٹانا، کم کرنا۔

اَکْمَامٌ: واحد کِمٌّ میوہ کا غلاف، کم اس غلاف کو کہتے ہیں جو کلی یا پھل پر ہوتا ہے۔

الحبّ: جمع حُبُوْبٌ غلہ، اناج۔

اَلْعَصْفُ: بھوسا، چھلکا، کھیت کا پتہ۔

ریحان: خوشبودار پھول، روزی، غدا (ج) رَحَانین۔

اُلآء: واحد اَلی إلی نعمت۔

سوال نمبر ۲۲۷، جلالین: ص ۴۵۲ (امتحان سالانہ ۱۴۲۱ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿قَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ﴾ تُرَاجِعُكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ ﴿فِيْ زَوْجِهَا﴾ اَلْمُظَاهِرِ مِنْهَا وَكَانَ قَالَ لَهَا أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ وَقَدْ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَالِكَ فَأَجَابَهَا بِأَنَّهَا حُرِمَتْ عَلَيْهِ عَلٰى مَا هُوَ الْمَعْهُوْدُ عِنْدَهُمْ مِنْ أَنَّ الظِّهَارَ مُوْجِبُ فُرْقَةٍ مُؤَبَّدَةٍ وَهِيَ خَوْلَةُ بِنْتُ ثَعْلَبَةَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New.Madarsa

وَهُوَ أَوْسُ بْنُ الصَّامِتِ ﴿وَ تَشْتَكِيْ إِلَى اللهِ﴾ وَحْدَتَهَا وَفَاقَتَهَا وَصِبْيَةً صِغَارًا إِنْ ضَمَّتْهُمْ إِلَيْهِ ضَاعُوْا أَوْ إِلَيْهَا جَاعُوْا.

(الف) اعراب لگائیے اور ضمیروں کے مصداق ظاہر کرتے ہوئے ترجمہ کریں۔

(ب) آیتِ کریمہ کا شانِ نزول تحریر کیجیے۔ (ج) ظہار کی تعریف کر کے بتائیں کہ اس سے حرمتِ مؤبدہ ثابت ہوئی ہے یا موقتہ؟ (د) ظہار کے تینوں کفاروں کو بالترتیب لکھیے۔

(جواب) ترجمہ: اے نبی یقیناً اللہ نے اس عورت کی بات سن لی، جو آپ سے اپنے ظہار کرنے والے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی، اور اس کے شوہر نے ان سے کہا تھا أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ تو میرے ماں کی پیٹھ کے مانند حرام ہے، اور آپ ﷺ سے اس عورت نے اس بارے میں دریافت کیا تھا، تو آپ ﷺ نے اس کو عرف کے مطابق جواب دیا کہ وہ (تو) اس پر حرام ہوگئی جیسا کہ ان کے یہاں یہ دستور تھا کہ ظہار دائمی فرقت موجب بنایا جاتا تھا، اور وہ خولہ بنت ثعلبہ تھی اور اس کے شوہر اوس بن صامت تھے، اور اللہ سے اپنی تنہائی کی اور اپنے فاقہ کی اور چھوٹے بچوں کی شکایت کر رہی تھی اگر ان بچوں کو اپنے شوہر کو دیتی ہے تو ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور اگر اپنے ساتھ رکھتی ہے تو بھوک کے مرنے کا اندیشہ ہے۔

(ب) آیتِ کریمہ کا شانِ نزول: اس سورت کی ابتدائی آیات کے نزول کا سبب ایک واقعہ ہے، احادیث کی روشنی میں واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے، یہ خاتون جن کے معاملہ میں اس سورت کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئی ہیں قبیلہ خزرج کی ایک خاتون خولہ بنت ثعلبہ تھیں، اور ان کے شوہر اوس بن صامت انصاری قبیلہ اوس کے سردار عبادہ بن صامت کے بھائی تھے، خلاصہ ان روایات کا یہ ہے کہ حضرت اوس بن صامت بڑھاپے میں کچھ چڑچڑے سے ہوگئے تھے، ایک روز اوس بن صامت گھر میں داخل ہوئے ان کی بیوی نماز پڑھ رہی تھیں اور تھیں حسین وجمیل اور متناسب الاعضاء حضرت اوس نے جب ان کو سجدہ میں دیکھا اور ان کے متناسب الاعضاء پر نظر پڑی تو ان کو یہ صورت حال تعجب میں ڈال دیا جب حضرت خولہ نماز سے فارغ ہوگئیں تو ان سے حضرت اوس نے جماع کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

خواہش ظاہر کی حضرت خولہ نے انکار کر دیا جس پر حضرت اوس کو غصہ آ گیا، اور غصہ کی حالت میں ان کے منہ سے أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي کے الفاظ نکل گیے اس مسئلہ کا حکم معلوم کرنے کے لیے حضرت خولہ آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور سارا قصہ آپ سے بیان کیا اس وقت تک اس خاص مسئلہ کے متعلق آں حضرت ﷺ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی اس لیے آپ قول مشہور اور سابق دستور کے مطابق ان سے فرمایا: مَا أَرَاكِ إِلَّا قَدْ حُرِّمْتِ عَلَيْهِ یعنی میری رائے میں تم اپنے شوہر پر حرام ہوگئیں، وہ یہ سن کر واویلا کرنے لگیں کہ میری پوری جوانی اس شوہر کی خدمت میں ختم ہوگئی، اب بڑھاپے میں انہوں نے حضور سے عرض کیا کہ انہوں نے طلاق کے الفاظ تو نہیں کہے ہیں تو کیسے طلاق پڑ گئی، آپ کوئی صورت ایسی بتائیں جس سے میں اور میرے بچے اور بوڑھے شوہر کی زندگی تباہ ہونے سے بچ جائے، مگر ہر مرتبہ حضور ﷺ اس کو وہی جواب دیتے تھے، حضرت خولہ نے بار بار اپنی بات دہرائی اور کوئی صورت نکلنے پر اصرار کیا، اسی کو قرآن کریم میں تُجَادِلُ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے حضرت خولہ اصرار کرتی رہیں اور آپ ﷺ ایک جواب دیتے رہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اس وقت آپ ﷺ کا سر مبارک دھو رہی تھی اور خولہ اپنی بات دہرا رہی تھی آخر مجھے کہنا پڑا کہ کلام کو مختصر کرو، اتنے میں آپ ﷺ پر وحی کے نزول کی کیفیت طاری ہوگئی، اور سورت کی ابتدائی آیت نازل ہوئی۔

(ج) ظہار کی تعریف: اصطلاحِ شرع میں ظہار کی تعریف یہ ہے کہ اپنی بیوی کو اپنی محرماتِ ابدیہ مثلاً ماں، بہن، بیٹی وغیرہ کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا کہ جس کو دیکھنا اس کے لیے جائز نہیں ہے ماں کی پشت بھی اسی کی مثال ہے۔

اس سے حرمتِ مؤبدہ ثابت ہوئی ہے یا موقتہ؟ ظہار کرنے سے حرمتِ مؤقتہ ثابت ہوئی ہے نہ کہ حرمتِ مؤبدہ۔

(د) ظہار کے تینوں کفاروں کا بیان:

(۱) کفارۂ ظہار یہ ہے کہ ایک غلام یا لونڈی آزاد کرے۔

(۲) اگر اس پر قدرت نہ ہو تو دو مہینے تک مسلسل روزے رکھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۳) اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے اتنے روزے رکھنے پر قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، کھانا کھلانے کے قائم مقام یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو فی کس ایک فطرہ کی مقدار گندم یا اس کی قیمت دیدے۔

سوال نمبر ۲۲۸، جلالین: ص ۴۵۴ (امتحان ششماہی ۱۴۳۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ لَوْ لَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ﴾ اَلْخُرُوْجَ ﴿لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا﴾ بِالْقَتْلِ وَالسَّبْيِ ﴿وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ خَيَّرَكُمْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) دونوں کا مصداق متعین کریں۔ (ج) دوسری آیت کے شانِ نزول پر روشنی ڈالیں۔ (د) اس واقع کو مختصر طور پر لکھیں۔ (ہ) مفسر علام نے خَيَّرَكُمْ فِيْ ذٰلِكَ کے اضافہ سے کیا بتایا ہے؟

جواب) ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جلاوطنی یعنی اپنے وطن سے خروج مقدر نہ کر دی ہوتی تو دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ ان کو قتل وقید کی سزا دیتا اور آخرت میں ان کے لیے آگ کا عذاب ہے ہی یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ کی مخالفت کرے گا اللہ اس کو شدید عذاب دے گا۔ تم نے جو کھجور کے درخت کاٹ ڈالے یا جنہیں تم نے کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ کے حکم سے تھا یعنی اللہ نے تم کو اس کا اختیار دیا تھا تا کہ فاسقوں کو اللہ رسوا کرے۔

(ب) دونوں کا مصداق: پہلی آیت وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ کا مصداق مدینہ کے یہود بنو نضیر ہیں، جنہوں نے یہ عہد کیا تھا۔
اور دوسری آیت کے مصداق مسلمان مجاہدین ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر درخت کاٹے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) دوسری آیت کے شانِ نزول پر روشنی: مسلمانوں نے جب محاصرہ شروع کیا تو بنی نضیر کی بستی کے اطراف میں نخلستان واقع تھا، تو محاصرہ کی آسانی اور جنگی کارروائی کے لیے اس کے کچھ درختوں کو کاٹ ڈالا، کچھ کو جلا ڈالا اور کچھ کو چھوڑ دیا اس پر مدینہ کے منافقوں اور بنو قریظہ اور خود بنو نضیر نے شور مچایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فساد فی الارض سے منع کرتے ہیں اور خود ہرے بھرے پھلدار درختوں کو کاٹے جا رہے ہیں، یہ آخر فساد فی الارض نہیں تو اور کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ تم لوگوں نے جو درخت کاٹے اور جن کو کھڑا رہنے دیا اس میں کوئی فعل ناجائز نہیں ہے؛ بلکہ دونوں کو اللہ کا اذن اور اسکی اجازت و رضا شامل ہے۔

(د) مختصر طور پر واقعہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پانچ ماہ بعد مدینہ کے تینوں قبیلۂ یہود سے معاہدہ کیا تھا جو چودہ دفعات پر مشتمل تھا اور انہیں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اگر کسی قبیلہ پر دیت آئے تو تمام قبیلہ والے اس کو مل کر ادا کریں گے؛ چناں چہ جب بیر معونہ کا خوں چکا واقعہ پیش آیا اور اس کے نتیجہ میں حضرت امیہ ضمیری نے راستہ میں ملے دو کافروں کو قتل کر دیا اور بعد میں پتہ چلا کہ وہ دونوں کافر معاہدین میں سے تھے تو اب ان کی دیت کا مسئلہ پیش آیا، اس پر آپ معاہدۂ یہود کے تحت قبیلہ بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو معاہدہ کی رو سے دیت میں شرکت کی دعوت دی، تو انہوں نے بظاہر اس کو قبول کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم مشورہ کرتے ہیں؛ لیکن جا کر آپ علیہ السلام کے (نعوذ باللہ) قتل کا منصوبہ تیار کیا اور ایک آدمی عمر بن محاسن بن کعب کو دیوار پر سے پتھر پھینکنے پر معمور کیا؛ لیکن ابھی وہ پھینک نہ پایا تھا کہ آپ کو بذریعۂ وحی اطلاع مل گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے اور عہد شکنی کی بنیاد پر حکم لاگو کیا کہ وہ دس دن کے اندر اندر مدینہ چھوڑ کر چلے جائیں؛ لیکن انہوں نے رئیس المنافقین کے جھوٹے وعدے کی بنیاد پر حکم سے سرتابی کی جس کی وجہ سے جنگ کی نوبت آ پڑی اور مسلمانوں نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کیا، بالآخر وہ مجبور ہو کر حکم ماننے کو تیار ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگی آلات کے علاوہ جو لے جا سکیں وہ لے جانے کی اجازت دی، اسی واقعہ کا مذکورہ آیت میں ذکر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ہ) مفسر علام نے خَيْرَ كُمْ فِي ذٰلِكَ کے اضافہ سے کیا بتایا ہے؟

مفسر علام نے خَيْرَ كُمْ فِي ذٰلِكَ سے یہ بتایا ہے کہ یہ محذوف کی علت ہے اور تقدیر ہے أُذِنَ لَكُمْ فِي الْقَطْعِ لِيُخْزِيَ إلخ.

سوال نمبر ۲۲۹، جلالین: ص ۴۵۸ (امتحان سالانہ ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ﴾ كَمَا كَانَ يَفْعَلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ وَادِ الْبَنَاتِ ﴿وَ لَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَ أَرْجُلِهِنَّ﴾ أَيْ بِوَلَدٍ مَلْقُوْطٍ يَنْسِبْنَهٗ إِلَى الزَّوْجِ وَوَصَفَ بِصِفَةِ الْوَلَدِ الْحَقِيْقِيِّ فَإِنَّ الْأُمَّ إِذَا وَضَعَتْهُ سَقَطَ بَيْنَ يَدَيْهَا وَرِجْلَيْهَا ﴿وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ﴾ هُوَ مَاوَافَقَ طَاعَةَ اللّٰهِ تَعَالَى كَتَرْكِ النِّيَاحَةِ وَتَمْزِيْقِ الثِّيَابِ وَجَزِّ الشَّعْرِ وَشَقِّ الْجَيْبِ وَخَمْشِ الْوَجْهِ فَبَايِعْهُنَّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

(ج) فَإِنَّ الْأُمَّ إلخ سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟ بتائیں کہ بَايِعْ کون سا صیغہ ہے؟

(د) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کو بیعت کرنے کا کیا طریقہ تھا؟

(جواب) ترجمہ: اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی جیسا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں بیٹیوں کو زندہ دفن کیا کرتی تھیں اور نہ کوئی بہتان لائیں گے جس کو اپنے ہاتھوں اور اپنے پیروں کے درمیان بنوالیں یعنی اٹھائے ہوئے بچے کو اپنے شوہر کی طرف منسوب نہ کریں گی أَيْدِيهِنَّ سے ولد حقیقی کا وصف بیان کیا ہے؛ اس لیے کہ ماں جب اس کو جنتی ہے تو وہ اس کے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان گرتا ہے اور کسی نیک کام میں تیری حکم عدولی نہ کریں گی اور نیک کام وہ ہے جو اللہ کی طاعت کے مطابق ہو جیسا کہ نوحہ کرنے کو، کپڑے پھاڑنے کو، بال نوچنے کو، گریبان پھاڑنے کو اور چہرہ نوچنے کو ترک کرنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مطلب: اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عورتوں سے بیعت لینے کا حکم فرمایا کہ آپ عورتوں سے بیعت لیجیے، چاہے وہ مکہ سے ہو یا مدینہ سے یا اس کے علاوہ کسی اور علاقہ سے یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی جب آپ مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے اور حکم ہوا کہ بیعت اس بات پر لیجیے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور نہ چوری کریں اور نہ زنا کریں اور نہ اپنی مؤنث اولاد کو عار یا تنگی کے خوف سے قتل کریں جیسا کہ زمانۂ جاہلیت کا رواج تھا اور اپنے ہاتھ پاؤں میں جھوٹا طوفان باندھ کر نہ لائیں نہ کسی پر جھوٹا دعویٰ کریں یا جھوٹی گواہی دیں یا کسی معاملہ میں اپنی طرف سے جھوٹی بات گھڑ کر قسم کھائیں۔

اور ایک مطلب یہ بھی ہے کہ بیٹا جنے کسی اور سے اور اس کو منسوب کرے اپنے شوہروں کی طرف یا کسی دوسرے کی اولاد کو مکروفریب سے اپنی اولاد بنالیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی کسی کا نسب کسی دوسرے کی جانب منسوب کرے جنت اس پر حرام ہے۔

(ج) فَإِنَّ الْأُمَّ إلخ سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟

اس سے بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ میں جو ولد حقیقی کا وصف بیان کیا گیا ہے اس کی وجہ بیان کی گئی ہے؛ کیوں کہ ماں جب اپنے بچے کو جنتی ہے تو وہ بچہ اس کے ہاتھ اور پیر کے درمیان ہی گرتا ہے۔

بَايِعْ کون سا صیغہ ہے؟ یہ امر حاضر مذکر ہے اور خطاب آپ ﷺ کو ہے۔

(د) حضور ﷺ کا عورتوں کو بیت کرنے کا کیا طریقہ تھا؟

آپ کے بیعت کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ آپ پردے کے باہر ہوتے اور عورتیں پردے میں ہوتیں اور آپ بیعت کے کلمات ان کو کہلوا دیتے تھے یہی راجح ہے۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ بیعت مع مصافحہ بھی کرتے تھے؛ لیکن آپ کے اور عورتوں کے ہاتھ کے درمیان کپڑا حائل ہوتا تھا اور پہلی صورت میں مصافحہ نہیں فرماتے تھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۲۳۰، جلالین: ص ۴۶۳ (امتحان ششماہی ۱۴۱۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَالّٰئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ﴾ شَکَکْتُمْ فِیْ عِدَّتِہِنَّ ﴿فَعِدَّتُہُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْہُرٍ وَّالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ﴾ بِصِغَرِہِنَّ وَالْمَسْئَلَتَانِ فِیْ غَیْرِ الْمُتَوَفّٰی عَنْہُنَّ اَزْوَاجُہُنَّ ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُہُنَّ﴾ اِنْقِضَاءُ عِدَّتِہِنَّ مُطَلَّقَاتٍ اَوْ مُتَوَفّٰی عَنْہُنَّ اَزْوَاجُہُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَہُنَّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) آیت میں ذکر کردہ احکام کی وضاحت کرتے ہوئے بتایئے کہ آئسہ اور صغیرہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت کیا ہے؟ اور کس آیت سے ثابت ہے؟ اگر حاملہ پر طلاق پڑے یا شوہر کے انتقال ہوتے ہی بچہ پیدا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(جواب) ترجمہ: اور تمہاری وہ بیویاں جو حیض سے نا اُمید ہو گئی ہیں اگر تم کو ان کی عدت کے بارے میں شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور وہ عورتیں جن کو صغرسنی کی وجہ سے حیض نہیں آتا ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ مذکورہ دونوں مسئلے ان عورتوں کے ہیں جن عورتوں کے شوہروں کی وفات نہ ہوئی ہو اور حاملہ عورتوں کی عدت خواہ مطلقہ ہوں "یا متوفی عنہن زوجہن" ہو ان کے حمل کا وضع ہے۔

(ب) آیت میں ذکر کردہ احکام کی وضاحت...: اِس آیت میں غیر حائضہ اور حاملہ کی عدت کی مدت کو بیان کیا گیا ہے، غیر حائضہ کی عدت تین ماہ خواہ یہ غیر حائضہ کبرسنی (یعنی آئسہ) یا صغرسنی (یعنی بچپن) کی وجہ سے ہو اور حاملہ عورت خواہ مطلقہ ہو یا متوفی عنہا زوجہا ان کی عدت وضعِ حمل ہے۔ آیتِ کریمہ یہ ہے: وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِہِنَّ اَرْبَعَۃَ اَشْہُرٍ وَّعَشْرًا.

حاملہ پر طلاق پڑے یا شوہر کے انتقال ہوتے ہی بچہ پیدا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

اگر حاملہ عورت کو طلاق پڑ جائے، تو طلاق پڑتے ہی، یا شوہر فوت ہو جائے، تو شوہر کے فوت ہوتے ہی وضعِ حمل ہو جائے تو عدت گزر جائے گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

سوال نمبر ۲۳۱، جلالین: ص ۴۶۵ (امتحان داخلہ ۱۴۱۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ مِنْ أَمَتِكَ مَارِيَةَ الْقِبْطِيَّةَ لَمَّا وَاقَعَهَا فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَ وَكَانَتْ غَائِبَةً فَجَاءَتْ وَشَقَّ عَلَيْهَا كَوْنُ ذٰلِكَ فِيْ بَيْتِهَا وَعَلٰى فِرَاشِهَا حَيْثُ قُلْتَ هِيَ حَرَامٌ عَلَيَّ ﴿تَبْتَغِيْ﴾ بِتَحْرِيْمِهَا ﴿مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ﴾ أَيْ رِضَاهُنَّ ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیر لکھیں۔ (ج) شانِ نزول تحریر کریں۔

(جواب) ترجمہ: اے نبی! آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس کو جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا؟ یعنی اپنی باندی ماریہ قبطیہؓ کو جب کہ آپؐ نے اس سے حضرت حفصہ کے گھر میں ہمبستری فرمائی، اور حفصہ موجود نہیں تھیں، اچانک آگئیں اور یہ بات ان کے گھر میں ان کے بستر پر ان کو گراں گزری، اس وقت آپ نے هي حرام عليّ وہ میرے اوپر حرام ہے فرما دیا، اس کو حرام کر کے اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(ب) تفسیر: حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو عقیدۃً حلال ومباح سمجھتے ہوئے عہد کر لیا جائے کہ آئندہ اس کو استعمال نہیں کروں گا، ایسا کرنا اگر مصلحتاً ہو تو شرعاً جائز ہے؛ مگر آپ علیہ السلام کے شانِ رفیع کے مناسب نہ تھا کہ بعض ازواج کی خوشنودی کے لیے اس طرح کا اُسوہ قائم کریں جو آئندہ امت کے لیے تنگی کا باعث ہو؛ اس لیے حق تعالیٰ شانہٗ نے متنبہ فرما دیا کہ ازواج کے ساتھ بے شک خوش اخلاقی برتنی چاہیے؛ مگر اس حد تک نہیں کہ ان کی وجہ سے ایک حلال چیز کو حرام کر کے اپنے اوپر بوجھ ڈالیں۔

(ج) شانِ نزول: آپ علیہ السلام نے اپنی ازواجِ مطہرات کی باری مقرر فرما دی تھی، حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی باری میں اپنے والدین کی زیارت کے لیے جانے کی اجازت لی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور پھر ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو طلب فرمایا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہی کے گھر ہمبستر ہوئے، حفصہ رضی اللہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

عنہا واپس آئیں، تو گھر کا دروازہ بند پایا تو وہ دروازہ پر بیٹھ گئیں اور رونے لگیں، جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو رونے کا سبب دریافت کیا، تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میری باری، میرا حجرہ، میرا بستر اور میرے حق کی کچھ رعایت نہ کی گئی، کیا آپ نے مجھے اسی لیے اجازت دی تھی؟ تو آپ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو نرمی سے سمجھا کر خوش کیا اور فرمایا میں نے اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور میرے بعد ابوبکر ان کے بعد عمر خلیفہ ہوں گے؛ مگر یہ راز مخفی رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بعض روایت میں شہد والا واقعہ آتا ہے جیسا کہ مفتی شفیع صاحب نے "معارف القرآن" میں نقل کیا ہے۔

سوال نمبر ۲۳۲، جلالین: ص ۴۶۵ (خود ساختہ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ خَبَرُ عَسٰى وَالْجُمْلَةُ جَوَابُ الشَّرْطِ وَلَمْ يَقَعِ التَّبْدِيْلُ لِعَدَمِ وُقُوْعِ الشَّرْطِ ﴿مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا۝﴾

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) شانِ نزول لکھ کر خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق اور مرادی معنیٰ بیان کریں۔ (ج) عَسٰى سے مِنْكُنَّ تک کی نحوی ترکیب کریں۔

(جواب) ترجمہ: اگر نبی چھوڑ دے تم سب کو ابھی اس کا رب بدلے میں دیدے اس کو عورتیں تم سے بہتر ہوں اَزْوَاجًا عَسٰى کی خبر اور جملہ جواب شرط ہے اور شرط واقع نہ ہونے کی وجہ سے تبدیلی واقع نہیں ہوئی جو اسلام لانے والیاں ہوں گی، اور مؤمن ہوں گی قناعت کرنے والیاں ہوں گی توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزے رکھنے والیاں ہوں گی بیوہ اور کنواریاں ہوں گی۔

(ب) شانِ نزول: گزشتہ سوال کے شانِ نزول کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق اور مرادی معنیٰ:

(۱) مُسْلِمَاتٍ: یہ اسم فاعل جمع مؤنث کا صیغہ ہے واحد مُسْلِمَةٌ مرادی معنیٰ، اسلام کا اقرار کرنے والیاں۔

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) قَانِتَاتٍ: یہ اسم فاعل جمع مؤنث کا صیغہ ہے واحد قَانِتَةٌ مرادی معنی، قناعت اختیار کرنے والیاں، اخلاص والیاں۔

(۳) سَائِحَاتٍ: یہ اسم فاعل جمع مؤنث کا صیغہ ہے واحد سَائِحَةٌ مرادی معنی، روزے رکھنے والیاں۔

(۴) ثَيِّبَاتٍ: یہ اسم فاعل جمع مؤنث کا صیغہ ہے واحد ثَيِّبَةٌ مرادی معنی بیوہ عورتیں جس کی اس سے پہلے شادی ہو چکی ہے۔

(۵) وَأَبْكَاراً: یہ جمع ہے بکر کا بکر بمعنی نو گوشہ پھول کو کہتے ہیں مرادی معنی کنواریاں عورتیں جس کی اب تک شادی نہیں ہوئی۔

(ج) عَسٰی سے مِنْكُنَّ تک کی نحوی ترکیب:

''عَسٰی'' فعل مقاربہ ''ربہ'' مضاف مضاف الیہ سے مل کر ''عَسٰی'' کا اسم ''أَن يُبْدِلَهُ'' فعل ضمیر اس کی فاعل (ہ) ضمیر مفعول اول ''أَزْوَاجاً'' موصوف ''خَيْراً'' صفت موصوف سے مل کر مفعول ثانی ''مِّنكُنَّ''، متعلق ہے ''خیرا'' سے ''أَن يُبْدِلَهُ'' فعل فاعل اور اپنے دونوں مفعولوں اور متعلق سے مل کر ''عَسٰی'' کی خبر ''عَسٰی'' اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا إِن طَلَّقَكُنَّ شرط ہے اور جملہ ابتدائیہ ہے اس کا کوئی محل نہیں ہے اور اس کی جزا محذوف ہے جس پر ''أَن يُبْدِلَهُ'' دلالت کر رہا ہے۔

سوال نمبر ۲۳۳، جلالین: ص ۴۶۶ (امتحان ششماہی ۱۴۳۲ھ)

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَضَرَبَ اللهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ﴾ اٰمَنَتْ بِمُوْسٰى وَاسْمُهَا آسِيَةُ فَعَذَّبَهَا فِرْعَوْنُ بِأَنْ أَوْتَدَ يَدَيْهَا وَ رِجْلَيْهَا وَ أَلْقٰى عَلٰى صَدْرِهَا رَحٰى عَظِيْمَةً وَ اسْتَقْبَلَ بِهَا الشَّمْسَ فَكَانَتْ إِذَا تَفَرَّقَ عَنْهَا مَنْ وُكِّلَ بِهَا ظَلَّلَتْهَا الْمَلَائِكَةُ ﴿إِذْ قَالَتْ﴾ فِيْ حَالِ التَّعْذِيْبِ ﴿رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾ فَكَشَفَ لَهَا فَرَأَتْهُ فَسَهَلَ عَلَيْهَا التَّعْذِيْبُ ﴿وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهِ﴾ وَتَعْذِيْبِهِ ﴿وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ أَهْلِ دِيْنِهِ فَقَبَضَ اللهُ رُوْحَهَا.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب مع تفسیری فوائد لکھیے۔ (ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی صرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: اللہ نے ایمان والوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثالی بیان فرمائی جو کہ موسی پر ایمان لائی تھی اور اس کا نام آسیہ تھا اور فرعون اس کے ہاتھ پیروں میں میخ گاڑ کر سزا دیتا تھا، اور اس کے سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا تھا اور اس کو ورج کے رخ کر دیتا تھا، اور جب وہ لوگ جن کے اس کو حوالہ کیا تھا الگ ہو جاتے تو فرشتہ اس پر سایہ فگن ہو جاتے جب کہ اس نے حالت تعذیب میں دعا کی اے میرے پروردگا تو میرے لیے اپنے پاس جنت میں مکان بنا دے چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پردے اٹھا دیئے جس سے اس نے اپنا مکان دیکھ لیا اور سزا کو برداشت کرنا ان کے لیے آسان ہو گیا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے یعنی اس کی سزا سے بچا اور مجھے اس کی ظالم قوم یعنی اس کے ہم مذہب لوگوں سے بچا، تو اللہ نے اس کی روح قبض کر لی۔

(ب) مطلب مع تفسیری فوائد: یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ کی حالت کو مومنین کی حالت کے مثل بنایا اس بات میں کہ ایمان کے ساتھ کفر کے قریب رہنا مضر نہیں ہے، جب جادوگر مغلوب ہوئے اور حضرت آسیہ کے سامنے حق ظاہر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب ان کو ایمان سے نوازا اور آخرت میں آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کا درجہ عطا فرمایا، ان کے ایمان لانے کی وجہ سے فرعون کو سخت سے سخت سزا دیتا تھا چناں چہ کہا جاتا ہے کہ ان کے لیے فرعون زمین میں چار میخیں گاڑ تا تھا اور ان کے ہر عضو کو ان میں باندھ دیتا تھا، اور سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا تھا جیسا کہ واقعہ میں ہے کہ فرعون نے بھاری پتھر لانے کا حکم دیا تا کہ ان پر ڈالا جائے جب پتھر ان کے پاس لایا گیا تو اس وقت انھوں نے دعاء کی کہ اے میرے پروردگار تو مجھے اپنا قرب عطا فرما اور بہشت میرے لیے مکان تیار کر اللہ تعالیٰ نے دعاء قبول فرمائی، اور انہوں نے خود اپنی نگاہوں سے اپنا موتی کا گھر دیکھا اور اللہ نے سزا سے بچانے کے لیے ان کی روح قبض فرمائی، چناں چہ جب بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھا گیا تو وہ صرف جسم پر رکھا گیا نہ کہ روح پر جس کی بنا پر حضرت آسیہ کو تکلیف نہیں پہنچی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق:

(۱) اَوْتَدَ: واحد مذکر غائب منی میخ گاڑنا، کھونٹی گاڑنا از باب افعال۔

(۲) رَحًی: جمع اَرْحَاءٌ، رحیٌّ، معنی چکی۔

(۳) تَفَرَّقَ: واحد مذکر غائب از باب تفعل معنی منتشر ہونا۔

(۴) ظَلَّلَتْهَا: واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے از باب تفعل معنی سایہ ڈالنا، سایہ فگن ہونا۔

(۵) اِبْنِ: فعل امر واحد مذکر حاضر از باب (ضرب) معنی بتانا، تعمیر کرنا۔

سوال نمبر ۲۳۴، جلالین: ص ۴۷۱

(امتحان داخلہ ۱۴۳۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ جَآءَ فِرْعَوْنُ وَ مَنْ قَبْلَهٗ﴾ أَيْ مَنْ تَقَدَّمَهٗ مِنَ الْأُمَمِ الْكَافِرَةِ ﴿وَ الْمُؤْتَفِكٰتُ﴾ أَيْ أَهْلُهَا وَهِيَ قُرٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿بِالْخَاطِئَةِ ۝۹﴾ بِالْفِعْلَاتِ ذَاتِ الْخَطَا ﴿فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝۱۰﴾ زَائِدَةً فِي الشِّدَّةِ عَلٰى غَيْرِهَا ﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ﴾ عَلٰى فَوْقِ كُلِّ شَيْءٍ ﴿حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝۱۱﴾ السَّفِيْنَةِ ﴿لِنَجْعَلَهَا﴾ أَيْ هٰذِهِ الْفِعْلَةَ وَهِيَ اِنْجَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِهْلَاكُ الْكَافِرِيْنَ ﴿لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ تَعِيَهَآ﴾ لِتَحْفَظَهَا ﴿اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝۱۲﴾ حَافِظَةٌ لِمَا تَسْمَعُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) اَلْمُؤْتَفِكَاتُ، عَصَوْا، رَابِيَةً، طَغٰى، الْجَارِيَةِ، تَعِيَ اور وَاعِيَةٌ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

(جواب) ترجمہ: اور فرعون نے اور اس کے متبعین نے یعنی وہ لوگ جو کافر امتوں میں سے پہلے گزر چکے ہیں اور الٹی ہوئی بستی کے خطا کاروں نے اور وہ قوم لوط کے بستی والے تھے، بھی خطائیں کیں اور اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی، تو اس نے انہیں زبردست گرفت میں لے لیا، رَابِيَة شدت میں دوسروں سے بڑھی ہوئی، جب پانی میں طغیانی آ گئی یعنی جب پانی ہر چیز پر چڑھ گیا تو ہم نے تم کو کشتی میں چڑھا لیا؛ تاکہ ہم اس فعل کو جو کہ مومنین کو نجات دینا اور کافروں کو ہلاک کرنا ہے تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور تاکہ یاد رکھنے والے کان جب اس کو سنیں تو یاد رکھیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ب) مطلب: اوپر آیتوں میں قومِ عاد وثمود کی ہلاکت ونافرمانی کا ذکر ہوا، اب ان کے بعد فرعون بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتا ہوا آیا اور اس سے پہلے کئی قومیں گناہ سمیٹتی ہوئی آئیں، مثلاً قومِ نوح، قومِ شعیب اور قومِ لوط، جن کی بستیاں اُلٹ دی گئی تھیں، ان سبھوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کی نافرمانی کی اور خدا سے مقابلہ باندھا، آخر خدا نے سب کو سخت گرفت میں لیا، اس کے آگے کسی کی کوئی بات نہیں چلی، اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب ان کو پانی کا عذاب دیا تو اس وقت خدا نے مومنین کو کشتی میں سوار کر کے نجات دی اور ان کے ساتھ ہر قسم کے جانوروں کے ایک ایک جوڑے کو بھی سوار کرایا گیا؛ تاکہ ان کی نسل قیامت تک باقی رہے؛ کیوں کہ یہ سیلاب صرف حضرت نوح علیہ السلام کی بستی میں نہیں؛ بلکہ پورے عالم میں آیا تھا جس میں صرف وہی لوگ بچے تھے جو کشتی میں تھے اور پھر پوری نسلِ انسانی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے حام، سام اور یافث، سے چلی، اسی لیے آپ علیہ السلام کو آدمِ ثانی کہا جاتا ہے اور خدا نے خود ذکر کر دیا کہ ہم نے مومنین کو اس سیلاب سے کیوں بچایا؛ تاکہ اس واقعہ کو آنے والے تمام لوگ یاد رکھیں اور سمجھ لیں کہ جس طرح اللہ نے طوفانِ نوح میں اچھے اور بُرے کو الگ رکھا اور ان میں سے اچھوں کو نجات اور بُروں کو سزا دی، اسی طرح کل قیامت کے دن بھی ہوگا آگے اسی طرح کلام کو پھیرا گیا ہے۔

(ج) اَلْمُؤْتَفِكَاتُ، عَصَوْا، رَابِيَةً، طَغٰى... کی لغوی وصرفی تحقیق:

اَلْمُؤْتَفِكَاتُ: الٹ جانے والی بستیاں، اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بستی ہے۔ المؤتفکات، ائتفاك مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث سالم ہے، واحد مؤتفکۃ باب افتعال۔

عَصَوْا: ان لوگوں نے نافرمانی کی، بابِ ضرب سے فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر غائب، مصدر عصیانٌ۔

رَابِيَةً: سخت گرفت کرنا، رَبْوٌ مصدر سے اسم فاعل واحد مؤنث ہے، باب ضرب سے بڑھنے اور زیادہ ہونے کے معنیٰ میں آتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

طَغٰی: جوش مارا، پانی حد سے بڑھ گیا، باب نصر سے فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب مصدر طُغُوٌّ ہے۔

الْجَارِيَة: (ج) جَوَارِيُ کشتی۔

تَعِيَ: باب ضرب سے فعل مضارع معروف صیغہ واحد مؤنث غائب، مصدر وَعْيٌ یاد رکھنا، محفوظ رکھنا۔

وَاعِيَة: وَعْيٌ مصدر سے اسم فاعل واحد مؤنث کا صیغہ ہے باب ضرب سے یاد رکھنے کے معنیٰ میں۔

سوال نمبر ۲۳۵، جلالین: ص ۴۸۳ (امتحان داخلہ ۱۴۰۹ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ﴾ الْجِنْسَ ﴿مِنْ نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ﴾ أَخْلَاطٍ أَيْ مِنْ مَّاءِ الرَّجُلِ وَمَاءِ الْمَرْءَةِ الْمُخْتَلِطِيْنَ الْمُمْتَزِجَيْنِ ﴿نَّبْتَلِيْهِ﴾ نَخْتَبِرُهُ بِالتَّكْلِيْفِ وَالْجُمْلَةُ مُسْتَانِفَةٌ أَوْ حَالٌ مُقَدَّرَةٌ أَيْ مُرِيْدِيْنَ اِبْتِلَاءَهُ حِيْنَ تَأَهُّلِهِ ﴿فَجَعَلْنٰهُ﴾ بِسَبَبِ ذٰلِكَ ﴿سَمِيْعًا بَصِيْرًا۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ﴾ بَيَّنَّا لَهُ طَرِيْقَ الْهُدٰى بِبَعْثِ الرُّسُلِ ﴿إِمَّا شَاكِرًا﴾ أَيْ مُؤْمِنًا ﴿وَ إِمَّا كَفُوْرًا۝﴾ حَالَانِ مِنَ الْمَفْعُوْلِ أَيْ بَيَّنَّا لَهُ فِيْ حَالِ شُكْرِهِ أَوْ كُفْرِهِ الْمُقَدَّرَةِ وَإِمَّا لِتَفْصِيْلِ الْأَحْوَالِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مفسر نے جو بیچ بیچ میں تفسیری فوائد لکھے ہیں ان کی وضاحت کریں۔

(جواب) ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو مرد اور عورت کے ملے جلے مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنا کر آزمائیں اور جملہ مستانفہ ہے یا حالِ مقدرہ ہے یعنی حال یہ ہے کہ ہم اس کو اہل بنا کر آزمانے والے تھے اسی وجہ سے ہم نے اس کو سننے والا اور بینا بنایا ہم نے اس کو راہ دکھائی یعنی رسول بھیج کر اس کے لیے راہِ ہدایت واضح فرمائی اب خواہ وہ شکر گزار مومن بنے یا ناشکرا دونوں مفعول سے حال ہیں یعنی اس کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حالتِ شکر یا حالتِ کفر میں جو اس کے لیے مقدر ہے یعنی راستہ واضح کر دیا، اور إمَّا حالات کی تفصیل کے لیے ہے۔

(ب) تفسیری فوائد: اَلْجِنْس: نکال کر یہ بتلا دیا کہ اَلْاِنْسَان میں الف لام جنسیہ ہے نہ کہ عہد خارجی یا ذہنی۔

نَبْتَلِيْهِ: جملہ مستانفہ ہو تو اس صورت میں اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ الگ جملہ ہوگا اور نَبْتَلِيْهِ ایک الگ جملہ اور ترجمہ ہوگا: ہم نے انسان کو پیدا کیا الخ۔ اور ہم اس کو آزمائیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خَلَقْنَا کی ضمیر فاعل سے حال مقدرہ ہو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے ان کو پیدا کیا اس حال میں کہ ہم اس کو آزمائیں گے۔

بِسَبَبِ ذٰلِكَ: اس سے اشارہ ہے کہ فَجَعَلْنَاهُ جملہ سببیہ ہے۔

بَيَّنَّا لَهٗ طَرِيْقَ الْهُدٰى: اس سے اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہدایت کے دو معنوں میں سے یہاں اراءۃ الطریق مراد ہے نہ کہ ایصال الی المطلوب (حالان من المفعول، أي من السبيل) یعنی اس کی حالتِ شکر یا حالتِ کفر میں جو اس کے لیے مقدر ہے راستہ واضح کر دیا۔

سوال نمبر ۲۳۶، جلالین: ص ۴۸۵ (امتحان ششماہی ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًاۙ﴾ اَلرِّيَاحُ مُتَتَابِعَةً كَعُرْفِ الْفَرَسِ يَتْلُوْ بَعْضُهٗ بَعْضًا ﴿فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًاۙ﴾ اَلرِّيَاحِ الشَّدِيْدَةِ ﴿وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًاۙ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًاۙ﴾ أي آيَاتِ الْقُرْآنِ تَفْرُقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ ﴿فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًاۙ عُذْرًا اَوْ نُذْرًاۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌؕ﴾.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔ (ج) بتائیں کہ عُذْرًا، نُذْرًا، پر نصب کیوں ہے؟ (د) نیز بتائیں کہ جواب قسم کیا ہے؟ (ہ) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: قسم ہے مسلسل چلنے والی ہواؤں کی یعنی ان ہواؤں کی جو تسلسل میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

گھوڑے کے (گردن) کے بالوں کی طرح ہیں پھر زور سے چلنے والی ہواؤں کی قسم یعنی زوردار ہواؤں کی پھیلانے والی ہواؤں کی قسم پھر فرق کرنے والی آیات کی قسم یعنی قرآنی آیات کی جو حق وباطل کے درمیان فرق کرتی ہیں پھر وحی کا القاء کرنے والوں کی قسم توبہ یا ڈرانے کا القاء کرتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، وہ یقیناً ہونے والا ہے۔

(ب) مطلب: یعنی اولا ہوا نرم وخوش گوار چلتی ہے جس سے مخلوق کی بہت سی توقعات ومنافع وابستہ ہوتے ہیں پھر کچھ دیر بعد وہی ہوا ایک تند آندھی کی شکل اختیار کر کے وہ غضب ڈھاتی ہے کہ لوگ بلبلا اٹھتے ہیں، یہی مثال دنیا وآخرت کی سمجھو کتنے ہی کام ہیں جس کو لوگ فی الحال نافع تصور کرتے ہیں، اور ان پر بڑی بڑی امیدیں باندھتے ہیں لیکن وہی کام جب قیامت کے دن اپنی اصلی اور خوفناک شکل میں ظاہر ہوں گے تو لوگ پناہ مانگیں گے، اور اللہ نے ہواؤں کی بھی قسم کھائی جو بخارات وغیرہ کو اٹھا کر لے جاتی ہیں، اور ابر کو اٹھا کر فضاء میں پھیلا دیتی ہیں، اور اللہ کے حکم جہاں بارش ہونی رہتی ہے وہاں برساتی ہیں پھر بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں، پھر ان فرشتوں کو بھی قسم کھائی ہے جو انبیاء علیہ السلام پر ذکر وحی اور قرآن کا القاء کرتے ہیں اور یہ ذکر وحی انبیاء پر اس لیے نازل کی جاتی ہے، تاکہ وہ مؤمنین کی کوتاہیوں کی مغفرت کا سبب بنے اور کفار کو ڈرانے والا ثابت ہو، اللہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ قسم کھا کر تم سے جس قیامت وحساب کتاب کا وعدہ کیا جارہا ہے ضرور پورا ہوگا۔

(ج) عُذْرًا، نُذْرًا پر نصب کیوں ہے؟

عُذْرًا، نُذْرًا: مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہیں۔

(د) جوابِ قسم کیا ہے؟

جوابِ قسم: اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ہے۔

(ہ) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق:

(ا) اَلْمُرْسَلَاتُ: اِرْسَالٌ مصدر سے اسم مفعول جمع مؤنث سالم کا صیغہ ہے، واحد مُرْسَلَةٌ معنی وہ ہوائیں جو نفع پہونچانے کے لیے بھیجتی ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(۲) اَلْعٰصِفٰتِ: عَصْفًا مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث سالم کا صیغہ ہے، بمعنی تیزی ہوا، واحد عَاصِفَة۔

(۳) نَاشِرٰتٌ: معنی نَشْرًا مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث سالم واحد نَاشِرَةٌ بمعنی وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھیلا دیتی ہیں۔

(۴) اَلْفٰرِقٰتِ: فَرْقًا مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث سالم واحد (فَارِقَة) معنی وہ ہوائیں جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں۔

(۵) اَلْمُلْقِيٰتِ: اِلْقَاءٌ مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث سالم واحد (مُلْقِيَة) معنی اللہ کی وحی کو پہنچانے والے فرشتے۔

سوال نمبر ۷ ۲۳، جلالین: ص ۴۸۸ (امتحان داخلہ ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝﴾ (الف) ترجمہ کیجیے۔ (ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی صرفی تحقیق لکھیں۔ (ج) مذکورہ قسموں کا جواب (يَوْمَ) کا عامل اور (رَاجِفَةُ) (رَادِفَةُ) اور (حَافِرَةِ) کی مراد ظاہر کیجیے۔

(جواب) ترجمہ: قسم گھسیٹ لانے والے کی، غوطہ لگا کر اور بند چھڑا دینے والوں کی کھول کر، اور تیرنے والوں کی تیزی سے، پھر آگے بڑھنے ولوں کی دوڑ کر، پھر کام بنانے والوں کی حکم سے، جس دن کانپنے والی، اس کے پیچھے آئے دوسری، کتنے دل اس دن دھڑکتے ہیں، ان کی آنکھیں جھک رہی ہے، لوگ کہتے ہیں کیا ہم پھر آئیں گے الٹے پاؤں، کیا ہم ہو چکیں ہڈیاں کھوکھری، انہوں نے تو تو یہ پھر آنا ہے ٹوٹے گا۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق: (۱) النّٰزِعٰتِ: النّٰزِعٰتِ از باب (ض) نَزْعٌ سے اسم فاعل جمع مؤنث بمعنی کھینچ کر نکلنے والیاں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

(۲) نَشْطًا: نَشْطًا مصدر از باب (ض) بمعنی سہولت کرنا نشط فی العمل اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی چیز میں سہولت اور جلدی کرتے ہیں۔

(۳) سَبْحًا: سَبْحًا مصدر ہے از باب (ف) بمعنی تیرنا سَبَحَ فِي الْبَحْرِ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی چیز کو سمندر کے نیچے سے نکلنے کے لیے تیرا جاتا ہے، غوطہ لگایا جاتا ہے۔

(۴) اَلْمُدَبِّرٰتِ: از باب تفعیل دَبَّرَ سے اسم فاعل جمع مؤنث کا صیغہ ہے بمعنی تدبیر کرنے والیاں۔

(۵) تَرْجُفُ: فعل مضارع معروف واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے رَجَفَ از باب نصر بمعنی کانپنا، ہلانا۔

(۶) نَّخِرَةً: صفت مشبہ ہے اور ثلاثی مجرد باب (فتح) نَخَرَ الْعَظْمُ سے ماخوذ ہے بمعنی بوسیدہ اور کھوکھلی ہڈی کو کہتے ہیں۔

(ج) يَوْمَ کا عامل:

يَوْمَ کا عامل وہ فعل مقدر ہے جس کے ساتھ یوم متعلق ہے اور وہ ہے لَتُبْعَثُنَّ تقدیری عبارت اس طرح ہے کہ لَتُبْعَثُنَّ يَا كُفَّارَ مَكَّةَ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ.

رَاجِفَةٌ، رَادِفَةٌ اور حَافِرَةِ کی مراد:

رَاجِفَةٌ سے نفخۃ الاولیٰ مراد ہے، اس کی وجہ سے ہر چیز کانپنے لگے گی یعنی ہر شیٔ متزلزل ہو جائے گی قیامت کو اسی صفت سے متصف کیا گیا ہے جو اس سے پیدا ہوگی۔

رَادِفَةٌ سے دوسرا نفخہ ہے اور دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقف ہوگا۔

حَافِرَةِ سے مراد یہ ہے کہ مرنے کے بعد لوٹائے جانا، اور اسی سے رَجَعَ فُلَانٌ عَلٰى حَافِرَتِهٖ یعنی فلاں شخص اپنی سابقہ حال پر آ گیا یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اسی طرف لوٹ جائے جہاں سے آیا تھا۔

سوال نمبر ۲۳۸، جلالین: ص ۴۹۰ (امتحان سالانہ ۱۴۱۶ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿عَبَسَ﴾ اَلنَّبِيُّ ﷺ كَلَحَ وَجْهَهٗ ﴿وَتَوَلّٰى﴾ أَعْرَضَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

لِاَجَلِ ﴿اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى﴾ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَقَطَعَهُ عَمَّا هُوَ مَشْغُوْلٌ بِهِ عَمَّنْ يَرْجُوْ إِسْلَامَهُ مِنْ أَشْرَافِ قُرَيْشٍ الَّذِيْنَ هُوَ حَرِيْصٌ عَلٰى إِسْلَامِهِمْ وَلَمْ يَدْرِ الْاَعْمٰى أَنَّهُ مَشْغُوْلٌ بِذٰلِكَ فَنَادَاهُ عَلِّمْنِيْ مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى بَيْتِهِ فَعُوْتِبَ فِيْ ذٰلِكَ بِمَا نَزَلَ فِيْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) ابن ام مکتوم کون ہیں؟ ان کے تفصیلی حالات تحریر کیجیے؟ (ج) ابن اُم مکتوم مختلف وجوہ کی بناء پر زجر و تادیب کے مستحق تھے، پھر کیسے حضرت حق جل مجدہ نے نبی اکرم ﷺ پر عتاب فرمایا؟ جب کہ نبی کریم ﷺ تمام کائنات کے لیے بحیثیت معلم مبعوث کئے گئے ہیں، عتاب و عقاب کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہوئے ان مشکلات کو حل کیجیے۔

(جواب) ترجمہ: ترش رو ہوئے محمد ﷺ یعنی منہ بنایا اور اعراض کیا اس وجہ سے کہ نابینا ان کے پاس آیا، عبداللہ بن ام مکتوم، سو اس نے آپ ﷺ کے اس کام میں خلل ڈالا جس میں آپ ﷺ مشغول تھے، ان لوگوں کے ساتھ اشراف قریش میں سے جن کے اسلام کی آپ ﷺ امید رکھتے تھے، اس لیے کہ آپ ﷺ ان کے اسلام کے بڑے حریص تھے، اور نابینا کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ آپ ﷺ کسی (اہم کام) میں مشغول ہیں، تو انہوں نے آپ ﷺ کو پکارنا شروع کر دیا کہ مجھے اس میں سے کچھ سکھا دو جو اللہ نے آپ ﷺ کو سکھایا ہے، پھر آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے، اس بارے میں آپ ﷺ پر عتاب فرمایا گیا، اس کے ذریعہ جو اس سورت میں نازل ہوا۔

(ب) ابن ام مکتوم کون ہیں؟ ان کے تفصیلی حالات تحریر کیجیے؟

عبداللہ ابن ام مکتوم ابن شریح بن مالک بن ربیعہ الفہری بن بنی عامر بن لوی اپنی دادی کی کنیت سے مشہور ہیں، قدیم الاسلام ہیں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم حضرت خدیجہ بنت خویلد کے خالہ زاد بھائی ہیں، آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو تیرہ مرتبہ مدینہ طیبہ پر نائب مقرر فرمایا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم بہر حال مسلمان ہیں اور جلیل القدر صحابی رسول ہیں نابینا تھے، اس لیے ان کو سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے ہزار موقع حاصل ہیں یعنی وہ طالب صادق تھے، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ بعض سرداران قریش کو مذہب اسلام کے مطابق کچھ سمجھا رہے تھے، اتنے میں وہ حاضر خدمت ہوئے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے فلاں آیت کیوں کر ہے یارسول اللہ مجھے اس میں سے کچھ سکھائے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے، آں حضرت ﷺ کو ان کا پوچھنا گراں گزرا، یعنی آپ ﷺ نے ان کے آنے پر چیں بجبیں ہوکر منہ پھیر لیا حالاں کہ اس کو اندھے کی معذوری شکست حالی اور طالب صادق کا لحاظ زیادہ کرنا چاہتے تھا، اس لیے اس پر رسول اللہ ﷺ پر قرآن میں عتاب آیا اور قرآن میں اس کے بارے میں آیت نازل ہوئی کہ تمھیں کیا معلوم ہے کہ تمہارے فیض توجیہ سے ان کا حال سنور جاتا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تھا، اور بہت سارے فضائل ان کے ساتھ جوڑے ہوئے ہیں، جس کا بیان خود قرآن کریم نے کیا ہے، حالاں کہ ایسے ہی لوگوں سے امید ہوسکتی ہے کہ ہدایت سے منتفع ہوں گے اور اسلام کے کام آئیں گے کہتے ہیں کہ یہی نابینا بزرگ صحابی زرہ پہنے اور جھنڈا ہاتھ میں لیے جنگ قادسیہ میں شریک تھے، آخر اس معرکہ میں شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(ج) ابن اُم مکتوم مختلف وجوہ کی بناء پر زجر وتادیب کے مستحق تھے...

سرداران قریش کی طرف توجہ کرنے اور عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ نہ کرنے میں آپ ﷺ کا خیال یہ تھا، کہ میں اس وقت جن لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کررہا ہوں، ان میں سے اگر کوئی ایک شخص بھی ہدایت پالے تو وہ اسلام کی تقویت کا بڑا ذریعہ بن سکتا ہے، بخلاف ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے وہ تو ایمان لا ہی چکے ہیں اور جو کچھ ان کو معلوم کرنا ہے وہ بعد میں بھی معلوم کرسکتے ہیں اسی اجتہادی خطاء پر گرفت فرماتے ہوئے وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى الخ یعنی آپ ﷺ کو کیا معلوم کہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ جو بات دریافت کررہے تھے اس کا فائدہ متیقن تھا کہ آپ ان کو تعلیم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel: New Madarsa

دیتے، تو یہ اس کے ذریعہ اپنے نفس کا تزکیہ کر لیتے یا کم از کم ذکر اللہ سے ابتدائی نفع حاصل کرتے۔

یہ بات تو ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے دو کام بیک وقت آ گئے ایک مسلمان کی تعلیم اور اس کی دل جوئی، دوسرے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف لانے کے لیے ان کی طرف توجہ، قرآن کریم کے اس ارشاد نے یہ واضح کر دیا کہ پہلا کام دوسرے کام پر مقدم ہے، دوسرے کام کی وجہ سے پہلے کام میں تاخیر کرنا یوں خلل ڈالنا درست نہیں، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مسلمانوں کی تعلیم اور ان کی اصلاح کی فکر غیر مسلموں کے شبہات کے ازالے اور ان کو اسلام سے مانوس کرنے کی خاطر ایسے کام کرنا کہ جن سے عام مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات یا شکایت پیدا ہو جائیں مناسب نہیں ہیں؛ بلکہ ان قرآنی ہدایات کے مطابق مسلمانوں کی تعلیم وتربیت اور حفاظت کو مقدم رکھنا چاہیے۔

سوال نمبر ۲۳۹، جلالین: ص ۴۹۴ (امتحان ششماہی ۱۴۱۰ھ)

(الف) عبارت باعراب: ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝١ وَأَذِنَتْ﴾ سَمِعَتْ وَأَطَاعَتْ فِي الْاِنْشِقَاقِ ﴿لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝٢﴾ أَيْ وَحَقَّ لَهَا أَنْ تَسْمَعَ وَتُطِيعَ ﴿وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۝٣﴾ زِيْدَ فِي سَعَتِهَا كَمَا يُمَدُّ الْأَدِيْمُ وَلَمْ يَبْقَ عَلَيْهَا بِنَاءٌ وَلَا جَبَلٌ ﴿وَ أَلْقَتْ مَا فِيهَا﴾ مِنَ الْمَوْتَىٰ إِلَىٰ ظَاهِرِهَا ﴿وَ تَخَلَّتْ ۝٤﴾ عَنْهُ ﴿وَ أَذِنَتْ﴾ سَمِعَتْ وَأَطَاعَتْ فِي ذٰلِكَ ﴿لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝٥﴾ وَذٰلِكَ كُلُّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴿يٰأَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝٦ فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝٧ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝٨﴾

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تفسیری فوائد کی وضاحت کیجیے۔

(ج) فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا آیت کا مفہوم لکھیں۔

(جواب) ترجمہ: جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا، (یعنی اس کا حکم) سنے گا، اور پھٹنے میں اس کی تعمیل کرے گا، اور اس کے لیے یہی حق ہے،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel New Madarsa

(کہ اپنے رب کا حکم مانے) یعنی اس پر لازم کر دیا گیا ہے کہ سنے اور اطاعت کرے اور جب زمین ہموار کر دی جائے گی (یعنی اس کی وسعت میں اضافہ کر دیا جائے گا جس طرح چمڑے کو پھیلا دیا جاتا ہے اور نہ اس پر کوئی عمارت رہے گی اور نہ پہاڑ اور مردے (وغیرہ جو کچھ اس کے اندر ہے، انہیں باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کا حکم سنے گی اور اس کو باہر پھینکنے میں اپنے رب کی اطاعت کرے گی اور اس کے لیے حق یہی ہے اور یہ سب کچھ قیامت کے دن ہوگا، اے انسان! تو اپنے عمل میں اپنے رب سے ملنے تک کوشش میں لگا ہوا ہے سو تو اس سے ملنے والا ہے سو جس کے دائیں بائیں ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال دیا ہے حال یہ ہے کہ وہ مؤمن بھی ہو تو اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا۔

(ب) تفسیری فوائد کی وضاحت:

قَوْلُهٗ: وَحُقَّتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، اس کے فاعل اور مفعول دونوں محذوف ہیں اصل میں حَقَّ اللّٰهُ عَلَيْهَا اِسْتِمَاعَهَا فاعل اور مفعول دونوں کو حذف کر کے فعل کی اسناد سموات کی طرف لوٹنے والی ضمیر کی طرف کر دی۔

قَوْلُهٗ: اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ: یہ تکرار نہیں ہے اس لیے کہ اول سموات کے بارے میں ہے اور یہ ارض کے بارے میں، اذا کا جواب محذوف ہے جس پر اس کا مابعد یعنی فَمُلَاقِيهِ دلالت کرتا ہے، اور جواب شرط لَقِيَ الْاِنْسَانُ عَمَلَهٗ ہے، اور بعض حضرات نے عَلِمَتْ نَفْسٌ کو جواب شرط محذوف مانا ہے اور یہ زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ سورہ تکویر اور انفطار میں عَلِمَتْ نَفْسٌ کو ہی محذوف مانا ہے،

قَوْلُهٗ: كَادِحٌ، اَلْكَدْحُ، اَلْعَمَلُ وَالْكَسْبُ وَالسَّعْيُ کوشش کرنا۔

قَوْلُهٗ: اِلٰى رَبِّكَ، اِلٰى حرفِ غایت ہے اور معنی ہیں كَدْحُكَ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ يَنْتَهِيْ بِلِقَاءِ رَبِّكَ وَهُوَ الْمَوْتُ.

قَوْلُهٗ: فَمُلَاقِيهِ اس کا عطف کادح پر ہے، یا پھر فَاَنْتَ مُبْتَدَاء محذوف کی خبر ہے، اَیْ فَاَنْتَ مُلَاقِيهِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

(ج) فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا آیت کا مفہوم:

جس کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا اس سے آسان حساب لیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ اس سے سخت حساب فہمی نہ کی جائے گی، اس سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ فلاں کام تو نے کیوں کیا؟ البتہ جس سے سخت حساب نہیں لی جائے گی، اس سے ہر بدی کے لیے سخت مناقشہ کیا جائے گا، بخاری کی ایک حدیث جو حضرت عائشہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے مَنْ حُوْسِبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عُذِّبَ، یعنی روز قیامت جس سے حساب لیا گیا وہ مارا گیا اس پر حضرت عائشہ نے سوال کیا کہ کیا قرآن میں حق تعالیٰ نے نہیں فرمایا، يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آیت میں جس کو حِسَابًا يَّسِيْرًا فرمایا گیا ہے درحقیقت وہ مکمل حساب نہیں ہے بلکہ صرف رب العالمین کے روبرو پیشی ہے اور جس شخص سے اس کے اعمال کا پورا حساب لیا گیا وہ ہرگز عذاب سے نہ بچے گا۔

○❖○

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551

My Telegram Channel : New Madarsa

Website: NewMadarsa.blogspot.com
9045272713 , 9359351551